ظاہری و باطنی اعمال کی اصلاح کے لیے آیات و احادیث پر مشتمل

شَیْخُ الْاِسْلَام اَلْحَافِظ اَلْاِمَام مُحْیُ الدِّیْن اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی

کی مشہور زمانہ کتاب

کا اردو ترجمہ و شرح بنام

اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن

المعروف بہ

(جلد پنجم)

مؤلفین

سید محمد سجاد عطاری مدنی، سید منیر عطاری مدنی، محمد علی رضا عطاری مدنی

پیشکش

مجلس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبہ فیضانِ حدیث)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ   وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

نام کتاب : فیضانِ ریاض الصالحین (جلد پنجم)

پیش کش : شعبۂ فیضانِ حدیث (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

پہلی بار : صفر المظفر ۱۴۴۱ھ، اکتوبر 2019ء   تعداد: 3000 (تین ہزار)

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

تصدیق نامہ

تاریخ: ۹ صفر المظفر ۱۴۴۰ ہجری   حوالہ نمبر: 230

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

تصدیق کی جاتی ہے کہ کتاب

فیضانِ ریاض الصالحین (جلد پنجم)

(مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ) پر مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل کی جانب سے نظرِ ثانی کی کوشش کی گئی ہے۔ مجلس نے اسے مطالب ومفاہیم کے اعتبار سے مقدور بھر ملاحظہ کر لیا ہے، البتہ کمپوزنگ یا کتابت کی غلطیوں کا ذمہ مجلس پر نہیں۔

مجلسِ تفتیشِ کتب ورسائل (دعوتِ اسلامی)

20-10-2018

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”فیضانِ ریاض الصالحین“ کے سترہ حروف کی نسبت سے اِس کتاب کو پڑھنے کی ”17 نیتیں“

فرمانِ مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ”نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔“

(معجم کبیر، یحیی بن قیس، ۶/ ۱۸۵، حدیث: ۵۹۴۲)

مدنی پھول:

❁... جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

(1) ہر بار حَمد و (2) صلوٰۃ اور (3) تعوُّذ و (4) تَسمِیہ سے آغاز کروں گا۔ (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی عَرَبی عبارت پڑھ لینے سے ان نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) (5) رِضائے الٰہی کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کروں گا۔ (6) حتَّی الوَسْع اِس کا باوُضو اور (7) قِبلہ رُو مطالعہ کروں گا (8) قرآنی آیات اور (9) احادیثِ مبارکہ کی زیارت کروں گا (10) جہاں جہاں ”اللہ“ کا نامِ پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ (11) اور جہاں جہاں ”سرکار“ کا اِسمِ مبارک آئے گا وہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پڑھوں گا (12) شرعی مسائل سیکھوں گا (13) اس حدیثِ پاک ”تَھَادَوْا تَحَابُّوا ایک دوسرے کو تحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔ (مؤطا امام مالک، ۲/ ۴۰۷، حدیث: ۱۷۳۱) پر عمل کی نیت سے (ایک یاحسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا (14) دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔ (15) اس کتاب کا ثواب پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ساری امت کو ایصال کروں گا۔ (16) کتاب مکمل پڑھنے کے لیے بہ نیتِ حصولِ علمِ دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علمِ دِین حاصل کرنے کے ثواب کا حق دار بنوں گا۔ (17) کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ (ناشرین کو کتابوں کی اَغلاط صرف زبانی بتا دینا خاص مفید نہیں ہوتا۔)

اِجمالی فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المدینۃ العلمیۃ

(از شیخ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عاشقانِ رسول کی مَدَنی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسن خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک "**المدینۃ العلمیۃ**" بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے، اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے[1] ہیں:

(1) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت **(2)** شعبۂ درسی کُتُب **(3)** شعبۂ اصلاحی کُتُب

(4) شعبۂ تراجمِ کتب **(5)** شعبۂ تفتیشِ کُتُب **(6)** شعبۂ تخریج

"**المدینۃ العلمیۃ**" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین وملّت، حامیِ سنّت، ماحیِ بدعت، عالمِ شریعت، پیرِ طریقت، باعثِ خیر وبرکت، حضرتِ علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسْع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس علمی، تحقیقی اور اِشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ **"دعوتِ اسلامی"** کی تمام مجالس بَشُمول "**المدینۃ العلمیۃ**" کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرماکر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

[1] ......اب ان شعبوں کی تعداد 15 ہو چکی ہے: (۷) فیضانِ قرآن (۸) فیضانِ حدیث (۹) فیضانِ صحابہ واہلِ بیت (۱۰) فیضانِ صحابیات وصالحات (۱۱) شعبہ امیرِ اہلسنت (۱۲) فیضانِ مدنی مذاکرہ (۱۳) فیضانِ اولیاوعلما (۱۴) بیاناتِ دعوتِ اسلامی (۱۵) رسائلِ دعوتِ اسلامی۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ

پیش لفظ

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی وہ عظیم بزرگ ہیں جنہوں نے حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَفعال واَقوال کو اپنی مایہ ناز ومشہورِ زمانہ تصنیف **"ریاض الصالحین"** میں نہایت ہی اَحسن انداز سے پیش کیا ہے۔اس کتاب میں کہیں **مُنْجِیَات** (یعنی نجات دلانے والے اَعمال) مثلاً اِخلاص، صبر، ایثار، توبہ، توکُّل، قناعت، بُرْدباری، صلہ رحمی، خوفِ خدا، یقین اور تقویٰ وغیرہ کا بیان ہے تو کہیں **مُہلِکات** (یعنی ہلاک کرنے والے اَعمال) مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی وغیرہ کا بیان۔ یہ کتاب راہِ حق کے سَالِکِیْن کے لئے مَشْعَلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ احادیث کی اس عظیم کتاب کی اسی افادیت کے پیشِ نظر تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **"دعوتِ اسلامی"** کی مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے اس کے ترجمے وشرح کا بیڑا اُٹھایا تاکہ عوام وخواص اس نہایت ہی قیمتی علمی خزانے سے مالا مال ہوسکیں، چنانچہ مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے یہ عظیم کام **"شعبہ فیضانِ حدیث"** کو سونپا۔اس شعبے کے اسلامی بھائیوں نے خالقِ کائنات پر بھروسہ کرکے فی الفور کام شروع کردیا، بِحَمْدِ اللہِ تَعَالٰی قلیل عرصے میں اِس کی پہلی جلد مکمل ہوکر زیورِ طبع سے آراستہ ہوگئی۔ **ریاض الصالحین** کے اس ترجمے وشرح کا نام شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابوبلال **محمد الیاس عطار قادری رضوی** ضیائی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے "اَنْوَارُ الْمُتَّقِیْن شَرْحُ رِیَاضِ الصَّالِحِیْن المعروف **فیضانِ ریاض الصالحین**" رکھا ہے۔ **"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد پنجم)** آپ کے ہاتھوں میں ہے جو30اَبواب اور198اَحادیث پر مشتمل ہے، واضح رہے کہ اَبواب اور اَحادیث کی نمبرنگ ترتیب وار پچھلی جلدوں کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس جلد پر **المدینۃ العلمیۃ** کے شعبہ فیضان حدیث کے بالخصوص ان مدنی علمائے کرام کَثَّرَہُمُ اللہُ السَّلَام نے خوب کوشش کی: (1)سید ابوطلحہ محمد سجاد عطاری مدنی (2)سید منیر رضا عطاری مدنی (3)**ملک محمد علی** رضا عطاری مدنی (4)محمد جان رضا عطاری مدنی (5)عبد العزیز عطاری مدنی (6)ابوالجواد سراج احمد سَلَّمَہُمُ اللہُ الْغَنِی۔

"فیضانِ ریاض الصالحین" (جلد پنجم) پر کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1) ہر باب کے شروع میں تمہید و نئے صفحے سے ابتداء، تمام ابواب، آیات، احادیث کی نمبرنگ، آیات کی سافٹ ویئر سے پیسٹنگ و حتی المقدور ترجمہ کنز الایمان کا التزام کیا گیا ہے۔**(2)** احادیث کی آسان شرح، بعض احادیث کی باب کے ساتھ مطابقت، بامحاورہ ترجمہ، موقع کی مناسبت سے شرح میں ترغیبی و ترہیبی و دعائیہ کلمات اور بعض جگہ مختلف الفاظ کے معانی بھی دیے گئے ہیں۔**(3)** مکرر احادیث میں مناسبت والے مواد کو تفصیلاً اور دیگر مواد کو اجمالاً بیان کرکے پچھلے باب یا جلد کی تفصیلی شرح کی طرف نشاندہی کردی گئی ہے۔**(4)** احادیث کی شرح کے بعد آخر میں مدنی گلدستے کی صورت میں اُن کا خلاصہ، اصل ماخذ تک پہنچنے کے لیے آیات، احادیث و دیگر مواد کی مکمل تخریج بھی کردی گئی ہے۔**(5)** اجمالی و تفصیلی فہرست کے ساتھ آخر میں ماخذ و مراجع بھی دیے گئے ہیں، نیز کئی بار پروف ریڈنگ کے ساتھ ساتھ مفتیان کرام سے اس کی شرعی تفتیش بھی کروائی گئی ہے۔**(6)** واضح رہے کہ فیضانِ ریاض الصالحین جلد پنجم میں بھی عمومی طور پر سابقہ جلدوں کے مدنی پھولوں کے مطابق ہی کام کیا گیا ہے البتہ اِختصار کے پیش نظر بعض جگہ مکررات کو حذف کردیا گیا ہے۔ بعض اَبواب میں چند اَحادیث کی ایک ساتھ شرح بھی بیان کی گئی ہے۔ نیز فارمیشن میں بھی اِس بات کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے کہ کم سے کم صفحات میں زیادہ سے زیادہ مواد آجائے۔ اِن تمام کوششوں کے باوجود اِس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عطا، اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام کی عنایت اور امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی پُرخلوص دعاؤں کا نتیجہ ہیں اور جو بھی خامیاں ہوں ان میں ہماری کوتاہ فہمی کا دخل ہے۔ پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب خوب سے خوب تر ہو لیکن پھر بھی غلطی کا اِمکان باقی ہے، اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے مفید مشوروں اور قیمتی آراء سے ہماری حوصلہ اَفزائی فرمائیں اور اِس کتاب میں جہاں کہیں غلطی پائیں ہمیں تحریری طور پر ضرور آگاہ فرمائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہماری اِس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اِسے ہماری بخشش و نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

شعبۂ فیضانِ حدیث، مجلس **المدینۃ العلمیۃ**

صفر المظفر ۱۴۴۰ ہجری بمطابق اکتوبر 2018 عیسوی

باب نمبر:56

بُھوک اور ترکِ خواہشات کی فضیلت کا بیان

بھوک، سادہ زندگی، کھانے، پینے، پہننے اور دیگر مرغوب چیزوں میں کمی پر اکتفا کرنے اور ترکِ خواہشات کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نفس ایک بے لگام گھوڑے کی طرح ہے کہ جس طرح وہ بے قابو ہو کر بغیر کسی مخصوص سمت کے مسلسل بھاگتا چلا جاتا ہے رُکنے کا نام ہی نہیں لیتا، ویسے ہی یہ نفس بھی بے قابو ہو جاتا اور جائز وناجائز کی پرواہ کیے بغیر خواہشات کے پیچھے دوڑتا ہی چلا جاتا ہے، اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے نہ صرف ناجائز خواہشات پر عمل کی ممانعت فرمائی ہے بلکہ جائز خواہشات کو ترک کرنے کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ سادگی میں عظمت ہے، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ سادہ زندگی گزارے، کھانے، پینے اور پہننے میں اِعتدال سے نہ بڑھے، جائز خواہشات کو بھی ترک کرنے کی کوشش کرے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"بھوک، سادہ زندگی، کھانے، پینے، پہننے اور دیگر مرغوب چیزوں میں کمی پر اکتفا کرنے اور ترکِ خواہشات کی فضیلت"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیاتِ مقدسہ اور 31 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے کا عذاب

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا ﴿۶۰﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنھوں نے نمازیں گنوائیں (ضائع کیں) اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے تو عنقریب وہ دوزخ میں غَیّ کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انھیں کچھ نقصان نہ دیا جائے گا۔ (پ۱۶، مریم: ۵۹، ۶۰)

تفسیر طبری میں ہے: "پس جن لوگوں نے گناہ کئے اپنی نمازیں ضائع کیں اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلے وہ "غَیّ" نامی وادی میں ڈالے جائیں گے، مگر جنہوں نے توبہ کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی، **اللہ**

عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ایمان لائے، نیک اعمال کئے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حکم مانا، فرائض وواجبات کی ادائیگی کی اور حرام کاموں سے اجتناب کیا تو وہ لوگ جنت میں داخل ہونگے۔“[1]

(2) ثواب مال سے بہتر ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ(۷۹) وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًاۚ (پ۲۰، القصص: ۷۹، ۸۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بے شک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنھیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔

اس آیت مبارکہ میں قارون کا ذکر ہے، اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کثیر دولت عطا فرمائی تھی، ایک دن وہ بڑی شان وشوکت سے بنی اسرائیل کے پاس سے گزرا، اسے دیکھ کر کچھ لوگ تمنا کرنے لگے کہ کاش ہمیں بھی ایسی ہی دولت ملی ہوتی، اس پر علمائے بنی اسرائیل نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا: ”لوگو! یہ دنیا فانی ہے، اس سے بہتر وہ ثواب ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والا ہے۔“ چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اِمَام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”قارون ایک سفید خچر پر سوار تھا جس پر سونے کی زین تھی اور اس کے ساتھ سرخ لباس میں ملبوس چار ہزار گھڑ سوار اور تین سو سفید رنگت والی کنیزیں تھیں جو زیورات پہنے اور سرخ رنگ کے کپڑوں میں سفید خچروں پر سوار تھیں۔ قارون کی یہ شان وشوکت دیکھ کر دنیا میں رغبت رکھنے والے بعض لوگ تمنا کرنے لگے کہ کاش ہمیں بھی قارون کی مثل مال ودولت ملتی، یہ تمنا کرنے والے یا تو کافر تھے یا پھر وہ مسلمان تھے جو دنیا سے محبت کرتے تھے۔ اس پر بنی اسرائیل کے علماء اور دِین دار لوگوں نے اُنہیں سمجھاتے ہوئے کہا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ملنے والا ثواب دُنیاوی مال و

[1] ...تفسیر طبری، پ۱۶، مریم، تحت الآیۃ: ۶۰، ۸/ ۳۵۷ ملخصاً۔

دولت سے بہت بہتر ہے کیونکہ ثواب ہمیشہ رہنے والا ہے، اس میں بہت سے منافع ہیں اور نقصان بالکل نہیں جبکہ دنیاوی نعمتیں اس کے برخلاف ہیں اور بہت جلد فنا ہونے والی ہیں۔“[1]

دنیا کی تمنا غفلت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوا کہ دنیاداروں کی دنیا کو لالچ کی نظر سے دیکھنا اور ان کی دنیا کی تمنا کرنا غافلوں کا کام ہے۔ دنیا میں اپنے سے نیچے کو دیکھے، دِین میں اپنے سے اوپر پر نظر کرے۔“[2]

(3) نعمتوں کے بارے میں سوال

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۟ (پ ۳۰، التکاثر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر بے شک ضرور اُس دن تم سے نعمتوں سے پرسش ہوگی۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے: ”یعنی آخرت میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے نعمتوں کا شکر ادا کیا یا نہیں؟ یہ سوال روزِ محشر جہنم میں داخلے سے پہلے ہو گا۔ یعنی جہنم دیکھنے کے بعد اس میں داخلے سے پہلے تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا جن سے لطف اندوز ہونے کی وجہ سے تم دین اور اس کی راہ میں آنے والی تکالیف برداشت کرنے سے غافل رہے لہٰذا تمہیں ان کی ناشکری پر عذاب کیا جارہا ہے۔ یہ خطاب ہر اس شخص سے ہے جو ہر وقت خواہشوں کی تکمیل میں لگا رہے جیسے وہ شخص جو ہر وقت اچھے کھانے کھائے، اچھا لباس پہنے، اپنے اوقات لہو و لعب میں گزارے، نہ علم سیکھے نہ عمل کی پرواہ کرے اور جن لوگوں نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خوفِ خدا رکھا اور اس کی اطاعت کی اور شکر گزار رہے تو وہ لوگ اس وعید سے کوسوں میل دور ہیں۔“[3]

---

1. ... تفسیر کبیر، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۷۹، ۸۰، ۹/ ۱۲، ۱۷ ملخصاً۔
2. ... تفسیر نور العرفان، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۷۹۔
3. ... تفسیر روح البیان، پ ۳۰، التکاثر، تحت الآیۃ: ۸، ۱۰/ ۵۰۴۔

(4) دنیا ہی کو مقصودِ اصلی سمجھنے والے کا انجام

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل:۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: جو یہ جلدی والی چاہے ہم اسے اس میں جلد دے دیں جو چاہیں جسے چاہیں پھر اس کے لیے جہنم کر دیں کہ اس میں جائے مذمت کیا ہوا دھکے کھاتا۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے: "جس کا مطلوب صرف دنیا ہی ہو (آخرت سے کوئی غرض نہ ہو) ہم اسے اس دنیا میں سے جو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں، پھر اس کے اعمال پر اس کی پکڑ کرتے ہیں اور اس کا انجام کار ذِلت ورُسوائی اور رحمتِ الٰہی سے محرومی اور جہنم میں داخلہ ہے۔ یہ منافقوں، فاسقوں، ریاکاروں کا حال ہے جو دنیا کمانے کے لئے اِسلام اور نیکی کا لبادہ اوڑھتے ہیں پس آخرت میں اُن کا کوئی عمل قبول نہ کیا جائے گا اور دنیاوی نعمتیں بھی انہیں اتنی ہی ملیں گی جتنی ان کے نصیب میں لکھ دی گئی ہیں۔"[1]

مُفَسِّرِ شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "طلبِ دنیا تب بری ہے جب کہ بندہ رب سے غافل ہو کر طلب کرے یا حلال حرام کی پرواہ نہ کرے یا آخرت پر ایمان نہ رکھے صرف دنیا ہی کو اصل متاع سمجھے یا دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ بنائے جیسے کافر و فاسق اور ریاکار۔ دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی نصیب میں ہے خواہ اسے فکر سے حاصل کرو یا فراغت سے لہٰذا بندے کو چاہیے کہ دنیا کے لیے آخرت برباد نہ کرے، مومن کا دل دنیا میں رہتا ہے اُس میں دنیا نہیں رہتی اُس میں دین رہتا ہے۔ پانی میں کشتی تیرتی ہے کشتی میں پانی ہو تو ڈوبتی ہے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1. ... تفسیر قرطبی، پ۱۵، الاسراء، تحت الآیۃ:۱۸، ۵/ ۱۷۱، الجزء العاشر۔
2. ... تفسیر نور العرفان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱۸۔

حدیث نمبر:491

اَہلِ بَیتِ اَطہار کے حالات

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، حَتّٰى قُبِضَ.[1] وَفِي رِوَايَةٍ: مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تِبَاعًا، حَتّٰى قُبِضَ.[2]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں: ”حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گھر والوں نے مسلسل دو دن بھی جَو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا۔“ دوسری روایت میں ہے کہ ”جب سے رسولُ اللہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینے تشریف لائے اُس وقت سے آپ کے گھر والوں نے مسلسل تین راتیں بھی گندم کی روٹی نہ کھائی یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہو گیا۔“

حضور کا فقر اِختیاری تھا:

حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اہلِ بیت اَطہار کا اِس طرح فقر و فاقہ کی زندگی گزارنا اور بھوک کی شدت کو برداشت کرنا کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اپنے اختیار سے تھا ورنہ آپ کے ہاتھ میں تو دونوں جہان کے خزانے ہیں، آپ چاہتے تو مکے کے پہاڑ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے سونا بن جاتے، مگر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مالی غنا کے بجائے قلبی غنا کو اختیار فرمایا۔ نیز اس میں غریبوں کے لیے بھی تسلی اور اطمینان کا سامان ہے۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: آل سے مراد اہلِ بیت میں سے محارِم اور خدام ہیں۔ دو روز مسلسل سے یہ پتا چلا کہ اگر ایک دن کھانا کھا لیتے تو دوسرے دن بھوکے رہتے اور یہ اس وجہ سے کہ خود نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اختیار فرمایا تھا۔ جب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو زمین کے خزانے پیش

---

1 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، ص ۱۲۱۵، حدیث: ۷۴۴۵۔

2 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ۳/ ۵۳۲، حدیث: ۵۴۱۶۔

کئے گئے اور یہ کہا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو مکے کے پہاڑ سونا بنا دیئے جائیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقر کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا: "میں ایک دن بھوکا رہوں اور صبر کروں اور ایک دن کھانا کھاؤں اور شکر کروں۔" ایمان کے دو حصے ہیں: صبر اور شکر۔ حدیث میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اہل خانہ نے سیر ہو کر نہ کھایا حتّٰی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وِصال فرماگئے۔ وقتِ وصال آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی ذرہ ایک یہودی کے پاس ایک صاع جَو کے عوض رہن رکھی ہوئی تھی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کثیر مال آتا مگر آپ اسے جمع نہ کرتے بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے خرچ فرمادیتے۔ حضرت **عبد اللہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسلسل کئی کئی راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیتے تھے، آپ اور اہلِ بیت کو رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا اور جب کبھی کھانا میسر آتا تو اکثر اوقات جَو کی روٹی ہی ہوتی تھی۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ہمارے زمانے کے فقراء میں سے کسی نے بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرح زندگی نہیں گزاری حالانکہ وہ سید الانبیاء ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس طرزِ زندگی میں غریبوں اور فقیروں کے لیے تسلی و اطمینان کا سامان ہے۔"[1]

خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلانا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ فتح خیبر کے بعد حضورِ انور ہر زوجہ پاک کو ایک سال کی کھجوریں عطا فرمادیتے تھے کیونکہ خیبر میں باغات کثرت سے ہیں وہاں سے حضور کے حصے کی کھجوریں بہت آتی تھیں۔ یہاں مسلسل دو دن تک روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے لہٰذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ وہاں کھجوروں کی عطا ثابت ہے، نیز حضور کے گھر والے ایک دن خود کھاتے تھے دوسرے دن کا کھانا فقراء مسکین کو دیتے تھے۔ بہر حال یہ حدیث اُن اَحادیث کے خلاف نہیں۔ حضورِ انور پر آخری زمانہ میں دولت کی بارش ہوگئی تھی مگر سب لوگوں پر تقسیم فرما دیتے تھے ان فتوحات سے پہلے طریقہ مبارکہ یہ تھا۔"[2]

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب فی فضل الفقراء وما کان من عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۹/ ۸۹، تحت الحدیث: ۵۲۳۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۶۳۔

”غوثِ پاک“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فقر وفاقہ اختیاری تھا۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو زمین کے خزانے پیش کئے گئے لیکن آپ نے فقر کو اختیار فرمایا۔

(3) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جب بھی کہیں سے مال وغیرہ آتا اسے جمع کرنے کے بجائے رضائے الٰہی کے لئے غریبوں اور فقیروں میں تقسیم فرمادیا کرتے۔

(4) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اہل بیت اَطہار کی غذا اکثر جَو کی روٹی ہوا کرتی تھی۔

(5) صحابۂ کرام، تابعین عظام اور دیگر اَسلاف و بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا بھی یہی طرزِ زندگی رہا کہ کبھی کھانا کھاتے تو کبھی بھوکے رہتے۔

(6) حقیقی غنا مال کا نہیں بلکہ دل کا غنی ہونا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کی سیرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:492

دو چیزوں پر گزر بسر

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا اَنَّھَا کَانَتْ تَقُوْلُ: وَاللہِ یَا ابْنَ اُخْتِی اِنْ کُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَی الْھِلَالِ ثُمَّ الْھِلَالِ ثُمَّ الْھِلَالِ ثَلَاثَةَ اَھِلَّةٍ فِی شَھْرَیْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِی اَبْیَاتِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَارٌ قَالَ: قُلْتُ: یَا خَالَةُ فَمَا کَانَ یُعَیِّشُکُمْ؟ قَالَتْ: اَلْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ اِلَّا اَنَّہُ قَدْ کَانَ لِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِیْرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَکَانَتْ لَھُمْ مَنَائِحُ فَکَانُوْا یُرْسِلُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِھَا فَیَسْقِیْنَا.[1]

---

1 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، ص ۱۲۱۵، حدیث: ۲۹۷۲۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عُروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرتِ سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اُن سے فرمایا کرتی تھیں: ''اے بھانجے! اللہ کی قسم! ہم چاند دیکھتے، پھر چاند دیکھتے، پھر چاند دیکھتے، دو مہینوں میں تین بار چاند دیکھتے اور اِس دوران رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاشانۂ اقدس میں چولہانہ جلتا۔'' حضرتِ سیدنا عُروہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے پوچھا کہ ''پھر آپ لوگوں کا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟'' فرمایا: ''دو سیاہ چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر۔ البتہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کچھ انصاری پڑوسی تھے جن کے پاس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں وہ اُن کا دودھ بھیج دیا کرتے تھے تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمیں پلادیتے۔

دو مہینے میں تین چاند دیکھنے سے کیا مراد؟

مذکورہ حدیث میں اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا کہ ہم دو مہینے میں تین دفعہ چاند دیکھا کرتے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے عَلَّامہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ایک مہینے کا چاند دیکھتے پھر دوسرے مہینے کی ابتداء کا چاند دیکھتے اور پھر دوسرے مہینے کی آخری تاریخ کو تیسرے مہینے کا چاند دیکھتے تھے اس طرح ساٹھ دنوں میں تین چاند ہوئے۔[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی دنیا سے بے رغبتی:

شرح ابن بطال میں ہے: ''حدیثِ مذکور سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی، گزر بسر کے لیے بقدرِ کفایت پر اکتفا کرتے اور دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے اس لیے کہ جب آپ کو دنیا و آخرت کی چیزوں میں سے کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے آخرت کو اختیار فرمایا اور اس پر آپ کی مدح و ستائش کی گئی اور آپ نے نبی بادشاہ ہونے کے بجائے نبی بندہ ہونے کو اختیار فرمایا اور یہی آپ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہے۔''[2]

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الھبۃ، باب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، ۹ / ۳۸۰، تحت الحدیث: ۲۵۶۷۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا، ۷ / ۸۵ ملخصاً۔

دو سیاہ چیزیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”دو کالی چیزوں سے مراد چھوہارے اور پانی ہے کہ چھوہارے تو کالے ہوتے ہیں۔ پانی کو تغلیبًا کالا فرمایا گیا جیسے چاند و سورج کو قمرَین اور امامِ حسن اور حسین کو حَسَنَیْن اور حضرت ابو بکر و عمر کو عمرَین کہا جاتا ہے۔ یعنی حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات شریف تک ہم نے کھجوریں و پانی بھی خوب سیر ہو کر نہ کھائیں۔ فتح خیبر سے پہلے تو اس لیے کہ گھر میں یہ سامان زیادہ نہ ہوتا تھا اور فتح خیبر کے بعد اس لیے کہ حضورِ انور کو بہت سیر ہو کر کھانا پسند نہ تھا اگرچہ ہر گھر میں سال بھر کے جَو اور چھوہارے موجود ہوتے تھے۔“[1]

کم کھانے میں دونوں جہاں کا فائدہ:

حدیث مذکور سے پتہ چلا کہ سرکارِ دو جہاں رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا سے کوئی رغبت نہیں تھی آپ کھانا کم کھاتے تھے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے پیٹ کا قفل مدینہ لگائیں ضرورت سے کم کھائیں، اس میں ہمارا دنیاوی اور اُخروی فائدہ ہے کہ دنیا میں بیماریوں سے محفوظ رہیں گے اور آخرت میں حساب کم ہو گا۔ ”فیضانِ سنت“ جلد اول کے صفحہ نمبر 677 پر ہے: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”تم پیٹ بھر کر کھانے پینے سے بچو کیونکہ یہ جسم کو خراب کرتا، بیماریاں پیدا کرتا اور نماز میں سُستی لاتا ہے اور تم پر کھانے پینے میں مِیانہ رَوی لازِم ہے کیونکہ اس سے جسم کی اِصلاح ہوتی اور فضول خرچی سے نجات ملتی ہے۔“
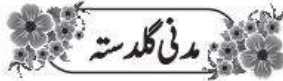
مدنی گلدستہ

”قناعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا وآخرت کی چیزوں میں سے کسی ایک کو چننے کا اختیار دیا جاتا تو

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۲۴۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخرت کو اختیار فرماتے۔

(2) پڑوسیوں کا خیال رکھنا چاہیے اور انہیں کھانا وغیرہ بھیجنا چاہیے ہو سکتا ہے ان کے گھر فاقہ ہو اور ہمیں علم نہ ہو۔

(3) کم چیزوں پر قناعت کرنا چاہیے اور دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دینا چاہیے کہ یہی سنت ہے۔

(4) کم کھانے کے کثیر دُنیوی واُخروی فوائد ہیں جن میں سے دو بڑے فوائد دنیا میں بیماریوں سے حفاظت اور آخرت میں حساب کی کمی ہے۔

(5) پیٹ بھر کر کھانا پینا جسم کو خراب کرتا، بیماریاں پیدا کرتا اور نماز میں سُستی لاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھوک سے کم کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 493

بُھنی ہوئی بکری نہ کھائی

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ شَاةٌ مَصْلِیَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰی اَنْ یَّاْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْیَا وَلَمْ یَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِیْرِ۔[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو سعید مَقْبُرِی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک قوم کے پاس سے گزرے، اُن کے درمیان ایک بھنی ہوئی بکری رکھی تھی انہوں نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دعوت دی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھانے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: ''رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا سے پردہ فرماگئے اور آپ نے کبھی جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔''

دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ:

حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھنی ہوئی بکری کھانے سے اس لئے انکار کر دیا کہ انہیں

[1] ... بخاری، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ۳/ ۵۳۲، حدیث: ۵۴۱۴۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور دیگر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ گزارا ہوا وقت یاد آ گیا تھا کہ وہ حضرات کس طرح فاقے کیا کرتے اور دنیا سے کنارہ کش رہتے اس لئے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ دعوت قبول نہ کی۔ دوسرا یہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرتے اور آپ کی ہر ادا اپنانے کی کوشش کرتے تھے چونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سادہ غذا تناول فرماتے تھے اس لئے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لذیذ غذا کھانے سے انکار کر دیا۔ دلیل الفالحین میں ہے: "مُحِبّ محبوب کی اتباع کرتا ہے اور محبوب کے نقشِ قدم پر چلتا ہے چونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سادہ غذا استعمال فرمایا کرتے تھے اس لئے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی لذیذ کھانے سے انکار کر دیا"[1]

صحابہ کرام کا عشقِ رسول:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھنی ہوئی بکری کھانے سے انکار اس لئے کیا کہ) اس وقت کچھ حضور کے ان حالات کا دھیان آ گیا تو دل بے قرار ہو گیا، بھونی بکری کھانے کی طرف مائل نہ ہوا اس لیے نہ کھانا کھایا۔ (ورنہ) دوسرے اوقات میں حضرت ابو ہریرہ نے اچھے کھانے بھی کھائے ہیں، اچھے کپڑے بھی پہنے ہیں، دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہر شخص کو تجربہ ہے۔ (حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو) اس وقت خیال یہ آ گیا کہ میرے محبوب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تو زندگی شریف میں جَو کی روٹی سے مسلسل سیر نہ ہوئے اور میں بھونی بکری کھاؤں، دل نہیں چاہتا۔"[2]

"طواف" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر سنت پر عمل کیا کرتے تھے۔

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش۔۔۔ الخ، ۲ / ۳۳۳، تحت الحدیث: ۴۹۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷ / ۶۳۔

(2) ہمیں بھی چاہیے کہ کبھی کبھی لذیذ کھانا اس نیت سے ترک کر دیں کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر سادہ غذا استعمال فرمایا کرتے تھے۔

(3) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی نظروں میں، اس ماہِ رسالت کی جلوہ گری رہتی اور ان کے دل ہر وقت محبوب کی یاد سے معمور رہتے۔

(4) دل کی کیفیات مختلف ہوتی رہتی ہیں کبھی اس پر تقویٰ و پرہیز گاری اور سادگی کا غلبہ ہوتا ہے تو کبھی دُنیاوی لذات کا۔ لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی خواہشات پر قابو پائے اور شریعت و سنت کے مطابق زندگی گزارے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سادہ غذا استعمال کرنے اور شریعت و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 494

لذیذ غذا سے پرہیز

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمْ یَاْکُلِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی خِوَانٍ حَتّٰی مَاتَ، وَمَا اَکَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتّٰی مَاتَ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَہٗ: وَلَا رَاٰی شَاۃً سَمِیْطًا بِعَیْنِہٖ قَطُّ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی دستر خوان پر کھانا نہیں کھایا اور نہ ہی کبھی باریک نرم روٹی (چپاتی) کھائی حتی کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وصال فرما گئے۔“ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ ”آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھنی ہوئی بکری ملاحظہ نہ فرمائی۔“

کیا بھنی ہوئی بکری اور چپاتی کھانا منع ہے؟

شرح ابن بطال میں ہے: ”نرم باریک روٹی (چپاتی وغیرہ) کھانا جائز و مباح ہے منع نہیں۔ رہی یہ بات

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر، ۴/ ۲۳۳، حدیث: ۶۴۵۰۔

2 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم . . . الخ، ۴/ ۲۳۶، حدیث: ۶۴۵۷۔

کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے باریک روٹی کیوں تناول نہ فرمائی؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُنیوی آسائشوں کے بجائے اُخروی نعمتوں کو ترجیح دیا کرتے تھے اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زُہد اختیار فرمایا اور باریک روٹی تناول نہ فرمائی۔ اسی طرح **دستر خوان** پر کھانا بھی جائز ہے۔ اور حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فرمان کہ ''حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہ تو کبھی دستر خوان پر کھانا کھایا اور نہ ہی بھنی ہوئی بکری تناول فرمائی۔'' یہ ان کی اپنی معلومات کے مطابق خبر تھی ورنہ دوسری روایت میں ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دستر خوان پر کھانا بھی کھایا اور بھنا ہوا گوشت بھی تناول فرمایا۔ نیز حضرت سَیِّدُنا عیسٰی عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا پر آسمان سے دستر خوان اُتارا گیا اور چپاتی اور بھنی ہوئی بکری کا جواز اس فرمانِ باری تعالیٰ سے بھی ثابت ہوتا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (پ۸، الاعراف: ۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ کس نے حرام کی اللہ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک رزق۔

پس تمام پاک چیزیں کھانا حلال ہے، البتہ دنیا سے بے رغبتی، تواضع اور آخرت کی پاکیزہ نعمتوں کے حصول کے لیے ان چیزوں کو ترک کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِنہیں ترک فرمایا۔''[1]

باریک نرم روٹی (چپاتی):

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: بہت باریک روٹی اب بھی عرب شریف میں نہیں ہوتی، روٹی قدرے موٹی ہوتی ہے، وہ صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے چپاتی (باریک، نرم روٹی) نہیں پکائی گئی لیکن اگر کوئی شخص چپاتی پیش کرتا تو حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) قبول فرماتے اور کھاتے تھے۔ (اور اُس دور میں) دستر خوان کپڑے کا، چمڑے کا اور کھجور کے پتوں کا ہوتا تھا، ان تینوں قسم کے دستر خوانوں پر کھانا

1 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاطعمۃ، باب الخبز المرقق والاکل... الخ، ۹/ ۴۶۹۔

حضور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) نے کھایا ہے، دستر خوان بھی نیچے زمین پر بچھتا تھا اور خود سرکار (صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) بھی زمین پر تشریف فرما ہوتے تھے۔[1]

”خِوان“ سے کیا مراد ہے؟

حدیث مذکور میں ”خِوَانٍ“ کا لفظ آیا ہے، بعض شارحین نے اس کا معنی ”دستر خوان“ بیان کیا جبکہ بعض نے کہا کہ ”خِوان“ وہ دستر خوان ہے جو اُونچا کر کے بچھایا جائے جیسے آج کل ہمارے ہاں میز (ڈائننگ ٹیبل) وغیرہ پر کھانا کھایا جاتا ہے۔اس طرح میز یا ٹیبل پر حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا کیونکہ یہ امیروں اور متکبروں کا طریقہ تھا۔ لیکن واضح رہے کہ اس طرح میز پر کھانا ناجائز نہیں بلکہ جائز ہے۔ بہارِ شریعت میں ہے:”خوان، تپائی (یا میز) کی طرح اونچی چیز ہوتی ہے جس پر اُمَراء کے یہاں کھانا چُنا جاتا ہے تاکہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے اُس پر کھانا کھانا متکبرین کا طریقہ تھا جس طرح بعض لوگ اِس زمانہ میں میز (ٹیبل) پر کھاتے ہیں۔“[2]

سَمیط اور بھونی ہوئی بکری میں فرق:

حدیث مذکور میں ”سَمِیط“ کا لفظ ہے کہ حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے سمیط نہ کھائی، سمیط خاص طریقے سے بھنی ہوئی بکری کو کہا جاتا ہے اور یہ اُمراء وسلاطین کا طریقہ ہے اور حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اپنے لئے ایسا کھانا پسند نہ فرمایا کرتے تھے۔ ہاں! عام طریقے سے بھنی ہوئی بکری کھانا آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے ثابت ہے۔ چنانچہ مرآۃ المناجیح میں ہے: سَمِیط وہ بکری کہلاتی ہے جو کھال میں بُھونی جائے کہ اولاً کھال کے بال اتارے جائیں پھر اسے گرم پانی سے دھو کر اس کے اندر گوشت بھر دیا جائے اور اسی میں بھون لیا جائے، اُمراء وسلاطین ایسا گوشت کھاتے ہیں۔ سمیط کے یہ معنی خیال میں رہیں، شاۃ مشوی (بھنی بکری) کچھ اور چیز ہے سمیط (کھال میں بھنی بکری) کچھ اور۔ حضورِ انور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) نے

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ٦/ ١٣۔
2. ...بہار شریعت، ٣/ ٣٦٩، حصہ ١٦۔

ویسے بھنا گوشت ملاحظہ فرمایا ہے۔“[1]
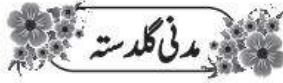
”سادگی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے آسائشیں ترک فرمادی تھیں۔

(2) چپاتی اور بھنا ہوا گوشت کھانا اور دستر خوان پر کھانا جائز ہے۔

(3) دورِ نبوت میں کپڑے، چمڑے اور کھجور کے پتوں سے بنائے ہوئے دستر خوانوں پر کھانا کھایا جاتا تھا۔

(4) آخرت کے حصول کے لیے دُنیوی نعمتوں کو ترک کرنا سَلَف صالحین کا مبارک طریقہ ہے۔

(5) میز یا تپائی وغیرہ پر کھانا رکھ کر کھانا جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھایا جائے۔ میز وغیرہ پر کھانا کھاتے وقت جوتے اتار لینے چاہئیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سنت کے مطابق کھانا کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 495 اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا یَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا یَمْلَاُ بِہٖ بَطْنَہٗ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”میں نے تمہارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس حال میں دیکھا کہ انہیں ردی کھجوریں بھی پیٹ بھر میسر نہ ہوتیں۔“

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۳۔

[2] ... مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، ص ۱۲۱٦، حدیث: ۷٤۵۹۔

دنیا میں رغبت پر توبیخ:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب لوگوں نے لذیذ کھانے، مشروبات، دنیوی آسائش اور دیگر خواہشات ترک کرنے میں اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی نہ کی تو حضرت سیدنا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں زجر وتوبیخ کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ تمہارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زُہد کا یہ عالَم تھا کہ وہ ردی کھجوریں بھی شکم سیر ہو کر نہ کھاتے تھے جبکہ تمہاری حالت اس کے برعکس ہے۔“[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یہ خطاب حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام و تابعین سے ہے جب کہ مسلمانوں کو اللہ تعالٰی نے بڑی فراخی عطا فرمادی تھی خصوصًا عہدِ فاروقی و عثمانی میں۔ مقصد یہ ہے کہ اِس فراخیِ رزق پر اللہ تعالٰی کا شکر کرو یا اعتراضًا فرمایا کہ تم لوگوں نے دنیا کی فراوانی پاکر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زُہد تقویٰ اور ترکِ دنیا کا طریقہ چھوڑ دیا۔“[2]

نوٹ: مزید وضاحت کے لئے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد4، باب 55، حدیث 473 کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث نمبر: 496

بے چھنے جَو کی روٹی

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّقِیَّ مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَہُ اللہُ تَعَالٰی حَتّٰی قَبَضَہُ اللہُ تَعَالٰی. فَقِیْلَ لَہُ: ھَلْ کَانَ لَکُمْ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنَاخِلُ؟ قَالَ: مَا رَاٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنْخُلًا مِنْ حِیْنَ ابْتَعَثَہُ اللہُ تَعَالٰی حَتّٰی قَبَضَہُ اللہُ تَعَالٰی. فَقِیْلَ لَہُ: کَیْفَ کُنْتُمْ تَاْکُلُوْنَ الشَّعِیْرَ غَیْرَ مَنْخُوْلٍ؟ قَالَ: کُنَّا نَطْحَنُہُ وَنَنْفُخُہُ، فَیَطِیْرُ مَا طَارَ وَمَا بَقِیَ ثَرَّیْنَاہُ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میدہ نہیں دیکھا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو وفات دے دی۔“ پوچھا گیا: ”کیا رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸ / ۳۰، تحت الحدیث: ۴۱۹۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶ / ۲۴۔

3 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ۳ / ۵۳۲، حدیث: ۵۴۱۳۔

وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانے میں آپ لوگوں کے پاس چھلنیاں ہوتی تھیں؟" حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: "جب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو مبعوث فرمایا ہے اس وقت سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چھلنی نہیں دیکھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔" پوچھا گیا: "آپ لوگ جَو کو چھانے بغیر کیسے کھاتے تھے؟" حضرت سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا: "ہم جَو کو پیستے تھے اور پھونک مارتے تھے جو کچھ اُڑنا ہوتا تھا وہ اُڑ جاتا تھا اور جو باقی بچتا تھا اس کو گوندھ لیتے تھے۔"

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا دُنیوی نعمتوں کو چھوڑ دینا:

اس حدیث پاک میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت سادہ زندگی گزارتے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دنیا سے کوئی رغبت نہ تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی غذا اکثر کھجور پانی یا جَو کے بے چھنے آٹے کی موٹی روٹی ہوا کرتی تھی۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ سرورِ کائنات شاہِ موجودات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیاوی تکلفات اور کھانے پینے کا بہت زیادہ اہتمام نہ فرماتے تھے کیونکہ ان چیزوں کے اہتمام میں لگے رہنا غافلوں، احمقوں اور بے کار لوگوں کا شیوہ ہے۔"(1)

اَسلافِ کرام اور ہمارا طرزِ عمل:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ سلف صالحین کھانے پینے میں نرم ولذیذ چیزوں کو چھوڑ کر سخت غذا استعمال فرماتے اور بے چھنے آٹے کی روٹی کھاتے تھے حالانکہ اُن کے لیے (نرم ولذیذ چیزیں کھانا اور) آٹا چھاننا مباح تھا لیکن انہوں نے سختی کو اختیار کیا اور سہل پسندی کو ترک کیا تاکہ بعد میں آنے والے اُن کی پیروی کریں مگر ہم نے ان کی مخالفت کی اور کھانے پینے میں لذیذ چیزوں کو اختیار کیا اور ہم اس چیز پر راضی نہ ہوئے جس پر وہ راضی تھے تو ہم کیسے اُن پاک ہستیوں سے جا ملنے کی امید رکھتے ہیں؟"(2)

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الاطعمۃ، الفصل الاول، ۸ / ۱۴، تحت الحدیث: ۴۱۷۱۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاطعمۃ، باب النفخ فی الشعیر، ۹ / ۴۷۹۔

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی سادہ غذا:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں:(حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے کبھی میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی) یعنی میدہ کھانا تو بہت دور، کبھی ملاحظہ بھی نہ فرمایا۔ اللّٰہ کی شان ہے کہ اب مدینہ منورہ میں میدہ کی روٹی عام ہے آٹے کی روٹی بہت کم ملتی ہے اور کہتے ہیں میدہ کی روٹی بہت قسم کی ہوتی ہے مغربی، شامی وغیرہ۔(سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جَو کے بے چھنے آٹے کی موٹی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے۔) سبحان اللہ! یہ ہے حضور کی سادہ اور بے تکلف زندگی۔ بعض روایات میں ہے کہ کسی صاحب نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے تمنا کی کہ میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کھانا کھاؤں، آپ فرمانے لگیں تم نہ کھا سکو گے یہ تو ان کی ہی شان تھی جو کھا گئے اور واقعہ (حقیقت) ہے کہ ہم گندم کی روٹی بے چھنے آٹے کی نہیں کھا سکتے چہ جائیکہ جَو کی روٹی وہ بھی بے چھنے آٹے کی۔ شعر

کھانا جو دیکھو جَو کی روٹی بے چھنا آٹا روٹی موٹی .... وہ بھی شکم بھر روز نہ کھانا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

جس کی تمنا روز نہ کھانا اک دن ناغہ اک دن کھانا .... جس دن کھانا شکر کا کرنا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

ظہورِ نبوت کے بعد میدہ کی روٹی ملاحظہ نہ فرمائی۔ اس سے پہلے حضورِ انور نے شام کا سفر کیا ہے اور بحیرہ راہب کی دعوت میں میدہ کی روٹی ملاحظہ فرمائی ہے۔ اس زمانہ میں شام و رُوم میں میدہ کی روٹی بہت مروج تھی۔ بعدِ اعلانِ نبوت حضور صرف حجاز میں رہے اور مال سے بے رغبتی بھی بہت رہی۔[1]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سادہ زندگی:

برادرِ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ مولانا حَسَن رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "ہمارے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو خدا عَزَّوَجَلَّ نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔ اللّٰہ اللّٰہ! محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے:

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۳ ملتقطا۔

”لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا اے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔“ علوِّمرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنادیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔ ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالَم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر سلاطینِ عالم، سلطانی باڑے کے محتاج شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔ اب کاشانہ اَقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے **اللّٰہ** تعالٰی کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روئے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں آسایش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

کل جہاں مِلک اور جَو کی روٹی غذا ...... اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

شاہی لباس دیکھیے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش و عشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھیے تو اس تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ...... دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کردینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔ ایک بار آپ کے بہی خواہ (بھلائی چاہنے والے) اور رضاجو (خوشی چاہنے والے) دوست جَلَّ جَلَالُہٗ نے پیام بھیجا کہ ”تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو سونے کا بنادوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں۔“ عرض کی: ”یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔“[1]
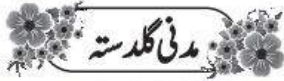
صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... آئینہ قیامت، ص ۱۵۔

”یانبی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعلانِ نبوت کے بعد میدے کی روٹی تناول نہ فرمائی، ہاں! بعثت سے قبل بحیرہ راہب کی دعوت کے موقع پر میدے کی روٹی تناول فرمائی تھی۔

(2) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیاوی نعمتوں اور لذات کو اپنی مرضی سے ترک کیا۔

(3) دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ درِ مصطفےٰ کے فقیر ہیں، سارا جہاں انہیں کے در کا سوالی ہے کہ وہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے ربِّ قدیر جَلَّ جَلَالُہٗ کی نعمتوں کے قاسم ہیں۔

(4) ہر وقت عمدہ غذاؤں اور کھانے پینے ہی کی فکر میں لگے رہنا عقلمندوں کا کام نہیں، بے کار اور فضول لوگ ان چیزوں کے شیدائی ہوتے ہیں۔

(5) تعجب ہے ایسے لوگوں پر جو سادہ غذائیں کھانے میں اَسلاف کی پیروی تو نہیں کرتے لیکن ان سے جاملنے کی امید رکھتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے اسلاف کی صحیح معنوں میں پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:497

عظیم مہمان

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِی بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَ: ”مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا هٰذِهِ السَّاعَةَ؟“ قَالَا: اَلْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: ”وَاَنَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِی الَّذِیْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمَا!“ فَقَامَا مَعَهُ، فَاَتٰى رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِیْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ، قَالَتْ: مَرْحَبًا وَاَهْلًا، فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”اَيْنَ فُلَانٌ؟“ قَالَتْ: ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِیُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ الْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِّنِّي فَانْطَلَقَ، فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ: كُلُوا وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اِيَّاكَ وَالْحَلُوبَ" فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذَالِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمُ الْجُوعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيمُ."[1] وَهٰذَا الْاَنْصَارِيُّ الَّذِي اَتَوْهُ هُوَ اَبُو الْهَيْثَمِ بن التَّيِّهَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، كَذَا جَاءَ مُبَيَّنًا فِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِي وَغَيْرِهِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دن یا رات کے وقت کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لائے تو سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو موجود پایا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے استفسار فرمایا: "اِس وقت تمہیں کس چیز نے اپنے گھروں سے باہر نکالا؟" عرض کی: "بھوک نے، یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم" فرمایا: "اُس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مجھے بھی وہی چیز (یعنی بھوک) باہر لائی جس کے سبب تم باہر آئے ہو۔ اٹھو! میرے ساتھ چلو!" پھر دونوں حضرات رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ چلے اور ایک انصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر پہنچے، اُس وقت وہ گھر پر موجود نہ تھے، اُن کی زوجۂ محترمہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا تو بولیں: "خوش آمدید۔" حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے دریافت فرمایا: "فلاں کہاں ہے؟" عرض کی: وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں وہ انصاری صحابی بھی آگئے، انہوں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھا تو کہا: "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! آج مجھ سے زیادہ بہتر مہمانوں والا کوئی نہیں۔" پھر وہ چلے گئے اوران حضرات کے پاس کھجوروں کا گچھا لائے جس میں ادھ پکی ہوئی خشک اور تازہ کھجوریں تھیں اور عرض کی: تناول فرمایئے اور چُھری اٹھائی (تاکہ بکری ذبح کریں)۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "دودھ والی بکری

---

1. ۔۔۔مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ۔۔۔الخ، ص ۸۶۷، حدیث: ۵۳۱۳۔
2. ۔۔۔ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی، ۴/ ۱۶۳، حدیث: ۲۳۷۶۔

ذبح نہ کرنا!" پس اس نے ان حضرات کے لیے بکری ذبح کی، انہوں نے اس بکری اور کھجوروں میں سے کھایا اور پانی پیا جب سیر ہوگئے تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **صدیق اکبر** اور **فاروقِ اعظم** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے فرمایا: "اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! بے شک! کل بروزِ قیامت تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، تمہیں بھوک نے گھروں سے نکالا پھر تم گھر کو واپس نہیں لوٹے یہاں تک کہ تمہیں یہ نعمتیں حاصل ہوئیں۔" وہ اَنصاری صحابی جن کے پاس آپ عَلَیْہِ السَّلَام تشریف لائے، وہ حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو الْھَیْثَم بن التَّیِّھَانِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں صراحتاً مذکور ہے۔

حضور اپنی پریشانی کسی پر ظاہر نہ فرماتے:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے پاس دنیاوی مال و دولت بہت کم تھا اور اکثر اوقات انہیں کھانے کی کمی اور بھوک کی آزمائش کا سامنا ہوتا اور خوشحالی کے زمانے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنا مال بھلائی کے کاموں یعنی محتاجوں پر ایثار کرنے، مسافروں کی مہمان نوازی کرنے اور جہاد کیلئے لشکر وغیرہ تیار کرنے میں خرچ فرمادیتے اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق اور حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا بھی یہی طریقہ تھا بلکہ اکثر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا یہی طریقہ تھا۔ نیز آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنی پریشانی کسی پر ظاہر نہ فرماتے، اسی لئے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بھوک کی خبر نہ ہوتی، یوں بھی ہوتا کہ اگر کسی کو خبر ہو بھی جاتی تو وہ خود تنگی کا شکار ہوتا۔ ہاں! جن کے پاس کچھ مال وغیرہ ہوتا وہ دل و جان سے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کرتے جیسا کہ حضرت سیدنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بھوک کے آثار دیکھے تو فوراً کھانے پینے کا انتظام کیا۔"[1]

خشوع و خضوع میں حائل ہونے والی چیزیں:

شرح مسلم للنووی میں ہے: "شیخین کریمین عبادت و اطاعت میں مشغول رہتے تھے، جب انہیں

[1] ... شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ ... الخ، ۷ / ۲۱۱، ۲۱۰، الجزء الثالث عشر ملخصاً۔

شدید بھوک نے بے چین کیا اور بھوک عبادت کی لذت، کمال نشاط اور خشوع و خضوع سے رکاوٹ بننے لگی تو وہ کسی جائز طریقے سے بھوک کو دفع کرنے کے لئے باہر آئے کیونکہ طبعی حاجات، شدید بھوک کے وقت کھانے کی موجودگی اور اس طرح کی دیگر کئی چیزیں دل کو عبادت سے غافل کرتی ہیں اور خشوع و خضوع سے مانع ہوتی ہیں اسی لئے ایسی حالت میں تو نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔“[1]

بوقتِ ضرورت مصیبت کا اِظہار:

شیخین کریمین نے عرض کی: ”ہمیں بھوک نے باہر نکالا ہے۔“ عَلَّامَہ طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”بوقتِ ضرورت مصیبت و تکلیف کا اظہار جائز ہے جبکہ شکایت یا ناراضی اور بے صبری کا اظہار کرنے کے لیے نہ ہو۔“[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اپنی تکلیف کو کسی پر ظاہر کرنا ناشکری یا گھبراہٹ کے اظہار یا بے صبری کے لیے نہ ہو جائز ہے۔ ان دونوں بزرگوں کا حضور کی خدمت میں بھوک کی شکایت کرنا ایسا ہے جیسے اولاد کا ماں باپ سے بھوک کی شکایت کرنا اور حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کا یہ فرمان ان بزرگوں کی تسکین اور صبر کے لیے ہے یعنی دیکھو ہم کو بھی بھوک ہے مگر صبر بھی ہے۔ خیال رہے کہ ان حضرات کا اس موقعہ پر کمانے کے لیے نہ جانا حتی کہ بھوک نے پریشان کر دیا دینی کام میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے تھا جو کمائی سے زیادہ اہم تھا ورنہ وہ دونوں حضرات معاش کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔ اَشِعَّۃُ اللَّمعَات میں ہے کہ یہ حضرات حضور کا دیدار کرکے سیر ہو جاتے تھے ان کی بھوک جاتی رہتی تھی جیسے قحط کے زمانہ میں مصری لوگ جمالِ یوسفی دیکھ کر سیر ہو جاتے تھے۔“[3]

حدیثِ پاک سے حاصل ہونے والے فوائد:

❁ جس پر اعتماد ہو اس کے گھر خود مہمان بننا جائز ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی ساتھ لے جانا جائز ہے۔ ❁ خوش آمدید یا اس جیسے جملے بول کر مہمان کی عزت کرنا، اس کے آنے پر خوشی کا اظہار کرنا مستحب

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ۔۔۔ الخ، ۲۱۳/۷، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الاطعمۃ، باب الضیافۃ، ۱۸۳/۸، ۱۸۴، تحت الحدیث: ۴۲۴۶۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵۵/۶۔

ہے۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔" ❁ اجنبیہ سے بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت کلام کرنا جائز ہے۔ ❁ نعمت ملنے پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرنا مستحب ہے۔"[1]

حضرتِ سیدنا مالک بن تَیِّہان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت سیدنا مالک بن تیہان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر تشریف لائے) اس میں حضرت مالک بن تیہان کی عظمت کا ظہور ہے کہ سُبْحَانَ اللہ! حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے ان کے گھر کو اپنا تصور فرما کر وہاں تشریف ارزانی فرمائی۔ خیال رہے کہ آپ بیعت عقبہ اولیٰ میں شریک ہوئے، بارہ نقیبوں میں آپ بھی تھے، بدر و اُحد اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ (آج مجھ سے زیادہ بہتر مہمانوں والا کوئی نہیں) یعنی آج معراج کا دولہا عرشِ اعظم کا مہمان میرے گھر کیسے کرم فرما ہو گیا، میں اپنے مقدر پر جس قدر ناز کروں کم ہے، آج میرا باغ رشکِ خلد بریں بلکہ رشکِ عرش بریں ہے۔ فوراً چادر بچھائی بڑا سا خوشہ کھجور کا حاضر لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے فرمایا: صرف رُطَب (تازہ) کھجوریں ہی کیوں نہ لائے؟ عرض کیا کہ میں ہر قسم کی کھجوریں حاضر لایا ہوں تاکہ جو پسندِ خاطر ہو وہ ملاحظہ کریں۔"[2]

شکم سیر ہو کر کھانا کیسا؟

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: "پیٹ بھر کر کھانا کھانا جائز ہے اور جن اَحادیث میں شکم سیری کی ممانعت آئی ہے وہاں ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانا مراد ہے کیونکہ ہمیشہ پیٹ بھر کر کھانا دل کو سخت کرتا، ضرورت مندوں اور بھوکوں کی تکالیف کو بھلاتا، فرائض وواجبات کی ادائیگی سے روکتا، جسم کو نقصان پہنچاتا، بدہضمی پیدا کرتا اور معدے کو خراب کرتا ہے اور اتنا زیادہ کھانا جائز نہیں جس سے نقصان پہنچے۔"[3]

1. ...شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ...الخ، ۷/۲۱۳، ۲۱۲، الجزء الثالث عشر ملتقطاً۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۶/۵۷۔
3. ...اکمال المعلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ...الخ، ۲/۵۱۲، تحت الحدیث: ۲۰۳۸۔

نعمتوں کا حساب:

سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے شیخین کریمین سے فرمایا: ”تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا۔“ ”مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی قیامت میں تم سے سوال یہ ہو گا کہ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو وہ کیا تھا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے سوال یہ ہو گا کہ ہماری فلاں فلاں نعمتیں تم نے کھائیں یا نہیں؟ غرضیکہ سوالِ توبیخ اور ہے سوالِ تعداد کچھ اور۔ مرقات نے یہ دوسرے معنی اختیار فرمائے کہ (شیخین کریمین سے) یہ سوال، سوالِ احترام ہو گا نہ کہ سوالِ توبیخ کہ سوالِ توبیخ یا کفار سے ہو گا یا غافلوں ناشکروں سے۔ لَتُسْاَلُنَّ مخاطب کے صیغے سے اِشارۃً معلوم ہوا کہ قیامت میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حساب نہ لیا جائے گا کہ حضور کا ہر عمل تعلیم و تبلیغ کے لیے تھا آپ کا حساب نہیں بلکہ بِلا حساب اجر و ثواب بے حساب عطا ہو گا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔“[1] قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”(ان حضرات سے) نعمتوں کے بارے میں یوں سوال ہو گا کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کیا یا نہیں؟ یہ سوال انعامات و احسانات کی یاد دہانی اور نعمتوں کی عظمت و کاملیت کے اظہار کے لیے ہو گا، بطور ڈانٹ ڈپٹ یا حساب کتاب کے لئے سوال نہ ہو گا۔“[2]

مدنی گلدستہ

”پانچ نمازوں“ کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بوقتِ ضرورت دکھ درد کا اظہار جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ بطورِ شکایت، بے صبری یا ناراضی کے اظہار کے لئے نہ ہو۔

(2) جس قریبی دوست یا عزیز کے بارے میں معلوم ہو کہ اس پر بوجھ نہ پڑے گا اور اسے بُرا بھی نہ لگے گا تو اس کے ہاں خود مہمان بننا اور دوستوں کو ساتھ لے جانا جائز ہے۔

(3) مہمان کی آمد پر خوشی کا اظہار کرنا اور پُرتپاک طریقے سے اس کا استقبال کرنا مستحب ہے۔

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۷ ملتقطاً۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ۔۔۔ الخ، ۷/ ۲۱۴، الجزء الثالث عشر۔

(4) کبھی کبھار پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے مگر اس کی عادت بنا لینا نقصان دہ ہے۔

(5) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کسی نعمت کا حساب نہ لیا جائے گا کیونکہ آپ کا ہر عمل تعلیمِ امت کے لیے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مہمانوں کی تکریم کرنے اور سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:498

بھوک پیاس کی تکلیف پر صبر

عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَیْرِ الْعَدَوِیِّ قَالَ: خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِیْرًا عَلَی الْبَصْرَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصَرْمٍ وَوَلَّتْ حَذَّاءَ وَلَمْ یَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ یَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰی دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَیْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ یُلْقٰی مِنْ شَفِیْرِ جَهَنَّمَ فَیَهْوِیْ فِیْهَا سَبْعِیْنَ عَامًا لَا یُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ؟ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَیْنَ مِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَصَارِیْعِ الْجَنَّةِ مَسِیْرَةُ اَرْبَعِیْنَ عَامًا وَلَیَاْتِیَنَّ عَلَیْهِ یَوْمٌ وَهُوَ كَظِیْظٌ مِنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَیْتُنِیْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰی قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْیَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِیْرًا عَلٰی مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ وَاِنِّیْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِیْ نَفْسِیْ عَظِیْمًا وَعِنْدَ اللّٰهِ صَغِیْرًا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا خالد بن عمیر عدوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: امیر بصرہ حضرت سیدنا عتبہ بن غزوان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہمیں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: "اَمَّا بَعْد! بے شک! دنیا اپنے فنا ہونے کا اِعلان کر چکی، وہ پیٹھ پھیر کر بہت تیزی سے جا رہی ہے اور اب صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنا برتن میں بچا ہوا پانی (جسے پینے والا چھوڑ دیتا ہے۔) تم اس فانی دنیا سے باقی رہنے والے گھر کی طرف جا رہے ہو،

1 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر، ص ۱۲۱۳، حدیث: ۷۴۳۵۔

لہٰذا اپنی بہترین چیز ساتھ لے کر جاؤ، بیشک ہمیں بتایا گیا ہے کہ "اگر جہنم کے کنارے سے ایک پتھر پھینکا جائے اور وہ ستر سال تک گرتا رہے تب بھی جہنم کی تہہ تک نہ پہنچ سکے گا۔" خدا کی قسم! اس جہنم کو ضرور بھرا جائے گا، کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ جنت کی چوکھٹوں میں سے دو چوکھٹوں کا درمیانی فاصلہ چالیس سال کی مسافت ہے اور ایک دن ایسا آئے گا وہ دروازہ لوگوں کے رش کی وجہ سے بھر جائے گا۔ بے شک! میں نے وہ وقت بھی دیکھا جب ہم سات اشخاص **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ تھے اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا کھانے کو کچھ نہ تھا، پتے کھانے کی وجہ سے ہمارے جبڑے زخمی ہوگئے۔ مجھے ایک چادر ملی تو اس کے دو حصے کر کے آدھی میں نے بطورِ تہبند استعمال کی اور آدھی سعد بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے۔ (ہم نے ایسی تنگی بھی دیکھی) اور آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے۔ میں **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بڑا سمجھوں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں حقیر ہوں۔"

فکرِ آخرت کا بیان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں دنیا کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا بیان ہے کہ یہ بہت جلد ختم ہونے والی ہے، اس کے باوجود صرف دنیا ہی کی تیاری میں مصروف رہنا اور آخرت کو بھول جانا غفلت اور دنیا سے محبت کی علامت ہے۔ عقلمندی کا تقاضا یہی ہے کہ اس فانی دنیا کے پیچھے بھاگنے کے بجائے ہمیشہ رہنے والی جنت کے حصول کی کوشش کی جائے۔ حدیثِ مذکور میں جہنم کی ہولناکی اور جنت کی وسعت کا بیان بھی ہے تاکہ اسے سن کر لوگ گناہوں سے تائب ہوں اور اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہو کر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ سے بچیں اور **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے جنت اور اس کی دائمی نعمتوں کی طرف سبقت کریں۔

جہنم کی گہرائی:

"جہنم کے کنارے سے پتھر پھینکا جائے تو وہ ستر سال میں بھی جہنم کی تہہ تک نہ پہنچے گا۔" **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اللّٰہ اکبر! یہ ہے دوزخ کی گہرائی، پتھر اگر آسمان سے پھینکا جائے تو صبح سے چلا ہوا شام تک زمین پر پہنچ جائے مگر دوزخ کے کنارے سے چلا

ہو استر سال میں اس کی تہہ تک نہ پہنچے، سوچ لو گہرائی کتنی ہے اتنی گہری دوزخ کو کفار انسانوں سے بھرنا ہے۔"[1]

جنت کی وُسعت:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جب جنتی دروازوں کی دو چوکھٹوں کا درمیانی فاصلہ چالیس برس کی راہ ہے تو خود جنت کتنی بڑی ہو گی، اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: ﴿وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۳۳) (ترجمۂ کنزالایمان: جس کی چوڑان میں سب آسمان و زمین آجائیں) اور یہ ایک عام فہم بات ہے کہ کسی بھی چیز کی لمبائی اس کی چوڑائی سے زیادہ ہی ہوتی ہے تو جب جنت کی چوڑائی اتنی زیادہ ہے تو پھر لمبائی کتنی زیادہ ہو گی۔ پاک ہے وہ ذات جو انعام و فضل کرنے والی ہے۔ جنت میں داخلے کے وقت اتنے وسیع و عریض دروازے بھی رش کی وجہ سے بھر جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور اس کی رحمت سے بہت سے لوگ جنت میں داخل ہونگے۔"[2]

بھوک کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانا:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھوک کی وجہ سے پتے کھا کر بھی گزارہ کیا دِین کی خاطر طرح طرح کی تکالیف برداشت کیں اگر وہ چاہتے تو دنیا جہاں کی دولت ان کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی مگر انہوں نے قصداً فقر اختیار کیا اور ہر حال میں دینِ اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لئے کوشاں رہے، پھر ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہمارے اَسلاف کرام نے بھی اختیاری بھوک برداشت کی۔ چنانچہ،

سبز کھال والے بزرگ:

حضرتِ سیِّدُنا ابو طالب مکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے تقویٰ کا عالَم یہ تھا کہ ایک مدّت تک کھانا ہی چھوڑ دیا تھا فَقَط قدرتی طور پر اُگ جانے والی گھاس کھا کر گزارہ فرماتے رہے اِس لئے آپ کی کھال سبز ہو گئی تھی۔ بوقتِ وفات کسی نے ان کی خدمتِ سراپا عظمت میں عرض کی: "حضور! مجھے کچھ وصیّت فرمائیے" فرمایا: "اگر

---

1. . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۴۹۱۔
2. . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش۔۔۔ الخ، ۲/ ۴۴۵، تحت الحدیث: ۴۹۷ ملخصا۔

میرا خاتِمہ بالخیر ہو جائے تو میرے جنازہ پر بادام و شکر لُٹانا۔" عرض کیا: مجھے کیسے پتا چلے گا؟ فرمایا: "میرے پاس بیٹھے رہو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیدو۔ اگر میں نے تمہارا ہاتھ بقوّت دبالیا تو سمجھ لینا میرا خاتِمہ ایمان پر ہوا ہے۔" چُنانچہ ہاتھ میں ہاتھ دیدیا۔ جب وقتِ رخصت قریب آیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اُس کا ہاتھ زور سے دبالیا اور روح قَفَسِ عُنصُری سے پرواز کر گئی۔ جب جنازہ مبارَکہ اٹھایا گیا تو اُس پر شکر و بادام لُٹائے گئے۔"[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"رَحْمَتِ حق" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ گزرے ہوئے مبارک لمحات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً اپنے متعلقین کو بھی بتایا کرتے تھے۔

(2) جہنم اتنی گہری ہے کہ زمین وآسمان کا درمیانی فاصلہ اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ جہنمیوں کو اتنی گہرائی میں رکھا جانا بھی ایک بہت بڑا عذاب ہے۔

(3) جنت میں جاتے وقت جنتیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو گی کہ جنت کے دروازے اپنی تمام تر وُسعت کے باوجود جنتیوں سے بھر جائیں گے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے۔ آمین

(4) ہر تنگی کے بعد آسانی ہے، اچھا بندہ وہی ہے جو ہر حال میں اپنے ربِّ کریم کا شکر گزار رہے۔

(5) ہمیشہ رہنے والی عظیم جنتی نعمتوں کو چھوڑ کر بہت جلد فنا ہو جانے والی حقیر دنیا سے دِل لگانا انتہائی درجے کی غفلت وبے وقوفی ہے۔

(6) اَعمال کا دار ومدار خاتمے پر ہے جس کی موت ایمان پر ہوئی وہ کامیاب ہو گیا اور مَعَاذَ اللہ جس کا ایمان چھین لیا گیا وہ دائمی بد بخت ہو گیا۔

---

[1] ... فیضان سنت، باب پیٹ کا قفل مدینہ، ص ٦٧١۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:499

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا آخری لباس

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَخْرَجَتْ لَنَا عَائِشَۃُ كِسَاءً وَ اِزَارًا غَلِیْظًا قَالَتْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذَیْنِ.[1]

ترجمہ:حضرتِ سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:ہمیں اُمُّ المومنین حضرتِ سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک چادر اور موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا:"رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رُوح اِن دو کپڑوں میں قبض ہوئی۔"

حدیث پاک کی باب سے مناسبت:

یہ باب بھوکا رہنے، کم کھانے اور سادہ لباس پہننے وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ مذکورہ حدیث اس باب کے اگلے حصے یعنی سادہ لباس پہننے کے متعلق ہے کیونکہ اس حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال جس لباس میں ہوا وہ بہت سادہ تھا۔ اسی وجہ سے علامہ نووی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس حدیث کو اس باب میں بیان فرمایا۔

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عاجزی وانکساری:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں:"بوقتِ وِصال نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو لباس زیبِ تن فرمایا اس میں ایک اِحتمال یہ ہے کہ آپ نے عاجزی و انکساری اختیار کرتے ہوئے اور آسودہ حالی کو ترک کرنے کے لیے وہ لباس پہنا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے اچھا لباس نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے یہ لباس زیب تن فرمایا۔"[2] حضور نبی کریم رءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انتہائی

---

1. ...بخاری، کتاب اللباس، باب الاکسیة والخمائص، ۴/۵۵، حدیث:۵۸۱۸ بتغیر قلیل۔
2. ...عمدۃ القاری، کتاب الخمس، باب ماذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ وسلم...الخ، ۱۰/۳۲۹، تحت الحدیث:۳۱۰۸۔

سادہ زندگی گزاری اور سادہ غذا اور لباس اپنایا لیکن کبھی کبھی عمدہ لباس بھی زیبِ تن فرمایا مگر اس پر ہمیشگی اختیار نہ فرمائی۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ہم جیسے کمینے غلام ان کے نام پر عیش کر رہے ہیں اور وہ خود اس حالت میں دنیا سے پردہ فرماتے ہیں صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ خیال رہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعلیٰ و عمدہ لباس بھی پہنے ہیں مگر اُن کی عادت نہ ڈالی، ہر قسم کا لباس بے تکلُّف پہن لیتے تھے، آخر وقت یہ لباس جسمِ اَطہر پر تھا۔"[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا سے بے رغبت تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دُنیوی مال واَسباب اور اس کی لذتوں سے اِعراض کیا کرتے تھے، پس اُمتیوں پر بھی لازم ہے کہ اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ مبارکہ کی پیروی کریں۔"[2]

سادہ لباس کی فضیلت:

تاجدارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو باوجودِ قدرت اچھے کپڑے پہننا تواضع (عاجزی) کے طور پر چھوڑ دے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے کرامت کا حُلّہ (یعنی جنتی لباس) پہنائے گا۔"[3]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دوعالَم کے مالک ومختار، شہنشاہِ اَبرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عاجزی وانکساری اپناتے ہوئے بہت سادہ زندگی گزاری اور دُنیوی مال واَسباب اور اُس کی لذّات سے ہمیشہ دور رہے۔

(2) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جو لباس مُیَسَّر ہوتا استعمال فرمالیتے، حسبِ موقع اعلیٰ وعُمدہ لباس بھی زیب تن فرماتے مگر اس پر ہمیشگی اختیار نہ فرماتے۔

---

1 ۔۔۔ مرآۃ المناجیح، ۶/ ۹۲۔

2 ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الاول، ۸/ ۱۲۵، تحت الحدیث: ۴۳۰۶۔

3 ۔۔۔ ابوداود، کتاب الادب، باب من کظم غیظا، ۴/ ۳۲۶، حدیث: ۴۷۷۸۔

(3) جو باوجودِ قدرت بطورِ عاجزی عُمدہ لباس پہننا ترک کر دے اسے جنّتی لباس پہنایا جائے گا۔

(4) فقر و آسودگی، صحت و بیماری ہر حالت میں تقدیرِ الٰہی پر راضی رہنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:500

راہِ خدا میں سب سے پہلا تیر

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِنِّیْ لَاَوَّلُ الْعَرَبِ رَمٰی بِسَھْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَلَقَدْ کُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَۃِ وَھٰذَا السَّمُرُ حَتّٰی اِنْ کَانَ اَحَدُنَا لَیَضَعُ کَمَا تَضَعُ الشَّاۃُ مَا لَہٗ خِلْطٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں وہ پہلا عربی مرد ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر پھینکا، ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے پاس کیکر کے درخت کے پتوں اور کیکر کے بیج کے سوا کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا، حتی کہ ہم میں سے کوئی قضائے حاجت کرتا تو وہ بکری کی خشک مینگنیوں کی طرح ہوتی۔“

راہِ خدا میں پہلا تیر:

”میں وہ پہلا عربی ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا۔“ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سن ایک ہجری میں حضرت ابو عبیدہ ابنِ حارث کی سرکردگی میں ساٹھ صحابہ کو ابو سفیان کے مقابلہ میں بھیجا، کفار بہت ہی زیادہ تھے اس لیے جنگ نہ ہوئی مگر حضرت سعد ابن ابی وقاص (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے اُن کفار پر ایک تیر چلایا یہ مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر کفار پر چلا۔“[2] حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۴/ ۲۳۵، حدیث: ۶۴۵۳ بتغیر قلیل۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۳۲ بتغیر قلیل۔

اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشرہ مبشرہ یعنی ان دس صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے ہیں جنہیں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا میں ایک ساتھ جنت کی بشارت عطا فرمائی۔ آپ نہایت ہی ماہر تیر انداز تھے، صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بارگاہِ رسالت میں یوں عرض گزار ہوتے: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان!'' لیکن آپ وہ صحابی ہیں جن کیلئے خود رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''میرے ماں باپ تم پر قربان!'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ کیلئے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ رسالے ''حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ'' کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مالدار ہو کر بھی غریب:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کبھی درخت کے پتے کھا کر بھی گزارہ کیا کرتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنا مال رضائے اِلٰہی کے کاموں میں خرچ کردیا کرتے تھے۔ فقراء و مساکین کی امداد، مہمان نوازی، جہاد کی تیاری، دِین کی تبلیغ واشاعت میں اُن کا مال خرچ ہوا کرتا اس لئے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اُن کا سارا مال ختم ہوجاتا اور کھانے کے لیے کچھ نہ بچتا تو وہ بھوکے رہ کر یا درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے۔ اِس سے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپکے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے زُہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کا پتا چلتا ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے: **سوال:** ''اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بنی نضیر اور فدک وغیرہ سے جو مال عطا فرمایا وہ سال بھر کے لئے کفایت کرتا تھا، اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایسی سخاوت فرمایا کرتے تھے کہ گزشتہ اُمّتوں کے بادشاہوں کے بارے میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی، پھر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں بھی مالدار افراد بھی تھے، جیسے ابو بکر اور حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور ان جیسے دوسرے صحابۂ کرام تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اَصحاب بھوک کی وجہ سے پتے کھا کر گزارہ کریں؟'' **جواب:** ''ان حضرات کو ہر وقت ایسے حالات درپیش نہ ہوا کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حقوق کی ادائیگی، مہمان نوازی اور دیگر رضائے الٰہی والے کاموں میں خرچ کرنے کی وجہ سے ان کا مال کم ہوجاتا اور کبھی بالکل ختم ہوجاتا، ان وجوہات کی بناء پر ایسے حالات پیدا ہوجانا

کہ کھانے پینے کو کچھ نہ بچے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔“[1]

حضور اور صحابہ کی بے مثال قربانیاں:

حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کبھی درختوں کے پتے اور کیکر کے بیج وغیرہ کھا کر گزارہ کیا کرتے۔ اس سے پتا چلا کہ حضور نبی کریم رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے کتنی تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کر کے دِین پھیلایا۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”نہ معلوم وہ حضرات یہ کیسے کھاتے ہوں گے یہ ہیں ان حضرات کی قربانیاں بے مثال، اسلام کی قدر اِن سے پوچھو، ہم نے کمایا ہوا اسلام پایا، ہم کیا قدر کر سکتے ہیں۔ (حضرت سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہمیں قضائے حاجت بکری کی خشک مینگنیوں کی طرح ہوا کرتی) یعنی ہم کو پاخانہ بکری کی مینگنی کی طرح بالکل خشک ہوتا تھا جس میں کوئی تری نہیں، اگر کوئی تر چیز کھائیں تو تری ہو۔ جب پتے اور ببول کے بیج کھائے جائیں گے تو پاخانہ بھی ایسا ہی ہو گا۔“[2]

مدنی گلدستہ

”بلال“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضرتِ سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے راہِ خدا میں سب سے پہلے تیر چلایا۔

(2) اپنا حلال مال خرچ کر کے فقرا و مساکین کی امداد کرنا، مہمان نوازی کرنا اور دِین کی تبلیغ واشاعت میں بھرپور حصہ لینا بہت بڑی سعادت اور دنیا سے بے رغبتی کی علامت ہے۔

(3) حضور سیدِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو اتنا عطا فرمایا کرتے کہ بڑے بڑے بادشاہ بھی کسی کو اتنا دینے سے عاجز ہوتے۔

(4) بوقتِ ضرورت اپنا دِینی شرف و مرتبہ بیان کرنا جائز ہے جبکہ ریا و تکبر کی نیت سے نہ ہو۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاطعمۃ، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یاکلون، ۱۴ / ۱۹ ۴، تحت الحدیث: ۵۴۱۲۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۸ / ۴۴۳۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سچی پکی محبت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:501

بقدرِ ضرورت رزق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے اللہ! آلِ محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو صرف اتنا رزق عطا فرما جس سے وہ زندہ رہ سکیں۔“

آلِ محمد سے مراد اُمّتی ہیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یہاں آلِ محمد سے مراد حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاص اُمّتی ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے لہٰذا حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دعا ان کے حق میں قبول ہوئی، یہ نہیں کہا جاسکتا بہت سید بڑے امیر ہوتے ہیں، جمیع آلِ محمد نہیں فرمایا۔ اِس فرمانِ عالی میں اُمّت کو تعلیم ہے کہ بقدرِ ضرورت مال پر قناعت کریں، زیادتی کی ہوس میں ذلیل وخوار نہ ہوں۔“[2]

قلیل مال کثیر مال سے بہتر ہے:

اِمَام شَرَفُ الدِّیْن حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”قُوْت سے مراد اتنا رزق جس سے انسان زندہ رہ سکے۔ قُوْت کو قُوْت اسی لئے کہتے ہیں کہ اس سے قوت حاصل کی جاتی ہے۔ بے شک! مال کی کثرت ہلاک کر دیتی ہے اور مال کی (بہت زیادہ) قِلَّت غفلت کا باعث بنتی ہے۔ بقدرِ کفایت قلیل مال اُس کثیر مال سے بہتر ہے جو باعثِ ہلاکت ہو۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اس دعا میں امت کے لیے

---

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، ص ۵۲۰، حدیث: ۲۴۲۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷ / ۹ ملتقطا۔

ہر قسم کی رہنمائی ہے، ضرورت سے زیادہ مال کی طلب اور اس طلب میں خود کو تھکانا اچھا نہیں کیونکہ مال کی زیادتی میں کوئی خیر نہیں۔"[1] فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "کفایت کر جانے والا قلیل مال اس کثیر مال سے بہتر ہے جو نافرمان بنادے۔" ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: "وہ قلیل مال جس کا تُو شکر ادا کرے اُس کثیر مال سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کرسکے۔"[2] ایک اور مقام پر فرمایا: "اہلِ بیت کو چاہیے کہ اپنا کھانا کم کریں تاکہ ان کے گھر روشن رہیں۔" مزید فرمایا: "جسے یہ پسند ہو کہ وہ دانا و عقلمند بن جائے اُسے چاہیے کہ خوراک کم کردے کیونکہ کم کھانا پیٹ کو حکمت کے نور سے بھر دیتا ہے۔"[3]

کم دنیا پر قناعت بہتر:

شرح ابنِ بطال میں ہے: "حدیثِ مذکور میں بقدرِ ضرورت رزق پر قناعت کرنے، ضرورت سے زائد دنیا سے کنارہ کشی، اُخروی نعمتوں میں رغبت رکھنے اور فانی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دینے کی فضلیت کا بیان ہے تاکہ مسلمان اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کریں اور اس چیز میں رغبت کریں جس میں اُن کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے رغبت کی۔ حضرت سیدنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: "دو چیزیں کتنی اچھی ہیں جو ناپسند کی جاتی ہیں: (۱) موت اور (۲) فقر۔ بے شک! بندہ یا تو مالدار ہوتا ہے یا فقیر اور مجھے پرواہ نہیں کہ میں ان میں سے کس حالت میں مبتلا کیا جاؤں کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق واجب ہے، مالدار پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر لازم اور فقیر پر صبر لازم۔" امام طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صابر کی آزمائش شاکر کی آزمائش سے زیادہ سخت ہوتی ہے، اگرچہ دونوں ہی مرتبۂ شرف پر فائز ہیں مگر اس میں میں اسی طرح کہوں گا جس طرح مُطَرِّف بن عبد اللہ نے کہا ہے: میں عافیت میں رہوں اور اللہ کا شکر ادا کرتا رہوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ مصیبت میں مبتلا ہوں پھر اس پر صبر کروں۔"[4]

---

1. ... شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۳۳۶، تحت الحدیث: ۵۱۶۴۔
2. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۲۰، تحت الحدیث: ۵۱۶۴۔
3. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ الخ، ۱۰/ ۱۷۷۔
4. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ الخ، ۱۰/ ۱۷۷ ملخصاً۔
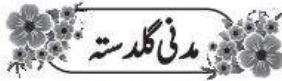
”حُسین“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندوں کو آزمائش میں مبتلا کر کے اُن کے درجات مزید بلند فرماتا ہے۔

(2) اتنا مال جو ضروریاتِ زندگی کو کافی ہو جائے اُس کثیر مال سے بہتر ہے جو ہلاکت میں ڈال دے۔

(3) ضرورت سے زائد مال کی طلب میں خود کو تھکانا اچھا نہیں کیونکہ کثرتِ مال میں بسا اوقات کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔

(4) جو حکمت و دانائی کا طالب ہو اسے چاہیے کہ بھوک سے کم کھایا کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بقدرِ کفایت مال پر قناعت کرنے اور بھوک سے کم کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:502

ایک پیالہ دودھ اور ستّر اصحاب

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَاللهِ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنْ كُنْتُ لَاَعْتَمِدُ بِكَبِدِی عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْجُوعِ، وَاِنْ كُنْتُ لَاَشُدُّ الْحَجَرَ عَلٰی بَطْنِی مِنَ الْجُوعِ، وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلٰی طَرِيْقِهِمُ الَّذِی يَخْرُجُوْنَ مِنْهُ، فَمَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ فَسَاَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَاَلْتُهُ اِلَّا لِيُشْبِعَنِی، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِی عُمَرُ فَسَاَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ مَا سَاَلْتُهُ اِلَّا لِيُشْبِعَنِی، فَمَرَّ فَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ بِی النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَآنِی وَعَرَفَ مَا فِی وَجْهِی وَمَا فِی نَفْسِی ثُمَّ قَالَ: ”اَبَا هِرٍّ“. قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: ”اَلْحَقْ“. وَمَضٰی فَاتَّبَعْتُهُ، فَدَخَلَ فَاسْتَاْذِنُ، فَاَذِنَ لِی فَدَخَلْتُ، فَوَجَدَ لَبَنًا فِی قَدَحٍ فَقَالَ: ”مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ“. قَالُوْا: اَهْدَاهُ لَكَ فُلَانٌ اَوْ فُلَانَةٌ. قَالَ: ”اَبَا هِرٍّ“. قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ. قَالَ: ”اَلْحَقْ اِلٰی اَهْلِ الصُّفَّةِ فَادْعُهُمْ لِی“. قَالَ: وَاَهْلُ الصُّفَّةِ اَضْيَافُ الْاِسْلَامِ، لَا يَاْوُوْنَ عَلٰی اَهْلٍ وَلَا مَالٍ، وَلَا عَلٰی اَحَدٍ، وَكَانَ اِذَا اَتَتْهُ صَدَقَةٌ بَعَثَ بِهَا اِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَاِذَا اَتَتْهُ هَدِيَّةٌ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ، وَاَصَابَ مِنْهَا وَاَشْرَكَهُمْ فِيْهَا،

فَسَاءَنِی ذَالِكَ، فَقُلْتُ: وَمَا هٰذَا اللَّبَنُ فِي اَهْلِ الصُّفَّةِ كُنْتُ اَحَقَّ اَنْ اُصِيبَ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ شَرْبَةً اَتَقَوّٰى بِهَا، فَاِذَا جَاؤُا وَاَمَرَنِي فَكُنْتُ اَنَا اُعْطِيهِمْ، وَمَا عَسٰى اَنْ يَّبْلُغَنِي مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ، وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدٌّ، فَاَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ فَاَقْبَلُوا، وَاسْتَاْذَنُوا فَاَذِنَ لَهُمْ، وَاَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ مِنَ الْبَيْتِ قَالَ: "يَا اَبَا هِرٍّ". قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: "خُذْ فَاَعْطِهِمْ". قَالَ: فَاَخَذْتُ الْقَدَحَ فَجَعَلْتُ اُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، فَاُعْطِيهِ الرَّجُلَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ فَيَشْرَبُ حَتّٰى يَرْوٰى، ثُمَّ يَرُدُّ عَلَيَّ الْقَدَحَ، حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوِيَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَاَخَذَ الْقَدَحَ فَوَضَعَهُ عَلٰى يَدِهِ فَنَظَرَ اِلَيَّ فَتَبَسَّمَ فَقَالَ: "اَبَا هِرٍّ". قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: "بَقِيتُ اَنَا وَاَنْتَ". قُلْتُ صَدَقْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ. قَالَ: "اقْعُدْ فَاشْرَبْ". فَقَعَدْتُ فَشَرِبْتُ. فَقَالَ: "اشْرَبْ". فَشَرِبْتُ، فَمَا زَالَ يَقُولُ: "اشْرَبْ". حَتّٰى قُلْتُ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا اَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا. قَالَ: "فَاَرِنِي". فَاَعْطَيْتُهُ الْقَدَحَ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰى وَسَمّٰى وَشَرِبَ الْفَضْلَةَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اُس ربِّ کریم عَزَّوَجَلَّ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں شدّتِ بھوک سے اپنے جگر (پیٹ) کو زمین سے لگالیتا اور بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا، ایک دن میں اُس راستے پر بیٹھ گیا جہاں سے لوگ گزرتے تھے، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے گزرے تو میں نے ان سے کتابُ اللہ کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا اور میرے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائیں مگر وہ چلے گئے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا، پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہاں سے گزرے، میں نے ان سے بھی اسی مقصد کے تحت کتابُ اللہ کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا مگر وہ بھی چلے گئے اور انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔ پھر میرے پاس سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گزرے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مسکرا دیئے اور جو کچھ میرے چہرے پر (بھوک کے) اثرات تھے اور جو میرے اندر کی کیفیت تھی اسے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھانپ گئے۔ فرمایا: "اے ابو ھِر!" میں نے عرض کی: "لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ!" فرمایا: "چلو"

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۴/ ۲۳۲، حدیث: ۶۴۵۲ بتغیر قلیل۔

پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چلے اور میں آپ کے پیچھے چل دیا، آپ کاشانۂ اقدس میں داخل ہوگئے، میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی پھر میں بھی اندر داخل ہوا، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گھر میں ایک پیالے میں دودھ موجود پایا تو پوچھا: ”یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟“ گھر والوں نے عرض کی: ”یہ فلاں شخص یا فلاں عورت نے آپ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے۔“ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے ابو ہِر!“ میں نے عرض کی: ”لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ!“ فرمایا: ”اہلِ صُفّہ کے پاس جاؤ، انہیں میرے پاس بلالاؤ۔“ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے کوئی اہل وعیال تھے نہ ان کے پاس مال تھا اور نہ وہ کسی کے پاس جاتے تھے، حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جب کوئی صدقہ آتا تو آپ اسے اصحابِ صفہ کے پاس بھیج دیتے اور خود اُس میں سے کچھ نہ لیتے اور جب کوئی ہدیہ آتا تو اصحابِ صفہ کو بھی دیتے اور خود بھی اُس میں سے لے لیتے اور انہیں بھی اس میں شریک کرتے۔ (حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں) مجھے یہ بات گراں محسوس ہوئی تو میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اِس دودھ سے اہلِ صفہ کا کیا ہوگا؟ میں اس بات کا زیادہ حقدار تھا کہ یہ سارا دودھ مجھے پینے کیلئے دیا جاتا تاکہ میں کچھ قوت حاصل کرتا، پس جب اہلِ صفہ آجائیں گے اور حضور مجھے حکم ارشاد فرمائیں گے تو میں انہیں یہ پیالہ دے دونگا اور مجھے نہیں لگتا کہ اس دودھ سے مجھے کچھ بھی ملے گا۔ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت بھی ضروری ہے چنانچہ میں اہل صفہ کے پاس آیا اور انہیں بلایا، وہ آگئے انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اجازت دے دی، وہ اندر آکر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اے ابو ہِر!“ میں نے عرض کی: ”لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ!“ فرمایا: ”یہ پیالہ لو اور اِن کو دو۔“ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: ”میں نے وہ پیالہ لیا اور ایک ایک کو دینے لگا پس وہ دودھ پیتا اور خوب سیر ہو جاتا تو مجھے پیالہ واپس کر دیتا پھر میں دوسرے کو دیتا وہ پیتا یہاں تک کہ خوب سیر ہو جاتا پھر وہ مجھے پیالہ واپس کر دیتا پھر تیسرا شخص دودھ پیتا حتّٰی کہ وہ سیر ہو جاتا پھر وہ مجھے پیالہ واپس کر دیتا، حتّٰی کہ وہ پیالہ نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس پہنچا اور سب لوگ سیر ہو چکے تھے، آپ نے پیالہ اپنے دستِ مبارک میں لیا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے،

پھر فرمایا: ”اے اباھِر!“ میں نے عرض کی: ”لَبَّیْکَ یَارَسُوْلَ الله!“ فرمایا: ”اب صرف ہم دونوں باقی رہ گئے ہیں۔“ میں نے عرض کی: ”یَارَسُوْلَ الله آپ نے سچ فرمایا۔“ فرمایا: ”بیٹھو پھر پیو۔“ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کیا، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اور پیو۔“ پس میں نے پیا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہی فرماتے رہے: ”اور پیو اور پیو۔“ حتی کہ میں نے عرض کی: ”نہیں، اُس ذات کی قسم جس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! اب مزید کی گنجائش نہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”لاؤ مجھے دو۔“ پس میں نے وہ پیالہ پیش کر دیا، حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد کی اور بِسْمِ الله پڑھی پھر باقی دودھ نوش فرمالیا۔

حضور دِل کا حال جانتے ہیں:

شرح ابنِ بطال میں ہے: ”حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت وضرورت کو دوسروں پر ظاہر نہ کرنا بہتر وافضل ہے، ہاں! جس شخص کے بارے میں اُمید ہو کہ وہ حاجت پوری کر دے گا تو اس کے سامنے اظہار کرنے میں حرج نہیں۔ حدیثِ مذکور میں نبوت کی بہت بڑی نشانی ہے کہ غیب دان آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دِل کا حال جان لیا اور مزید یہ کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت سے تھوڑے سے دودھ سے بہت سارے لوگ سیراب ہوگئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ضرورت کی چیزیں دوسروں پر ایثار کر دیا کرتے تھے۔“[1]

حدیثِ مذکور میں بیان کردہ معجزے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امامِ اہلسنت، مجدِّدِ دِین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں:

کیوں جنابِ بوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شِیر ...... جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

اَصحابِ صُفَّہ:

حدیثِ مذکور میں اصحابِ صفہ کا ذکر آیا ہے، اَصحابِ صفہ کون تھے؟ اس بارے میں **مُفَسِّرِ شہیر**

---

[1] . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۱۰/۱۷۶، ۱۷۷ ملخصاً۔

مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: صفہ کے معنی ہیں چبوترا (تھڑا) مسجد نبوی سے مُتَّصِل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترا بنا دیا گیا تھا جہاں مہمان اُترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقراء صحابہ وہاں مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اَصحابِ صفہ کہلاتے انہیں کی سی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیاء کہتے ہیں، یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی جماعت، یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی دو سو سے زیادہ، گویا یہ مدرسہ نبوی تھا، عقبہ ابنِ عامر اور ابو ہریرہ بھی انہی میں سے تھے۔[1]

مدنی گلدستہ

”عثمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہمارے غیب دان نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کی ظاہری حالت دیکھ کر ان کی باطنی حالت جان لیا کرتے تھے بلکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو دِلوں کے حالات بھی جانتے ہیں۔

(2) حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی ضرورت کی چیزیں بھی حاجت مندوں کو دے دیا کرتے تھے، خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلایا کرتے تھے، صدقے میں سے کچھ نہ لیتے البتہ ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔

(3) پیر، استاد، ماں باپ یا کوئی اور مُعَظَّم دِینی جب شریعت کے مطابق کہیں چلنے کا حکم دیں تو آگے سے ”کہاں چلیں؟ کیا کام ہے؟ کیوں؟“ وغیرہ کہنے کے بجائے فوراً ان کے ساتھ چل دینا چاہیے کہ اسی میں دِین و دُنیا کی بھلائی ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرات کہیں اچھی جگہ ہی لے کر جائیں گے۔

(4) اہلِ صفہ اِسلام کے مہمان تھے ان کی تعداد ستر یا دو سو سے بھی زائد تھی یہ حضرات اپنے آپ کو اِسلام کے لیے وقف کر چکے تھے۔

(5) کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا ضروری ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ایثار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۱۸۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:503

بھوک کی شدت سے بے ہوشی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَاِنِّیْ لَاَخِرُّ فِیْمَا بَیْنَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی حُجْرَۃِ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا مَغْشِیًّا عَلَیَّ، فَیَجِیْءُ الْجَائِیْ فَیَضَعُ رِجْلَہٗ عَلٰی عُنُقِیْ وَیَرٰی اَنِّیْ مَجْنُوْنٌ وَمَا بِیْ مِنْ جُنُوْنٍ مَا بِیْ اِلَّا الْجُوْعُ.[1]

ترجمہ: امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن سے مروی ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”بے شک میں منبرِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حُجرۂ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے درمیان غش کھا کر گر جاتا، گزرنے والا یہ سمجھ کر اپنا پاؤں میری گردن پر رکھ دیتا کہ اسے جنون لاحق ہو گیا ہے حالانکہ مجھے جنون نہیں ہوتا تھا بلکہ بھوک کی شدت سے یہ حالت ہوا کرتی تھی۔“

شانِ ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ:

شرح ابنِ بطال میں ہے: ”منبرِ رسول اور حجرۂ عائشہ دونوں دِین کی نشانیاں ہیں اور اُن کی درمیانی جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا گرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے علمِ دِین کی طلب میں بھوک پر صبر کیا اور حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے درِ اقدس کو لازم پکڑ لیا، اس کا ثمرہ یہ ملا کہ انہوں نے علم و حکمت کا ایسا عظیم خزانہ جمع کر لیا جو تمام عالَم کے لئے دلیل ورہنما ہے۔ یہ سب مدینۂ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کی مشقتوں پر صبر کرنے کی برکت ہے۔“[2]

گردن پر پیر رکھنے کی وجہ:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ لوگ سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی گردن پر یہ سمجھتے ہوئے پاؤں رکھ

---

1 . . . بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۴/۵۱۵، حدیث: ۷۳۲۴۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۱۰/ ۳۷۰۔

دیتے کہ شاید انہیں جنون لاحق ہو گیا ہے۔ یہ اہلِ عرب کا طریقہ تھا کہ وہ مجنون کی گردن پر پاؤں رکھ دیا کرتے یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو جاتا۔[1] حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بھوک وپیاس کی صعوبتیں برداشت کر کے، گھر بار سے دور رہ کر، مال ودولت ٹھکرا کر، آرام و آسائش چھوڑ کر درِ مصطفےٰ پر ڈیرہ ڈال کر، علمِ دِین کا بیش بہا خزانہ حاصل کیا، اسے دوسروں تک پہنچایا اور ساری دنیا میں دِین اِسلام کا ڈنکا بجادیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان مُقدّس ہستیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے صدقے ہمیں بھی علمِ نافع اور عملِ صالح کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

مدنی گلدستہ
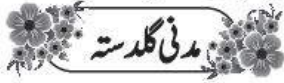
"بھوک" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بعض صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دِین کی خاطر اِس حد تک بھوک برداشت کرتے کہ بھوک کی شدت سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔

(2) منبرِ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا حجرۂ مبارکہ دِین کی علامتیں ہیں اور ان کا درمیانی حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے۔

(3) جو حصولِ علم کے لئے جتنی زیادہ مشقت برداشت کرتا ہے وہ اتنی ہی زیادہ علم کی برکتیں پاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دِین کی خاطر بہت زیادہ مشقتیں برداشت کیں تو سب سے زیادہ اَحادیث حفظ کرنے والے بن گئے۔

(4) مدینہ منورہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کی مشقتوں پر صبر کرنے سے دِین ودنیا کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی دین کی خاطر راہِ خدا میں آنے والی مشقتیں برداشت کرنے اور ان پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش۔۔۔الخ، ۲/ ۴۵۸، تحت الحدیث: ۵۰۲۔

حدیث نمبر:504

زرہ نبوی یہودی کے پاس

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ فِي ثَلَاثِيْنَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ.[1]

ترجمہ: ام المومنین حضرتِ سیّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وصال ہوا تو اُس وقت آپ کی زِرہ مبارکہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔"

رسولِ خدا کا بے مثال زُہد وتقویٰ:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیوی سہولیات سے بہت دور رہا کرتے تھے۔ فتوحاتِ اسلامیہ کے بعد مسلمانوں کے پاس بہت مال آیا، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حصے میں بھی کثیر مال آیا لیکن آپ نے کبھی بھی مال جمع نہیں کیا بلکہ راہِ خدا میں خرچ کر دیا یہاں تک کہ ایسا وقت آیا کہ آپ کو اپنے گھر والوں کے لیے کھانا خریدنے کے لیے اپنی زِرہ اُدھار رکھوانی پڑی، یہ ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بے مثال زُہد و تقویٰ۔ علّامہ شِہَابُ الدِّین اَحمد بِن مُحمّد قسطلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت مُنْکَسِرُ الْمِزَاج اور دنیا سے بہت بے رغبت تھے، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام چاہتے تو بہت کچھ مال واَسباب جمع فرمالیتے مگر آپ نے فقر کو پسند فرمایا۔ یہ آپ کا کرم تھا کہ اپنا مال بھی لوگوں پر خرچ کر دیتے، اپنے لئے کچھ جمع نہ فرماتے، یہاں تک کہ اپنی اور اہلِ خانہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اپنی زِرہ رَہن رکھوانی پڑی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ تنگیٔ معاش پر صبر کرتے اور جو مل جاتا اُس پر قناعت فرماتے۔"[2]

زِرہ گروی رکھوانے کی وجوہات:

عمدۃ القاری میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے یہودی کے پاس زرہ گروی رکھوانے پر چند

---

1 ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ماقیل فی درع النبی صلی الله علیه وسلم...الخ، ۲/۲۸۶، حدیث: ۲۹۱۶۔

2 ... ارشاد الساری، کتاب الرهن، باب فی الرهن فی الحضر...الخ، ۵/۵۸۵، تحت الحدیث: ۲۵۰۸ ملخصاً۔

سوالات قائم کیے گئے ہیں جن کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ ایسی کیا ضرورت پیش آئی کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اپنی زِرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھوانی پڑی؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو اہلِ بیتِ اَطہار کے لئے سال بھر کا راشن رکھوادیا کرتے تھے پھر قرض کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ نیز آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی مالدار صحابی سے قرض لینے کے بجائے یہودی سے قرض کیوں لیا؟ علامہ بدرالدین عینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کی طرف سے دیے گئے جوابات کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ گھر والوں کے لئے کھانے کو کچھ نہ تھا اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زِرہ گروی رکھ کر راشن ادھار لیا یا پھر بیانِ جواز کے لیے ایسا کیا یعنی یہ بات بتانے کے لئے کہ بوقتِ ضرورت کفار سے لین دین جائز ہے۔ جہاں تک سال بھر کے راشن کی بات ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ راشن ختم ہو گیا ہو اور کھانے کو کچھ نہ بچا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس اچانک مہمان آگئے تھے اور گھر میں کوئی چیز کھانے کو نہ تھی اس لیے ادھار لینا پڑا۔ پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہودی کو قرض کی رقم ادا کر کے وہ زِرہ مبارک واپس لے لی۔ یہودی کے پاس زِرہ اس لیے گروی رکھوائی تاکہ کسی کا احسان نہ رہے۔ اگر کسی صحابی سے قرض لیا جاتا تو وہ کبھی بھی قرض کی رقم واپس لینے پر تیار نہ ہوتے اور یوں احسان کی صورت بنتی اس لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے اختیار نہ فرمایا۔"[1] "اُس وقت اُس یہودی کے علاوہ کسی صحابی کے پاس جَو وغیرہ نہیں تھے کہ ان سے لئے جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نہ تو کوئی چیز گروی لیتے اور نہ ہی اس کی قیمت کا تقاضا کرتے (بلکہ بغیر قرض کے ہی آپ کی خدمت کرتے) اس لیے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس یہودی سے قرض لیا تاکہ کسی صحابی پر بوجھ نہ پڑے۔"[2]

جَو کی روٹی اور باسی چربی

حدیث نمبر:505

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: رَهَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْعَهٗ بِشَعِیْرٍ، وَمَشَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ، ۸/ ۳۲۵، تحت الحدیث: ۲۰۶۸ ملخصا۔

2 ... شرح الطیبی، کتاب البیوع، باب السلم والرھن، ۶/ ۱۰۳، تحت الحدیث: ۲۸۸۴۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: "مَا أَصْبَحَ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَاعٌ وَلَا أَمْسَى." وَإِنَّهُمْ لَتِسْعَةُ أَبْيَاتٍ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زِرہ جَو کے عوض رَہن رکھوائی ہوئی تھی اور میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں جَو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی لے کر حاضر ہوا، میں نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: "آلِ محمد کے لیے نہ صبح ایک صاع ہوتا ہے نہ شام کو۔" اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اہلِ بیت میں نو(9) گھر تھے۔

دوجہاں کے آقا کا فاقہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں اس بات کا بیان ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا کی بہت کم چیزیں استعمال فرماتے اور یہ سب آپ اپنے اختیار سے کرتے تھے (مجبوراً نہیں) ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تو آپ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائی تھیں مگر آپ نے تواضع وزُہد اختیار فرمایا تاکہ آپ کے درجاتِ عالیہ مزید بلند ہوں۔"[2]

دونوں جہاں کے داتا ہو کر، کون ومکاں کے آقا ہو کر ...... فاقہ سے ہیں سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

سامانِ عزت اور سامانِ ذِلّت:

شیخ طریقت امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "فیضانِ سنت" جلد اوّل کے باب "پیٹ کا قفل مدینہ" صفحہ نمبر 649 پر ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوجُحَیْفَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک دن تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت، محبوبِ رَبُّ العزت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھوک کی شدّت در پیش ہوئی تو ایک پتھر لے کر شکمِ انور پر باندھ لیا اور فرمایا: "خبر دار! کئی لوگ ایسے ہیں جو دنیا میں عمدہ خوراک کھانے والے اور آسودہ زندگی گزارنے والے ہیں مگر قیامت کے روز بھوکے ننگے ہوں گے۔ خبردار! کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو مُعَزَّز (یعنی عزّت والا) بنانے کی کوشش میں ہیں حالانکہ وہ ذلّت کا سامان کر رہے

---

1 . . . بخاری، کتاب الرھن، باب فی الرھن فی الحضر، ۲/۱۴۷، حدیث: ۲۵۰۸۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ، ۸/۳۲۷، تحت الحدیث: ۲۰۶۹۔

ہیں۔ خبر دار! کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو ذلیل کرتے نظر آتے ہیں مگر یہ اُن کیلئے سامانِ عزّت ہے۔“

مدنی گلدستہ

”اَہلِ بیت“ کے 6 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اوران کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دنیا کی بہت کم چیزیں استعمال فرماتے اور یہ سب آپ اپنے اختیار سے کرتے تھے۔

(2) بوقتِ ضرورت قرض لینااوراس کے عوض کوئی چیز رہن رکھوانا جائز ہے۔

(3) ضرورتاً کفار سے خرید وفروخت کے معاملات کرنا جائز ہے۔

(4) مہمان کی مہمان نوازی کیلئے قرض لینا بھی جائز ہے۔

(5) جب کوئی چیز خریدیں تو ادائیگی کی میعاد مقرر کرلیں تا کہ جھگڑے کا امکان نہ رہے۔

(6) اگر کسی سے قرض لینے کی ضرورت ہو تو یہ دیکھ لیں کہ جس سے قرض لینا ہے اس پر بوجھ نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مہمان نوازی کرنے اور سادہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 506

اَصحابِ صُفَّہ کی سادہ زندگی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ الصُّفَّۃِ ، مَا مِنْھُمْ رَجُلٌ عَلَیْہِ رِدَاءٌ ، اِمَّا اِزَارٌ وَاِمَّا کِسَاءٌ ، قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِھِمْ ، مِنْھَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ ، وَمِنْھَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ ، فَیَجْمَعُہٗ بِیَدِہٖ ، کَرَاھِیَۃَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُہٗ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے ستّر اصحابِ صُفّہ کو دیکھا جن میں

[1] . . . بخاری، کتاب الصلاۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، ۱ / ۱۶۹، حدیث: ۴۴۲ بتغیر قلیل۔

سے کسی ایک کے پاس بھی چادر نہ تھی، صرف تہبند یا کمبل ہوتا تھا، جسے اپنی گردن میں باندھے رکھتے۔ بعض کا تہبند آدھی پنڈلی تک پہنچتا تھا تو بعض کا ٹخنوں تک اور وہ اُسے اپنے ہاتھوں سے سمیٹے رکھتے اس ڈر سے کہ کہیں سَتْر ظاہر نہ ہو جائے۔"

اَصحابِ صُفّہ کا طرزِ زندگی:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "صفہ کہتے ہیں چبوترے کو (تھڑا)، مسجد نبوی شریف سے مُتَّصِل طلباء کے لیے ایک چبوترہ مقرر کیا گیا تھا جہاں یہ علم سیکھنے والے حضرات رہتے تھے انہیں "اصحابِ صُفّہ" کہتے تھے، اِن کی تعداد کل چار سو ہے۔ اِن کے مُنتظِم حضرت ابوہریرہ تھے یہ خود بھی اِنہی میں سے تھے۔ اِن حضرات نے اپنے کو دِین کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مدینہ پاک میں رہتے تو علم سیکھتے تھے ورنہ جہاد میں جاتے تھے، اہلِ مدینہ اِن کو اپنے صدقات و خیرات دیتے تھے۔ آج کل بھی دِینی مدارس میں یہی ہوتا ہے، آج کل کے دینی مدارس کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔"(1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں اَصحابِ صفہ کا فقر و زُہد بیان کیا گیا ہے کہ اُن میں سے کسی کے پاس قمیص تو تھی ہی نہیں صرف تہبند تھا وہ بھی اتنا چھوٹا کہ یہ حضرات اُس ایک کپڑے میں پورا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتے تھے نیز جب یہ لوگ سجدے اور رکوع میں جاتے یا اُٹھتے بیٹھتے تو اپنے کپڑے کو ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے کیونکہ اُن کپڑوں کی چوڑائی بہت کم تھی اگر ہاتھ سے نہ پکڑتے تو کھل جاتا۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ اہلِ صُفہ کیسی سادہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ خوبصورت لباس، اچھی سواری، عمدہ کھانے اور پُرسکون رہائش میسر آنا تو دور کی بات ہے ان کے پاس تو ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے بھی اَسباب موجود نہ تھے۔ فقر و فاقے کی اس شدت کے باوجود وہ کبھی اپنی زبان پر حرفِ شکایت نہ لاتے بلکہ ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر اَدا کرتے اور دینِ اسلام کی نشر و اشاعت اور علمِ دِین کے حصول میں مشغول رہتے۔

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اہلِ صفہ کا ایک تہبند یا کمبل پر اکتفا کرنا دنیا کی زینتوں سے بے رغبت ہونے اور عبادت میں مشغول ہونے اور آخرت کے گھر کو آباد کرنے کی

---

(1) ... مرآۃ المناجیح، ٧/ ٦٦۔

وجہ سے تھا۔ حَافِظ اَبُو نُعَیْم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اَصحابِ صُفہ کے اَحوال سے ظاہر ہوتا ہے اور اُن کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر فقر کا غلبہ تھا اور انہوں نے قِلّتِ مال کو ترجیح دی اور اسی کو پسند کیا اسی وجہ سے نہ انہیں کبھی دو کپڑے میسر آئے اور نہ ہی ان کے لیے کبھی دو قسم کا کھانا آیا۔“[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

”کریم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اَصحابِ صفہ کے فقر کا یہ عالَم تھا کہ اُن کے پاس بدن چھپانے کے لیے ایک مکمل چادر بھی نہ ہوتی تھی، انہوں نے اپنے لئے فقر کو پسند کیا اور اسی پر راضی رہے۔

(2) اَصحابِ صفہ نے دِین کی خاطر بہت قربانیاں دِیں، تکالیف برداشت کیں، دِین کی نشر واِشاعت میں اُن کا بہت اہم کردار ہے۔

(3) اَصحاب صفہ کی تعداد چار سو (400) تھی، اُن کی زندگی خِدمتِ دِین، حُصُولِ علم، جہاد اور صحبتِ نبوی میں گزری، کبھی بھی کسی سے سوال نہ کرتے اَہلِ ثروت یعنی مالدار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ان کی مالی معاونت کیا کرتے تھے۔

(4) جسے آخرت کی تیاری کی فکر ہو اس کے لئے دُنیاوی مَصَائِب وآلام پر صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مَصَائِب بہت جلد ختم ہو جائیں گے پھر جنت کی دائمی نعمتوں میں رہنا نصیب ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۲/ ۲۹۷، ۲۹۸، تحت الحدیث: ۴۶۸ ملتقطاً۔

حدیث نمبر:507

چمڑے کا بچھونا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُہٗ لِیْفٌ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بچھونا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔"

حدیثِ مذکور سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیاوی آسائشوں اور راحتوں کو یکسر ترک فرمادیا تھا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی زندگی کا ہر پہلو نہایت سادگی کے ساتھ گزارا، آپ کی زندگی کے کسی گوشے میں عیش پسندی یا آرام طلبی نہیں تھی۔ آپ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی جب اس پر آرام فرما ہوتے تو پہلو مبارک پر اس کے نشان پڑ جاتے۔

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سادہ بستر:

فتح الباری میں ہے: نبی مکرم، شہنشاہ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھجور کی چٹائی پر آرام فرمایا کرتے جس کی سختی سے جسم نازنین پر نشان بن جاتے۔ ایک خاتون نے حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سادہ بستر دیکھ کر اُون سے بنا ہوا ایک نرم بستر بھجوایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے عائشہ! اِسے واپس کردو، خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو اللّٰہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑوں کو چلائے (مگر میں سادگی پسند کرتا ہوں)۔" حضرت سیدنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے جب جسمِ اقدس پر چٹائی کے نشانات دیکھے تو عرض کی: حضور! اگر آپ چاہیں تو ہم کھجور کی تکلیف دہ چٹائی کے بجائے آپ کے لئے نرم بستر کا اہتمام کردیں؟ سردارِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "مجھے دنیا سے کچھ سروکار نہیں، بے شک! میں اِس دنیا میں اُس مسافر کی طرح رہتا ہوں جو کسی درخت کے سائے میں کچھ دیر آرام کرے پھر اسے چھوڑ کر چلا جائے۔"[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۴/ ۲۳۵، حدیث: ۶۴۵۶۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۱۲/ ۲۴۸، تحت الحدیث: ۶۴۵۶ ملخصاً۔

قبضہ میں جس کے ساری خدائی ...... اس کا بچھونا ایک چٹائی
نظروں میں کتنی ہیچ ہے دنیا ...... صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سچے عاشق تھے اُنہوں نے اپنی پوری زندگی سنتوں پر عمل پیرا ہو کر بسر کی، ہر موڑ پر اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اداؤں کو یاد رکھا، بڑی بڑی سلطنتوں کے فرماں روا بن گئے مگر سادگی وعاجزی کو نہ چھوڑا، سب کچھ ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کی، اگر کبھی کسی آسائش کی طرف دل مائل بھی ہوا تو اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سادگی کو یاد کر کے اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ چنانچہ،

حضرتِ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سادگی:

خلیفۃ المسلمین، امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفہ بننے کے بعد انتہائی سادہ غذا استعمال فرمانے لگے جس کی وجہ سے بظاہر کمزور نظر آنے لگے۔ کچھ لوگوں نے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرتِ سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے عرض کی کہ ”امیر المومنین کافی کمزور ہو گئے ہیں اور کپڑے بھی ایسے پہنتے ہیں کہ جن پر کئی کئی پیوند لگے ہوتے ہیں، اُن سے عرض کریں کہ اچھا کھانا کھالیا کریں اور عمدہ ونرم لباس پہن لیا کریں تاکہ لوگوں کے معاملات پر تقویت ملے۔“ اُمُّ المؤمنین حضرتِ سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے لوگوں کی باتیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے بیان کیں تو حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”تم تو بہتر جانتی ہو، بتاؤ! کیا میرے آقا و مولیٰ، رہبر و رہنما، محمدِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی کبھی اپنی زندگی میں عمدہ ونرم بستر استعمال فرمایا؟“ عرض کی: ”نہیں، بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بستر ایک کمبل پر مشتمل تھا جسے دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا، جب وہ سخت ہو جاتا تو میں اسے چار تہہ کر کے بچھا دیا کرتی۔“ فرمایا: ”اچھا یہ بتاؤ کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا سب سے قیمتی وعمدہ لباس کونسا تھا؟“ عرض کی: ”ایک دھاری دار چادر تھی جسے ہم نے ہی بنایا تھا، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب اُسے زیبِ تن کر کے باہر تشریف لے گئے تو کسی نے وہ چادر مانگ لی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے عنایت فرما دی۔“ امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال

ہے کہ مجھے عمدہ کھانے کی خواہش نہیں ہوتی، مجھے عمدہ چیزوں کی خواہش ہوتی ہے مگر میرے دونوں رہنما (حضور نبیِ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صدیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) ایک راستے پر چلے، میں نہیں چاہتا کہ ان کی مخالفت کروں۔"[1]

حدیث نمبر:508

اپنے مُتَعَلِّقِین کی خبر گیری

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِيُّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا اَخَا الْاَنْصَارِ! كَيْفَ اَخِي سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ؟، فَقَالَ: صَالِحٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يَعُودُهُ مِنْكُمْ؟" فَقَامَ، وَقُمْنَا مَعَهُ، وَنَحْنُ بِضْعَةَ عَشَرَ، مَا عَلَيْنَا نِعَالٌ، وَلَا خِفَافٌ، وَلَا قَلَانِسُ، وَلَا قُمُصٌ، نَمْشِي فِي تِلْكَ السِّبَاخِ حَتّٰى جِئْنَاهُ، فَاسْتَأْخَرَ قَوْمُهُ مِنْ حَوْلِهِ، حَتّٰى دَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ الَّذِينَ مَعَهُ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "ہم ایک مرتبہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک انصاری صحابی آئے اور بارگاہِ رسالت میں سلام عرض کیا، جب وہ جانے لگے تو رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے انصاری بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟" عرض کی: "وہ ٹھیک ہیں۔" حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "تم میں سے کون اُس کی عیادت کرے گا؟" یہ فرما کر آپ عَلَیْہِ السَّلَام کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوگئے، ہم دس سے کچھ زیادہ تھے، نہ ہمارے پاس چپلیں تھیں، نہ موزے ٹوپیاں اور نہ ہی قمیص۔ ہم سخت بنجر زمین پر چل رہے تھے جب ہم سعد بن عبادہ کے گھر پہنچے تو ان کے پاس موجود لوگ پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ساتھ آنے والے اَصحاب سعد بن عُبادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے قریب ہوگئے۔"

سُبْحٰنَ اللہ! کیسی سادگی وعاجزی تھی ان اسلام کے شیدائیوں میں پاؤں میں جوتے ہیں نہ موزے،

1 ... عیون الحکایات، ٢/ ٣٣٦ملخصا۔

2 ... مسلم، کتاب الجنائز، باب فی عبادۃ المرضی، ص ٤٥٨، حدیث: ٢١٣٨۔

سر ڈھانپنے کے لیے ٹوپی ہے نہ تن پر قمیص مگر وہ اس حالت میں بھی خوش ہیں، ہر وقت اپنے نبی کے فرمان پر لبیک کہتے ہیں، اپنے بھائیوں کی خبر گیری کرتے ہیں، ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہتے ہیں، کبھی زبان پر شکوۂ رنج واَلَم نہیں لاتے، کیوں نہ ہو تربیت یافتہ بھی تو کس کے ہیں! اس سردار دوجہاں کے جس نے خود انتہائی سادہ زندگی گزاری، چاہتے تو دنیا جہان کی دولت قدموں میں ڈھیر ہو جاتی مگر اسے پسند نہ فرمایا، ہر طرح کی آسائش و آرام طلبی سے بالکل کنارہ کش رہے، جب ان حضرات نے اپنے رہبر ورہنما کو اس سادگی سے رہتے دیکھا تو وہ کیسے لذّات و خواہشات کی طرف مائل ہوتے، کیسے ہو سکتا تھا کہ سردارِ دوجہاں ان کے سامنے چٹائی کا بستر استعمال فرماتے اور وہ ریشم ودیباج کے طلبگار ہوتے۔ ان پاک ہستیوں نے اپنی ساری زندگی اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی میں گزاردی۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ انہیں اچھی جزا عطا فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسلمانوں کی خبر گیری:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ اپنے متعلقین کی دیکھ بھال اور خبر گیری کرنی چاہیے، اگر دور ہوں تو ان کے حالات سے باخبر رہنا چاہیے، بیمار ہو جائیں تو عیادت کرنی چاہیے، دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دینی چاہیے، یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ترغیب پر فوراً نیک کام کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔

مدنی گلدستہ

”صدیق و عمر“ کے 8 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بستر مبارک نرم وملائم نہ تھا بلکہ سخت اور کھردرا تھا، نرم وملائم بستر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پسند نہ تھا۔

(2) جب کوئی بزرگ کسی نیک کام کی ترغیب دلائیں تو حتی المقدور اس کام کو سرانجام دینے کے لیے فوراً تیار ہو جانا چاہیے۔

(3) مریض کی عیادت کرنا سنت ہے۔

(4) جب کسی کی عیادت کے لیے جائیں تو اپنے دوستوں کو بھی لے جائیں جبکہ مریض اور اس کے اہلِ خانہ کے لیے پریشانی کا باعث نہ ہو۔

(5) ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے جب بھی کوئی چیز مانگی جاتی آپ انکار نہ فرماتے چاہے وہ چیز آپ کو کتنی ہی محبوب ہوتی عطا فرما دیتے۔

(6) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ جب وہ موجود نہ ہو تو اس کی خبر گیری کرے اور بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرے۔

(7) ہر حال میں اپنے رب سے خوش رہنا، زبان پر شکوہ رنج والم نہ لانا بلند ہمتی کی علامت ہے۔

(8) اپنے متعلقین کی خبر گیری کرنا ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت مبارکہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی زندگی سنتوں کے مطابق گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:509

بہترین لوگ

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَیْنِ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: "خَیْرُكُمْ قَرْنِی، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ." قَالَ عِمْرَانُ فَمَا اَدْرِیْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا. "ثُمَّ یَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ یَشْهَدُوْنَ وَلَا یُسْتَشْهَدُوْنَ، وَیَخُوْنُوْنَ وَلَا یُؤْتَمَنُوْنَ، وَیَنْذِرُوْنَ وَلَا یُوْفُوْنَ وَیَظْهَرُ فِیْهِمُ السِّمَنُ."[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عمران بن حُصَین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو اُن سے قریب ہوں، پھر وہ لوگ جو اُن سے قریب ہوں۔" حضرت عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ) دو بار فرمایا یا

[1] ... بخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا والتنافس فیھا، ۴/۲۲۷، حدیث: ۶۴۲۸ بتغیر قلیل۔

تین بار۔ ارشاد فرمایا: "پھر اُن کے بعد ایسی قوم ہوگی جو گواہی دے گی حالانکہ اس سے گواہی طلب نہ کی جائے گی اور وہ خیانت کرے گی اورانہیں امانت دار نہیں سمجھا جائے گا، نذر مانے گی اور نذر پوری نہ کرے گی اور اُن میں موٹاپا ظاہر ہو گا۔"

صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کا زمانہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہاں پہلے قَرن (زمانے) سے مراد صحابۂ کرام ہیں، دوسرے سے مراد تابعین، تیسرے سے مراد تبع تابعین ہیں۔ خیال رہے کہ زمانۂ صحابہ حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی ظہورِ نبوت سے 120 سال تک رہا یعنی قریباً 100 ہجری تک اور زمانہ تابعین 100 سے 170 تک اور زمانہ تبع تابعین 170 سے 220 تک، اس کے بعد مسلمانوں میں بڑے فتنے تفرقہ بازیاں شروع ہو گئیں۔ معتزلہ، فلاسفہ، جہمیہ وغیرہ فرقے بعد ہی کی پیداوار ہیں بدعات کا زور بعد ہی میں ہوا۔"[1]

حضور جانتے ہیں:

امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اِن احادیث میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوت اور آپ کے معجزات کی دلیل ہے کہ وہ تمام واقعات جن کے بارے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خبر دی بالکل اُسی طرح واقع ہوئے جس طرح آپ نے خبر دی۔[2]

بغیر طلب گواہی:

"وہ قوم گواہی دے گی حالانکہ اس سے گواہی طلب نہ کی جائے گی۔" مرآۃ المناجیح میں ہے: "اس فرمانِ عالی کے بہت مَطالِب بیان کیے گئے ہیں مگر آسان اور قوی مَطلَب یہ ہے کہ وہ لوگ واردات کے موقعہ پر موجود نہ کیے گئے ہوں گے بُلائے نہ گئے ہوں گے مگر قاضی کے ہاں گواہی دیں گے یعنی جھوٹی گواہی جیساکہ آج کل دیکھا جارہا ہے کہ کچہریوں میں لوگ مقدمہ والوں سے پوچھتے پھرتے ہیں کہ کیا تمہیں گواہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۳۹ بتغیر قلیل۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم۔۔۔ الخ، ۸/ ۸۸، الجزء السادس عشر۔

چاہئیں تو ہم حاضر ہیں، اتنے روپیہ دو جو بتاؤ اس کی گواہی دے دیں۔ لہٰذا یہ فرمانِ عالی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ”اچھے گواہ وہ ہیں جو بغیر بلائے گواہی دیں۔“ وہاں سچی گواہی مراد ہے۔ (خیانت کریں گے) یعنی وہ لوگ امین نہ ہوں گے خائن ہوں گے یا وہ لوگ خائن ہوں گے انہیں کوئی امین نہ بنائے گا اپنی امانت ان کے سپرد نہ کرے گا جانتا ہوگا کہ یہ خائن ہے۔ (نذر پوری نہ کریں گے) یعنی مانی ہوئی نذریں پوری نہ کریں گے۔ معلوم ہوا کہ نذر پوری کرنا بڑا ضروری ہے۔ خیال رہے کہ زیادہ نذریں ماننا اچھا نہیں مگر مانی ہوئی نذر کا پورا کرنا بہت ضروری ہے یہ شرعی نذر کا حکم ہے، لغوی نذر جو اولیاءُ اللہ کے نام کی ہو اس کا پورا کرنا بہتر ہے فرض نہیں جیسے میلاد شریف یا گیارہویں شریف کی نذریں ماننا۔“[1]

زیادہ کھانے کی مذمت:

حدیث کے آخر میں فرمایا کہ ”اُن میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔“ حدیث کا یہ حصہ ہمارے باب سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس حدیث کو اس باب میں بیان فرمایا۔ واقعی بہت سے لوگ زیادہ کھانے پینے بلکہ صرف اور صرف کھانے پینے کو اپنا مقصدِ حیات سمجھتے ہیں بلکہ بہت سے لوگ تو یہ کہتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ ”زندگی کھانے پینے کا نام ہے بھائی! کھاؤ پیو جان بناؤ۔“ ایسے لوگ جینے کے لیے نہیں کھاتے بلکہ کھانے کے لیے جیتے ہیں اور دنیا میں اِس قدر مگن رہتے ہیں کہ انہیں آخرت کی بالکل فکر نہیں ہوتی۔ عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف بہت زیادہ راغب ہونگے، دنیاوی خواہشات کو آخرت پر اور ان ہمیشہ رہنے والی نعمتوں پر ترجیح دیں گے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اولیاء کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ وہ فانی نعمتوں کو جانوروں کی طرح استعمال کریں گے، اپنے ان اسلاف کی پیروی نہ کریں گے جنہوں نے بقدرِ کفایت غذا پر اکتفا کیا اور اپنی خواہشات کو آخرت کے لیے مؤخر کر دیا۔“[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۳۳۹ ملتقطاً۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان والنذور، باب اثم من لا یفی بالنذر، ۱۵/ ۷۴۰، تحت الحدیث: ۶۶۹۵ ملخصاً۔

”تابعین“کے 6حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 6مدنی پھول

(1) سب سے بہترین اَفراد حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زمانۂ مبارکہ کے افراد یعنی صحابۂ کرام ہیں، پھر تابعین اور اُن کے بعد تبع تابعین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن۔

(2) ہمارے غیب دان آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب کچھ جانتے ہیں، جو ہوچکا اور جو ہوگا سب آپ پر عیاں ہے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آج سے چودہ سو سال پہلے جو خبریں دیں وہ ویسے ہی وقوع پذیر ہوئیں جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

(3) جھوٹی گواہی دینا بہت بُرا ہے احادیثِ مبارکہ میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔

(4) بغیر طلب کے جھوٹی گواہی دینا بہت برا ہے لیکن کسی مسلمان کا حق ڈوب جانے یا جانی ومالی نقصان ہونے کا اندیشہ ہو تو بغیر طلب سچی گواہی دی جاسکتی ہے بلکہ دینا بہتر ہے۔

(5) خیانت کرنا کم ہمت غافل اور نکمے لوگوں کا کام ہے لہٰذا ہمیشہ امانت داری سے کام لینا چاہیے۔

(6) زیادہ نذریں ماننا اچھا نہیں مگر مانی ہوئی نذرِ شرعی کا پورا کرنا ضروری ہے، لُغوِی نذر جو اولیاءُ اللہ کے نام کی ہو اس کا پورا کرنا بہتر ہے فرض نہیں جیسے میلاد شریف یا گیارہویں شریف کی نذریں ماننا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:510

زائد مال راہِ خدا میں خرچ کردو

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا ابْنَ اٰدَمَ! اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَکَ وَاَنْ تُمْسِکَہٗ شَرٌّ لَکَ، وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ، وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔ (1)

(1) . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی۔۔۔ الخ، ص ٣٠٠، حدیث: ٢٣٨٨۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو اُمامہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے ابن آدم! ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے اور اُسے روک لینا تیرے لیے بُرا ہے اور بقدرِ ضرورت پر تجھے ملامت نہ کی جائے گی اور (خرچ کرنے میں) اپنے اہل وعیال سے ابتدا کر۔“

اچھا اور بُرا مال:

❁ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی اگر تم اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت سے زائد مال کو (نیک کام میں) خرچ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم اس مال کو اپنے پاس جمع کر رکھو گے تو یہ تمہارے لیے برا ہے وہ اس طرح کہ اگر تم اس میں حقوقِ واجبہ (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرنے سے رُکے تو عذاب کے مستحق ٹھہرو گے اور اگر مستحب کاموں میں خرچ نہ کیا تو ثواب میں کمی ہوگی اور آخرت میں بھلائی پانے کا مقصد فوت ہو جائے گا اور یہ دونوں صورتیں ہی نقصان دہ ہیں۔ ہاں! بقدرِ ضرورت مال بچا کر رکھنے پر کوئی ملامت نہیں بشرطیکہ حقوقِ واجبہ ادا کیے جائیں۔“[1] ❁ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”بقدرِ ضرورت مال کمانے اور جمع کرنے پر کوئی ملامت نہیں، ہاں! ضرورت سے زائد مال جمع کر لینا اور صدقہ وخیرات نہ کرنا قابلِ مذمت اور بخل کی علامت ہے۔ جب ضرورت سے زائد مال خرچ کرنا چاہو تو پہلے اپنے اہل وعیال اور قریبی لوگوں پر خرچ کرو۔“[2] ❁ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات کر دینا خود تیرے لیے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رُکے گا اور تجھے دنیا و آخرت میں عوض مل جائے گا اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لیے ہی برا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ گل یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم ہو جائے گا اسی لیے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا بیکار کپڑا خیرات کر دو، نیا جو تا ربّ تعالیٰ دے تو پرانا جوتا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوڑا نکل جائے گا اور اُس کا بھلا ہو جائے گا۔ (بقدرِ ضرورت پر تجھے ملامت نہیں، خرچ کرنے میں اپنے اہل وعیال سے ابتدا کرو) اس میں دو حکم بیان ہوگئے: ایک یہ کہ جو مال اِس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی۔۔۔الخ، ۴/۱۲۷، الجزء السابع ملخصاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکراھیۃ الامساک، ۴/۲۸۰، تحت الحدیث: ۱۸۶۳ ملخصاً۔

جمع رکھ لو آج نفلی صدقے دے کر کل خود بھیک نہ مانگو۔ دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔“[1]

مدنی گلدستہ
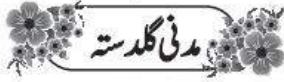
”حَسَنَیْن“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے میں دنیا و آخرت کی بھلائی اور اسے جمع کرنے میں نقصان ہے۔

(2) بقدرِ ضرورت مال کمانے اور ضروریات کے لئے جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(3) مال خرچ کرتے وقت اہل و عیال کے لئے بھی بچا کر رکھیں ایسا نہ ہو کہ سارا مال خرچ کر دیں اور گھر والے دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کریں۔

(4) وہ مال ضرور قابلِ مذمت و نقصان دہ ہے جس سے حقوقِ واجبہ زکوۃ وغیرہ ادا نہ کئے جائیں۔

(5) ضرورت سے زائد مال جمع کر لینا اور صدقہ و خیرات نہ کرنا بخل کی علامت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حلال مال بقدرِ ضرورت عطا فرمائے اور مال کی آفتوں اور اس کے غم سے مامون رکھے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 511

پوری دنیا جمع کر دی گئی

عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِحْصَنٍ الْاَنْصَارِيِّ الْخَطْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمْ اٰمِنًا فِيْ سِرْبِهٖ، مُعَافًى فِيْ جَسَدِهٖ، عِنْدَهٗ قُوْتُ يَوْمِهٖ فَكَاَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا.[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۰۔

2 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب منہ: ۳۴، ۴/ ۱۵۴، حدیث: ۲۳۵۳، دون قول: بحذافیرھا۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عُبَیْدُ اللہ بن مِحصَن انصاری خَطمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے جس نے اس حال میں صبح کی کہ اُسے اپنی جان کی طرف سے کوئی خوف نہ ہو، جسم تندرست ہو اور اُس کے پاس ایک دن کا رزق ہو تو گویا کہ پوری دنیا اُس کے لیے جمع کر دی گئی۔"

شرحِ حدیث:

❁ حدیث مذکور میں فرمایا کہ "جسے اپنی جان کی طرف سے کوئی خوف نہ ہو۔" اس سے مراد یہ ہے کہ اسے اپنے کسی دشمن کی طرف سے کسی نقصان کا خوف نہ ہو یا پھر یہ مطلب ہے کہ ممنوعہ کاموں سے بچنے اور اپنے گناہوں سے توبہ کر لینے کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب کا خوف نہ ہو۔[1] ❁ **عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوف مُنَاوِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جسے بدن کی صحت، دل کا سکون، ایک دن کا کھانا اور اس کے گھر والوں کی سلامتی عطا فرمائی تو اُس کے لئے دنیا کی تمام نعمتیں جمع فرما دیں پس اُسے چاہیے کہ اس دن صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے اور اُس دن کو مُنْعِمِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزارے، اُس کی نافرمانی نہ کرے اور اس کے ذِکر میں ہرگز سُستی نہ کرے۔"[2] ❁ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جس کو نفسانی امن و عافیت، دل کا چین، بدن کی صحت، کچھ تھوڑا سا آج کے گزارہ کا مال میسر ہو تو وہ بادشاہ ہے، **اللہ** تعالیٰ نے اُسے ہر قسم کی نعمت دی ہوئی ہے۔"[3]

حدیث نمبر: 512

فلاح و کامیابی

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ."[4]

---

1. . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/۶، تحت الحدیث: ۵۱۹۱۔
2. . . . فیض القدیر، حرف المیم، ۶/۸۸، تحت الحدیث: ۸۴۵۵ ملخصا۔
3. . . . مرآۃ المناجیح، ۷/۲۸۔
4. . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، ص ۴۰۶، حدیث: ۲۴۲۶ بتغیر قلیل۔

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا عبداللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کامیاب ہے وہ شخص جو اسلام لایا اور اُس کے پاس بقدرِ کفایت رِزق ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے اپنے دیئے پر قناعت عطا فرمائی ہو۔“

اِسلام ہر چیز کی بنیاد ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”کامیابی کے لیے سب سے پہلی چیز اسلام ہے کیونکہ اسلام پر اَعمالِ صالحہ کی قبولیت کا دار و مدار ہے اور مسلمان ہونے سے کامل اِخلاص والا مسلمان ہونا مراد ہے۔ بقدرِ کفایت رِزق سے مراد یہ ہے کہ نہ ضرورت سے کم ہو نہ زیادہ۔ یہ حدیث اِس بات کی دلیل ہے کہ بقدرِ کفایت رِزق فَقر اور غنا دونوں سے افضل ہے۔ بقدرِ کفایت رزق اور اس پر قناعت، اِن دو باتوں کو ایک ساتھ ذکر کرنے میں اِس طرف اِشارہ ہے کہ یہ چیزیں طبیعتِ انسانی پر دشوار ہیں، اِن کے حصول کے لئے بہت زیادہ جد وجہد کرنی پڑے گی کیونکہ انسان کی طبیعت کثرتِ مال کی طرف مائل ہوتی ہے سوائے اُن کے جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ محفوظ رکھے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔“ عَلَّامَہ قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ جسے یہ نعمتیں عطا ہوئیں اُس نے اپنا مطلوب و مقصود پالیا اور وہ دارَین میں اپنی مرغوب چیز پانے میں کامیاب ہو گیا۔“[1]

چار نعمتیں:

مُفَسِّرِ شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی جسے ایمان و تقویٰ، بقدرِ ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر، یہ چار نعمتیں مل گئیں اس پر اللہ کا بڑا ہی کرم و فضل ہو گیا، وہ کامیاب رہا اور دنیا سے کامیاب گیا۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش۔۔۔الخ، ۲/ ۳۶۸، تحت الحدیث: ۱۱ ۵ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۹۔

حدیث نمبر:513

خوشخبری ہے اس کیلئے۔۔۔

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ فَضَالَةَ بْنِ عُبَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ”طُوْبٰی لِمَنْ هُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ، وَکَانَ عَیْشُہُ کَفَافًا وَقَنَعَ.“[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو محمد فضالہ بن عُبَید انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”خوشخبری ہے اس کے لیے جسے اسلام کی ہدایت ملے، گزر بسر ضرورت کے مطابق ہو اور وہ قناعت اختیار کرے۔“

قابلِ رشک انسان:

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوف مناوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”بقدرِ ضرورت رزق وہ ہے جو نہ تو ذکر سے غافل کرے اور نہ ہی نافرمان بنائے۔ تجھ پر کامل نعمت یہ ہے کہ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تجھے تیری ضرورت کے برابر رزق دے جو تجھے کفایت کرے اور اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی سے روک دے۔ اِس حدیث سے بعض علماء نے اِس بات پر اِستدلال کیا ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے، انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس شخص پر رَشک کا اظہار فرمایا جس کا گزر بسر اُس کی ضرورت کے مطابق ہو، نیز آپ نے اُس کی کامیابی کی خبر دی۔“[2] مزید فرماتے ہیں: کسی دانا سے پوچھا گیا کہ غنا (امیری) کیا ہے؟ اس نے کہا: ”غنا یہ ہے کہ تیری تمنائیں اور خواہشات کم ہو جائیں اور تو اتنے مال پر صبر اور قناعت کرے جو تجھے کفایت کر جائے۔“[3] معلوم ہوا جس کا گزر بسر ضرورت کے مطابق ہو ایسا شخص قابلِ رشک ہے کیونکہ خود حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس پر رشک فرمایا نہ صِرف رشک فرمایا بلکہ اس کی کامیابی کا مژدہ بھی جاری فرمایا اور جس کی کامیابی کا مژدہ خود رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جاری فرمادیں وہ یقیناً کامیاب ہے۔

---

1 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی الکفاف والصبر علیہ، ۴/۱۵۶، حدیث: ۲۳۵۶۔

2 ... فیض القدیر، حرف الطاء، ۴/۳۶۵، تحت الحدیث: ۵۲۹۶ ملخصاً۔

3 ... فیض القدیر، حرف الطاء، ۴/۳۷۲، تحت الحدیث: ۵۳۰۹ ملخصاً۔

”قناعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بقدرِ ضرورت رزق مل جانا فقر اور غنا دونوں سے افضل ہے۔

(2) جسے ایمان کے ساتھ ساتھ قناعت کی دولت نصیب ہو گئی وہ دارَین میں کامیاب ہو گیا۔

(3) جو قناعت اختیار کرنا چاہتا ہے وہ اپنے ذہن میں یہ بات نقش کر لے کہ مقدر میں جتنا رزق لکھا ہے اتنا ہی ملے گا نہ اُس سے زیادہ نہ کم۔

(4) ایمان، تقویٰ، بقدرِ ضرورت رزق اور اُس پر قناعت، جسے یہ چار چیزیں مل جائیں وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہے۔

(5) نعمتوں کے حصول پر مُنْعِمِ حقیقی کا شکر ضرور ادا کرنا چاہئے کہ اس سے نعمتیں محفوظ رہتی ہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قناعت کے ساتھ زندگی گزارنے اور اس کی نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:514 کئی کئی راتیں بھوک کی حالت میں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَبِیْتُ اللَّیَالِیَ الْمُتَتَابِعَۃَ طَاوِیًا، وَاَھْلُہُ لَا یَجِدُوْنَ عَشَاءً، وَکَانَ اَکْثَرُ خُبْزِھِمْ خُبْزَ الشَّعِیْرِ.[1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کئی کئی راتیں مسلسل بھوک کی حالت میں گزارتے، آپ کے گھر والوں کے پاس رات کا

[1] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واھلہ، ۴/ ۱۶۰، حدیث: ۲۳۶۷۔

کھانا نہ ہوتا اور عام طور پر اُن حضرات کی خوراک جَو کی روٹی ہوا کرتی تھی۔

شرحِ حدیث:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ ہم بے کسوں کے مدد گار، شفیعِ روزِ شُمار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس دنیا سے بقدرِ ضرورت بھی نہ لیا بلکہ ضرورت سے بھی کم پر اکتفا کیا، کئی کئی رات تو کھانا میسر ہی نہ آتا اور جب کھانا میسر ہوتا تو عموماً جَو کی روٹی ہوتی تھی وہ بھی کیسی۔۔۔! بغیر چھنے آٹے کی۔ **عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوْف مُنَاوِی** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معمول تھا کہ دنیا کی کم چیزوں پر اکتفا کرتے، بھوک پر صبر کرتے اور سوال کرنے سے بالکل گریز فرماتے اور کیوں نہ ہو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو سب سے زیادہ عزت والے اور شریف النفس ہیں۔ اس حدیث میں فقر اور بھوک کے باوجود سوال سے بچنے کی فضیلت کا بیان بھی ہے۔ اہل بیتِ اَطہار کی خوراک عام طور پر جَو کے بے چھنے آٹے کی روٹی ہوا کرتی اور وہ بھی لگاتار دو دن پیٹ بھر کر تناول نہ فرماتے۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اگر کسی کو یہ خیال آئے کہ ان پاکیزہ ہستیوں نے بھوک وپیاس کی اتنی صعوبتیں کیوں برداشت کیں؟ حالانکہ وہ چاہتے تو دنیا جہاں کی نعمتیں حاصل کر سکتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات اس دنیا اور اس کی نعمتوں کو فانی سمجھتے تھے، انہیں معلوم تھا کہ زیادہ کھانے میں سراسر نقصان اور کم کھانے میں فائدہ ہی فائدہ ہے اس لئے انہوں نے بھوک کو اختیار کیا دنیا اور اس کی نعمتوں سے منہ موڑ لیا۔ جو خوش نصیب ان کی راہ پر چلنا چاہے اور بھوک کی فضیلت وفوائد وبرکات حاصل کرنا چاہے وہ آگے دیئے گئے نسخے پر عمل کرے تو اس کے لئے کافی آسانی ہو جائے گی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ

کم کھانے کی عادت بنانے کا نسخہ:

”**دعوتِ اسلامی**“ کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 103 صفحات پر مشتمل کتاب ”**راہِ علم**“ سے کم کھانے کی عادت بنانے کا نسخہ پیش خدمت ہے: ۞ جو شخص کم کھانے کی عادت بنانا چاہتا ہے اسے

---

[1] ۔۔۔فیض القدیر، باب کان: وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/ ۲۵۴، تحت الحدیث: ۷۰۶۰ ملخصاً۔

چاہیے کہ کم کھانے کے فوائد پیشِ نظر رکھے۔ صحت مند رہنا، عفت سے متصف ہونا اور ایثار کے مواقع کا میسر آنا کم کھانے کے فوائد میں سے چند ایک ہیں۔ ❁ حضور تاجدارِ رسالت شہنشاہ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تین افراد ایسے ہیں کہ اگر وہ مزید گناہوں کا ارتکاب نہ بھی کریں تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں فرماتا: زیادہ کھانے والا، بخیل اور متکبر۔" ❁ بندے کو کم کھانے کے فوائد پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ زیادہ کھانے کے نقصانات پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ ان نقصانات میں مختلف اَمراض کا سامنا اور طبیعت کا بوجھل پن قابلِ ذِکر ہیں۔ کہا جاتا ہے: اَلْبِطْنَةُ تُذْهِبُ الْفِطْنَةَ (پیٹ بھر کر کھانا حاضر دماغی کو کم کر دیتا ہے۔) ❁ زیادہ کھانے کے نقصانات میں سے ایک بڑی خرابی اِتلافِ مال ہے اور شکم سیری کے باوجود کھانا تو سراسر نقصان کا باعث ہے، نیز زیادہ کھانے والا لوگوں میں ناپسند کیا جاتا ہے۔ ❁ کھانے میں کمی کرنے کے لیے یہ باتیں قابلِ ذِکر ہیں کہ چربی دار اور روغنی اشیاء کا استعمال رکھا جائے۔ لذیذ و نفیس کھانوں کو پہلے کھایا جائے۔ بھوکے آدمی کے ساتھ کھانا نہ کھایا جائے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ جب زیادہ کھانا کسی غرضِ صحیح کے لیے ہو تو زیادہ کھانے میں کوئی حرج بھی نہیں مثلاً بندہ زیادہ کھا کر اتنی قوت پیدا کرنا چاہتا ہے کہ نماز روزہ اور اَعمالِ شاقّہ کو اَحسن طریقے سے ادا کر سکے تو یقیناً زیادہ کھانے میں کوئی حرج نہیں۔[1]

حدیث نمبر:515

اَصحابِ صُفّہ کا مقام

عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ، يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِي الصَّلَاةِ مِنَ الْخَصَاصَةِ وَهُمْ اَصْحَابُ الصُّفَّةِ حَتّٰى يَقُوْلَ الْاَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ. فَاِذَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ اِلَيْهِمْ، فَقَالَ: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا لَكُمْ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى، لَاَحْبَبْتُمْ اَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً."[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا فضالہ بن عُبَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہوتے اور کچھ لوگ حالتِ قیام ہی میں بھوک کی شدت سے گر جاتے، یہ

---

1 . . . راہِ علم، ص ۵۲، ۵۳ ملخصاً۔

2 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی معیشة اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم، ۴/ ۱۶۲، حدیث: ۲۳۷۵۔

اَصحابِ صفہ تھے، یہاں تک کہ بعض اَعرابی کہتے کہ انہیں جنون لاحق ہوگیا ہے۔ جب رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہوتے تو اُن کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے: "اگر تمہیں پتا چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے کیا اجر ہے تو تم خواہش کرو کہ تمہارا فاقہ اور محتاجی مزید بڑھ جائے۔"

بلند مرتبے کی بشارت:

حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرح صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی کئی کئی دن تک بھوک کی تکالیف برداشت کرتے تھے جبھی تو ایسی حالت ہو جاتی تھی کہ کھڑے کھڑے گر جاتے، ضعف اور کمزوری کی وجہ سے اُن میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہوتی تھی۔ عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "اصحابِ صفہ بھوک کی وجہ سے دورانِ نماز غش کھا کر گر جاتے۔ نبیِّ کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز سے فارغ ہو کر انہیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے: "اگر تمہیں پتا چل جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں تمہارے لیے کیا اجر وثواب ہے تو تم خواہش کرو کہ تمہارا فاقہ ومحتاجی مزید بڑھ جائے۔" یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمہارے لیے جو کچھ تیار کر رکھا ہے اُس کے بارے میں نہ تو کسی کان نے سنا نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمانِ عالی میں اصحابِ صفہ کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بلند مرتبے کی بشارت ہے اور یہ انعام اُن کے ایمان کی سچائی، حُسنِ مجاہدہ اور بلند ہمتی کی وجہ سے ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان سے یہ اس لئے فرمایا تاکہ وہ حضرات اس فاقہ وتنگدستی پر صبر کریں اور اِس پر ملنے والے اجر وثواب میں اضافہ ہو کیونکہ ہر عمل کی جزا اُس کے حساب سے دی جائے گی کم عمل پر کم جزا اور زیادہ پر زیادہ۔"[1]
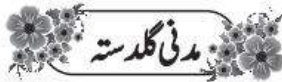
مدنی گلدستہ

"اَصحابِ صفہ" کے 8 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش۔۔۔الخ، ۲ / ۴۷۰، تحت الحدیث: ۵۱۴ ملخصا۔

(1) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا اور اس کی نعمتوں سے بقدرِ ضرورت بھی نہ لیا، کئی کئی راتیں بھوک پیاس کی حالت میں گزار کر اپنی اُمّت کو درس دیا کہ یہ دنیا فانی ہے اس سے جس قدر دور رہیں گے جنت اور اس کی نعمتوں سے اسی قدر قریب ہو جائیں گے۔

(2) حتی الامکان دوسروں کے سامنے اپنی پریشانیوں کا تذکرہ کرنے اور سوال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

(3) گھر کی خواتین کو چاہئے کہ اگر گھر میں کبھی فاقہ ہو جائے تو صبر کریں اور شکوہ شکایت کرکے اپنے مَردوں کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنیں۔

(4) کم کھانے کی عادت بنانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کم کھانے کے فوائد اور زیادہ کھانے کے نقصانات کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

(5) زیادہ کھانے کے نقصانات میں سے ایک بڑی خرابی مال کا ضیاع ہے، شکم سیری کے باوجود کھانا تو سراسر نقصان کا باعث ہے، زیادہ کھانے والے کو لوگ ناپسند کرتے ہیں۔

(6) نماز، روزہ اور اعمالِ شاقہ کو اَحسن طریقے پر ادا کرنے کے لیے زیادہ کھانا کھانے میں حرج نہیں مگر اتنا زیادہ نہ ہو کہ طبیعت بوجھل ہو جائے ورنہ مذکورہ فوائد حاصل ہونے کے بجائے الٹا نقصان ہو گا۔

(7) رضائے الٰہی کے لئے بھوک برداشت کرنے والوں کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اتنا اجر ہے کہ اگر انہیں پتا چل جائے تو وہ اپنے فاقوں میں مزید اضافہ کر دیں۔

(8) فاقہ و تنگدستی پر بے صبری اور شکوہ و شکایت نہیں کرنا چاہیے بلکہ صبر کرکے اس پر ملنے والے اجرِ عظیم کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی نفس کی مخالفت کرتے ہوئے بھوک کی صعوبتیں برداشت کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے اور اس پر ملنے والے اجر سے مستفیض فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:516

ابنِ آدم کو چند لُقمے کافی ہیں

عَنْ اَبِیْ کَرِیْمَۃَ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْکَرِبَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: ''مَا مَلَأَ آدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُکُلَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہُ، فَاِنْ کَانَ لَا مَحَالَۃَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِہِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِہِ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِہِ.''[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو کَرِیْمَہ مِقدام بن مَعْدِیْکَرِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا برتن نہیں بھرا، ابن آدم کو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اُس کی پیٹھ کو سیدھا کر دیں۔ اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو (پیٹ کا) تہائی حصہ کھانے کے لیے، تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے رکھے۔''

کم کھانے کی تاکید:

حدیثِ مذکور میں کم کھانے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ انسان کو بس اتنے لقمے کھانے کے کافی ہیں جن سے اُس کی کمر سیدھی ہو جائے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت وطاعت پر اور اپنے اہل وعیال کے لیے بقدرِ ضرورت مال کمانے پر قادر ہو جائے اور اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو پیٹ کا ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک حصہ پانی کے لیے اور ایک حصہ سانس کے لئے رکھے۔ شرح طیبی میں ہے: ''اِنسان پر لازم ہے کہ اتنی مقدار ''جس سے اس کی کمر سیدھی رہے'' سے زیادہ نہ کھائے تاکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت پر قوت حاصل کرے، اگر اس مقدار سے زیادہ کھانے کی ضرورت پڑے تو بھی حدیث میں مذکور مقدار سے تجاوز نہ کرے، یعنی اتنا کھائے جو تہائی پیٹ کو بھر دے۔''[2]

پیٹ بھر کے کھانا نقصان دِہ ہے:

پیٹ بھر کر کھانے کے بہت سے نقصانات ہیں جن میں سے ایک نقصان مختلف بیماریوں کا لگ جانا بھی

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل، ۴/ ۱۶۸، حدیث: ۲۳۸۷۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۳۵۴، تحت الحدیث: ۵۱۹۲۔

ہے۔ چنانچہ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”زیادہ پیٹ بھرنے سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، نوے فیصدی بیماریاں پیٹ سے ہوتی ہیں پھر اس سے سخت غفلت پیدا ہوتی ہے دل میں نور نہیں آتا۔ (انسان کو بس چند لقمے کھانا کافی ہیں) کیونکہ کھانا اس لیے ہوتا ہے کہ اس سے عبادات، ریاضات کی قوت پیدا ہو، یہ قوت بقدرِ ضرورت لقموں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر تم چند لقموں پر صبر نہ کرسکو زیادہ کھانے کی رغبت ہو تو پیٹ کے تین حصے کرلو۔ ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک حصہ پانی کے لیے، ایک حصہ سانس آنے جانے کے لیے اِنْ شَآءَاللہ بہت کم بیمار ہو گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قدرے بھوکا رہنے میں دس فائدے ہیں: جسمانی صحت، دل کی صفائی، طبیعت کی ہشاشی بشاشی یعنی چستی، دل کی نرمی، طبیعت میں انکسار و عجز، تکبر و غرور کا ٹوٹنا، گناہوں کی کمی، درمیانی درجہ کی نیند، عبادات کا شوق، ذکر الٰہی میں لذت وذوق وغیرہ۔“[1]

مدنی گلدستہ

”عمرہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) کھانے کی کم سے کم مقدار اتنے لقمے ہیں جن سے عبادت اور معاش پر قدرت حاصل ہو جائے۔

(2) زیادہ کھانے کی مقدار یہ ہے کہ پیٹ کے تین حصوں میں سے ایک حصہ کھانا کھائے، باقی دو حصوں کو پانی اور سانس کے لیے چھوڑ دے۔

(3) زیادہ کھانے کے بہت سے نقصانات ہیں نوے فیصد بیماریاں زیادہ کھانے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

(4) کم کھانے سے عبادات میں لذت ملتی ہے، عجز وانکساری پیدا ہوتی ہے، دل گناہوں کی طرف مائل نہیں ہوتا، دل کی صفائی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی فوائد ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حرام رزق سے محفوظ رکھے، رزقِ حلال عطا فرمائے، نفسانی خواہشات سے بچائے اور

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۲۸۔

کم کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:517

سادہ لباس کامل ایمان کا حصہ ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَةَ الْاَنْصَارِیِّ الْحَارِثِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: ذَکَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عِنْدَہُ الدُّنْیَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ''اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اَلَا تَسْمَعُوْنَ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ، اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِیْمَانِ'' یَعْنِی: اَلتَّقَحُّلَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا ابو اُمامہ ایاس بن ثعلبہ انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ''ایک دن رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے صحابہ کرام نے دنیا کا ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا تم سنتے نہیں؟ کیا تم سنتے نہیں؟ بے شک! سادگی میں رہنا ایمان کا حصہ ہے، بے شک! سادگی میں رہنا ایمان کا حصہ ہے۔'' یعنی لباس وغیرہ میں سادگی برتنا ایمان کا حصہ ہے۔

سادگی اہلِ ایمان کا طریقہ:

یہ باب کم کھانے، سادہ زندگی گزارنے، سادہ لباس پہننے اور خواہشات کو ترک کرنے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ حدیث مذکور بابِ ہٰذا کے حصے سادہ لباس پہننے اور خواہشات کو ترک کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس حدیث میں ہمیں درس دیا جارہا ہے کہ دنیاوی زیب و زینت کے پیچھے بھاگنا کمالِ ایمان کے خلاف ہے اور عیش و عشرت کا ترک کرنا کامل ایمان کا حصہ ہے۔ چنانچہ عَلَّامہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ''لباس میں سادگی اختیار کرنا اور زیب و زینت ترک کرنا اہلِ ایمان کا طریقہ ہے کیونکہ ایمان عاجزی و انکساری پر اُبھارتا ہے۔ فقر و انکساری اور لباس میں سادگی اختیار کرنا اہلِ ایمان کی عادت ہے۔''[2]

لباس میں چودہ پیوند:

دلیل الفالحین میں ہے: سادگی اختیار کرنا اور عیش و عشرت کو چھوڑنا کمالِ ایمان سے ہے۔ حضرت

---

1 . . . ابوداود، کتاب الترجل، ۴/۱۰۲، حدیث: ۴۱۶۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ۸/۱۵۴، تحت الحدیث: ۴۳۴۵۔

سیدنا زید بن وھب عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَحَد فرماتے ہیں: ”میں نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بازار میں دیکھا اُن کے ہاتھ میں ایک دُرّہ تھا اور وہ ایسا تہبند زیب تن کئے ہوئے تھے جس میں چودہ پیوند تھے اور بعض پیوند چمڑے کے تھے۔ اسی طرح مولائے کائنات حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضٰی، شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے بھی پیوند لگا تہبند استعمال کیا، پھر فرمایا: مومن ہی ایسا کرتا ہے (یعنی مومن ہی پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتا ہے) اور اس سے دل نرم ہوتا ہے۔ حضرتِ سَیِّدُنا عیسٰی رُوْحُ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرمانِ عالیشان ہے: ”عمدہ لباس پہننا دل میں تکبر پیدا کرتا ہے۔“ سادہ لباس کو ایمان کا حصہ اِس لیے کہا گیا کیونکہ اِس سے نفس کُشی ہوتی اور عاجزی واِنکساری آتی ہے، لیکن سب کی کیفیت ایک جیسی نہیں ہوتی بعض لوگوں میں سادے لباس سے بھی اُسی طرح تکبر پیدا ہوتا ہے جس طرح دوسروں کو عمدہ لباس سے تکبر ہوتا ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ متوسط درجے کے کپڑے پہننا پسندیدہ ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”سادگی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) لباس میں سادگی برتنا اہلِ ایمان کا طریقہ ہے۔

(2) سادہ لباس پہننے سے عاجزی واِنکساری پیدا ہوتی ہے۔

(3) پیوند لگا لباس پہننے سے دل نرم ہوتا ہے۔

(4) عُمدہ اور فاخرانہ لباس سے دل میں تکبر پیدا ہوتا ہے۔

(5) ہر اُس عمل سے بچنا چاہیے جو تکبر وریاکاری پر مبنی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش۔۔۔الخ، ۲ / ۴۷۳، تحت الحدیث: ۵۱۶۔

حدیث نمبر:518

پورا دن صرف ایک کھجور پر گزارہ

عَنْ اَبِی عَبْدِ اللہ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَمَّرَ عَلَیْنَا اَبَا عُبَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نَتَلَقّٰی عِیْرًا لِقُرَیْشٍ، وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ یَجِدْ لَنَا غَیْرَہٗ، فَکَانَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ یُعْطِیْنَا تَمْرَۃً تَمْرَۃً، فَقِیْلَ: کَیْفَ کُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِھَا؟ قَالَ: نَمَصُّھَا کَمَا یَمَصُّ الصَّبِیُّ، ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَیْھَا مِنَ الْمَاءِ، فَتَکْفِیْنَا یَوْمَنَا اِلَی اللَّیْلِ، وَکُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِیِّنَا الْخَبَطَ، ثُمَّ نَبُلُّہٗ بِالْمَاءِ فَنَاْکُلُہٗ. قَالَ: وَانْطَلَقْنَا عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ، فَرُفِعَ لَنَا عَلٰی سَاحِلِ الْبَحْرِ کَھَیْئَۃِ الْکَثِیْبِ الضَّخْمِ، فَاَتَیْنَاہُ فَاِذَا ھِیَ دَابَّۃٌ تُدْعَی الْعَنْبَرَ، فَقَالَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ: مَیْتَۃٌ، ثُمَّ قَالَ: لَا، بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللہ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَکُلُوْا، فَاَقَمْنَا عَلَیْہِ شَھْرًا، وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَۃٍ حَتّٰی سَمِنَّا، وَلَقَدْ رَاَیْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَیْنِہٖ بِالْقِلَالِ الدُّھْنَ وَنَقْطَعُ مِنْہُ الْفِدَرَ کَالثَّوْرِ اَوْ کَقَدْرِ الثَّوْرِ، وَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَیْدَۃَ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ رَجُلًا فَاَقْعَدَھُمْ فِیْ وَقْبِ عَیْنِہٖ وَاَخَذَ ضِلَعًا مِنْ اَضْلَاعِہٖ فَاَقَامَھَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِیْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِھَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِہٖ وَشَائِقَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْنَا ذٰلِکَ لَہٗ، فَقَالَ: "ھُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَہُ اللہُ لَکُمْ، فَھَلْ مَعَکُمْ مِنْ لَحْمِہٖ شَیْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا" فَاَرْسَلْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْہُ فَاَکَلَہٗ. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **ابو عبد اللہ** جابر بن **عبد اللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہمیں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **قریش کے ایک قافلے کے مقابلے میں بھیجا** اور **حضرت ابو عبیدہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ہمارا امیر مقرر فرمایا اور ہمیں کھجوروں کی ایک تھیلی بطورِ زادِ راہ عنایت فرمائی کیونکہ اُس وقت ان کھجوروں کے علاوہ کوئی اور چیز میسر نہ تھی۔ حضرت سیدنا ابو عبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہمیں روزانہ ایک کھجور دیتے تھے۔ (راوی سے) پوچھا گیا کہ آپ لوگ ایک کھجور پر کیسے گزارہ کرتے تھے؟ فرمایا: "ہم اُسے چوستے تھے جیسے چھوٹا بچہ چوستا ہے، پھر اس کے اوپر پانی پی لیتے تو وہ ہمیں صبح سے رات تک کفایت کر جاتی تھی اور

---

[1] ...مسلم، کتاب الصید والذبائح۔۔۔الخ، باب اباحۃ میتۃ البحر، ص ۸۲۳، حدیث: ۴۹۹۸ بتغیر قلیل۔

ہم اپنی لاٹھیوں سے پتے توڑتے اور پانی میں بھگو کر کھالیتے۔ ” راوی کہتے ہیں کہ ہم سمندر کے کنارے چل رہے تھے اچانک کنارے پر ٹیلے کے برابر کوئی چیز نمودار ہوئی ہم اُس کے پاس گئے تو وہ ایک بہت ہی بڑا جانور تھا جسے ”عنبر“ کہا جاتا ہے۔ (یہ مچھلی کی ایک قسم ہے) حضرت ابو عُبَیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”یہ مردار ہے۔“ پھر فرمایا: نہیں، بلکہ ہم رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بھیجے ہوئے اور راہِ خدا کے مسافر ہیں اور تم لوگ اِضطراری حالت میں ہو، پس تم لوگ کھاؤ۔ پھر ہم ایک مہینے تک اُس مچھلی سے کھاتے رہے ہم تین سو اَفراد تھے حتی کہ ہم سب صحت مند ہوگئے، مجھے یاد ہے کہ ہم اُس کی آنکھ کے ڈھیلے سے مٹکے بھر بھر کر چربی نکالتے تھے اور بیل کی جسامت کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے، حضرت ابو عُبیدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اُس کی آنکھ میں بٹھادیا، ہم نے اُس کی ایک پسلی کو لیکر کھڑا کیا پھر ایک بڑے اونٹ پر کجاوہ رکھا تو وہ اُس پسلی کے نیچے سے نکل گیا، واپسی پر ہم نے اس گوشت کے خشک ٹکڑے اپنے ساتھ لے لیے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ظاہر فرمایا تھا، اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔“ پھر ہم نے اس کا گوشت حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں پیش کیا تو آپ نے اسے تناول فرمایا۔

غزوہ سیف البحر:

اس سریہ کو حضرت امام بخاری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ”غزوہ سیف البحر“ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ ”رجب ۸ ہجری میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تین سو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُم کے لشکر پر امیر بنا کر ساحل سمندر کی جانب روانہ فرمایا تا کہ یہ لوگ قبیلہ جہینہ کے کفار کی شرارتوں پر نظر رکھیں، اس لشکر میں خوراک کی اس قدر کمی پڑگئی کہ امیر لشکر مجاہدین کو روزانہ ایک ایک کھجور راشن میں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آگیا کہ یہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور لوگ بھوک سے بے چین ہو کر درختوں کے پتے کھانے لگے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مؤرخین نے اس سریہ کا نام ”سَرِیَّۃُ الخَبَط“ یا ”جَیْشُ الْخَبَط“ رکھا ہے۔ ”خَبَط“ عربی زبان میں درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔

چونکہ مجاہدینِ اسلام نے اس سریہ میں درختوں کے پتّے کھا کر جان بچائی اس لئے یہ سَرِیَّۃُ الْخَبَط کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس سفر میں تقریباً ایک مہینہ رہنا پڑا اور جب بھوک کی شدت سے ہم لوگ درختوں کے پتّے کھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ہمارے رزق کا یہ سامان پیدا فرما دیا کہ سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی، جو ایک پہاڑی کے مانند تھی چنانچہ تین سو صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اٹھارہ دنوں تک (بعض روایتوں میں پورا مہینہ اور بعض میں پندرہ دن) اس مچھلی کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے بدن پر ملتے رہے اور جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر مدینہ تک لائے اور جب یہ لوگ بارگاہِ نبوت میں پہنچے اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رِزق کا سامان ہوا تھا۔" پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس مچھلی کا گوشت طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں اس بات کا بیان ہے کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر ایسے دن بھی آئے کہ انہوں نے ایک ایک کھجور پر سارا سارا دن گزار دیا اور جب کھجوریں بھی ختم ہو گئیں تو انہوں نے درخت کے پتے پانی میں بھگو بھگو کر کھائے یہ اُن حضرات کی دنیا سے بے رغبتی اور بھوک پر صابر و شاکر رہنے کی عظیم مثال ہے۔

راہِ خدا میں سفر کی برکتیں:

شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جَیْشُ الْعُسْرَۃ کے موقع پر قد آور مچھلی کا مل جانا، ایک ماہ تک صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا اس کو تناوُل فرمانا، اونٹوں پر لاد کر ساتھ لانا، مدینہ منورہ بھی ساتھ لے آنا، مچھلی کے گوشت کے ذائقے میں تغیُّر نہ آنا یہ سب اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے سیِّدُنا ابو عُبَیدہ بن جرّاح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی بَرَکتیں اور کرامتیں تھیں۔ راہِ خدا میں جو بھی سفر کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُس پر خوب رحمتیں ہوتی ہیں، مصیبتوں میں بھی عظمتیں حاصل ہوتی ہیں اور راحتیں تو پھر ہیں ہی راحتیں۔ ہر

1 ... سیرت مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ص ۴۰۹۔

مسلمان کو صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی ان عظیم قربانیوں سے دَرْس حاصل کرتے ہوئے اسلام کی خدمت کیلئے کمربَستہ رہنا چاہیے۔“[1]

مری ہوئی مچھلی کا حکم:

حدیث پاک میں جس مچھلی کا ذکر ہے اسے سمندر نے زندہ ہی خشکی پر پھینکا تھا پھر وہ خشکی پر آکر مری اور ایسی مچھلی حلال ہے۔ہاں! جو مچھلی پانی ہی میں مر کر الٹی تیرنے لگے وہ حرام ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: ”دریانے مچھلی کنارہ پر پھینکی وہ خشکی میں آکر مرگئی (وہ حلال ہے) ورنہ جو مچھلی دریا میں مر کر تر (یعنی تیر) جائے وہ حرام ہے۔“[2] بہار شریعت میں ہے: ”جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر الٹ گئی وہ حرام ہے، مچھلی کو مارا اور وہ مر کر الٹی تیرنے لگی، یہ حرام نہیں۔“[3]
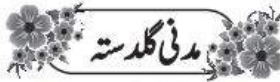
مدنی گلدستہ

”سیف البحر“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

(2) راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں ایسا بھی وقت آیا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ایک کھجور پر بھی گزارہ کر کے صبر کرتے تھے ہمیں بھی چاہیے کہ ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالائیں۔

(3) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دنیا سے بے رغبت رہتے اور دنیا سے کم چیزوں پر اکتفا کرتے۔

(4) دورانِ سفر اگر باہم رضامندی ہو تو سب کو اپنا کھانا ملالینا چاہیے کہ مل کر کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

(5) ہمیں بھی صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی قربانیوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے راہِ خدا میں دِین اسلام کی ترویج واِشاعت کے لیے سفر کرنا چاہیے۔

---

1 ... فیضان سنت، باب پیٹ کا قفل مدینہ، ۱/ ۷۷۰۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۲۶۳۔

3 ... بہار شریعت، ۳/ ۳۲۴، حصہ ۱۵۔

(6) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنی راہ میں سفر کرنے والوں کی مشکلیں آسان فرمادیتا ہے۔

(7) سمندر کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے باقی سمندر کا ہر جانور حرام ہے۔

(8) جو مچھلی پانی کے اندر بغیر کسی ظاہری سبب کے مر کر اُلٹی تیر جائے وہ حرام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر حال میں اپنا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دارین کی سعادتیں عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:519

رسول خدا کا سادہ لباس

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ كُمُّ قَمِيْصِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الرُّصْغِ. (1)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدَتُنا اسماء بنت یزید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قمیص کی آستین کلائی تک تھی۔“

مختلف روایات اور ان میں تطبیق:

مرقاۃ المفاتیح میں حدیثِ مذکور کے تحت جو شرح بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے: ”حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قمیص مبارک کی آستین سے متعلق اَحادیث مختلف ہیں، کسی میں کلائی تک آستین کی لمبائی کا ذکر ہے، کسی میں انگلیوں کے پوروں تک اور کسی میں کلائی سے نیچے تک لمبائی بیان کی گئی ہے۔ ان اَحادیث میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ سرکار دوعالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کئی طرح کی قمیصیں تھیں جن کی آستینیں بھی مختلف سائز کی تھیں۔ یا پھر کلائی تک لمبائی کی روایات بیانِ افضلیت کے لئے ہیں اور انگلیوں کے پوروں تک لمبائی والی اَحادیث بیانِ جواز کے لئے ہیں۔ سنت یہ ہے کہ قمیص کی آستین کلائی کے جوڑ تک ہو اور قمیص کے علاوہ دیگر لباس جیسے جُبّہ وغیرہ سنت یہ ہے کہ آستین انگلیوں کے پوروں تک ہو۔“(2)

(1) ... ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی القمص، ۳/ ۲۹۷، حدیث: ۱۷۷۱ مفھوما۔

(2) ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب اللباس، الفصل الثانی، ۸/ ۱۳۹، تحت الحدیث: ۴۳۲۹ ملخصا۔

بہارِ شریعت میں ہے: ”سنت یہ ہے کہ دامن کی لمبائی آدھی پنڈلی تک ہو اور آستین کی لمبائی زیادہ سے زیادہ انگلیوں کے پوروں تک اور چوڑائی ایک بالشت ہو۔“[1]

کلائی تک آستین کی حکمت:

دلیل الفالحین میں ہے: ”آستین کا کلائی تک ہونے میں حکمت یہ ہے کہ ہاتھوں سے دراز آستین پہننے والے کو اس کی وجہ سے کام کرنے، تیزی سے حرکت کرنے اور کسی چیز کو پکڑنے میں دُشواری ہوتی ہے اور کلائی سے چھوٹی آستین پہننے والا اپنی کلائی کو سردی گرمی سے نہیں بچا سکتا اس لیے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میانہ روی کو اختیار فرمایا کیونکہ سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہوتا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”غوث“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لباس وغیرہ میں تکلفات سے پرہیز کرتے، جو پہننے کو میسر آجاتا وہی لباس زیبِ تن فرما لیتے۔

(2) صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک اداؤں کو بغور دیکھتے پھر خود بھی ان پر عمل کرتے اور انہیں دوسروں تک پہنچاتے۔

(3) بہترین کام وہ ہوتا ہے جو میانہ روی سے کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی سنت کے مطابق لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . بہارِ شریعت، ۳/ ۴۰۹، حصہ ۱۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی فضل الجوع وخشونۃ العیش... الخ، ۲/ ۳۸۰، تحت الحدیث: ۵۱۸ ملخصا۔

حدیث نمبر:520

تین دن کی بھوک و پیاس

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّا کُنَّا یَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ، فَعَرَضَتْ کُدْیَۃٌ شَدِیْدَۃٌ فَجَاءُوْا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالُوْا: ھٰذِہٖ کُدْیَۃٌ عَرَضَتْ فِی الْخَنْدَقِ. فَقَالَ: ”اَنَا نَازِلٌ“ ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُہٗ مَعْصُوْبٌ بِحَجَرٍ، وَلَبِثْنَا ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ لَا نَذُوْقُ ذَوَاقاً، فَاَخَذَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمِعْوَلَ، فَضَرَبَ فَعَادَ کَثِیْباً اَھْیَلَ، اَوْ اَھْیَمَ. فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہ! ائْذَنْ لِیْ اِلَی الْبَیْتِ، فَقُلْتُ لِامْرَاَتِیْ: رَاَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شَیْئاً مَا فِیْ ذٰلِکَ صَبْرٌ فَعِنْدَکِ شَیْءٌ؟ فَقَالَتْ: عِنْدِیْ شَعِیْرٌ وَعَنَاقٌ، فَذَبَحْتُ الْعَنَاقَ، وَطَحَنَتِ الشَّعِیْرَ حَتّٰی جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِی الْبُرْمَۃِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَالْعَجِیْنُ قَدِ انْکَسَرَ وَالْبُرْمَۃُ بَیْنَ الْاَثَافِیِّ قَدْ کَادَتْ تَنْضِجُ. فَقُلْتُ: طُعَیِّمٌ لِیْ فَقُمْ اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَرَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ، قَالَ: ”کَمْ ھُوَ؟“ فَذَکَرْتُ لَہٗ فَقَالَ: ”کَثِیْرٌ طَیِّبٌ، قُلْ لَھَا لَا تَنْزِعُ الْبُرْمَۃَ، وَلَا الْخُبْزَ مِنَ التَّنُّوْرِ حَتّٰی اٰتِیَ“ فَقَالَ: ”قُوْمُوْا“ فَقَامَ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ، فَدَخَلْتُ عَلَیْھَا فَقُلْتُ: وَیْحَکِ جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَالْمُھَاجِرُوْنَ، وَالْاَنْصَارُ وَمَنْ مَعَھُمْ، قَالَتْ: ھَلْ سَاَلَکَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ! قَالَ: ”اُدْخُلُوْا وَلَا تَضَاغَطُوْا“ فَجَعَلَ یَکْسِرُ الْخُبْزَ، وَیَجْعَلُ عَلَیْہِ اللَّحْمَ، وَیُخَمِّرُ الْبُرْمَۃَ وَالتَّنُّوْرَ اِذَا اَخَذَ مِنْہُ، وَیُقَرِّبُ اِلٰی اَصْحَابِہٖ ثُمَّ یَنْزِعُ فَلَمْ یَزَلْ یَکْسِرُ وَیَغْرِفُ حَتّٰی شَبِعُوْا وَبَقِیَ مِنْہُ، فَقَالَ: ”کُلِیْ ھٰذَا وَاَھْدِیْ، فَاِنَّ النَّاسَ اَصَابَتْھُمْ مَجَاعَۃٌ.“[1]

وَفِیْ رِوَایَۃٍ: قَالَ جَابِرٌ: لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَیْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خَمَصًا، فَانْکَفَاْتُ اِلَی امْرَاَتِیْ فَقُلْتُ: ھَلْ عِنْدَکِ شَیْءٌ؟ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ بِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خَمَصاً شَدِیْداً. فَاَخْرَجَتْ اِلَیَّ جِرَاباً فِیْہِ صَاعٌ مِنْ شَعِیْرٍ، وَلَنَا بُھَیْمَۃٌ دَاجِنٌ فَذَبَحْتُھَا، وَطَحَنَتِ الشَّعِیْرَ فَفَرَغَتْ اِلٰی فَرَاغِیْ، وَقَطَّعْتُھَا فِیْ بُرْمَتِھَا، ثُمَّ وَلَّیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، فَقَالَتْ: لَا تَفْضَحْنِیْ بِرَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَمَنْ مَّعَہٗ، فَجِئْتُہٗ فَسَارَرْتُہٗ فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ، ذَبَحْنَا بُھَیْمَۃً لَنَا، وَطَحَنَتْ صَاعاً مِنْ شَعِیْرٍ فَتَعَالَ اَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَکَ، فَصَاحَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَقَالَ: ”یَا اَھْلَ الْخَنْدَقِ: اِنَّ جَابِراً قَدْ صَنَعَ سُؤْراً فَحَیَّ ھَلاً بِکُمْ“ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: ”لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَکُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِیْنَکُمْ حَتّٰی

---

[1] . . . بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق۔۔۔الخ، ۳/۵۱، حدیث: ۴۱۰۱ بتغیر۔

أَجِیْءَ". فَجِئْتُ، وَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یَقْدُمُ النَّاسَ، حَتّٰی جِئْتُ امْرَأَتِیْ فَقَالَتْ: بِكَ وَبِكَ، فَقُلْتُ: قَدْ فَعَلْتُ الَّذِیْ قُلْتِ. فَأَخْرَجَتْ عَجِیْنًا فَبَصَقَ فِیْهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ اِلٰی بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: "اُدْعِیْ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ، وَاقْدَحِیْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوْهَا" وَهُمْ اَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوْا حَتّٰی تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا، وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِیَ، وَاِنَّ عَجِیْنَنَا لَیُخْبَزُ كَمَا هُوَ. [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "خندق کے دن ہم لوگ خندق کھود رہے تھے تو ایک بڑی چٹان آڑے آگئی، صحابۂ کرام نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ایک چٹان آڑے آگئی ہے۔" فرمایا: "میں آتا ہوں۔" پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہوئے حالانکہ آپ کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دن سے کچھ کھایا نہ تھا۔ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کُدال اُٹھایا اور ایک ضرب لگائی تو وہ پتھر ریت کی طرح بکھر گیا (حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں) میں نے عرض کی: "**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمایئے۔" پھر گھر آکر میں نے اپنی زوجہ سے کہا: میں نے جس حالت میں رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا ہے مجھ سے صبر نہیں ہو رہا، کیا تمہارے پاس (کھانے کے لیے) کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! کچھ جَو اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور میری زوجہ نے جَو پیسے، یہاں تک کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈال دیا۔ پھر میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، آٹا پکنے کے قابل ہو گیا تھا اور ہنڈیا چولہے پر تھی اور سالن پکنے والا تھا۔ میں نے عرض کی: "**یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے گھر پر کچھ کھانا تیار ہے آپ تشریف لے چلئے اور ایک دو افراد کو بھی ساتھ لے لیجئے۔" فرمایا: "کھانا کتنا ہے؟" میں نے عرض کر دیا کہ اتنا ہے، فرمایا: "بہت ہے اور اچھا ہے، اپنی زوجہ سے کہنا کہ جب تک میں نہ آؤں ہنڈیا چولہے سے نہ اُتارے اور نہ تندور میں روٹی لگائے۔" پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا: "اُٹھو!" مہاجرین اور انصار صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کھڑے ہوئے اور چل دیئے، میں اپنی زوجہ کے پاس آیا اور کہا: سنتی ہو! نبی کریم

---

[1] ... بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق۔۔۔ الخ، ۳/ ۵۲، حدیث: ۴۱۰۲ بتغیر۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، **مہاجرین اور انصار صحابۂ کرام** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ آرہے ہیں۔ اس نے کہا: کیا **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ سے کھانے کے بارے میں پوچھا تھا؟ میں نے کہا: ہاں۔ (یعنی جب انہوں نے پوچھ لیا تو اب آپ کو اس معاملے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔) بعد ازاں جب وہ سب میرے گھر کے پاس پہنچے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: سب داخل ہو جاؤ اور بھیڑ نہ کرو۔ پس آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روٹی توڑتے اور اُس پر گوشت رکھ دیتے۔ جب بھی آپ ہانڈی یا تنور سے کچھ لیتے تو اُس کو ڈھانپ دیتے اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیتے جاتے پھر نکالتے پھر دیتے، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور اُس میں سے کھانا بھی بچ گیا۔ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے (حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ سے) فرمایا: ”اسے کھاؤ اور دوسروں کو بھی دو کیونکہ لوگ بھوک سے دوچار ہیں۔“

ایک روایت میں ہے: حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”جب خندق کھودی جارہی تھی میں نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بھوک کی حالت میں دیکھا تو اپنی زوجہ کے پاس آیا اور کہا: ”کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بے شک! میں نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔“ تو اُس نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع جَو تھے اور ہمارے پاس گھر کا پلا ہوا بکری کا بچہ تھا میں نے اسے ذبح کیا اور میری زوجہ نے جَو پیسے، میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہو گئی۔ میں نے گوشت کاٹ کر ہنڈیا میں ڈال دیا پھر میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس چلا گیا۔ میری زوجہ نے کہا: مجھے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اُن کے اصحاب کے سامنے رُسوا مت کرنا۔ میں نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر آہستہ سے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری زوجہ نے ایک صاع جَو کا آٹا گوندھا ہے آپ اور آپ کے ساتھ چند اصحاب تشریف لے آئیں۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلند آواز سے پکارا: ”اے اہلِ خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے پس دعوت کے لیے آجاؤ۔“ پھر (مجھ سے) فرمایا: ”جب تک میں نہ آجاؤں ہنڈیا کو چولہے سے مت اُتارنا، نہ ہی آٹے کی روٹی پکانا۔“ (حضرت جابر کہتے ہیں) میں آیا اور سرکار دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے آگے

آگے تشریف لارہے تھے، میں اپنی زوجہ کے پاس آیا تو اُس نے کہا: اب تمہاری وجہ سے ہوگا جو بھی کچھ ہوگا۔ میں نے اس سے کہا: میں نے وہی کیا جو تم نے کہا تھا۔ اُس نے گوندھا ہوا آٹا نکالا، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس میں اپنا لعابِ دَہَن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ہماری ہنڈیا کے پاس تشریف لائے اور اُس میں بھی لعاب شریف ڈال کر برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا: "کسی روٹی پکانے والی کو بلاؤ جو تمہارے ساتھ روٹی پکائے، اپنی ہانڈی سے سالن نکالتی رہو لیکن اِسے چولھے سے مت اُتارنا۔" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تعداد ایک ہزار تھی، **اللہ** کی قسم! سب نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے مگر ہماری ہانڈی پہلے کی طرح اُبل رہی تھی اور آٹے کی روٹی پہلے کی طرح پک رہی تھی۔"

حضور عَلَیْہِ السَّلَام اور صحابہ کی دنیا سے بے رغبتی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے پتہ چلا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان دنیا سے کس قدر بے رغبت رہتے تھے۔ یہ نفوسِ مقدسہ کبھی دنیا کے طالب نہ ہوئے۔ جبھی تو اُن کے پاس کچھ کھانے کے لیے نہ ہوتا تھا۔ اگر وہ دنیا میں رغبت رکھتے تو ضرور اُن کے پاس مال ہوتا اور کبھی بھی انہیں کھانا نہ ہونے کی وجہ سے بھوکا نہ رہنا پڑتا نیز اُن کی بھوک اتنی شدت اختیار کر جاتی تھی کہ انہیں اپنے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑتے تھے۔

پیٹ پر پتھر باندھنے کی وجہ:

❁ علامہ بدرالدین عینی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "بھوک کی وجہ سے پیٹ سکڑ کر اندر چلا جاتا ہے تو پیٹ پر پتھر باندھا جاتا ہے تاکہ کمر کے جھکاؤ کو ختم کیا جائے، کیونکہ جب کسی شخص کی بھوک شدت اختیار کر جائے تو اُس کی کمر جھک جاتی ہے۔ علامہ کرمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: پیٹ پر پتھر باندھنے کا فائدہ یہ ہے کہ بھوک کی حرارت کو پتھر کی ٹھنڈک سے کم کیا جاتا ہے، یا پھر اس لیے تاکہ بندہ سیدھا کھڑا ہو سکے، یا پھر اس کا فائدہ یہ ہے کہ پتھروں کو آنتوں پر باندھا جاتا ہے جس کی وجہ سے جو کچھ پیٹ میں ہوتا ہے وہ جلد ہضم نہیں ہوتا اِس لیے مزید کمزوری محسوس نہیں ہوتی۔"[1] ❁ مرآۃ المناجیح میں ہے: "تمام

---

[1] . . . عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ۱۲/ ۱۴۰، تحت الحدیث: ۴۱۰۱۔

صحابۂ کرام نے اور خود حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تین دن سے کچھ بھی نہیں کھایا تھا اور خندق کی کھدائی کا کام تھا، خالی پیٹ کدال اٹھانا مشکل تھا اس لیے حضورِ انور نے پیٹ شریف پر پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ پیٹ کے بوجھ سے کدال چلانا آسان ہو جائے۔ خیال رہے کہ اگر حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عادۃً کچھ نہ کھائیں اس لیے کہ کھانا موجود نہ ہو تب حضورِ اقدس پر بھوک کے آثار نمودار ہوتے تھے لیکن اگر عبادۃً نہ کھاتے روزے کی نیت سے تو خواہ کتنا ہی عرصہ نہ کھاتے مطلقاً ضعف نہ ہوتا تھا، اس کے متعلق ارشاد ہے: ''یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ'' مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔ لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ حضورِ انور نُور بھی ہیں بشر بھی، روزے میں نورانیت کی جلوہ گری ہوتی تھی اور عادۃً نہ کھانے میں بشریت کا ظہور، دیکھو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پہلے بھی کھاتے پیتے تھے اور قریب قیامت آسمان سے آکر بھی کھائیں گے پئیں گے کیونکہ آپ بشر ہیں مگر آسمان پر قریباً دو ہزار سال سے گئے ہوئے ہیں بغیر کھائے پیئے موجود ہیں کیونکہ **اللہ** تعالیٰ کا نور ہیں، اسی حالت میں حضورِ انور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے کدال سے وہ سخت پتھر توڑا۔ حدیث کا یہ مطلب میرے مرشد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی) نے خواب میں مجھ کو بتایا۔''[1]

لُعابِ مبارک کی برکات:

اِس حدیث پاک میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزے کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لعاب ڈالنے کی برکت سے تھوڑا سا شوربا اور ایک صاع جَو کی روٹی ایک ہزار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو کافی ہو گئی بلکہ اُن کے کھانے کے بعد بھی کھانا بچ گیا۔ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر** مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے لعاب دو چیزوں میں ڈالا گوندھے ہوئے آٹے میں اور پکتی ہوئی گوشت کی ہانڈی میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کا لعاب یا ان کے وضو وغیرہ کا غسالہ برکت کے لیے کھانا پینا بالکل جائز ہے بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ مومن کی طبیعت محبوب کی ہر چیز سے محبت کرتی ہے کسی چیز سے نفرت نہیں کرتی ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دعائیہ کلمات کے ساتھ دَم یا لُعاب ڈالنا بھی سنت ہے اس کا ماخذ بھی یہ ہی حدیث ہے۔ یہ ایک ہزار آدمی

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸ / ۱۷۶۔

تین دن سے بھوکے تھے انہوں نے کھانا بھی خوب ہی کھایا ہو گا۔ جن روایات میں چودہ سو آیا ہے وہاں مراد یہ ہے کہ ایک ہزار تو خندق کھودنے والے تھے اور چار سو وہ حضرات تھے جو بعد میں بچے کھچے رہے جو مدینہ منورہ کے گھروں، بازاروں وغیرہ میں تھے، مدینہ منورہ کے بچے عورتیں بھی اس دعوت میں شامل کرلی گئی تھیں۔ غرضکہ کھانے والوں کے میلے لگ گئے تھے۔ خوش نصیب تھے وہ لوگ جو اس برکت والے کھانے سے مشرف ہوئے۔ مدینہ منورہ کے بازار میں ایک سبزی فروش اپنی سبزی پر پانی چھڑک رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "یَا بَرَکَۃَ النَّبِیِّ تَعَالِ وَانْزِلِی ثُمَّ لَا تَرْتَحِلِ" اے نبی کی برکت آجا یہاں سما جا پھر یہاں سے نہ جا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ۔ اس موقعہ پر حضورِ انور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) نے پہلے سب کو کھلایا بعد میں گھر والوں کے ساتھ مل کر خود کھایا اور حضور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) واپس لوٹے تو حضرت جابر کا گھر روٹیوں بوٹیوں سے بھرا ہوا تھا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔ اس واقعہ میں حضورِ انور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے لعاب شریف کے بہت سے معجزات ہیں: بوٹیوں میں کثرت و برکت، شوربے کے پانی میں برکت، شوربے کے نمک مرچ مصالحہ گھی میں برکت و کثرت، آٹے میں برکت و کثرت، جس لکڑی سے یہ چیزیں پکائی گئیں اس میں برکت، روٹی پکانے والی کے ہاتھ میں قوت و طاقت ورنہ اتنی بڑی جماعت کی دعوت کے لیے کئی من گوشت لکڑیاں آٹا چاہیے بہت پکانے والے اور بہت تنور چاہئیں جیسا کہ آج کل بیاہ شادیوں کی دعوتوں میں دیکھا جاتا ہے۔ موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَام کے عصا سے پانی کے بارہ چشمے پتھر سے پھوٹے یہاں حضور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کے لعاب سے ہانڈی سے بوٹیوں شوربے کے چشمے پھوٹے۔"[1]

مدنی گلدستہ
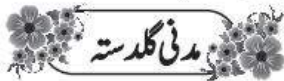
"احمد رضا" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے دنیا سے بے رغبتی اختیار کی اور دینِ اسلام کے لیے بہت صعوبتیں برداشت کیں۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۱۷۸۔

(2) بھوک کی حالت میں پیٹ پر پتھر باندھنے سے کمزوری محسوس نہیں ہوتی اور کمر سیدھی رہتی ہے۔

(3) حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت زیادہ طاقت ور تھے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا اس کے باوجود وہ چٹان جس پر کُدال کام نہیں کرتا اُسے آپ نے ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ کر دیا۔

(4) بزرگوں کا لعاب یا ان کے وضو وغیرہ کا غسالہ برکت کے لیے کھانا پینا بالکل جائز ہے۔

(5) حضور کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ کے لعاب کی برکت سے تھوڑا کھانا بہت سے اَفراد کو کافی ہو جایا کرتا تھا۔

(6) سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عادۃً نہ کھاتے تو بھوک کے آثار ظاہر ہوتے لیکن عبادۃً کچھ نہ کھاتے مثلاًروزے وغیرہ کی حالت میں تو خواہ کتنا ہی عرصہ نہ کھاتے مطلقاً ضعف نہ ہوتا تھا۔

(7) پہلے اپنے متعلقین کو کھلانا اور بعد میں خود کھانا یہ بلند ہمت لوگوں کا طریقہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دِینِ اسلام کی خوب خوب خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:521

انوکھی دعوت

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ: قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ضَعِيْفاً اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ، فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ؟ فَقَالَتْ: نَعَمْ، فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصاً مِنْ شَعِيْرٍ، ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَاراً لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ، ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهِ، ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَهَبْتُ بِهِ، فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ، وَمَعَهُ النَّاسُ، فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ، فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ؟" فَقُلْتُ: نَعَمْ! فَقَالَ: "اَلِطَعَامٍ؟" فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا" فَانْطَلَقُوْا وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ

اَيْدِيهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ اَبُو طَلْحَةَ: يَا اُمَّ سُلَيْمٍ: قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ، فَقَالَتْ: اَللهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ. فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ" فَاَتَتْ بِذَالِكَ الْخُبْزِ، فَاَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ فَفُتَّ، وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً فَاَدَمَتْهُ، ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاشَآءَ اللهُ اَنْ يَقُولَ، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" فَاَذِنَ لَهُم، فَاَكَلُوا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" فَاَذِنَ لَهُمْ، فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا، ثُمَّ خَرَجُوا، ثُمَّ قَالَ: "اِئْذَنْ لِعَشَرَةٍ" فَاَذِنَ لَهُمْ حَتّٰى اَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُم وَشَبِعُوا، وَالْقَوْمُ سَبْعُوْنَ رَجُلًا اَوْ ثَمَانُوْنَ.[1]

وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَمَا زَالَ يَدْخُلُ عَشَرَةٌ وَيَخْرُجُ عَشَرَةٌ، حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ، فَاَكَلَ حَتّٰى شَبِعَ، ثُمَّ هَيَّاَهَا فَاِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِيْنَ اَكَلُوا مِنْهَا.[2] وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَاَكَلُوْا عَشَرَةً عَشَرَةً، حَتّٰى فَعَلَ ذَالِكَ بِثَمَانِيْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَالِكَ وَاَهْلُ الْبَيْتِ، وَتَرَكُوْا سُؤْرًا.[3] وَفِيْ رِوَايَةٍ: ثُمَّ اَفْضَلُوْا مَا اَبْلَغُوْا جِيْرَانَهُم.[4]

وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: جِئْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مَعَ اَصْحَابِهِ، وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَقُلْتُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهِ: لِمَ عَصَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهُ؟ فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. فَذَهَبْتُ اِلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ، وَهُوَ زَوْجُ اُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، فَقُلْتُ: يَا اَبَتَاه، قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ، فَسَاَلْتُ بَعْضَ اَصْحَابِهِ، فَقَالُوْا: مِنَ الْجُوْعِ. فَدَخَلَ اَبُو طَلْحَةَ عَلٰى اُمِّيْ فَقَالَ: هَلْ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَتْ: نَعَمْ عِنْدِيْ كِسَرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٌ، فَاِنْ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

---

1 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ۔۔۔الخ، ص۸۲۸، حدیث: ۵۳۱۶ بتغیر۔

2 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ۔۔۔الخ، ص۸۲۸، حدیث: ۵۳۱۷۔

3 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ۔۔۔الخ، ص۸۲۸، حدیث: ۵۳۱۹ بدون قولہ عشرۃ عشرۃ۔

4 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ۔۔۔الخ، ص۸۲۹، حدیث: ۵۳۲۱۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ أَشْبَعْنَاهُ، وَإِنْ جَاءَ آخَرُ مَعَهُ قَلَّ عَنْهُمْ، وذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيث. [1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سیدنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیدتنا اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا: ”میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی آواز میں کمزوری محسوس کی ہے مجھے حضور پر بھوک کے آثار معلوم ہوتے ہیں، کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟“ حضرت اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ”ہاں۔“ پھر انہوں نے جَو کی کچھ روٹیاں نکالیں، پھر اپنا دوپٹہ لیا اور روٹیوں کو اس میں لپیٹا اور میرے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا، پھر مجھے **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس بھیج دیا۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف فرما ہیں اور آپ کے ساتھ دیگر اصحاب بھی ہیں، میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟“ میں نے عرض کی: ”جی ہاں۔“ پوچھا: ”کھانے کے لیے؟“ عرض کی: ”جی ہاں۔“ پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اعلان فرمادیا: ”کھڑے ہو جاؤ اور چلو۔“ میں بھی ان کے ساتھ ساتھ چل دیا اور جلدی سے ابو طلحہ کے پاس آیا اور انہیں (**رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام کے آنے کی) خبر دی۔ حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا: اے اُمِّ سُلَیم! **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لارہے ہیں اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں کہ ہم ان سب کو کھلا سکیں۔ اُمِّ سُلَیم نے کہا: ”**اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ اور اُس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خوب جانتے ہیں۔“ پس ابو طلحہ نے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا استقبال کیا، حضور اُن کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: ”اے اُمِّ سُلَیم! تمہارے پاس کھانے کے لیے جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔“ وہ جَو کی روٹیاں لے آئیں، پھر حضور نے حکم دیا روٹیاں توڑی گئیں، اُمِّ سُلَیم نے روٹیاں توڑ کر گھی کا ڈبہ اُن پر نچوڑ دیا اور اسے سالن بنا دیا، پھر **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مشیتِ الٰہی کے مطابق دعا و برکت کے کلمات پڑھے اور فرمایا: ”دس آدمیوں کو اندر آنے دو۔“ دس آدمیوں کو بھیجا گیا، انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ پھر

---

[1] . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب جواز استتباعہ غیرہ الی دار من یثق برضاہ۔۔۔ الخ، ص ۸۶۹، حدیث: ۵۳۲۲ بتغیر قلیل۔

فرمایا: "دس آدمیوں کو اندر آنے دو۔" دس آدمیوں کو بھیجا گیا، انہوں نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ پھر فرمایا: "دس آدمیوں کو اندر آنے دو۔" دس آدمیوں کو بھیجا گیا یہاں تک کہ ساری قوم نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا، اُن کی تعداد سترّ یا اسّی افراد تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ دس دس آدمی آتے رہے اور کھا کر جاتے رہے یہاں تک کہ کوئی بھی ایسا نہ رہا جو اندر داخل ہوا ہو اور اس نے پیٹ بھر کر نہ کھایا ہو۔ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کھانے کو جمع فرمایا تو وہ اتنا ہی تھا جتنا پہلے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ دس دس افراد کھانا کھاتے یہاں تک کہ اسّی اصحاب نے کھانا کھالیا، اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور گھر والوں نے کھانا کھایا پھر بھی کھانا بچ گیا۔ ایک روایت میں ہے: جو کھانا بچ گیا اسے پڑوسیوں کے ہاں بھیج دیا گیا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس گیا تو آپ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے اور آپ نے پیٹ مبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی، میں نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پوچھا کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے بطن مبارک پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے۔ پس میں حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا جو کہ اُمّ سُلَیم بنت مِلحان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے شوہر ہیں۔ میں نے کہا: اے ابا جان! میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پیٹ پر پٹی باندھے دیکھا ہے، میں نے حضور کے اصحاب سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے باندھی ہے۔ حضرت ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ میری والدہ اُمّ سُلَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے پاس گئے اور کہا: "کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟" انہوں نے کہا: "ہاں! روٹی کے ٹکڑے اور کچھ کھجوریں ہیں اگر حضور تنہا ہمارے ہاں تشریف لائیں تو ہم انہیں شکم سیر کر دیں گے اور اگر اُن کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوئے تو کھانا کم پڑ جائے گا۔" (پھر آگے پوری حدیث ذکر کی۔)

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی دنیا سے بے رغبتی:

حدیثِ مذکور میں بھی حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب کی دنیا سے بے رغبتی کا بیان ہے کہ وہ حضرات بھوکے پیاسے رہ کر، انتہائی سادگی کے ساتھ بہت کامیاب زندگی

گزار گئے اور دنیا کو پیغام دے گئے کہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہنا چاہیے، غربت ومحتاجی میں بھی دِین کا کام کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان کا صدقہ عطا فرمائے۔ آمین

دنیا نیک لوگوں کے لیے نہیں:

حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ دنیا کو انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے روک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ حضرات بھوک پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور ان کی یہ صعوبتیں اختیاری ہوتی ہیں، جیسا کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو نبی بندہ بنیں، چاہیں تو نبی بادشاہ، آپ نے نبی بندہ ہونے کو اختیار فرمایا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دنیا پیش کی گئی تو آپ نے اُسے ٹھکرا دیا اور اُخروی نعمتوں کو اختیار فرمایا تاکہ آپ کی اُمّت اس معاملہ میں آپ کی پیروی کرے اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنے میں آپ کی اتباع کرے۔ نیز یہ بھی پتا چلا کہ جب مہمان گھر پر آئے تو اِحتراماً اور اَخلاقاً باہر نکل کر اُس کا استقبال کرنا چاہیے۔ نیز پیٹ بھر کر کھانا کھانا بھی جائز ہے اگرچہ بعض اوقات شکم سیری ترک کرنا افضل ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے: "قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرتا ہوگا۔" علامہ طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا اگرچہ جائز ہے لیکن اس کی بھی ایک حد ہے اور اس حد سے آگے بڑھنا حرص ہے۔ کھانا کھانے کی حد یہ ہے کہ اتنی مقدار میں کھانا کھائے جو رَبّ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں معاون ہو اور اتنا زیادہ نہ کھائے کہ بوجھل ہو کر فرائض و واجبات کی ادائیگی سے غافل ہو جائے۔ بندۂ مومن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ حق ہے کہ وہ اتنا نہ کھائے پئے جس سے بھوک ختم ہو جائے اور پیاس بجھ جائے۔[1] (یعنی بھوک سے کم کھائے پئے۔)

حدیث مذکور سے ماخوذ فوائد ومسائل:

حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضور سید عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں بتادیا کہ تمہیں ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاطعمۃ، باب من اکل حتی شبع، ۹ / ۶۴، ۶۵ ملخصا۔

عَنْہُ نے بھیجا ہے اور کھانے کے لیے بھیجا ہے۔ اس سے پتا چلا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم علمِ غیب جانتے ہیں۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "ان دونوں باتوں کی خبر دینا نبوت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ پھر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ہجوم کو ان کے گھر لے چلنا یہ تیسری نشانی ہے اور تھوڑے سے کھانے کو بہت زیادہ کر دینا یہ چوتھی نشانی ہے۔ یہ بھی پتا چلا کہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کا بھوک وغیرہ مصائب میں مبتلا ہونا اس لیے ہوتا ہے کہ وہ ان مصائب پر صبر کریں اور اُن کے درجات و اجر میں اضافہ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کو تحفے بھیجنے چاہئیں، اگرچہ جس شخصیت کو تحفہ دیا جارہا ہے تحفہ اس کے شایانِ شان نہ ہو کیونکہ چھوٹا تحفہ ہونا نہ ہونے سے بہتر ہے۔ یہ بھی پتا چلا کہ عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے درمیان بیٹھے تاکہ انہیں دِین کی باتیں بتا کر فائدہ پہنچائے اور انہیں اخلاقی تربیت دے اور اس مجلس کا مسجد میں ہونا مستحب ہے۔"[1]

اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی عظمت و دانش مندی:

جب حضرت سیدنا ابو طلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گھبرا کر حضرت اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا کہ اے اُمِّ سُلَیم! حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ کثیر صحابہ کرام بھی آرہے ہیں اب کیا ہو گا کھانا تو بہت کم ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔" آپ کا یہ جواب آپ کی عظمت اور دانشمندی کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جب حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کھانے کی مقدار کا علم ہے پھر بھی آپ اتنے بڑے مجمع کو لے کر آرہے ہیں تو یقیناً اس میں کوئی مصلحت ہو گی، اگر اس میں کوئی مصلحت نہ ہوتی تو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی ایسا نہ کرتے لہٰذا اے ابو طلحہ! تم غم نہ کرو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کا رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہتر جانتے ہیں۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غیره الی دار من یثق برضاه۔۔۔ الخ، ۷/ ۲۱۹، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربة، باب جواز استتباعه غیره الی دار من یثق برضاه۔۔۔ الخ، ۷/ ۲۱۹، الجزء الثالث عشر۔
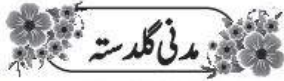
جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے نیک بندوں سے دنیا کو دُور کر دیتا ہے، انہیں مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ وہ ان مصائب پر صبر کریں اور ان کے درجات مزید بلند ہوں۔

(2) سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ صرف لوگوں کے دلوں کے حالات جانتے ہیں بلکہ بسا اوقات ان کی دلی حالت کو ان پر ظاہر بھی فرما دیتے ہیں۔

(3) ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اصحاب نے دنیا سے بے رغبتی اختیار فرمائی لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کریں اور اس دنیا کے پیچھے ذلیل و خوار نہ ہوں جو نصیب میں ہے وہ مل کر رہے گا۔

(4) میزبان کو چاہیے کہ جب کوئی مہمان آئے تو گھر سے باہر آکر اُس کا استقبال کرے۔

(5) کھانا اتنی مقدار میں کھانا چاہیے جو فرائض و واجبات کی ادائیگی میں معاون ہو، اتنا زیادہ نہ کھایا جائے کہ جسم بوجھل ہو جائے اور عبادت کی ادائیگی میں سُستی ہو۔

(6) آپس میں تحفے وغیرہ بھیجنے چاہئیں چاہے تحفہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، کچھ ہونا نہ ہونے سے بہتر ہے۔

(7) عالم کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے درمیان بیٹھے تاکہ لوگ دینی مسائل سیکھیں اور تربیت حاصل کریں۔

(8) حضرت سیدتنا اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بہت ہی ذہین و فطین خاتون تھیں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حکمتِ عملی کو پہچان جایا کرتی تھیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں پیٹ کا قفلِ مدینہ لگانے اور کم کھانے کا عادی بنائے۔

اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:57

قَنَاعَت و مِیَانہ رَوِی کا بیان

قناعت اِختیار کرنے، بلاضرورت سوال سے بچنے، خرچ کرنے میں میانہ روی اِختیار کرنے کی ترغیب اور بلاضرورت سوال کرنے کی مذمت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسانی زندگی دراصل مختلف معاملات کا مجموعہ ہے، انسان کوئی بھی کام کرے چاہے وہ عبادات سے متعلق ہو یا معاملات سے، میانہ روی ہر چیز میں اچھی ہے، مال کمانے یا خرچ کرنے، کھانے کھلانے، پینے پلانے، پہننے پہنانے میں، الغرض زندگی کے ہر شعبے میں حتی کہ نفلی عبادات میں بھی بندے کو چاہیے کہ نہ تو بہت کمی کرے اور نہ ہی بہت زیادتی۔ میانہ روی اختیار کرنا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام خصوصًا حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا مبارک عمل ہے، میانہ روی کو نبوت کا پچیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ میانہ روی سے کام لینے والا مستقل مزاجی سے کام کرسکتا ہے اور عمل وہ ہی اچھا ہے جو مستقل مزاجی کے ساتھ کیا جائے اگرچہ کم ہو۔ اسی لیے کہا گیا ہے: ”خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا یعنی بہتر کام وہ ہے جس میں میانہ روی ہو۔“ میانہ روی قناعت پسندی کا درس دیتی ہے، قناعت کی تعریف یہ ہے کہ ”روزمرہ استعمال ہونے والی چیزوں کے نہ ہونے پر بھی راضی رہنا۔“[1] یعنی ہر حال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالانا چاہے وہ کسی بھی حال میں رکھے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کبھی اپنے بندوں کو مال و دولت اور اُن کی مطلوبہ چیزیں دے کر آزماتا ہے اور کبھی بھوکا پیاسا رکھ کر، اگر انسان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا پر راضی رہے اور آنے والی ہر آزمائش، دکھ، درد اور تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالائے تو یہ آزمائش انسان کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا محبوب بندہ بنا دیتی ہے۔ قناعت پسندی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قناعت کرنے والا انسان ہمیشہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہتا ہے اور دوسروں سے مانگنے میں اسے عار محسوس ہوتی ہے کیونکہ دوسروں کے سامنے بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلانا گویا کہ خود کو ذِلّت پر پیش کرنا ہے اور اسلام ہمیں اس طرح کے تمام اُمور سے بچنے کا حکم دیتا ہے جس میں کسی طرح بھی مسلمان کی تذلیل ہوتی ہو۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **”قناعت اختیار کرنے، بلا ضرورت سوال سے بچنے، خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے کی ترغیب اور بلاضرورت سوال کرنے کی**

---

1 . . . التعریفات للجرجانی، ص۱۲۶۔

مذمت" کے بارے میں ہے۔اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیاتِ مقدسہ اور 16 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ہر جاندار کا رزق رب کے ذمۂ کرم پر

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۲، ھود: ۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق **اللہ** کے ذمۂ کرم پر نہ ہو۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "دَابَّۃٌ کا معنٰی ہے ہر وہ جانور جو زمین پر رینگ کر چلتا ہو۔ عُرف میں چوپائے کو دَابَّۃٌ کہتے ہیں جبکہ آیت میں اس سے مطلقاً ہر جاندار مراد ہے لہٰذا انسان اور تمام حیوانات اِس میں داخل ہیں۔ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا یعنی (ایسا کوئی جاندار نہیں) جس کا رزق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذمّہ کرم پر نہ ہو۔" یعنی اُن کے رِزق کا کفیل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے اور یہ اس کا فضل ہے، نہ کہ اس پر واجب اور یہ رزق دینا اس کی مشیت پر ہے اگر چاہے تو دے اگر چاہے تو نہ دے۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کوئی چیز واجب نہیں:

عَلَّامَہ صَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جانداروں کو رزق دینا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر واجب ہے کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے پاک ہے کہ اس پر کوئی چیز واجب ہو بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جانداروں کو رزق دینا اور ان کی کفالت کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرمایا ہے اور (جس چیز کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے ذمۂ کرم پر لازم فرمالے پھر) وہ اس کے خلاف نہیں فرماتا۔رزق کی ذمہ داری لینے کو لفظ عَلٰی کے ساتھ اس لیے بیان فرمایا تاکہ بندے کا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ پر توکل مضبوط ہو اور اگر وہ (رزق حاصل کرنے کے) اسباب اختیار کرے تو ان پر بھروسہ نہ کر بیٹھے بلکہ اپنا اعتماد اور بھروسہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر ہی رکھے۔ اسباب صرف اس لیے اختیار کرے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اَسباب اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ فارغ رہنے

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۶، ۲/۳۴۰۔

والے بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند نہیں فرماتا اور خاص طور پہ زمین کی جاندار مخلوق کا ذکر اس لئے فرمایا کہ یہی غذاؤں کے محتاج ہیں جبکہ آسمانی مخلوق جیسے فرشتے اور حورِ عین، یہ اس رزق (یعنی کھانے پینے) کے محتاج نہیں بلکہ ان کی غذا تسبیح و تہلیل ہے۔"[1] عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "دَابَّۃٌ عام ہے یعنی ہر جانور جو بھی رزق کا محتاج ہو چھوٹا ہو یا بڑا، مذکر ہو یا مؤنث، صحیح سالم ہو یا عیب دار، پرند ہو یا غیر پرند، کیونکہ پرندہ بھی کسی وقت زمین پر پاؤں سے چلتا ہے۔ کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو، یعنی جو اس کے لائق غذا و معاش ہے اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے ذمہ لیا ہے، یہ اس کی مہربانی اور فضل و کرم ہے۔"[2]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

اس آیت مبارکہ میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ رزق کا ذمہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لے لیا ہے اور جس کے رزق کا ذمہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لے لیا ہو تو اسے چاہیے کہ اب قناعت اختیار کرے، زندگی گزارنے میں میانہ روی اختیار کرے نیز جب اسے رب عطا فرما رہا ہے تو اسے کسی اور سے مانگنے کی بھی کوئی حاجت نہیں کہ جو اپنے ربّ تعالٰی کی رحمت اور اس کے فضل پر نظر رکھتا ہے وہ دیگر لوگوں سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اِس فرمانِ عالیشان میں قناعت، میانہ روی اور کسی کے سامنے بلاوجہ دستِ سوال دراز نہ کرنے کا بیان ہے، اسی لیے اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے باب میں اِس آیت کو سب سے پہلے ذکر فرمایا۔

(2) اللہ والے لوگوں سے سوال نہیں کرتے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ٘ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِۚ تَعْرِفُهُمْ

ترجمۂ کنز الایمان: ان فقیروں کے لیے جو راہِ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب تو انہیں ان کی

---

1 . . . تفسیر صاوی، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۶، ۳/ ۹۰۰۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۲، ھود، تحت الآیۃ: ۶، ۴/ ۹۵۔

بِسِیْمٰهُمْ ۚ لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑ گڑانا پڑے۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

اَصحابِ صُفّہ:

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”مسجد نبوی کے پاس ایک صُفَّہ (چبوترہ) تھا۔ جہاں چار پانچ سو فقراء مہاجرین رہتے تھے۔ جن کے پاس نہ گھر تھا، نہ دُنیوی سامان، نہ کوئی کاروبار، ہمیشہ مسجد میں حاضر رہنا، دن میں روزہ، تلاوت قرآن اور رات میں شب بیداری، ہر جہاد میں لشکر اسلام کے ساتھ جانا ان کا کام تھا۔ انہیں اَصحابِ صُفَّہ کہتے ہیں یعنی چبوترہ پر رہنے والے۔ نہ ان حضرات کی شادی ہوئی تھی، نہ ان کا یہاں کنبہ قبیلہ تھا۔ ان کی غریبی کا یہ حال تھا کہ ان میں سے سَتّر کے پاس سَتر پوشی کے لیے پورا کپڑا بھی نہ تھا۔ ان کے متعلق یہ آیت کریمہ اُتری جس میں مسلمانوں کو انہیں صدقہ وخیرات دینے کی ترغیب دی گئی۔ ایک بار حضور عَلَیْہِ السَّلَام ان کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ ان کی سخت فقیری اور بھوک کی شدت ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے صفہ والو! میری اُمَّت میں سے جو تمہاری طرح صابر شاکر اور پرہیز گار ہو گا وہ قیامت میں میرا رفیق ہو گا۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو! ایک وقت وہ آنے والا ہے جب تمہارے سامنے دستر خوان پر غذاؤں کے پیالوں کے پیالے رکھے جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: یَاحَبِیْبَ الله! اس دن ہم بڑے ہی خیر میں ہوں گے۔ فرمایا: بلکہ خیر میں آج ہی ہو۔“[1]

تفسیر دُرِّ منثور میں ہے: حضرت سیدنا **عبدالله** بن عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے فرمایا کہ اِس آیت میں فُقراء سے مراد اَصحابِ صُفَّہ ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا فضالہ بن عُبَید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ”**رسولُ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے تو کچھ لوگ نماز میں قیام کے دوران بھوک کی وجہ سے جھک جاتے اور یہ لوگ اصحابِ صُفّہ ہوتے تھے حتّٰی کہ دیہاتی لوگ ان کو مجنون کہتے تھے۔“[2]

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۳ / ۱۳۲۔

2 ... تفسیر در منثور، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۲ / ۸۸، ۸۹ ملتقطاً۔

(3) اِسراف، کنجوسی اور اِعتدال

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝۶۷ (پ۱۹، الفرقان: ۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور اُن دونوں کے بیچ اِعتدال پر رہیں۔

مال خرچ کرنے میں نہ تجاوز، نہ ہی کنجوسی:

مفسرین کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی نے اس آیت کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں۔ ❁ علامہ نُحَاس رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ''اس کی تفسیر میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مال خرچ کیا تو یہ اِسراف ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ نہ کرے تو یہ اِقْتَار (یعنی تنگی) ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں مال خرچ کیا تو یہ اعتدال ہے۔'' ❁ حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: ''خرچ کرنے کی جگہ اگر کسی نے ایک لاکھ بھی خرچ کیا تو یہ اسراف نہیں اور ناحق ایک درہم بھی خرچ کیا تو یہ اسراف ہے اور جس جگہ خرچ کرنے کا حق بنتا تھا وہاں خرچ نہ کیا تو یہ تنگی ہے۔'' ❁ حضرت سَیِّدُنا عون بن عبد اللہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ''اسراف یہ ہے کہ تو کسی غیر کا مال بغیر اجازت خرچ کرے۔'' ❁ حضرت سَیِّدُنا ابن عطیہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: ''زیادہ مناسب یہ ہے کہ کہا جائے: مَعْصِیَّتْ (گناہ کے کاموں) میں خرچ کرنے سے شرع نے روک دیا ہے اب چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں خرچ کرنا اِسراف ہے، اِسی طرح غیر کے مال میں تصرف کرنا اِسراف ہے۔ جن لوگوں (یعنی صحابہ کرام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ) کی صفت بیان کی جارہی ہے وہ ان چیزوں سے پاک تھے۔ آیت میں مال خرچ کرنے کا ادب سکھایا جا رہا ہے کہ انسان مال خرچ کرنے میں نہ حد سے تجاوز کرے کہ کسی غیر کا حق ضائع ہو اور نہ اتنی کنجوسی کرے کہ اہل وعیال بھوکے رہ جائیں اور بخل میں حد سے بڑھ جائے۔ اس میں بہترین طریقہ اعتدال ہے۔ اعتدال یہ اس کے اہل وعیال اور اپنی حالت کے اعتبار سے ہوگا۔ اُمور میں میانہ روی بہتر ہے اسی وجہ سے رسولُ

اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنَا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنا تمام مال صدقہ کرنے کی اجازت دی، کیونکہ یہ ان کے دِین میں قوت اور صبر کے اعتبار سے درمیان تھا اور دوسرے اَفراد کو اس سے منع فرمادیا۔“ ❁ سَیِّدُنَا ابراہیم نخعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا: ”آیت سے مراد وہ شخص ہے جو نہ اپنے گھر والوں کو بھوکا رکھتا ہے اور نہ ہی بے لباس، اور نہ ہی اتنا خرچ کرتا ہے کہ لوگ کہیں اس نے اِسراف کیا۔“ ❁ حضرت سَیِّدُنَا یزید بن ابی حبیب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ”اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہ تو خوبصورتی کے لیے لباس پہنتے ہیں اور نہ ہی لذت کے لیے کھانا کھاتے ہیں اور وہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صحابہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ ہیں جو نہ لذت کے لیے کھانا کھاتے تھے اور نہ ہی حُسن و جَمال کے لیے لباس زیب تَن کرتے تھے، کھانے سے اُن کا مقصود بھوک ختم کرنا اور اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت پر قوت حاصل کرنا ہوتا اور لباس اس لیے زیب تَن فرماتے کہ سِتر چھپا رہے اور سردی گرمی سے بچا جاسکے۔“[1]

اِسراف میں کوئی بھلائی نہیں:

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی ”خزائن العرفان“ میں مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اسراف معصیت میں خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ ایک بزرگ نے کہا کہ اِسراف میں بھلائی نہیں، دوسرے بزرگ نے کہا: نیکی میں اِسراف ہی نہیں اور تنگی کرنا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے مقرر کئے ہوئے حقوق کے اَدا کرنے میں کمی کرے۔ یہی حضرت ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے کسی حق کو منع کیا اس نے اِقتار کیا یعنی تنگی کی اور جس نے ناحق میں خرچ کیا اس نے اسراف کیا۔“ یہاں ان بندوں کے خرچ کرنے کا حال ذِکر فرمایا جاتا ہے کہ جو اِسراف و اِقتار کے دونوں مذموم طریقوں سے بچتے ہیں۔ عبد الملک بن مروان نے حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اپنی بیٹی بیاہتے وقت خرچ کا حال دریافت کیا تو حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ نیکی دو بدیوں (دو برائیوں) کے درمیان ہے۔ اس سے

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ ۱۹، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۷، ۷/۵۸، الجزء الثالث عشر۔

مراد یہ تھی کہ خرچ میں اعتدال نیکی ہے اور وہ اسراف واقتار کے درمیان ہے جو دونوں بدیاں ہیں۔ اس سے عبد الملک نے پہچان لیا کہ وہ اس آیت کے مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔"[1]

(4) جن وانس کو پیدا کرنے کا مقصد

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ (پ ۲۷، الذاریات: ۵۶، ۵۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور میں نے جن اور آدمی اتنے ہی (اسی) لیے بنائے کہ میری بندگی کریں میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔

مخلوق کی کفالت کرنے والا اللہ عَزَّوَجَلَّ ہے:

(اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔) یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: میں نے مؤمنین جن و انس کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا فرمایا۔ ❁ کہا گیا ہے کہ یہاں جن و انس سے خاص فرمانبردار لوگ مراد ہیں جس پر حضرت سَیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی یہ قراءت دلالت کرتی ہے: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنسَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ یعنی میں نے جن و انس میں سے مؤمنین کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔" ❁ ایک معنٰی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جن وانس میں سے نیک بخت لوگوں کو عبادت کے لیے پیدا فرمایا جبکہ بد بختوں کو گناہ کے لیے اور ان کا نیک بخت و بد بخت ہونا وہ ہے جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ ❁ حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کا معنٰی ہے کہ میں انہیں عبادت کا حکم دوں اور اپنی عبادت کی طرف بلاؤں۔" ❁ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کا ایک معنٰی یہ بھی ہے کہ وہ میری معرفت حاصل کریں اور یہی قول بہتر ہے کیونکہ اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جن وانس کو پیدا نہ فرماتا تو انہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وجود و توحید کی پہچان نہ ہوتی۔ ❁ کہا گیا ہے کہ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کا ایک معنٰی یہ بھی ہے کہ جن وانس کو اس لیے پیدا کیا گیا تا کہ وہ میرے لیے تواضع اور عجز و نیاز اختیار کریں کیونکہ لغت میں عبادت کا ایک معنٰی عجز و

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۹، الفرقان، تحت الآیۃ: ۶۷۔

نیاز مندی بھی ہے اور جن و انس میں سے تمام مخلوق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فیصلے اور اُس کی مشیت کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے۔ ❁ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کا ایک معنٰی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تاکہ وہ میری وحدانیت کو بیان کریں، وحدانیت کو بیان کرنے میں جہاں تک مؤمن کا تعلق ہے تو وہ تنگدستی و خوشحالی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توحید بیان کرتا ہے جبکہ کافر صرف مصیبت تنگدستی اور اِضْطِرَار کی حالت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی توحید بیان کرتا ہے، نعمت و خوشحالی میں نہیں۔"[1] **(میں اُن سے کچھ رزق نہیں مانگتا۔)** اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ عادتِ کریمہ ایسی نہیں ہے جیسی بندوں کی اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ ہے کیونکہ بندے اپنے پاس غلام اور نوکر اس لئے رکھتے ہیں تاکہ وہ معاشی معاملات میں ان کی مدد کریں جبکہ **اللہ** تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ رزق یا کسی بھی معاملے میں بندوں کا محتاج نہیں بلکہ ہر ایک کو رزق دینے والا ہے اور سب کی روزی کا کفیل بھی وہی ہے اور نہ ہی **اللہ** تعالیٰ بندوں سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کی مخلوق کے لئے کھانا دیں۔ بیشک **اللہ** تعالیٰ ہی بڑا رزق دینے والا ہے، وہی ہر کسی کو رزق دیتا ہے، وہ قوت والا ہے اسی لیے مخلوق تک رزق پہنچانے میں اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں اور رزق پیدا کرنے پر قدرت رکھنے والا ہے، سب کو وہی دیتا اور سب کو وہی پالتا ہے۔[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 522

مال داری دل کا غنی ہونا ہے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَ لٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ.[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مال داری مال کی کثرت سے نہیں بلکہ مال داری دل کا غنی ہونا ہے۔"

---

1 ... تفسیر خازن، پ ۲۷، الذاریات، تحت الآیۃ: ۵۶، ۵۷، ۴/۱۸۵۔

2 ... تفسیر صراط الجنان، پ ۲۷، الذاریات، تحت الآیۃ: ۵۷، ۹/۵۱۲۔

3 ... بخاری، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۴/۲۳۳، حدیث: ۶۴۴۶۔

شریعت نے کس مال داری کو پسند فرمایا؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”شریعت میں پسندیدہ مال داری وہ ہے جو شرعاً ممدوح، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے والی، آخرت کا ثواب یا نفع بڑھانے اور عظمتیں حاصل کرنے کے لیے ہو۔ امام قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: قابل تعریف مال داری، نفس یعنی دل کا غنی ہونا ہے کیونکہ نفس کا غنی ہونا یہ انسان کو لالچ کے مقام سے روک کر عزت وعظمت والا بنادیتا ہے اور اس کے ذریعے انسان کو اس شخص سے زیادہ خوش نصیبی، شرف اور مدح حاصل ہوتی ہے جو مال دار ہونے کے باوجود حرص کی وجہ سے فَقِیْرُ النَّفْس ہی رہتا ہے کیونکہ حرص یہ انسان کو بُرے معاملات اور گھٹیا اَفعال میں مبتلا کر دیتا ہے جو کہ اُس کی ہمت کی کوتاہی اور بخل وحرص کی وجہ سے ہوتا ہے اور لوگوں کی اکثریت اس کی مذمت کرتی ہے اور اس کا مرتبہ لوگوں کی نگاہ میں گر جاتا ہے، پھر وہ حقیر سے حقیر اور ذلیل سے ذلیل تر میں شمار ہوتا ہے۔“ حاصل کلام یہ کہ جس کو نفس کے غَنا یعنی دل کے مال دار ہونے سے نوازا گیا وہ اسی پر قناعت اختیار کرتا ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قسمت میں لکھا۔ بلاضرورت اس میں اضافے کا طالب نہیں ہوتا بلکہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس کی قسمت میں لکھا اسی پر راضی رہتا ہے۔ گویا وہ ہمیشہ سب کچھ پانے والا ہے جبکہ حریص شخص اس کے بالکل برعکس ہے۔ غناءِ نفس کا راستہ یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہے اور اس کے حکم کو مانے یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ وہ اس طرح حرص و طلب سے اِعراض کرتا ہے۔“[1]

مال داری کی حقیقت:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ حقیقت میں مال دار ہونا یہ نہیں کہ کسی کے پاس مال کی کثرت ہو کیونکہ بہت سے مال داروں کا حال یہ ہے کہ وہ فَقِیْرُ النَّفْس ہی رہتے ہیں اس طرح کہ جو مال ان کو دیا گیا وہ اس پر قناعت اختیار نہیں کرتے اور ہر وقت اس کوشش میں لگے

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔الخ، ۲/ ۵۰۰، ۵۰۱، تحت الحدیث: ۵۲۱ ملخصاً۔

رہتے ہیں کہ کسی طرح مال بڑھ جائے اور انہیں اس بات کی بھی پروانہیں ہوتی کہ مال کہاں سے آرہا ہے؟ گویا شدتِ حرص کی وجہ سے (مال ہونے کے باوجود) وہ فقیر ہی ہیں غنی نہیں۔ مال داری کی حقیقت تو یہ ہے کہ نفس یعنی دل غنی ہو اور وہ یہ ہے کہ انسان کو جو تھوڑا کچھ مل گیا وہ اسی پر قناعت اختیار کر لیتا ہے اور مال میں اضافے کی حرص اور طلب نہیں کرتا۔“[1]

مال کی طلب فقر کو بڑھاتی ہے:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”نفس کے غنی ہونے سے مراد قناعت ہے اور ممکن ہے اس سے مراد وہ ہو کہ جو انسان کی حاجت کو پورا کرے جیسا کہ شاعر کا قول ہے:

غِنَى النَّفْس مَا يُغْنِيْكَ عَنْ سَدِّ حَاجَةٍ .... فَاِنْ زَادَ شَيْئًا عَادَ ذَاكَ الْغِنٰى فَقْرًا

ترجمہ: ”نفس کا غنا وہ ہے جو ضرورت کو پورا کرنے کے لیے تجھے کافی ہو جائے، اگر وہ ضرورت سے زیادہ ہو تو وہی مال داری فقر میں بدل جائے گی۔“ ممکن ہے نفس کے غنا سے مراد کمالاتِ علمیہ وعملیہ کا حصول ہو جیسا کہ ابو طیب نے اس کا معنیٰ شعر میں یوں بیان کیا ہے:

وَمَنْ يُنْفِقُ السَّاعَاتِ فِيْ جَمْعِ مَالِهٖ .... مَخَافَةَ فَقْرٍ فَالَّذِيْ فُعِلَ الْفَقْرُ

ترجمہ: ”جو شخص فقر کے ڈر سے سارا وقت مال جمع کرنے میں خرچ کرتا ہے پس وہی فقر میں مبتلا ہے۔“ یعنی انسان کو چاہیے کہ اپنے اوقات کو غنا حقیقی میں صَرف کرے اور وہ کمالات کو طلب کرنا ہے تاکہ غنا میں اضافہ ہوتا رہے نہ کہ مال کو طلب کرنا کیونکہ مال کی طلب فقر کو بڑھاتی ہے۔“[2]

صبر و قناعت کی دولت:

حضرت سَیِّدُنا احمد بن حسین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا فرماتے ہیں: میں نے حضرت سَیِّدُنا ابو عبد اللہ محاملی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عید الفطر کے دن نمازِ عید کے بعد میں نے سوچا کہ آج عید کا دن ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ میں حضرت سَیِّدُنا داوٗد بن علی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انہیں عید کی

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرقاق، باب الغنی غنی النفس، ۱۰/ ۱۲۵۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الرقاق، الفصل الاول، ۹/ ۳۲۹، تحت الحدیث: ۵۱۷۰۔

مبارک باد دوں، آج تو خوشی کا دن ہے، ان سے ضرور ملاقات کرنی چاہیے۔ چنانچہ اسی خیال کے پیشِ نظر میں حضرت سَیِّدُنَا داؤد بن علی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی کے گھر کی جانب چل دیا۔ وہ سادگی پسند بزرگ تھے اور ایک سادہ سے مکان میں رہتے تھے۔ میں نے وہاں پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے مجھے اندر بلالیا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے سامنے ایک برتن میں پھلوں اور سبزیوں کے چھلکے اور ایک برتن میں آٹے کی بُور (یعنی بھوسی) رکھی ہوئی تھی اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اسے کھارہے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی، میں نے انہیں عید کی مبارک باد دی اور سوچنے لگا کہ آج عید کا دن ہے، ہر شخص اَنواع واقسام کے کھانوں کا اہتمام کررہا ہوگا لیکن آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ آج کے دن بھی اس حالت میں ہیں کہ چھلکے اور آٹے کی بھوسی کھا کر گزارہ کررہے ہیں۔ میں نہایت غم کے عالَم میں وہاں سے رُخصت ہوا اور اپنے ایک صاحب ثروَت دوست کے پاس پہنچا، جس کا نام جُرجَانی مشہور تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا: "حضور! کس چیز نے آپ کو پریشان کردیا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کی مدد فرمائے، آپ کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے، میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے کہا: "اے جرجانی! تمہارے پڑوس میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ایک ولی رہتا ہے، آج عید کا دن ہے لیکن اس کی یہ حالت ہے کہ کوئی چیز خرید کر نہیں کھا سکتا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پھلوں کے چھلکے کھارہے تھے، تم تو نیکیوں کے معاملے میں بہت زیادہ حریص ہو، تم اپنے اس پڑوسی کی خدمت سے غافل کیوں ہو؟" یہ سن کر اس نے کہا: "حضور! آپ جس شخص کی بات کررہے ہیں وہ دنیادار لوگوں سے دُور رہنا پسند کرتا ہے۔ میں نے آج صبح ہی اسے ایک ہزار درہم بھجوائے اور اپنا ایک غلام بھی ان کی خدمت کے لیے بھیجا لیکن انہوں نے میرے دراہم اور غلام کو یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ جاؤ اور اپنے مالک سے کہہ دینا کہ تم نے مجھے کیا سمجھ کر یہ درہم بھجوائے ہیں؟ کیا میں نے تجھ سے اپنی حالت کے بارے میں کوئی شکایت کی ہے؟ مجھے تمہارے اِن درہموں کی کوئی حاجت نہیں، میں ہر حال میں اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ سے خوش ہوں، وہی میرا مقصودِ اصلی ہے، وہی میرا کفیل ہے اور وہ مجھے کافی ہے۔" اپنے دوست سے یہ بات سن کر میں بہت متعجب ہوا اور اس سے کہا: "تم وہ درہم مجھے دو، میں ان کی بارگاہ میں یہ پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ قبول فرمالیں گے۔" اس نے فوراً غلام کو حکم دیا: "ہزار ہزار درہموں سے بھرے ہوئے دو تھیلے لاؤ۔" پھر اس نے مجھ سے کہا: "ایک ہزار درہم میرے پڑوسی کے لیے

اور ایک ہزار آپ کے لیے تحفہ ہیں۔ آپ یہ حقیر سانذرانہ قبول فرمالیں۔"

میں وہ دو ہزار درہم لے کر حضرت سَیِّدُنا داؤد بن علی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے مکان پر پہنچا اور دروازے پر دستک دی، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ دروازے پر آئے اور اندر ہی سے پوچھا: "اے ابو **عبد اللہ** محاملی! تم دوبارہ کس لیے یہاں آئے ہو؟" میں نے عرض کی: "حضور! ایک معاملہ درپیش ہے، اسی کے متعلق کچھ گفتگو کرنی ہے۔" پس انہوں نے مجھے اندر آنے کی اجازت عطا فرمادی میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور پھر درہم نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "میں نے تجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دی اور تم میری حالت سے واقف ہوگئے۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ تم میری اس حالت کے امین ہو۔ میں نے تم پر اعتماد کیا تھا، کیا اس اعتماد کا صلہ تم اس دنیوی دولت کے ذریعے دے رہے ہو؟ جاؤ! اپنی یہ دنیوی دولت اپنے پاس ہی رکھو، مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔"

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** محاملی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ان کی یہ شانِ استغناء دیکھ کر میں واپس چلا آیا اور اب میری نظروں میں دنیا حقیر ہوگئی تھی۔ میں اپنے دوست جرجانی کے پاس گیا اسے سارا ماجرا سنایا اور ساری رقم واپس کر دینا چاہی تو اس نے یہ کہتے ہوئے وہ درہم واپس کر دیئے کہ "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں جو رقم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دے چکا اسے کبھی واپس نہ لوں گا لہٰذا یہ مال تم اپنے پاس رکھو اور جہاں چاہو خرچ کرو۔" پھر میں وہاں سے چلا آیا اور میرے دل میں مال کی بالکل بھی محبت نہ تھی، میں نے سوچ لیا کہ "میں یہ ساری رقم ایسے لوگوں میں تقسیم کر دوں گا جو شدید حاجت مند ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے بلکہ صبر و شکر سے کام لیتے ہیں اور اپنی حالت حتی الامکان کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"فقراء" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 ... عیون الحکایات، الحکایۃ التاسعۃ والخمسون بعد المائۃ، ص ۱۷۴۔

(1) امیر وہ نہیں جس کے پاس مال زیادہ ہو بلکہ امیر وہ ہے جس کا دل غنی ہو اور وہ قناعت پسند ہو۔
(2) پسندیدہ مال داری وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو راضی کرنے اور آخرت کا ثواب یا نفع بڑھانے کے لیے ہو۔
(3) فقیر النفس شخص مال دار ہونے کے باوجود بھی فقیر ہی رہتا ہے۔
(4) نفس کے غنی ہونے کا راستہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہے اور اس کے حکم کو مانے یہ جانتے ہوئے کہ جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔
(5) نفس کا غنی ہونا انسان کو لالچ کے مقام سے روک کر عزت و عظمت والا بنا دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دل کا غنا اور قناعت پسندی کی دولت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 523

وہ شخص کامیاب ہوا۔۔۔

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ.[1]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”وہ شخص کامیاب ہوا جو اِسلام لے آیا، اور اسے بقدرِ کفایت رِزق دیا گیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جو کچھ عطا فرمایا اُس پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔“

کفایت کرنے والا رِزق کیا ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”وہ کامیاب ہو گیا جو اِسلام لایا، آگ سے نجات اور جنت میں داخلے کی وجہ سے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اِرشاد فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ (پ ۴، آل عمران: ۱۸۵) (ترجمۂ کنز الایمان: جو آگ سے

[1] ۔۔۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فی الکفاف والقناعۃ، ص ۴۰۶، حدیث: ۲۴۲۶۔

بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مُراد کو پہنچا۔)" اِسے بقدرِ کفایت رِزق دیا گیا۔"یعنی وہ رِزق جو قناعت کے ساتھ سوال کرنے سے روک دے اور حاجت سے زائد بھی نہ ہو۔ حضرت سَیِّدُنا سعید بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے کسی نے پوچھا: "کفایت کرنے والا رزق کیا ہے؟" فرمایا: "ایک دن کھانا اور ایک دن بھوکا رہنا۔" علامہ قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "کفایت کرنے والا رزق وہ ہے جو حاجت اور ضروریات کو پورا کردے اور خوش حال لوگوں سے نہ ملائے۔"[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکُّل کرنے کا اَجر:

حضرت سَیِّدُنا وہب بن منبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک عابد بقدرِ کفایت رزقِ حلال کماتا اور باقی وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں گزارتا تھا۔ ایک مرتبہ مسلسل کئی روز تک اسے کہیں بھی مزدوری نہ ملی اور فاقوں تک نوبت پہنچ گئی، کئی روز تک گھر میں چولہا نہ جلا۔ وہ خود بھی بھوکا رہا اور اہل وعیال بھی بھوک کی مشقت برداشت کرتے رہے۔ جب معاملہ حد سے بڑھ گیا تو اس نے اپنی زوجہ سے کہا: "کل میں مزدوری کے لیے جاؤں گا، تم دعا کرنا، اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مخلوق کو رزق دینے والا ہے وہ ہمیں بھی محروم نہ رکھے گا۔" اس کی زوجہ نے بھی یہی مشورہ دیا کہ تم یقین کامل کے ساتھ رزق کی تلاش میں نکلو اللہ عَزَّوَجَلَّ ضرور کوئی راہ نکالے گا۔ صبح سویرے وہ عابد اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر مزدوری کی تلاش میں نکلا اور وہ بھی دوسرے مزدوروں کے ساتھ بیٹھ گیا کہ جس کو ضرورت ہوگی وہ مجھے مزدوری کے لیے لے جائے گا۔ یکے بعد دیگرے تمام مزدوروں کو کوئی نہ کوئی اُجرت پر کام کروانے کے لیے لے گیا لیکن اس کے پاس کوئی نہ آیا۔ جب اس عابد نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں آج مالکِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کی مزدوری (یعنی عبادت) کروں گا۔ چنانچہ وہ دریا پر آیا اور وضو کرکے نوافل پڑھنے لگا اور سارا دن اسی طرح رکوع و سجود میں گزار دیا۔ شام کو جب گھر پہنچا تو اس کی زوجہ نے پوچھا: "کیا کسی کے ہاں تمہیں مزدوری ملی؟" اس نے جواب دیا: "میں نے آج بہت کریم مالک کے ہاں مزدوری کی ہے، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصاد... الخ، ۲/ ۵۰۲، تحت الحدیث: ۵۲۲ ملتقطاً۔

مجھے اس مزدوری کا بہت اچھا بدلہ دے گا۔“ دوسری صبح دوبارہ یہ عابد مزدوروں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ سب کو کوئی نہ کوئی اپنے ہاں کام پر لے گیا لیکن اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ اس نے دل میں کہا: ”خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! آج پھر میں مالک حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مزدوری کروں گا۔“ وہ پھر دریا پر آیا، وضو کیا اور خوب خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرنے لگا۔ سارا دن اسی طرح رکوع و سجود میں گزر گیا۔ شام کو جب وہ گھر پہنچا اور اس کی زوجہ نے اسے خالی ہاتھ دیکھا تو کہنے لگی: ”آج کیا ہوا؟“ اس نے جواباً کہا: ”آج پھر میں نے اسی مالک کے ہاں مزدوری کی ہے، وہ بڑا کریم ہے، اس نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے کہ مجھے اس مزدوری کا اچھا بدلہ دے گا، میری اُجرت اس مالک کے پاس جمع ہو رہی ہے۔“ فاقوں کی ماری زوجہ نے جب یہ بات سنی تو شوہر سے جھگڑنے لگی کہ یہاں کئی دن سے فاقے ہو رہے ہیں، بچوں کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ دیکھی نہیں جاتی۔ ہم میں سے کسی نے بھی کئی دنوں سے ایک لقمہ تک نہیں کھایا اور تم جس مالک کے ہاں مزدوری کر رہے ہو اس نے تمہیں آج بھی تمہاری اُجرت نہیں دی، اس طرح کیسے گزارہ ہو گا؟ اس پر وہ عابد بہت پریشان ہوا اور اس نے ساری رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزار دی۔ بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے۔ اس کی اپنی بھی حالت قابلِ رحم تھی، بالآخر صبح وہ پھر بازار گیا اور مزدورں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ آج پھر اس کے علاوہ سب کو مزدوری مل گئی لیکن اسے کوئی بھی اپنے ساتھ نہ لے گیا۔

وہ عابد بھی اپنے پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس ہونے والا نہیں تھا۔ دریا پر پہنچا اور وضو کرنے کے بعد اپنے دل میں کہا: ”میں آج پھر اپنے مالک حقیقی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مزدوری کروں گا، وہ ضرور مجھے اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔“ چنانچہ آج پھر اس نے سارا دن عبادت میں گزار دیا لیکن شام تک اسے کہیں سے بھی رزق کا بندوبست ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ اب وہ سوچنے لگا کہ میں گھر جا کر بچوں اور بیوی کو کیا جواب دوں گا؟ پھر اس کے یقین نے اس کی ڈھارس بندھائی کہ جس پاک پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی تو عبادت کرتا ہے وہ تجھے مایوس نہ کرے گا۔ اس کی ذات پر کامل یقین رکھ، وہ ضرور رزق عطا فرمائے گا۔ بالآخر وہ گھر کی طرف روانہ ہوا۔ جب دروازے کے قریب پہنچا تو اسے گھر کے اندر سے کھانا پکنے کی خوشبو آئی اور ایسا محسوس ہوا جیسے اندر بہت خوشی کا سماں ہے، سارے گھر والے خوشی سے باتیں کر رہے ہیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں سچ مچ اپنے گھر

میں خوشی کا سماں محسوس کر رہا ہوں اور میرے گھر سے کھانے کی خوشبو آ رہی ہے۔ بہر حال اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی زوجہ نے دروازہ کھولا۔ وہ بہت خوش تھی، اپنے شوہر کو دیکھتے ہی کہنے لگی: ''جس مالک کے ہاں تم نے مزدوری کی ہے، وہ تو واقعی بہت کریم ہے، آج تمہارے جانے کے بعد اس کا قاصد آیا تھا، اس نے ہمیں بہت سارے درہم و دینار اور عمدہ کپڑے دیئے، آٹا اور گوشت وغیرہ بھی کافی مقدار میں دیا۔'' اور کہا: ''جب تمہارا شوہر آجائے تو اسے سلام کہنا اور کہنا کہ تیرے مالک نے تیرا عمل قبول کرلیا ہے، اور وہ تیرے اس عمل سے راضی ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو تو نے عمل کیا تھا اگر تو زیادہ عمل کرتا تو تیرا اجر بھی بڑھا دیا جاتا۔''[1]

مغفرت کر بروزِ قیامت .... تو کرم کر عطا کر عنایت
خلد میں قُربِ خیرُ الورىٰ کی .... میرے مولیٰ تو خیرات دے دے

مدنی گلدستہ
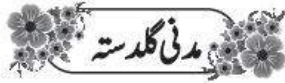
''زُہد'' کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مسلمان ہونا ہی انسان کی حقیقی کامیابی ہے بلکہ دُنیوی و اُخروی تمام کامیابیوں کا دارو مدار بھی اسی پر ہے اور جنت میں داخلہ و جہنم سے نجات بھی اسی کے ذریعے ممکن ہے۔

(2) وہ شخص کامیاب ہوا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے بقدرِ ضرورت رِزق پر صبر کی توفیق عطا فرمائی۔

(3) بندے کے لیے کفایت کرنے والا رِزق وہ ہے جو قناعت کے ساتھ سوال کرنے سے روک دے اور حاجت سے زائد بھی نہ ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دیے گئے رِزق پر صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ...عیون الحکایات، ۱/ ۲۸۴۔

حدیث نمبر:524

کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا

عَنْ حَکِیْمِ بِنْ حِزَامٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُہُ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ سَاَلْتُہُ فَاَعْطَانِیْ ثُمَّ قَالَ: یَا حَکِیْمُ! اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ فَمَنْ اَخَذَہُ بِسَخَاوَۃِ نَفْسٍ بُوْرِکَ لَہُ فِیْہِ وَمَنْ اَخَذَہُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ یُبَارَکْ لَہُ فِیْہِ وَکَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی قَالَ حکیمٌ: فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَکَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا فَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ یَدْعُوْ حَکِیْمًا لِیُعْطِیَہُ الْعَطَاءَ فَیَاْبٰی اَنْ یَّقْبَلَ مِنْہُ شَیْئًا ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ دَعَاہُ لِیُعْطِیَہُ فَاَبٰی اَنْ یَّقْبَلَہُ فقال: یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ! اُشْھِدُکُمْ عَلٰی حَکِیْمٍ اَنِّیْ اَعْرِضُ عَلَیْہِ حَقَّہُ الَّذِیْ قَسَمَہُ اللہُ لَہُ فِیْ ھٰذَا الْفَیْءِ فَیَاْبٰی اَنْ یَّاْخُذَہُ فَلَمْ یَرْزَاْ حَکِیْمٌ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تُوُفِّیَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کچھ مانگا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پھر عطا فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جو اسے بغیر لالچ کے لے گا اسے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نفسانی طمع سے لے گا اُسے اِس میں برکت نہ ہوگی اور وہ اُس آدمی کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''میں نے عرض کی کہ **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اُس ذات کی قسم جس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد مرتے دَم تک کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عطیہ دینے کے لیے بلایا لیکن انہوں نے کچھ لینے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں کچھ عطا کرنے کے

---

[1] . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ۱/۴۹۷، حدیث: ۱۴۷۲۔

لیے بلایا لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اے مسلمانوں کی جماعت! میں تمہیں حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر گواہ بناتا ہوں، میں اُن پر اُن کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُن کے لیے مالِ غنیمت میں رکھا، وہ لینے سے انکار کرتے ہیں۔“ بہر حال حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد مرتے دم تک کسی سے کچھ نہ لیا۔

سیدنا حکیم بن حزام کی قناعت پسندی:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”صدقہ دینے کے بعد حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نصیحت فرمانے میں یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ مانگی ہوئی چیز میں بخل کر رہے ہیں۔“ اے حکیم! کہہ کر آواز دینے سے مخاطب کو مزید خبر دار کرنا مقصود ہے۔ ”یہ مال سر سبز اور میٹھا ہے۔“ یعنی یہ مال اس سبزے کی طرح ہے جو نظر کے لیے پُر کشش اور نفس کو مانوس کرنے والا ہے۔ امام ابنِ حجر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”یہ مال صورت میں سر سبز و میٹھا ہے، اہل عرب ہر چمکدار چیز کو نَضِرٌ و خَضِرٌ کہتے ہیں۔“ علامہ ابنِ اعرابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یہ مال کی صفت نہیں بلکہ تشبیہ کے لیے ہے گویا یہ فرمایا کہ مال سبز میٹھی ترکاری کی طرح ہے یا پھر یہاں مال سے مراد دنیا ہے کیونکہ یہی مال دنیا کی زینت ہے جیسا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا﴾ (پ۱۵، الکھف: ۴۶) ترجمۂ کنزالایمان: ”مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگار (زینت) ہے۔“ ”جس نے اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ لیا۔“ یعنی بغیر مانگے لیا ہو اور یہ لینے والے کے اِعتبار سے ہے جبکہ دینے والے کے اِعتبار سے بھی ہو سکتا ہے یعنی دینے والے نے نفس کی سخاوت کے ساتھ خوش دلی سے دیا ہو تو ایسی صورت میں برکت عطا کی جاتی ہے اور برکت یہ ہے کہ اس کا یہ تھوڑا مال برکت کی وجہ سے زیادہ کی جگہ کام دے گا۔ ”جس نے نفسانی لالچ کے ساتھ لیا اسے اس میں برکت نہیں دی جاتی اور وہ اس آدمی کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا تو ہے لیکن سیر نہیں ہوتا۔“ یعنی جس نے انتظار و حرص کے ساتھ لیا تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو بھوک کی بیماری کی وجہ سے سیر نہیں ہوتا جیسے جیسے بیماری بڑھتی ہے اس کی بھوک میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ حدیث میں اوپر والے ہاتھ سے مراد خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والے ہاتھ سے مراد لینے والا۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا

طارق محاربی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ہم مدینہ منورہ پہنچے، ہم نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر پر کھڑے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمارہے تھے: ''یَدُ الْمُعْطِی الْعُلْیَایعنی دینے والا ہاتھ اوپر والا ہے۔'' جمہور کے قول کے مطابق یَدِعُلْیَاسے مراد دینے والا ہاتھ اوریَدِ سُفْلٰی سے مراد مانگنے والا ہاتھ ہے اور یہی قول معتمد ہے۔ حضرت حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ اور سَیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ سے اپنا حق بھی نہ لیا۔ فتح الباری میں ہے: ''حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا حق ہونے کے باوجود عطیہ لینے سے انکار کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو خدشہ ہوا کہ اگر وہ کسی سے کچھ قبول کرلیں گے تو پھر مانگنے کی عادت پڑ جائے گی اور پھر ایسی چیز کی طرف تجاوز نہ ہو جائے جسے وہ لینا نہ چاہیں تو اس وجہ سے انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور شک میں نہ ڈالنے والی شے کو شک کے خوف سے ترک کردیا۔ ''حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے لوگوں کو ان پر اس لیے گواہ بنایا تاکہ جو لوگ (حضرت حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے عطیہ نہ لینے کی) اندرونی کیفیت سے واقف نہیں وہ یہ الزام نہ لگائیں کہ حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کا حق روک لیا۔ حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حضرت سَیِّدُنا ابوبکر صدیق، حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق، حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی اور حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُم میں سے کسی سے نہ قرض لیا اور نہ ہی اس کے علاوہ کچھ لیا، یہاں تک کہ حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ کے دورِ حکومت کے دسویں سال ان کی وفات ہوگئی۔''[1]

رسولُ اللہ نے خوش کردیا:

امام جلال الدین سیوطی رَحۡمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہ فرماتے ہیں: ''حضرت سَیِّدُنا حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس وجہ سے سوال کیا تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دیگر صحابہ کے مقابلے میں کم مال دیا تھا اس پر وہ کہنے لگے: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا خیال یہ تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے کسی سے کم مال نہ دیں گے۔'' چنانچہ انہوں نے اور مانگا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا فرمادیا، پھر مانگا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اور بھی عطا فرمایا،

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی القناعة والعفاف والاقتصاد... الخ، ۲/ ۵۰۳ تا ۵۰۵، تحت الحدیث: ۵۲۳ ملتقطاً۔

یہاں تک کہ وہ راضی اور خوش ہوگئے۔“[1]

حاکم اسلام سے کچھ مانگنا:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوا کہ حاکم اسلام سے مانگنے میں کوئی عار نہیں اور یہاں اس بات کی دلیل ہے کہ سائل کے اصرار کے ساتھ مانگنے پر اسے وعظ ونصیحت کرتے ہوئے واپس لوٹا دینے میں کوئی حرج نہیں نیز اسے مانگنے اور حرص کے ساتھ مال لینے سے بچنے کا حکم دیا جائے جیساکہ حضرت سَیِّدُنَا حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دو بار مانگا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عطا فرمایا۔ تیسری بار مانگنے پر رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کو حرص چھوڑنے اور مانگنے سے بچنے کا ارشاد فرمایا۔ ”جس نے مال کو نفس کی سخاوت کے ساتھ لیا اس میں اس کو برکت عطا کی گئی۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان اس بات پہ دلالت کرتا ہے کہ قناعت اور اتنا مال مانگنا کہ جو اسے کفایت کر جائے اور اچھے طریقے سے مانگنا یہ تمام چیزیں برکت سے ملی ہوتی ہیں اور جس نے لالچ اور حرص کے ساتھ ایسا مال طلب کیا جس میں اس کا حق نہیں بنتا، اس مال میں اسے برکت نہیں دی جاتی۔ مال اور غنا کی فضیلت اس وقت ہے جب اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِطاعت میں خرچ کیا جائے اور بغیر حاجت وضرورت کسی سے سوال نہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوال کرنا اس وقت مَذْمُوم ہے جب انسان کا کسی پر کوئی حق نہ ہو، جب انسان نے کسی کا کوئی کام کیا اور اس کام کی اُجرت لینی ہو تو یہ مانگنا مذموم نہیں۔“[2]

مذکورہ حدیث سے ماخوذ فوائد ومعلومات:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان نے مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں جو مفید باتیں ذِکر فرمائی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

1. . . التوشیح علی الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ۳/ ۲۲۲، تحت الحدیث: ۱۴۷۲۔
2. . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسألۃ، ۳/ ۵۰۵، ۵۰۲ ملتقطا۔

✿ آپ (یعنی حضرت سَیِّدُنا حکیم بن حزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) صحابی ہیں، حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) کے بھتیجے ہیں، آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، ساٹھ سال جاہلیت میں گزرے، ساٹھ سال اسلام میں۔ ✿ زمانۂ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلاضرورت بھی دستِ سوال دراز کر دیتے تھے، نَو مسلم (یعنی نئے نئے اسلام قبول کرنے والے) حضرات اسی عادت کے مطابق اَوَّلاً مانگتے تھے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اکثر انہیں دے کر سوال سے منع فرماتے تھے۔ ✿ **"اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔"** اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانے کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کر کے ہی اٹھائے مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے۔ یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے۔ اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں۔ اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتہ جان کے تسمے اور حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہو۔ اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقر سے بہتر ہے اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے۔ ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر والے ہاتھ سے فقیر صابر مراد ہے اور نیچے والے سے بھکاری، تب تو سُبْحٰنَ اللہ! بہت لطف کی بات ہے۔"[1]
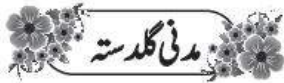
مدنی گلدستہ

"قناعت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مال و غَنا کی فضیلت اس وقت ہے جب اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت میں خرچ کیا جائے اور بغیر حاجت و

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۵۷، ۵۸، ملتقطاً۔

ضرورت کسی سے سوال نہ کیا جائے۔

(2) نفس کی سخاوت کے ساتھ لیے ہوئے مال میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ برکت عطا فرماتا ہے پھر وہ تھوڑا مال زیادہ کی جگہ کام دیتا ہے۔

(3) جو صبر و قناعت کے ساتھ اس طرح مال لے کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اٹھائے اور جائز مال کی ہوس بھی نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال کم ہو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس میں برکت عطا فرماتا ہے۔

(4) نفسانی لالچ کے ساتھ لیے ہوئے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

(5) حضرت سَیِّدُنا حکیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کسی سے نہ لینے کا وعدہ ایسا پورا کیا کہ اپنے انتقال تک کسی سے کچھ نہ لیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے دیئے ہوئے رزق پر صبر و قناعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں بِلا ضرورت مانگنے سے بچائے۔ **اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:525

چھ افراد کیلئے ایک اونٹ

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فِیْ غَزَاۃٍ وَنَحْنُ سِتَّۃُ نَفَرٍ بَیْنَنَا بَعِیْرٌ نَعْتَقِبُہُ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا وَنَقِبَتْ قَدَمِیْ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِیْ فَکُنَّا نَلُفُّ عَلٰی اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّیَتْ غَزْوَۃَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا کُنَّا نَعْصِبُ عَلٰی اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ قَالَ اَبُوْ بُرْدَۃَ: فَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰی بِھٰذَا الْحَدِیْثِ ثُمَّ کَرِہَ ذٰلِکَ وَقَالَ: مَا کُنْتُ اَصْنَعُ بِاَنْ اَذْکُرَہُ! قَالَ: کَاَنَّہُ کَرِہَ اَنْ یَکُوْنَ شَیْئًا مِنْ عَمَلِہٖ اَفْشَاہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوبردہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابوموسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم ایک غزوہ میں حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہمراہ نکلے اور اس میں ہم

[1] . . . بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات الرقاع، ۳/ ۵۸، حدیث: ۴۱۲۸۔

میں سے چھ افراد کے لیے ایک ہی اونٹ تھا جس پر ہم باری باری سوار ہوتے، اس لیے (پیدل چل چل کے) ہمارے پاؤں زخمی ہوگئے، میرا پاؤں بھی زخمی ہوگیا اور ناخن بھی جھڑ گئے، ہم نے اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھ رکھی تھیں، اس غزوہ کو ذَاتُ الرِّقَاع (یعنی پٹیوں والی جنگ) اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ہم نے اپنے پاؤں پر پٹیاں باندھی تھیں۔ حضرت سَیِّدُنا ابو بُرْدَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ حدیث بیان فرمائی، پھر اس کا بیان کرنا ناپسند کیا اور فرمایا: ''اس حدیث کو میں کس مقصد کے لیے بیان کروں گا؟'' راوی کہتے ہیں: ''گویا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے عمل کو ظاہر کرنا ناپسند جانا۔''

غزوہ ذات الرقاع کا سبب:

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ''سیرتِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم'' میں غزوہ ذاتُ الرقاع کا سبب یہ بیان ہوا کہ قبائل ''انمار و ثعلبہ'' نے مدینہ پر چڑھائی کرنے کا اِرادہ کیا جب حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اِس کی اطلاع ملی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے چار سو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کا لشکر اپنے ساتھ لیا اور ۱۰ محرم سن ۵ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہو کر مقام ''ذاتُ الرقاع'' تک تشریف لے گئے لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آمد کا حال سن کر یہ کفار پہاڑوں میں بھاگ کر چھپ گئے اس لئے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مشرکین کی چند عورتیں ملیں جن کو صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے گرفتار کرلیا۔ اس وقت مسلمان بہت ہی مفلس اور تنگ دستی کی حالت میں تھے۔''[1]

حدیث پاک کی باب سے مناسبت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک کی باب کے ساتھ مناسبت اس طرح ہے کہ دشوار گزار سفر میں چھ آدمیوں کی سواری کے لیے ایک ہی اونٹ تھا، اسی پر قناعت اختیار کرتے ہوئے صحابہ باری باری سوار ہوتے چونکہ سوار زیادہ تھے اور سواری ایک اس لیے کافی سفر پیدل طے کرنے کے بعد اونٹ پر سوار ہونے کا موقعہ ملتا اور یہ بات صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ایثار، تکلیف پر صبر اور قناعت کو واضح کرتی ہے۔

---

1 ... سیرت مصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ص ۳۰۴۔

ذاتُ الرِّقاع کہنے کی وجوہات:

❁ ”ذَاتُ الرِّقَاع کہنے کی ایک وجہ حدیثِ پاک میں گزری کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اپنے زخموں پر پٹیاں باندھی تھیں یہی وجہ صحیح ہے۔ ❁ وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں سیاہی، سفیدی اور سرخی تھی اس وجہ سے اس کو ذاتُ الرِّقَاع کہتے ہیں۔ ❁ وہاں ذاتُ الرِّقَاع نام کا ایک درخت تھا۔ ❁ ان کے جھنڈوں میں پیوند لگے ہوئے تھے اس وجہ سے اس کو غزوہ ذاتُ الرِّقَاع کہتے ہیں۔ ❁ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان تمام چیزوں کے مجموعہ کی وجہ سے اس غزوہ کا نام ذاتُ الرِّقَاع رکھا ہو۔“[1]

نیک اَعمال کو چھپانا:

حضرت سَیِّدُنَا ابو موسٰی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ حدیث بیان فرمائی پھر اس حدیث کو بیان کرنا ناپسند جانا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت و فرمانبرداری میں پیش آنے والی مشکلات اور نیک عمل کو چھپانا مستحب ہے اور بغیر کسی مصلحت کے اپنے کسی نیک عمل کو ظاہر نہ کیا جائے البتہ اگر اس نیک عمل کا حکم بیان کرنا ہو یا اس کی اقتدا پر کسی کو اُبھارنا ہو تو پھر اُس عمل کا اِظہار اِستحباب کے خلاف نہیں۔[2]

تکالیف پر صبر کی فضیلت:

غزوۂ ذات الرقاع کے سفر میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو شدید تکالیف کا سامنا کرنا پڑا حتّٰی کہ ان کے پاؤں زخمی ہوگئے لیکن زبان پر ذرہ برابر شکوہ نہ لائے بلکہ راہِ خدا میں پہنچنے والی اس تکلیف پر صبر و شکر سے کام لیا۔ اس حدیث میں ان تمام مسلمانوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو چھوٹی چھوٹی تکالیف پر صبر کرنے کی بجائے واویلا شروع کر دیتے ہیں، بے صبری کا مظاہرہ کرکے صبر کے عظیم اجر سے محروم ہو جاتے ہیں، راہِ خدا میں پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، حضور رحمتِ عالمیان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔ تکالیف پر صبر کرنے کی بھی احادیث میں بہت

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة ذات الرقاع، ۶ / ۱۹۷، الجزء الثانی عشر۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة ذات الرقاع، ۶ / ۱۹۷، الجزء الثانی عشر۔

فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے:

(1) ''جو صبر کرنا چاہے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے صبر کی توفیق عطا فرمادے گا اور صبر سے بہتر اور وسعت والی عطا کسی پر نہیں کی گئی۔''[1] **(2)** ''جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے، لہٰذا جو صبر کرے اس کے لئے صبر ہے اور جو چیخے چلاّئے (یعنی بے صبری کرے) اس کے لئے چیخنا ہی ہے۔''[2]

(3) ''مؤمن کے معاملے پر تعجب ہے کہ اس کا سارا معاملہ بھلائی پر مشتمل ہے اور یہ صرف اُسی مؤمن کے لئے ہے جسے خوشحالی حاصل ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے کیونکہ اس کے حق میں یہی بہتر ہے اور اگر تنگدستی پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔''[3]

دوسروں کے سامنے عمل ظاہر کرنے کا نقصان:

حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے نیک اَعمال کو دوسروں کے سامنے ظاہر کرنا پسند نہ فرمایا، یہ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ اعمال میں اخلاص اور للّٰہیت یعنی فقط **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے کوئی کام کرنا ایک بہت بڑی نعمت ہے جو خوش نصیبوں کو عطا ہوتی ہے، حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اِس مبارک عمل میں ہمارے لیے عبرت کے کثیر مدنی پھول ہیں کیونکہ اَوّلاً تو ہم کوئی نیک عمل کرتے ہی نہیں اور اگر کرتے بھی ہیں تو نفس وشیطان کے دھوکے میں آکر لوگوں کے سامنے اُس کا اظہار کر دیتے ہیں جس سے اُس عمل کا اخلاص ختم ہو جاتا ہے اور اس عمل کے اجر و ثواب میں بھی کمی ہو جاتی ہے، بلکہ لوگوں کے سامنے بار بار اظہار کرنے کے سبب اسے ریاکاری میں بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''بے شک عمل کرکے اسے ریاکاری سے بچانا عمل کرنے سے زیادہ مشکل ہے اور آدمی عمل کرتا ہے تو اس کے لئے ایسا نیک عمل لکھ دیا جاتا ہے جو تنہائی میں کیا گیا ہوتا ہے اور اس کے لئے ستر گنا

---

[1] . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل التعفف والصبر، ص ۴۰۶، حدیث: ۲۴۲۴۔

[2] . . . مسند امام احمد، مسند محمود بن لبید، ۹/ ۱۲۰، حدیث: ۲۳۶۹۵۔

[3] . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب المؤمن امرہ کلہ خیر، ص ۱۲۲۲، حدیث: ۷۵۰۰۔

ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ پھر شیطان اس کے ساتھ لگا رہتا ہے (اور اُکساتا رہتا ہے) یہاں تک کہ وہ آدمی اس عمل کا ذکر لوگوں کے سامنے کر دیتا ہے، اسے ظاہر کرتا ہے تو اب اس کے لئے یہ عمل (مخفی کے بجائے) عَلَانیہ لکھ دیا جاتا ہے اور اَجر میں ستر گنا اضافہ مٹا دیا جاتا ہے۔ شیطان پھر اس کے ساتھ لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ دوسری مرتبہ لوگوں کے سامنے اس عمل کا ذکر کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ بھی اس کا تذکرہ کریں اور اس عمل پر اس کی تعریف کی جائے تو اسے علانیہ سے بھی مٹا کر ریاکاری لکھ دیا جاتا ہے۔ پس بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے، اپنے دین کی حفاظت کرے اور بے شک ریاکاری شرک (اصغر) ہے۔"[1] علامہ عبد الغنی نابلسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی ہمیں سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں: "جب ریا واخلاص میں سے ہر ایک میں شیطانی چالیں اور دھوکہ بازیاں ہیں تو تجھے بیدار رہنا لازم ہے پس اگر تجھے پتا نہ چلے کہ تو مخلص ہے یا ریاکار تو پھر تجھے اپنے نیک اعمال چھپانا ہی بہتر ہے کہ اس میں تیرے لئے کسی قسم کا نقصان نہیں۔"[2]

میرا ہر عمل بس ترے واسطے ہو
کر اِخلاص ایسا عطا یاالٰہی

مدنی گلدستہ

"عبادت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) قناعت، ایثار، تکالیف پر صبر کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(2) اَعمال میں اخلاص بہت ضروری ہے، بلاوجہ اپنے نیک اعمال کسی دوسرے پر ظاہر نہیں کرنے چاہئیں کہ بسا اوقات اس سے اس نیک عمل کے اجر میں کمی اور کبھی ریاکاری میں بھی شمار کر لیا جاتا ہے۔

(3) اپنے نیک اعمال کو لوگوں سے چھپانا مستحب ہے۔

(4) راہِ خدا میں پیش آنے والی مشکلات کو لوگوں کے سامنے ترغیباً بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

---

1 . . . الترغیب والترھیب، المقدمۃ، باب الترھیب من الریاء وما یقولہ من خاف شیئا منہ، ۱ / ۴۷، حدیث: ۵۶۔

2 . . . حدیقۃ ندیۃ، المبحث السادس من المباحث السبعۃ۔۔۔ الخ، ۱ / ۵۱۷۔

(5) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ سے یہ درس ملتا ہے کہ مشکل وقت میں اپنی راحت کے حصول کے لیے دوسروں کو تکلیف دینے کی بجائے صبر و قناعت سے کام لینا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صحابہ کرام کی سیرت پر عمل کرنے اور صبر و قناعت کی دولت نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:526

صحابہ کا قلبی غنا اور بھلائی

عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ:اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اُتِیَ بِمَالٍ اَوْ سَبْیٍ فَقَسَّمَہُ فَاَعْطٰی رِجَالًا وَتَرَکَ رِجَالًا فَبَلَغَہُ اَنَّ الَّذِیْنَ تَرَکَ عَتَبُوْا فَحَمِدَ اللہَ ثُمَّ اَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ: اَمَّا بَعْدُ فَوَاللہِ! اِنِّیْ لَاُعْطِیَ الرَّجُلَ وَاَدَعُ الرَّجُلَ وَالَّذِیْ اَدَعُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الَّذِیْ اُعْطِیْ وَلٰکِنِّیْ اِنَّمَا اُعْطِیْ اَقْوَامًا لِمَا اَرٰی فِیْ قُلُوْبِہِمْ مِنَ الْجَزَعِ وَالْھَلَعِ وَاَکِلُ اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللہُ فِیْ قُلُوْبِہِمْ مِنَ الْغِنٰی وَالْخَیْرِ مِنْہُمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ قَالَ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ: فَوَاللہِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیْ بِکَلِمَۃِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حُمْرَ النَّعَمِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمرو بن تغلب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس کچھ مال یا قیدی لائے گئے جن کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تقسیم فرمایا۔ بعض صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو عطا فرمایا اور بعض کو کچھ نہ دیا، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ اطلاع ملی کہ جن کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے عطا نہ فرمایا انہوں نے ناپسندیدگی کا اِظہار کیا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ایک آدمی کو دیتا ہوں اور دوسرے کو چھوڑ دیتا ہوں اور جسے میں چھوڑتا ہوں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں لیکن میں کچھ لوگوں کو اس وجہ سے عطا کرتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں بے قراری اور شدید گھبراہٹ دیکھتا ہوں اور کچھ لوگوں کو میں اُس غنا اور بھلائی کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن کے دلوں میں پیدا فرمائی ان میں سے عَمرو بن تَغْلِب (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) بھی ہیں۔" حضرت سَیِّدُنا عمرو بن تغلب

[1] ... بخاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء: اما بعد، ۱/ ۳۱۸، حدیث: ۹۲۳۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس ارشاد کے بدلے اپنے لیے سُرخ اُونٹوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔“

حدیث پاک کی باب سے مناسبت:

مذکورہ حدیث پاک میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو مال وغیرہ نہیں دیا تھا، اُن صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے یہ اَوصاف بیان فرمائے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُن کے دل کو غنی فرمایا ہے اور اُن کے قلوب کے اندر بھلائی پیدا فرمائی ہے اور یقیناً جس شخص کے دل میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے سخاوت و تونگری اور بھلائی رکھی ہو وہ قناعت، ایثار، تَوَکُّل عَلَی اللہ اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا اور یہ باب بھی قناعت، میانہ روی، بلاوجہ دست سوال دراز نہ کرنے کے بارے میں ہے، اِسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث پاک اس باب میں بیان فرمائی۔

بعض صحابہ کو مال دینے اور بعض کو نہ دینے کی وجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے کلام کو قسم کے ساتھ اس لیے مؤکد فرمایا کہ جن حضرات کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مال عطانہ فرمایا انہوں نے یہ گمان کیا کہ شاید ہم میں کوئی دینی کمی ہے یا ہماری محبت حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کم ہے اس لیے ہمیں کچھ نہ دیا گیا۔ (تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے کلام کو قسم کے ساتھ مؤکد فرما کے اس وہم کا ازالہ فرمادیا۔) جن صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کو مال عطا فرمایا ان سے محبت کی وجہ یہ تھی کہ وہ نئے نئے اِسلام میں داخل ہوئے تھے اور مسلمانوں کی لڑی میں پروئے گئے تھے اور وہ صحابہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جن کو مال عطانہ فرمایا وہ پہلے ہی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنے والے تھے۔“[1]

سُرخ اونٹوں سے بہتر:

دلیل الفالحین میں ہے: حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن تَغْلِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ فرمانا کہ ”بخدا! میں حضور

[1] ... دلیل الفالحین، باب القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۰۸، ۵۰۹، تحت الحدیث: ۵۲۵ ملخصاً۔

صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس اِرشاد کے بدلے سُرخ اونٹوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔“ اِس کا معنٰی یہ ہے کہ ”میں پسند نہیں کرتا کہ مذکورہ کلمے کے بدلے میرے لیے سُرخ اُونٹ ہوتے یا اس کے بدلے سرخ اُونٹ ہوتے تو وہ مجھے اتنے پسند نہ ہوتے جتنا یہ کلمہ مجھے پسند ہے۔“[1] واضح رہے کہ سُرخ اونٹ دیگر اونٹوں کے مقابلے میں نہایت ہی قیمتی، تیز رفتار اور طاقت میں بہت اچھے ہوتے ہیں۔ نیز اہل عرب سُرخ اونٹوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ گویا اُن کے نزدیک یہ اُن کے تمام اَموال سے زیادہ قیمتی اور محبوب مال ہوتا تھا۔ اِس لیے اہل عرب جب کسی چیز کی مالی قیمت کو بیان کرتے تو سُرخ اونٹوں کے مقابل بیان کرتے۔

عشق ومحبت کا ایک لطیف نکتہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہاں حضرت سَیِّدُنَا عَمرو بن تَغْلِبْ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عشق رسول کا ایک لطیف نکتہ پیش خدمت ہے۔ وہ یہ کہ عام طور پر جب کوئی بڑا یا صاحب مرتبہ شخص اپنے سے چھوٹے یا باعتبار منصب چھوٹے شخص کی کوئی تعریف بیان کرے، اس کی ذات میں پائے جانے والے کسی وصف کو بیان کرے تو یہ اس چھوٹے شخص کے حق میں بطورِ سند ہوتا ہے اور وہ چھوٹا شخص خوشی سے اس کو دیگر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ میری فلاں صفت تو اُس صاحبِ مرتبہ شخص نے بھی بیان کی ہے۔ جب دنیا کے کسی صاحبِ مرتبہ کا یہ حال ہے کہ وہ کسی کی صفت کو بیان کردے تو اس کے لیے سند بن جاتی ہے تو جس کے اَوصاف کو خود امام الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیان فرمادیں اس کی خوشی اور راحت کا کیا عالَم ہوگا؟ جب حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اَوصاف کو بیان فرمایا اور پھر خصوصاً حضرت سَیِّدُنَا عَمرو بن تَغْلِبْ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اُن میں سے ہونا بیان فرمایا تو یقیناً اپنے محبوب آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک زبان سے اپنے اَوصاف سن کر حضرت سَیِّدُنَا عَمرو بن تَغْلِبْ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی رُوح جھوم اٹھی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اسے اہل عرب کی سب سے قیمتی چیز سے بھی زیادہ محبوب جانا۔

لَا وَرَبِّ الْعَرْش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسولُ اللہ کی

[1] ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۰۹، تحت الحدیث: ۵۲۵۔

دینے والے کی تین حالتیں اور ان کا حکم:

”احیاء العلوم“ میں ہے: ”سائل کو اگر قرائن اور احوال کے ذریعے یہ معلوم ہو کہ دینے والا خوش دلی سے دے رہا ہے تو لینا بالکل جائز ہے اور اگر قرائن سے یہ بات ظاہر ہو کہ وہ ناپسندیدگی کے ساتھ دے رہا ہے تو لینا ناجائز و حرام ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی بات کا یقین نہ ہو تو پھر انسان کو اپنے دل پر غور کرنا چاہئے اور شبہات کو ترک کرکے غیر مشتبہ چیزوں کو اختیار کرنا چاہئے کیونکہ شُبہات انسان کو گناہ تک لے جاتے ہیں۔“[1] بعض اللہ والے جنہیں قلبی بصیرت حاصل تھی وہ اپنی مومنانہ فراست سے جان لیا کرتے تھے کہ دینے والا خوش دلی سے دے رہا ہے یا نہیں، وہ بعض لوگوں سے لیتے تھے اور بعض سے نہیں جبکہ بعض حضرات صرف اپنے دوستوں سے لیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دی جانے والی چیزوں میں سے کچھ کو رکھ لیتے تھے اور کچھ واپس کر دیتے تھے۔ چنانچہ،

جو اللہ کے لئے تھا وہ انہوں نے لے لیا:

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیِّدُنا ابوالحسن نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو ایک مقام پر لوگوں سے سوال کرتے دیکھا تو ان کے اس فعل کو بُرا جانا اور سیِّدُ الطائفہ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں اس بات کی خبر دی۔ انہوں نے فرمایا: اس بات پر تعجب نہ کرو! حضرت سیِّدُنا ابوالحسن نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی لوگوں سے لینے کے لئے نہیں بلکہ انہیں دینے کے لئے سوال کرتے ہیں۔ وہ لوگوں سے اس لئے مانگتے ہیں تاکہ اس سوال کو پورا کرنے پر انہیں آخرت میں اجر و ثواب حاصل ہو۔ غالباً حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کا اشارہ اس فرمانِ مصطفےٰ کی طرف ہے: ”یَدُ الْمُعْطِیْ ھِیَ الْعُلْیَا یعنی دینے والے کا ہاتھ اوپر والا ہاتھ ہے۔“[2] بعض علماء نے فرمایا: ”یَدُ الْمُعْطِیْ سے مراد مال دینے والے کا نہیں بلکہ لینے والے کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ مال قبول کرکے دینے والے کے لئے ثواب اور مرتبہ ملنے کا سبب بنتا ہے۔“ حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی نے اس شخص سے ترازو منگوایا اور 100 درہم

---

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۶۳۴۔

2 ... نسائی، کتاب الزکاۃ، باب ایتھما الید العلیاء؟، ص ۲۱۶، حدیث: ۲۵۲۹۔

تو لے ،اس کے بعد بغیر تولے ایک مٹھی درہم ان 100 دِرْہموں کے اوپر ڈال دیئے اور فرمایا: یہ سب درہم حضرت سیِّدُنا ابوالحسن نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی خدمت میں پیش کر دو۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا وزن اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ کسی چیز کی مقدار معلوم کی جائے، حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی عقل مند شخص ہیں پھر انہوں نے 100 درہم کا وزن کرنے کے بعد بغیر وزن کئے چند درہم کیوں ملا دیئے ؟ لیکن شرم وحیا کے سبب میں اُن سے یہ سوال نہ کر سکا اور حضرت سیِّدُنا ابوالحسن نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہوں نے بھی ترازو منگایا، 100 درہم تول کر الگ کئے اور 100 سے زائد درہم اپنے پاس رکھ لئے اور فرمایا: یہ سب حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کو واپس کر دینا اور کہنا کہ میں آپ سے کچھ نہیں لوں گا۔ اس شخص کا بیان ہے کہ یہ مُعاملہ دیکھ کر میری حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا اور میں نے حضرت سیِّدُنا ابوالحسن نوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی سے اس بارے میں عرض کی تو انہوں نے فرمایا: حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی ایک دانا شخص ہیں، وہ یہ چاہتے تھے کہ رسی کے دونوں سرے پکڑلیں۔ انہوں نے 100 درہم اپنے لئے تولے تھے تاکہ انہیں ثوابِ آخرت حاصل ہو جبکہ ایک مٹھی درہم بغیر تولے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ڈالے تھے۔ انہوں نے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے دیئے تھے وہ میں نے لے لئے اور جو اپنے لئے ڈالے تھے وہ واپس کر دیئے۔ وہ شخص 100 درہم لے کر حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رو پڑے اور فرمایا: ”جو ان کے لئے تھا وہ انہوں نے لے لیا اور جو ہمارے لئے تھا وہ واپس کر دیا۔“[1]

مدنی گلدستہ
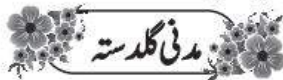
”صحابہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو عطا فرماتے رہتے تھے۔

(2) بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے کسی کو نہ دینا افضل ہوتا ہے جیسے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۲۴۱۔

نے اُن لوگوں کو مال عطا نہ فرمایا جن کے دلوں میں استغنا اور خیر تھی۔

(3) کسی فعل کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے شُکوک وشُبہات کو دُور کرنے کے لیے اُس فعل کی وضاحت کر دینی چاہیے اور یہ سنت سے ثابت ہے۔

(4) عرب کے لوگ جب کسی چیز کی اہمیت کو بیان کرتے تو سُرخ اُونٹوں کے تقابل سے بیان کرتے تھے کیونکہ سُرخ اونٹ اُن کے نزدیک نہایت ہی قیمتی اور بہترین مال میں شمار ہوتا تھا۔

(5) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مبارک الفاظوں کو سند سمجھتے تھے اور اسے اپنے لیے ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مال ودولت کی حرص سے محفوظ فرما کر دلوں کا غنا نصیب فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:527

بہترین صدقہ

عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَخَیْرُ الصَّدَقَۃِ مَا کَانَ عَنْ ظَھْرِ غِنًی وَمَنْ یَّسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللہُ وَمَنْ یَّسْتَغْنِ یُغْنِہِ اللہُ۔ (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حکیم بن حِزام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور (صدقہ دینے کی) ابتدا اُن لوگوں سے کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو اور بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد دیا جائے اور جو شخص سوال کرنے سے بچے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے سوال کرنے سے بچا لے گا اور جو بے نیازی اختیار کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بے نیاز کر دے گا۔“

حدیث پاک میں دو باتوں کا بیان:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں دو باتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ **پہلی** صدقہ کے حوالے

(1) ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی، ۱/ ۴۸۲، حدیث: ۱۴۲۷، بدون: ما کان۔

سے ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور صدقہ دینے میں اپنے اہل وعیال سے ابتدا کرو کہ پہلے اپنے گھر والوں کو کھلاؤ ان پر خرچ کرو کہ ان کا حق زیادہ ہے اور پھر دیگر فقراء و مساکین کو دینا کیونکہ بہترین صدقہ وہ ہی ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد دیا جائے۔ **دوسری بات** یہ بیان کی گئی کہ جو شخص لوگوں سے سوال کرنے سے بچے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسا رزق عطا فرمائے گا جو اسے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچائے گا اور جو بے نیازی اختیار کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بے نیاز کردے گا۔

سب سے افضل صدقہ کونسا ہے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:** ”خرچ کرنے کی ابتدا اُن لوگوں سے کرو جن کی تم کفالت کرتے ہو۔“ یعنی بیوی، ماں باپ، اولاد اور خُدَّام وغیرہ۔ ان کا حق مُقَدَّم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اِن کا حق واجب ہے جبکہ اِن کے علاوہ کا حق نفل ہے اور واجب نفل پر مُقَدَّم ہوتا ہے۔ ”بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے کے بعد دیا جائے۔“ یعنی افضل صدقہ وہ ہے جسے اپنی ذات پر یا جن کا نفقہ اُس پر لازم ہے اُن پر خرچ کرنے کی حاجت نہ ہو۔ مطلب یہ کہ افضل صدقہ وہ ہے جس کو انسان اس طرح نکالے کہ اپنے پاس بقدرِ کفایت باقی رہے۔

﴿۞﴾ امام بغوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: غَنا (یعنی مال داری) سے مراد وہ غنا ہے کہ جس کے ذریعے آنے والی مشکلات میں خود کو مضبوط رکھ سکے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہتر صدقہ وہ ہے جس سے تم سائل کو سوال کرنے سے بچا لو (یعنی نہ تو اتنا زیادہ صدقہ کرو کہ اپنے گھر والے بھوکے رہ جائیں اور نہ ہی اتنا کم کرو کہ سوال کرنے والے کی ضرورت ہی پوری نہ ہو اور وہ مزید سوال کرے)۔ **ایک قول** یہ بھی ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جس کے بعد صدقہ کرنے والا غنی ہی رہے۔ ﴿۞﴾ امام قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حدیث پاک کا معنیٰ یہ ہے کہ افضل صدقہ وہ ہے جو اپنے اور اہل وعیال کے حقوق ادا کرنے کے بعد اس حال میں دیا جائے کہ صدقہ کرنے والے کو کسی طرح کی محتاجی نہ ہو۔ حدیث پاک میں غنا کا معنیٰ یہ ہے کہ ایسی چیز کا حُصُول جس کے ذریعے حاجتِ ضروریہ کو پورا کیا جائے جیسا کہ ایسی شدید بھوک کی حالت میں کھانا کھانا کہ جس پر صبر نہ کیا جا

سکے۔ چنانچہ ایسی ضرورت کہ جس کے ذریعے انسان اپنے نفس کو پہنچی والی ایذا دور کر سکے اس میں ایثار کرنا جائز نہیں بلکہ ایسی چیز کا اِیثار حرام ہے کیونکہ اِس ضرورت والی چیز کا ایثار کرنا نفس کو ہلاکت یا نقصان تک لے جائے گا یا ایسی حاجت کہ جس کے ذریعے وہ ستر پوشی کرے گا ایسی حاجت میں اپنے نفس کی رعایت بہتر ہے۔ جب یہ تمام واجبات پورے ہو جائیں تو اب اِیثار کرنا درست ہے اور اب اُس کا صدقہ کرنا افضل ہے۔ ”جو شخص سوال کرنے سے بچے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے سوال کرنے سے بچالے گا۔“یعنی جو لوگوں سے سوال کرنے سے بچے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ایسا رِزق عطا فرمائے گا جو اسے لوگوں سے سوال کرنے سے بچالے گا۔[1]

پہلے اپنی ذات پہ خرچ کرو:

عمدۃ القاری میں ہے: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”صدقہ کرو۔“ ایک شخص نے عرض کیا: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس ایک دینار ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اس کو اپنے اوپر خرچ کرو۔“ اس نے عرض کیا: ”میرے پاس ایک اور دینار ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس کو اپنی بیوی پر خرچ کرو۔“ اس نے عرض کی: ”میرے پاس ایک اور دینار ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس کو اپنی اَولاد پر خرچ کرو۔“ اس نے عرض کی: ”میرے پاس ایک اور دینار ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اس کو اپنے خادم پر خرچ کرو۔“ اس نے عرض کی: ”میرے پاس ایک اور دینار ہے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم اُس کے متعلق زیادہ بصیرت رکھتے ہو۔“ علامہ خطابی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جب تم اِس ترتیب پر غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَلْاَوْلٰی فَالْاَوْلٰی اَلْاَقْرَبْ فَالْاَقْرَبْ کو بیان فرمایا (یعنی جو زیادہ قریب تھا اسے پہلے، پھر اس کے بعد جو قریب تھا اسے بیان فرمایا۔) سب سے پہلے انسان اپنی ذات پہ خرچ کرے پھر اَولاد پہ کیونکہ اس کی اَولاد گویا کہ اسی کا جز ہے اگر وہ اَولاد پر خرچ نہیں کرے گا تو وہ ہلاک ہو جائے گی تو وہ کوئی ایسا اُن کے قائم

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب فی القناعة والعفاف والاقتصار... الخ، ۲/ ۵۱۰، تحت الحدیث: ۵۲۶ ملتقطا۔

مقام نہ پائے گا جس پر خرچ کرے پھر مال خرچ کرنے میں تیسرے نمبر پہ زوجہ ہے کیونکہ شوہر پر زوجہ کا نفقہ واجب ہے اگر اُس پہ مال خرچ نہیں کرے گا تو اُن دونوں میں جدائی ہو جائے گی پھر خادِم پر مال خرچ کرے کیونکہ اگر وہ خادِم پر مال خرچ نہیں کر سکتا تو اسے بیچ دیا جائے گا۔"[1]

صدقے کے مزید فضائل و تفصیلی اَحکام جاننے کیلئے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 400 صفحات پر مشتمل کتاب **"ضیائے صدقات"** کا مطالعہ کیجئے۔

"صدقہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بہترین صدقہ وہ ہے جس کی ابتدا اپنے گھر والوں سے کی جائے۔

(2) خرچ کرنے میں پہلے اپنی ذات پہ خرچ کرے پھر اولاد پھر بیوی اور پھر خدام وغیرہ۔

(3) افضل صدقہ وہ ہے جو اپنے اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرنے کے بعد اس حال میں دیا جائے کہ صدقہ کرنے والے کو کسی طرح کی محتاجی نہ ہو۔

(4) جو لوگوں سے سوال کرنے سے بچے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ایسا رزق عطا فرمائے گا جو اسے لوگوں سے سوال کرنے سے بچا لے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 528

مانگنے میں اِصرار نہ کرو

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی، ۶/ ۴۰۲، تحت الحدیث: ۱۴۲۷۔

وَسَلَّمَ:لَا تُلْحِفُوْا فِی الْمَسْاَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَلُنِیْ اَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجَ لَهُ مَسْاَلَتُهُ مِنِّیْ شَيْئًا وَاَنَا لَهُ كَارِهٌ فَيُبَارَكَ لَهُ فِيْمَا اَعْطَيْتُهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ بن ابو سُفیان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مانگنے میں اِصرار نہ کرو، اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی قسم! تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مانگے اور میں اسے ناپسندیدگی کے ساتھ کچھ دوں تو کیا اُس میں اُسے برکت حاصل ہوگی؟"

مال ہونے کے باجود فاقہ غالب رہتا ہے:

"تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مانگے اور میں اسے ناپسندیدگی کے ساتھ کچھ دوں۔" عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس کے تحت فرماتے ہیں: "یعنی وہ اپنی مطلوبہ چیز کو اِصرار اور حرص کی وجہ سے مجھ سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور میں ناپسندیدگی کے ساتھ اس کی سخت بات سے بچنے کے لیے اسے دے دیتا ہوں تو اس میں اسے برکت حاصل نہ ہوگی۔ فقہاء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے فرمایا: جس نے کسی چیز کو ایسا مقصد ظاہر کر کے لیا جو واقع میں نہیں ہے تو اس چیز کے لینے پر اس سے مؤاخذہ ہوگا اور اس چیز کو استعمال میں لانا اس کے لیے باطل ہے، اسی وجہ سے بہت سے صاحبِ حیثیت لوگوں پر اِصرار کے ساتھ لوگوں سے مال نکلوانے کی وجہ سے فاقہ غالب رہتا ہے۔"[2]

مانگنا ایک عیب ہے اور اس پر اَڑنا دس گنا عیب:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "(مانگنے میں اصرار نہ کرو۔) یعنی سوال پر اَڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دینا نہ چاہے اور تم بغیر لیے ٹلنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب ہے اور اس پر اڑنا دس گنا عیب۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۳) (ترجمۂ کنزالایمان: لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔) (فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مانگے اور میں اسے ناپسندیدگی کے ساتھ کچھ دوں تو اُس میں اُسے برکت حاصل نہ ہوگی۔) حضورِ انور صَلَّی اللہُ

[1] ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب النھی عن المسالۃ، ص ۴۰۰، حدیث: ۲۳۹۰۔

[2] ... دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصار... الخ، ۲/ ۵۱۱، تحت الحدیث: ۵۲۷۔

عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ذِکر تو اپنا فرمایا مگر قانونِ کلی فرمایا کہ جو بھکاری ضد یا اَڑ سے بھیک وصول کرے، دینے والا دینا نہ چاہے تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہو گی۔ امام غزالی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی) فرماتے ہیں: جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے کہ دینے والا محض شرم وندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا تو یہ مال بھکاری کے لیے حرام ہے۔ خیال رہے کہ بھکاری کی ضد اور ہے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، ضد حرام ہے لحاظ کا یہ حکم نہیں۔ آج مسجدوں، مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ شہر کا بڑا معزز مالدار آدمی زیادہ وصول کر سکتا ہے پھر اپنے لیے مانگنے اور دینی کاموں کے لیے چندہ کرنے کے اَحکام میں بھی فرق ہے۔"[1]

سوال کرنے کی تین آفات:

سَیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "ہم نے سوال کو اصل کے اعتبار سے اس لیے حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں تین حرام باتیں ضرور پائی جاتی ہیں: **(1) پہلی آفت:** سوال کرنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شکایت کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ سوال کرنے والا اپنے فقر کا اظہار اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی کمی کا تذکرہ کرتا ہے۔ در حقیقت یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شکایت ہے کہ جس طرح کسی شخص کے غلام کے سوال کرنے میں اس شخص کی بدنامی ہے اسی طرح بندگانِ خدا کے سوال کرنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شکایت ہے۔ اسی بنا پر بلا ضرورت سوال کرنا حرام ہے جیسا کہ بلا ضرورت مردار کھانا حرام ہے۔ **(2) دوسری آفت:** سوال کرنے والا خود کو **غیر اللہ** کے سامنے ذلیل کرتا ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ خود کو ذلت پر پیش کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عاجزی اختیار کرے کہ ایسا کرنا عزت کا باعث ہے۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ سوال کرنا سائل کے لیے باعث ذلت ہے کیونکہ اس کی طرح تمام لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے ہیں لہٰذا اسے چاہیے کہ بلا ضرورت ان کے سامنے خود کو ذلت پر پیش نہ کرے۔ **(3) تیسری آفت:** جس شخص سے سوال کیا جاتا ہے سائل اکثر اس کی ایذا کا باعث بنتا ہے کیونکہ بعض اوقات اس کا دل دینے پر آمادہ نہیں ہوتا لیکن وہ سائل سے شرم کرتے ہوئے یا لوگوں کے دکھانے کے لیے دیتا ہے، ایسی صورت میں سائل کے لیے لینا حرام ہے۔ اگر وہ نہ دے تو اسے شرم آتی ہے اور یہ منع کرنا اس کے لیے قلبی تکلیف کا

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۵۲۔

سبب بنتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے کنجوسی کی ہے۔ دینے کی صورت میں مال کا جبکہ نہ دینے میں عزت کا نقصان ہوتا ہے، یہ دونوں باتیں تکلیف دہ ہیں اور اس تکلیف کا سبب سوال کرنے والا بنتا ہے جبکہ بلا ضرورت کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے۔''[1]

بلخ کے فقراء کی حالت:

حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم جب خُراسان سے حضرت سَیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے اِسْتِفْسار فرمایا: ''آپ نے اپنے فقراء دوستوں کو کس حال میں پایا؟'' انہوں نے فرمایا: ''میں نے اُنہیں اِس حال میں چھوڑا ہے کہ اگر انہیں بغیر سوال کے دیا جائے تو شکر ادا کرتے ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو صبر کرتے ہیں۔'' حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کا گمان تھا کہ سوال نہ کرنے کا وصف بیان کر کے انہوں نے خراسان کے فقراء کی تعریف کی ہے لیکن یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''یہ حال تو بلخ کے کتوں کا ہے۔'' حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے استفسار فرمایا: ''اے ابو اسحاق! بلخ کے فقراء کی کیا کیفیت ہے؟'' فرمایا: ''ہمارے فقراء کی حالت یہ ہے اگر انہیں نہ دیا جائے تو شکر کرتے ہیں اور اگر دیا جائے تو ایثار کر دیتے ہیں۔'' یہ سن کر حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم نے حضرت سَیِّدُنا شقیق بلخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے سر کا بوسہ لیا اور کہا: ''اے استادِ محترم! آپ نے سچ فرمایا۔''[2]

رسولُ اللہ سے مانگنا باعث فخر ہے:

واضح رہے کہ جن احادیث میں حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خود سے مانگنے سے منع فرمایا ہے وہاں کثرت سوال کی قباحت اور اُن تمام ممنوعہ صورتوں کا بیان کرنا مقصود ہے جن میں سوال کرنا شرعاً ممنوع ہے، ورنہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو قاسم نعمت ہیں، آپ سے مانگنا تو ہر ایک کے لیے باعثِ فخر ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے

---

[1] ... احیاء العلوم، ۴/ ۶۲۳۔

[2] ... احیاء العلوم، ۴/ ۶۴۰۔

ہیں: ”یہاں مانگنے سے مراد ذِلّت وخواری کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا لہٰذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا ان سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عار نہ ہو جائز ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے شفاعت اور اِنعامِ اِلٰہیہ اور اُخروی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لیے فخر وعزت ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلاضرورت مانگنا ممنوع ہے، اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام، حق یہ ہے کہ حرام ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”جبل نور“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جس نے کسی چیز کو ایسا مقصد ظاہر کر کے لیا جو واقع میں نہیں تو اس چیز کے لینے پر اُس سے مؤاخذہ ہو گا اور اس چیز کو استعمال میں لانا اس کے لیے باطل ہے۔

(2) سوال کرنے کی ایک آفت یہ بھی ہے کہ وہ مسئول عنہ یعنی جس شخص سے سوال کیا جارہا ہے اس کے لیے ایذاء کا باعث ہے۔

(3) سوال کرنے میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی شکایت کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ سوال کرنے والا اپنے فقر کا اظہار اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کی کمی کا تذکرہ کرتا ہے۔

(4) جو بھکاری ضد یا اڑی بازی سے بھیک وصول کرے اور دینے والا دینا نہ چاہے تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہو گی جس کا بھکاری کو بھی کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

(5) جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے کہ دینے والا محض شرم وندامت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہیں چاہتا تو بھکاری کے لیے اس مال کا لینا حرام ہے۔

(6) جن اَحادیث میں مانگنے سے منع فرمایا گیا ان میں کثرتِ سوال کی قباحت کو بیان کرنا مقصود ہے ورنہ بارگاہِ رسالت سے مانگنا اور اس سے لینا بڑے بڑے بادشاہوں کے لیے فخر کا باعث ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قناعت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کے سامنے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۵۳۔

سوال کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:529

کسی سے کچھ نہ مانگنے پر بیعت

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِیَةً اَوْ سَبْعَةً فَقَالَ: اَلَا تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ وَكُنَّا حَدِیْثِیْ عَهْدٍ بِبَیْعَةٍ فَقُلْنَا: قَدْ بَایَعْنَاكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ ثُمَّ قَالَ: اَلَا تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللہِ؟ فَقُلْنَا: قَدْ بَایَعْنَاكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ! ثُمَّ قَالَ: اَلَا تُبَایِعُوْنَ رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ فَبَسَطْنَا اَیْدِیَنَا وَقُلْنَا: قَدْ بَایَعْنَاكَ یَا رَسُوْلَ اللہِ فَعَلَامَ نُبَایِعُكَ؟ قَالَ: عَلٰی اَنْ تَعْبُدُوا اللہَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِیْعُوْا وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِیْفَةً: وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَیْئًا فَلَقَدْ رَاَیْتُ بَعْضَ اُولٰٓئِكَ النَّفَرِ یَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا یَسْاَلُ اَحَدًا یُنَاوِلُهٗ اِیَّاهُ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو عبد الرحمٰن عَوف بن مالک اشجعی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم سات یا آٹھ یا نو لوگ حضور نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "کیا تم اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے؟" جبکہ ہمیں بیعت کیے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا ہم نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم تو آپ کے دست اَقدس پر شرفِ بیعت حاصل کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا: "کیا اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے؟" ہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم تو آپ کے دست اَقدس پر شرفِ بیعت حاصل کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا: "کیا اللہ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے؟" پس ہم نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم بیعت کر چکے ہیں، اب کس بات پر بیعت کریں۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور پانچ وقت کی نماز ادا کرو گے اور اطاعت کرو گے۔" اور ایک مختصر سی بات آہستہ آواز میں فرمائی کہ "کسی سے

---

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، ص ۴۰۲، حدیث: ۲۴۰۳۔

کچھ نہ مانگو گے۔" (حضرت سیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:) "میں اُن میں سے بعض افراد کو دیکھتا ہوں کہ اگر اُن کا کوڑا یا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو اسے اٹھانے کے لیے وہ کسی سے سوال نہ کرتے۔"

مخلوق کے اِحسانات اُٹھانے سے بچو:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "جب کوئی بیعت کرتا ہے اور عہد کو پختہ کرنے کے لیے قسم اٹھاتا ہے تو پختگی کے لیے جس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی ہے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہے جیسا کہ بائع و مشتری (یعنی خرید و فروخت کرنے والے) کرتے ہیں۔ "ہم تو آپ کے دستِ اَقدس پر شرفِ بیعت حاصل کر چکے ہیں۔" یہ بیعت لَیْلَۃُ الْعُقْبَہ والی بیعت تھی جو کہ ہجرت، جہاد اور اس پر صبر کی بیعت سے پہلے تھی۔ ایک بار فرمانے کے بعد پھر ارشاد فرمایا: "کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسول کی بیعت نہیں کرتے؟ پھر ایک مختصر سی بات آہستہ آواز میں فرمائی۔" اس بات کو آہستہ آواز میں ارشاد فرمایا جبکہ پہلی باتوں کو آہستہ آواز میں نہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کی تمام باتیں وصیت عامہ تھیں جبکہ یہ بات بعض افراد کے ساتھ مختص تھی۔ امام قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی کہ مخلوق کے احسانات اٹھانے سے بچو اور حاجات کی سختیوں کو برداشت کرو، لوگوں سے اِستغناء اختیار کرو اور عزتِ نفس کا خیال کرو۔" حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام کو سوال کرنے سے منع فرمایا تھا لیکن صحابہ کرام نے اس منع کو عموم پر رکھتے ہوئے ہر قسم کے سوال سے خود کو بچایا (اسی لیے جانور پر سواری کی حالت میں ان حضرات کے ہاتھ سے اگر چابک گر جاتا تو کسی کو اٹھانے کے لیے نہ کہتے بلکہ خود اتر کر اپنا چابک اٹھاتے) جبکہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا منع فرمانا لوگوں سے مال نہ مانگنے کے بارے میں تھا۔"[1]

سوال نہ کرنے پر عظیم الشان اِنعام:

مشہور محدث حضرت سیدنا حسن بن سفیان نسوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ایک بار اپنے دورِ طالب علمی کی

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔الخ، ۲/ ۵۱۲، ۵۱۳، تحت الحدیث: ۵۲۸ ملتقطاً۔

صعوبتیں اور مشقتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا: ہم چند دوست حصولِ علم دِین کیلئے مصر کی طرف روانہ ہوئے اوراس زمانے کے سب سے بڑے محدث کے پاس پہنچ گئے۔ وقت گزرتا رہا یہاں تک کہ ہمارا ساتھ لایا ہوا کھانا وغیرہ ختم ہو گیا پھر زائد کپڑے اور چادریں وغیرہ فروخت کر کے کھانا وغیرہ خرید ا وہ بھی ختم ہو گیا تو فاقوں کی نوبت آگئی، ہم نے تین دن اور تین راتیں بھوک کی حالت میں گزار دیں، چوتھے دن بھوک کی وجہ سے ہماری حالت بہت خراب تھی، ہم نے سوچا کہ اب ہم ایسی حالت کو پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں سوال کرنا جائز ہے، کیوں نہ ہم لوگوں سے اپنی حاجت بیان کریں تاکہ ہمیں کچھ کھانے کو مل جائے لیکن ہماری خودداری اور عزتِ نفس نے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ ہم سب قریب المرگ اور مجبور ہو گئے تھے، لوگوں سے کھانا طلب کرنے کیلئے قرعہ اندازی میں میرا نام نکلا لیکن میں عزتِ نفس کی وجہ سے لوگوں سے مانگنے کے لئے نہ جاسکا اور مسجد کے ایک کونے میں جا کر بہت طویل دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کے پاکیزہ اور بابرکت ناموں کے وسیلے سے اس پریشانی اور تکلیف سے نجات کی دعا کی، ابھی میں دعا سے فارغ بھی نہ ہوا تھا کہ مسجد میں ایک حسین وجمیل نوجوان داخل ہوا اور بولا: ”ہمارے شہر کے حاکم (ابنِ) طولون نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور وہ اس بات پر معذرت خواہ ہے کہ تم ایسی سخت تکلیف میں ہو اور اسے معلوم ہی نہیں کہ تمہاری حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے، ہمارا حاکم اپنی اِس کوتاہی پر معافی کا طلبگار ہے، اس نے یہ کھانا اور سب کیلئے ایک ایک سو دینار بھجوائے ہیں۔“ پھر اس نوجوان نے بتایا کہ ہمارے حاکم کے خواب میں ایک شہسوار آیا اور کہنے لگا: ”فوراً اُٹھو اور حسن بن سفیان اور اُن کے رفقاء کو تلاش کرو، وہ دِین کے طلباء راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ کے مسافر تین دن سے بھوکے ہیں اور فلاں مسجد میں قیام فرما ہیں۔“ حاکم نے پوچھا: ”آپ کون ہیں؟“ اس نے کہا: ”میں جنت کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں اور تمہیں اُن دِین کے طلباء کی حالت سے خبردار کرنے آیا ہوں، فوراً ان کی خدمت کا انتظام کرو۔“ اتنا کہنے کے بعد وہ سوار نظروں سے اوجھل ہو گیا اور حاکم کی آنکھ کھل گئی۔ حضرت سَیِّدُنا حسن بن سفیان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس نوجوان سے یہ باتیں سن کر ہم سب بڑے حیران ہوئے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا اور اس رحیم وکریم مالک کی عطا پر سربسجود ہو گئے، علمِ دِین کی راہ میں ایسی مشقتوں اور تکالیف پر صبر وشکر کرنے کی وجہ سے ہم میں

سے ہر ایک اپنے دور کا بہترین محدث اور ماہر فقیہہ بنا اور علمِ دِین کی برکت سے ہمیں بار گاہ خداوندی عَزَّوَجَلَّ میں اعلیٰ مقام عطا کیا گیا۔[1] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

”سنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی کہ مخلوق کے اِحسانات اٹھانے سے بچو، حاجات کی سختیوں کو برداشت کرو، لوگوں سے استغناء اختیار کرو اور اپنی عزت نفس کا خیال کرو۔

(2) رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بعض صحابہ سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ کسی سے کچھ نہ مانگیں گے۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں سے بعض کسی سے کچھ نہ مانگنے میں اس قدر احتیاط فرماتے کہ اگر ان کا کوڑا یا چابک بھی زمین پر گر جاتا تو کسی کو اٹھانے کے لیے نہ کہتے بلکہ خود سواری سے اتر کر اٹھاتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 530

سائل کا عبرتناک انجام

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَزَالُ الْمَسْاَلَۃُ بِاَحَدِکُمْ حَتّٰی یَلْقَی اللہَ تَعَالٰی وَلَیْسَ فِیْ وَجْھِہٖ مُزْعَۃُ لَحْمٍ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1. ... عیون الحکایات، ۱/ ۱۸۱ ملخصا۔
2. ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، ص ۴۰۱، حدیث: ۲۳۹۶۔

وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص برابر سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اِس حال میں ملاقات کرے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہو گا۔“

حدیث نمبر: 531

سُوال کرنے سے بچو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَذَكَرَ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْاَلَةِ: اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَالْيَدُ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى هِيَ السَّائِلَةُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے حضور تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر صدقہ اور سوال سے بچنے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا اور نیچے والا ہاتھ لینے والا ہے۔“

حدیث نمبر: 532

مال بڑھانے کی غرض سے بھیک مانگنا

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا يَسْاَلُ جَمْرًا: فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْ لِيَسْتَكْثِرْ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص مال بڑھانے کی غرض سے لوگوں سے ان کے مال کا سوال کرتا ہے تو وہ انگارہ مانگتا ہے، اب چاہے کم مانگے یا زیادہ۔“

قیامت کے دن سائل کا انجام:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہو گا۔“ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملاقات یہ موت اور حشر سے

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب لا صدقۃ الا عن ظھر غنی، ۱/ ۴۸۲، حدیث: ۱۴۲۹ بتغیر قلیل۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسألۃ للناس، ص ۱۰۴، حدیث: ۲۳۹۹۔

کنایہ ہے۔ حشر کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ایک روایت میں ہے: ”انسان برابر سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک بھی ٹکڑا نہ ہوگا۔“ علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: حدیث پاک کا معنٰی یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص قیامت کے دن ذلیل وخوار ہو کر اس حال میں آئے گا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اُس کی کوئی قدر ومنزلت نہ ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے چنانچہ قیامت کے دن اُسے اِس حال میں اُٹھایا جائے گا کہ سزا کے طور پر اُس کے چہرے پر گوشت کا ایک بھی ٹکڑا نہ ہوگا اور یہ بات اُس کے گناہ کی علامت ہوگی کیونکہ اُس نے چہرے کے ذریعے سوال کر کے مال طلب کیا یعنی اپنی صورت غریب ومسکین ظاہر کر کے مال جمع کیا۔ یہ وعید اس شخص کے بارے میں ہے جس نے بغیر ضرورت مال بڑھانے کی غرض سے ایسا سوال کیا جس کی اسے اجازت نہیں۔“[1]

وہ انگارہ مانگتا ہے۔۔۔

دلیل الفالحین میں ہے: ”جو شخص مال بڑھانے کی غرض سے سوال کرتا ہے تو وہ انگارہ مانگتا ہے۔“ علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اسے آگ کا عذاب دیا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث پاک کا ظاہری معنٰی مراد ہو اس طرح کہ جو مال اس نے لیا وہ انگارہ بن جائے جس سے اس کو داغا جائے گا جیسا کہ زکوۃ نہ دینے والوں کے بارے میں یہ بات ثابت ہے کہ انہیں ان کے مال سے داغا جائے گا۔ ”اب چاہے کم مانگے یا زیادہ۔“ یعنی جب اس نے انجام کو جان لیا تو اب اسے اختیار ہے زیادہ مال مانگ کر اپنے عذاب کو بڑھائے یا کم مال مانگ کر تھوڑے عذاب میں گرفتار ہو۔[2]

مال بڑھانے کے لیے سوال کرنا:

علامہ ابنِ بطال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”علامہ عبد الواحد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ جو شخص مال بڑھانے کے لیے مانگتا ہے اس کے چہرے کو سزا دی جائے گی چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا اور اللہ تعالٰی اس کو اس کے گناہ کی جنس سے سزا دے گا، کیونکہ اس کو سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی پھر بھی

---

1. ۔۔۔دلیل الفالحین، باب فی القناعة والعفاف والاقتصار۔۔۔الخ، ۲/ ۵۱۳، ۵۱۴، تحت الحدیث: ۵۲۹ ملخصاً۔
2. ۔۔۔دلیل الفالحین، باب فی القناعة والعفاف والاقتصار۔۔۔الخ، ۲/ ۵۱۴، ۵۱۵، تحت الحدیث: ۵۳۱ ملخصاً۔

اس نے اپنے منہ سے سوال کیا اور چہرے کو جھکایا۔ علامہ مہلب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حدیث پاک میں مُزْعَۃُ کا لفظ ہے جس کا معنٰی ہے گوشت کا ٹکڑا، اگر کوئی اس حال میں قیامت کے دن آئے کہ اس کے چہرے پر ذرہ برابر بھی گوشت نہ ہو اس کو سورج کی تپش سے دوسروں کی بنسبت زیادہ تکلیف ہو گی۔ حدیث پاک میں ہے: "قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہو گا کہ انسان کا پسینہ اس کے نصف کان تک پہنچ جائے گا۔" حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بلاضرورت گڑگڑا کر سوال کرنے سے ڈرایا البتہ جس شخص نے ضرورت کی وجہ سے سوال کیا تو اس کے لیے سوال کرنا مباح ہے اور جب اُس کے لیے سوال کے علاوہ کوئی دوسری راہ نہ ہو تو اس کو سُوال کرنے پر بھی اَجر دیا جائے گا بشرطیکہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تقسیم پر راضی ہو۔ علامہ خطابی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حدیث پاک کا معنٰی یہ بیان فرمایا کہ جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے سوال کرے گا وہ قیامت کے دن ذلیل ہو کر آئے گا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس کی کوئی قدر و منزلت اور عزت نہ ہو گی۔"[1]

بھکاری اپنی شکل سے پہچانا جائے گا:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "پیشہ ور بھکاری اور بلاضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اِس طرح آئے گا کہ اُس کے چہرے میں صرف ہڈی اور کھال ہو گی گوشت کا نام نہ ہو گا جس سے محشر والے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر ذلت وخواری کے آثار ہوں گے جیسے دنیا میں بھی بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ سائل ہے۔ خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں ربّ تعالٰی اُمّت محمدی کی پردہ پوشی فرمائے گا اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ اُن کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا، کھلا تھا جس پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب دوسری اُمّتوں پر ظاہر نہ کرے گا، بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہو گا لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں۔ مرقات میں اس جگہ ہے کہ امام احمد ابن حنبل (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) یہ دعا مانگا کرتے تھے: "الٰہی جیسے تو نے میرے چہرے

[1] ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکاۃ، باب من سال الناس تکثرا، ۳/۵۱۲۔

کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے منہ کو دوسروں سے مانگنے کی لعنت سے بچا۔“[1]

سوال کرنا کس کے لیے حرام ہے؟

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانہ شمعِ رسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے پیشہ ور گداگروں (بھکاریوں) کے بارے میں سُوال کیا گیا تو اِرشاد فرمایا: ”جو اپنی ضَروریاتِ شَرعِیَّہ کے لائق مال رکھتا ہے یا اس کے کَسب (کمانے) پر قادِر ہے اسے سُوال حرام اور جو اس مال سے آگاہ ہو اسے دینا حرام، اور لینے اور دینے والا دونوں گناہگار و مبتلائے آثام (یعنی گناہوں میں مبتلا ہوئے)۔“[2]

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ، بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تَنْدُرُست چاہیں تو کما کر اَوروں کو کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وُجُود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے، مُصِیبَت جھیلے، بے مُشَقَّت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سُوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بُہتیرے (بہت سارے) ایسے ہیں کہ مَزْدُوری تو مَزْدُوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار (شرم و ذِلّت کا کام) خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عِزّتی و بے غیرتی ہے، مایہ عِزّت جانتے ہیں اور بُہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں، سُود کا لَین دین کرتے، زِراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے، واہ صاحِب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں؟ حالانکہ ایسوں کو سُوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو، اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔“[3] مزید فرماتے ہیں: ”بعض سائل کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے لیے دو، خدا کے واسطے دو، حالانکہ اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں اُسے ملعون فرمایا گیا ہے اور ایک حدیث میں بدترین خلائق اور اگر کسی نے اس طرح سوال کیا تو جب تک بُری بات کا سوال نہ ہو یا خود سوال بُرا نہ ہو (جیسے

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۵۶۔
2. ... فتاویٰ رضویہ، ۱۰/ ۳۰۷۔
3. ... بہار شریعت، ۱/ ۹۴۰، حصہ ۵۔

مالدار یا ایسے شخص کا بھیک مانگنا جو قوی تندرست کمانے پر قادر ہو) اور یہ سوال کو بلا دِقت پورا کر سکتا ہے تو پورا کرنا ہی ادب ہے کہ کہیں بروئے ظاہر حدیث یہ بھی اُسی وعید کا مستحق نہ ہو، وہاں اگر سائل مُتَعَنِّتْ ہو (یعنی سوال کرنے والا خود اپنی ذلت کے درپے ہو یعنی پیشہ ور بھکاری ہو) تو نہ دے۔ نیز یہ بھی لحاظ رہے کہ مسجد میں سوال نہ کرے، خصوصاً جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر کہ یہ حرام ہے، بلکہ بعض علما فرماتے ہیں کہ مسجد کے سائل کو اگر ایک پیسہ دیا تو ستّر پیسے اور خیرات کرے کہ اس ایک پیسہ کا کفارہ ہو۔ مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک شخص کو عرفہ کے دن عرفات میں سوال کرتے دیکھا، اُسے دُرّے لگائے اور فرمایا کہ اِس دن میں اور ایسی جگہ غیر خدا سے سوال کرتا ہے۔ بھیک مانگنا بہت ذلت کی بات ہے، بغیر ضرورت سوال نہ کرے اور حالت ضرورت میں بھی اِن اُمور کا لحاظ رکھے جن سے ممانعت وارد ہے اور سوال کی اگر حاجت ہی پڑ جائے تو مبالغہ ہرگز نہ کرے کہ بے لیے پیچھا نہ چھوڑے کہ اس کی بھی ممانعت آئی ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"حجر اسود" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) بھکاری قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اِس حال میں ملاقات کرے گا کہ اُس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا نہ ہو گا۔

(2) قیامت کے دن لوگ بھکاری کو اس کی شکل سے پہچان لیں گے جیسے دنیا میں پہچان لیتے ہیں۔

(3) انسان مزاجاً حریص واقع ہوا ہے، کثرتِ مال کا ہر وقت حریص رہتا ہے۔

(4) جو اپنی ضَروریاتِ شَرعِیّہ کے لائق مال رکھتا ہو یا اس کے کَسْب پر قادِر ہو ایسے شخص کے لیے سوال کرنا حرام ہے۔

(5) ضرورت کی وجہ سے بقدر ضرورت سوال کرنا مباح ہے مگر اس صورت میں بھی ان تمام اُمور کا لحاظ

---

1 ... بہار شریعت، ۱/ ۹۴۵، حصہ ۵۔

رکھے جن کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

(6) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے دو، خدا کے واسطے دو، ان الفاظ سے بھیک مانگنے کی بہت سخت ممانعت آئی ہے اگر کوئی ان الفاظ سے بھیک مانگے تو اسے کچھ نہ کچھ دے دو جبکہ کوئی مانعِ شرعی نہ ہو۔

(7) جو شخص مال بڑھانے کی غرض سے سوال کرتا ہے تو وہ مال کی صورت میں اپنے لیے انگارہ مانگتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا و آخرت کی ذِلّت و خواری سے بچائے، ہمیں اپنے اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے در کا محتاج بنائے اور دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:533

بھیک مانگنے والا اپنا چہرہ نوچتا ہے

عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّ الْمَسْاَلَۃَ کَدٌّ یَکُدُّ بِھَا الرَّجُلُ وَجْھَہٗ اِلَّا اَنْ یَّسْاَلَ الرَّجُلُ سُلْطَانًا اَوْ فِیْ اَمْرٍ لَابُدَّ مِنْہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سوال کرنا خراش ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو چھیلتا ہے البتہ یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال کے بغیر چارہ نہ ہو۔"

بھکاری دُور سے پہچانا جاتا ہے:

حدیث پاک میں فرمایا: "سوال کرنا خراش ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو خراشتا ہے۔" **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "منہ کے کھرونچوں (خراش) سے مراد ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دُور سے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دُور سے پہچانا جاتا ہے، اُس کے چہرے پر نہ رونق ہوتی ہے نہ وقار بلکہ یہ آثارِ ذِلّت قیامت میں بھی اس پر ہوں گے

[1] . . . ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی النھی عن المسالۃ، ۲/ ۱۵۴، حدیث: ۶۸۱۔

جیسا کہ پہلے حدیث شریف میں آچکا۔ (البتہ یہ کہ آدمی بادشاہ سے سوال کرے یا کسی ایسے معاملے میں سوال کرے جس میں سوال کے بغیر چارہ نہ ہو۔) یعنی یہ دو سوال جائز ہیں: مستحق کا حاکمِ وقت سے اپنا وظیفہ مقرر کرانا کہ یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے۔ دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعًا اسے مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج فرض ہو اور بلا وجہ حج نہ کرے پھر غریب ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ حج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکالنا ہے، جب مجبورًا بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لیے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے۔"[1]
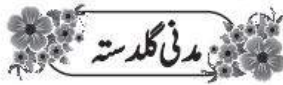
مدنی گلدستہ

"مکہ" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سوال کرنا خراش ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو چھیلتا ہے۔

(2) سخت ضرورت کے وقت انسان کے لیے سوال کرنا مباح ہے اگرچہ وہ غنی ہو۔

(3) بادشاہ سے تنگیٔ معاش میں وُسعت کیلئے وظائف مقرر کروانا جائز ہے یہ بھیک نہیں ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مخلوق کی محتاجی سے بچا کر صرف اپنا محتاج بنائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:534 لوگوں کو بتانے سے فاقہ دُور نہ ہوگا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَنْ اَصَابَتْہُ فَاقَۃٌ فَاَنْزَلَھَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُہُ وَمَنْ اَنْزَلَھَا بِاللہِ فَیُوشِکُ اللہُ لَہُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ اَوْ آجِلٍ.[2]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/۲۰۔

[2] ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ھم الدنیا وحبھا، ۴/۱۴۲، حدیث: ۲۳۳۳ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص فاقہ میں مبتلا ہو پھر اسے لوگوں کے سامنے پیش کرے تو اس کا فاقہ دور نہیں ہو گا اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور عرض کرے تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے۔“

افسوس ہے تم پر!

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”فاقہ کا معنٰی ہے حاجت یعنی جسے کوئی حاجت پیش آئے اور وہ لوگوں کے سامنے اِس لیے جھکتا ہے کہ لوگ اس کی یہ حاجت پوری کریں تو اس کی یہ حاجت پوری نہ ہوگی بلکہ یہ چیز اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کی طرف لے جائے گی اور وہ حاجت ہمیشہ رہے گی کیونکہ اس نے اپنی حاجت اپنے جیسی عاجز مخلوق کے سامنے پیش کی اور تمام مخلوق کی حاجات کو پورا کرنے والی ذات کو چھوڑ دیا حالانکہ تمام مخلوقات کی حاجات کو پورا کرنے سے اُس کی ملکیت میں ذرہ بھر کمی نہیں آتی۔ سَیِّدُنا وَہب بن منبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بادشاہوں کے پاس جانے والے ایک شخص سے کہا: افسوس ہے تم پر! تم ایسے شخص کے پاس جاتے ہو جو تمہارے لیے دروازے بند کرلیتا ہے اور اپنے غنا کو تم سے چھپاتا ہے جبکہ اُس کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے لیے آدھی رات اور نصف النہار میں بھی اپنا دروازہ کھلا رکھتا ہے اور تمہارے لیے اپنا غنا ظاہر کرتا ہے۔ اِنسان اپنا نفع حاصل کرنے اور اپنی ذات سے نقصان دُور کرنے سے عاجز ہے اور اِس میں سوائے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے اُس کا کوئی مددگار نہیں۔ ”جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور عرض کرے تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے۔“یعنی جس نے اپنا فاقہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور پیش کیا اور اس کو دُور کرنے کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کی تو عنقریب اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے رزق عطا فرمائے گا یا بدیر اس کی مصیبت کو دور فرمادے گا۔“[1]

بھیک مانگنے والا ہمیشہ فقیر ہی رہے گا:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(جو)

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔الخ، ۲/ ۵۱۶، تحت الحدیث: ۵۳۲۔

اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر اُن سے مانگنا شروع کردے تو اُس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہے گا۔(اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور عرض کرے تو قریب ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے جلد یا بدیر رزق عطا فرمائے گا۔) یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے تو ربّ تعالیٰ اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مندی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کرکے جنت کی نعمتیں عطا فرمائے گا اور اگر دولت مندی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سہی دیر سے ہی عطا فرمادے گا کہ اس کی کمائی میں برکت دے گا۔ ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت سے غنا کیسے حاصل ہوتی ہے؟ کیونکہ پہلے غنا سے مراد مالداری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے۔ خیال رہے کہ آدمی مر کر لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگرچہ اُن کے ایصالِ ثواب کا منتظر رہتا ہے، یہاں مالی غنا مراد ہے۔"[1]

مانگنے والوں کے اَحوال:

حضرت سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: فقرا کی تین قسمیں ہیں: (1) وہ فقیر جو سوال نہیں کرتا اور اگر اسے دیا جائے تو لیتا نہیں، یہ رُوحَانِیِّیْن فرشتوں کے ساتھ اَعلیٰ عِلِّیِّیْن میں ہوگا۔ (2) وہ فقیر جو کسی سے مانگتا نہیں لیکن اگر کوئی دے تو لے لیتا ہے، یہ جَنَّۃُ الْفِرْدَوس میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مُقَرَّب بندوں کے ساتھ ہوگا۔ (3) وہ فقیر جو صرف ضرورت کے وقت سوال کرتا ہے، یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے نامۂ اعمال اُن کے سیدھے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔[2]

ایک عابد کا امتحان:

ایک عابِد کسی پہاڑ میں رہتا تھا، وہاں اَنار کا درخت تھا، ہر روز تین انار اس میں آتے، انہیں کھاتا اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۶۵۔

2 ... احیاء العلوم، ۴/ ۶۴۰۔

عبادت کرتا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو امتحان منظور ہوا، ایک روز انار نہ لگے، صبر کیا، دو روز اَور یہی ماجرا گزرا، تیسرے دن (بھوک سے) گھبرا کر پہاڑ سے نیچے اُترا، اُس کے نیچے ایک نصرانی (یعنی عیسائی) رہا کرتا تھا، اُس سے سُوال کیا، نَصرانی نے چار روٹیاں دیں، اس (نصرانی) کا کُتّا بھونکنے لگا، عابِد نے ایک روٹی ڈال دی، کتے نے کھا کر پھر پیچھا کیا، دوسری روٹی ڈال دی، کتّے نے وہ بھی کھالی مگر پیچھا نہ چھوڑا، جب چاروں کھالیں اور بھونکنے سے باز نہ آیا تو عابِد نے کہا: "اے حریصِ ناحق کوش (یعنی ناحق کوشش کرنے والے لالچی)! تجھے شرم نہیں آتی کہ میں تیرے گھر سے بھیک مانگ کر روٹیاں لایا اور تُو نے مجھ سے سب چھین لیں، اب بھی پیچھا نہیں چھوڑتا۔" کتے نے کہا: "میں تجھ سے زیادہ بے شَرم نہیں کہ جس مالِک نے برسوں بے محنت و مشقّت ایسا نفیس رِزق تجھے کھلایا (ذرا سا امتحان لینے اور) تین روز نہ دینے پر (بھوک سے) اتنا گھبرا گیا کہ اس کے دشمن (نصرانی) کے گھر بھیک مانگنے آیا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"جَنَّت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جسے کوئی حاجت پیش آئے اور وہ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حاجت کیلئے لوگوں کے سامنے جھکے تو اس کی حاجت پوری نہ ہو گی بلکہ یہ چیز اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کی طرف لے جائے گی جو دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی ہے۔

(2) انسان اپنا نفع حاصل کرنے اور اپنی ذات سے نقصان دور کرنے سے عاجز ہے اور اس میں سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات کے اس کا کوئی حقیقی اور ذاتی مدد گار نہیں۔

(3) جس نے اپنا فاقہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور پیش کیا اور اس کو دور کرنے کے لیے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مدد طلب کی تو عنقریب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے رِزق عطا فرمائے گا یا بدیر اس کی مصیبت کو دور فرما دے گا۔

---

[1] ... فضائل دعا، ص ۲۶۵ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مسلمانوں کو فاقہ سے محفوظ فرما کر اپنا پاکیزہ رزق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 535

جَنَّت کی ضَمانَت

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: مَنْ تَکَفَّلَ لِیْ اَنْ لَّا یَسْاَلَ النَّاسَ شَیْئًا وَاَتَکَفَّلُ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ فَقُلْتُ: اَنَا فَکَانَ لَایَسْاَلُ اَحَدًا شَیْئًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص مجھے اِس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا، تو میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں:) میں نے عرض کی: ''یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں ضمانت دیتا ہوں۔'' چنانچہ اس کے بعد حضرت سَیِّدُنَا ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے۔

سَیِّدُنَا ثوبان کا مختصر تعارف:

''آپ ثوبان ابن بجد ہیں، آپ کی کنیت ابوعبد اللہ یا ابوعبد الرحمٰن ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سرات میں خریدا، آپ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات تک سفر و حضر میں حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ہی رہے، کبھی جدا نہ ہوئے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا، شام چلے گئے، مقام رملہ میں کچھ دن رہے، پھر مقام حمص میں رہے، وہیں ۵۴ سن ہجری میں وفات پائی، بہت لوگوں نے آپ سے احادیث لی ہیں۔[2]

---

1 . . . ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب کراھیۃ المسالۃ، ۲/۱۷۰، حدیث: ۱۶۴۳۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/۶۸، الاستیعاب، باب الافراد فی الثاء، ثوبان مولی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۲۹۰ ملخصاً۔

سوال نہ کرنے کی ضمانت پر جنت:

''میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' اس کے تحت عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی فرماتے ہیں: ''یعنی جو مجھے ضمانت دے کہ وہ کبھی سوال نہیں کرے گا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ بظاہر یہاں ہر چیز کے سوال کی نفی ہے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ اگر حضرت سَیِّدُنَا ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کوڑا گر جاتا تو آپ کسی کو اٹھانے کے لیے نہ کہتے بلکہ خود سواری سے اُتر کر اُٹھاتے۔''(1)

جنت چار چیزوں کے بعد ملے گی:

''جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں'' اس کے تحت ''مرآۃ المناجیح'' میں ہے: ''یعنی جو مجھ سے بھیک نہ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر، موت ایمان پر، کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں، کیونکہ جنت اِن چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کیسی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال سے بچنے والے کو حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امان میں لے لیتے ہیں، پھر اُس پر نہ شیطان کا داؤ چلے، نہ نفس اَمّارہ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں چھپالیں اُس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے؟ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا تصرُّف اور حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی امن و امان عالَم میں قیامت تک جاری ہے کیونکہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لیے نہیں، تاقیامت ہر سوال سے بچنے والے مؤمن کے لیے ہے۔ شعر:

ڈھونڈا ہی کریں صدرِ قیامت کے سپاہی
وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ (عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ القَوِی) نے فرمایا کہ انبیاء کرام کی یہ ضمانتیں باذنِ الٰہی ہیں اور

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۱۷، تحت الحدیث: ۵۳۲۔

بر حق ہیں حتّٰی کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذِی الْکِفْل ہے کیونکہ وہ اپنی اُمّت کے لیے جنت کے کفیل ہو گئے تھے۔ (چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے۔) یعنی سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا۔ معلوم ہوا کہ علم پر عالِم پہلے خود عمل کرے۔"[1]

رسولُ اللہ کا وعدہ سچا ہے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا: "جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" اِن الفاظ میں در حقیقت اِس اَمر کی انتہائی تاکید و وُثوق ہے کہ اسے جنت ضرور مل کر رہے گی کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا حکم ایسا ہی ہے اور یہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا وعدۂ صادقہ ہے اور اَنبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کسی وقت کسی مخصوص طاعت پر باذنِ الٰہی ضامن بن جایا کرتے ہیں۔"[2]

حضور مالکِ جنت، قاسِمِ جنت ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ بلا ضرورت وبلا وجہ سوال کرنا نہایت ہی مذموم فعل ہے وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے مالک جنت ہیں، اگر آپ جنت کے مالک نہ ہوتے تو سوال نہ کرنے والے کو کبھی بھی جنت کی ضمانت نہ دیتے اور یہ فقط حضرت سَیِّدُنا ثوبان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ والی حدیث کا معاملہ نہیں ہے بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی کتنے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو جنت عطا فرمادی تھی۔ دس مشہور صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان جنہیں آج ہم عَشَرَہ مُبَشَّرَہ کے نام سے یاد کرتے ہیں یہ وہی صحابہ

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۶۸۔

[2] ... اشعۃ اللمعات، کتاب الزکوۃ، باب من لا تحل لہ المسئلۃ و من تحل لہ، ۲/ ۹ ۳۔

ہیں جنہیں مالک جنت، قاسم نعمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک ساتھ دنیا میں ہی جنت عطا فرمادی تھی۔ نیز اس رحیم و کریم آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فضل و کرم کے قربان! اپنے بعد میں آنے والے اُمَّتیوں کو بھی جنت سے محروم نہ فرمایا بلکہ مختلف احادیث میں مختلف اعمال پر جنت کی ضمانت عطا فرمادی تاکہ بعد میں آنے والے اُمَّتی بھی آقا کی اس نعمت سے محروم نہ رہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب منافق دور ہو
ہم رسولُ اللہ کے جنت رسولُ اللہ کی

لَا وَ رَبِّ الْعَرْش جس کو جو مِلا اُن سے مِلا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسولُ اللہ کی

عرشِ حق ہے مسند رفعت رسولُ اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسولُ اللہ کی

مدنی گلدستہ

سَیِّدُنا ”ثوبان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی عطا سے مالکِ جنّت اور قاسم جنت ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی سے کچھ نہ مانگنے والے کو جنت کی ضمانت دی ہے۔

(2) جنت کے حُصُول کے لیے چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے: زندگی تقویٰ پر گزرے، موت ایمان پر واقع ہو، قبر کے امتحان میں کامیاب ہو اور حشر میں چھٹکارا ملے۔

(3) بھیک مانگنے سے بچنے والے کو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی امان میں لے لیتے ہیں۔

(4) حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ ضمانت قیامت تک آنے والے ہر اس مؤمن کے لیے ہے جو بھیک مانگنے سے بچے۔

(5) اپنی حدیث پر خود حضرت سَیِّدُنا ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سوال سے بچنے اور اپنی اور اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رِضا والے اَعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:536 سوال صرف تین لوگوں کیلئے جائز ہے

عَنْ اَبِی بِشْرٍ قَبِیْصَۃَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: تَحَمَّلْتُ حَمَالَۃً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَسْاَلُہُ فِیْھَا فَقَالَ: اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَۃُ فَنَاْمُرَلَکَ بِھَا ثُمَّ قَالَ: یَا قَبِیْصَۃُ! اِنَّ الْمَسْاَلَۃَ لَا تَحِلُّ اِلَّا لِاَحَدِ ثَلَاثَۃٍ: رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَۃً فَحَلَّتْ لَہُ الْمَسْاَلَۃُ حَتّٰی یُصِیْبَھَا ثُمَّ یُمْسِکُ وَرَجُلٌ اَصَابَتْہُ جَائِحَۃٌ اجْتَاحَتْ مَالَہُ فَحَلَّتْ لَہُ الْمَسْاَلَۃُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ. اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِنْ عَیْشٍ. وَرَجُلٌ اَصَابَتْہُ فَاقَۃٌ حَتّٰی یَقُوْلَ: ثَلَاثَۃٌ مِنْ ذَوِی الْحِجٰی مِنْ قَوْمِہٖ: لَقَدْ اَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَۃٌ. فَحَلَّتْ لَہُ الْمَسْاَلَۃُ حَتّٰی یُصِیْبَ قِوَامًا مِنْ عَیْشٍ اَوْ قَالَ: سِدَادًا مِنْ عَیْشٍ فَمَا سِوَاھُنَّ مِنَ الْمَسْاَلَۃِ یَا قَبِیْصَۃُ! سُحْتٌ یَاْکُلُھَا صَاحِبُھَا سُحْتًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو بشر قبیصہ بن مخارق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مال اپنے ذمہ لیا اور اس کی ادائیگی کے لیے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں مدد لینے حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ٹھہرو یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقہ آجائے ہم اس میں سے تمہاری اِمداد کا حکم دیں گے۔“ پھر ارشاد فرمایا: ”اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ کسی کے لیے مانگنا جائز نہیں: (1) وہ شخص جس نے کوئی مال اپنے ذمہ لے لیا ہو اس کے لیے اُس وقت تک مانگنا جائز ہے یہاں تک کہ اسے اتنا مال مل جائے جس کا اُس نے ذمہ لیا ہے اور پھر باز رہے۔ (2) وہ شخص جس کے مال کو کسی آفت نے تباہ کر

1 ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب من تحل لہ المسالۃ، ص ۴۰۲، حدیث: ۲۴۰۴۔

دیا ہو اس کے لیے بھی مانگنا جائز ہے یہاں تک کہ ایسی چیز مہیا ہو جائے جس سے وہ گزر بسر کر سکے اور (3) وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو جائے حتّٰی کہ اُس کی قوم کے تین عقلمند آدمی کہیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی سوال کرنا جائز ہے یہاں تک کہ اسے ایسی چیز مہیا ہو جائے جس سے وہ گزر بسر کر سکے۔ اے قبیصہ! اس کے علاوہ مانگنا حرام ہے، مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔‘‘

قرض اُتارنے کے لیے سوال کرنا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ’’حضرت سَیِّدُنا ابو بشر قبیصہ بن مخارق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ’’میں نے ایک مال اپنے ذمہ لیا اور اس کی ادائیگی کرنے کے لیے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں مدد لینے حاضر ہوا‘‘ یعنی جو ذمہ داری میں نے اپنے ذمہ لی تھی اس کو پورا کرنے کے لیے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد طلب کی، حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’ٹھہرو! یہاں تک کہ ہمارے پاس صدقہ آجائے، اُس میں سے تمہاری امداد کا حکم دیں گے۔‘‘ یعنی زکوٰۃ کا مال آجائے تو اس میں سے ہم تمہاری مدد کا حکم دیں گے۔ پھر اِرشاد فرمایا: ’’اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ کسی کے لیے مانگنا جائز نہیں یعنی زکوٰۃ مانگنا: (1) وہ شخص جو مال اپنے ذمہ لے اس کے لیے اس وقت تک مانگنا جائز ہے یہاں تک کہ وہ اسے حاصل کرلے اور پھر رک جائے یعنی وہ اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ مانگے جب قرض پورا ہو جائے تو مانگنے سے رُک جائے، مگر یہ کہ کوئی اور ضرورت یا حاجت پیش آجائے تو مانگ سکتا ہے۔ (2) وہ شخص جس کے مال کو کسی آفت نے تباہ کر دیا ہو اس کے لیے بھی مانگنا جائز ہے۔ یعنی کسی آفت نے کھیت اور باغات سب برباد کر دیئے ہوں تو اب وہ لوگوں سے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مانگ سکتا ہے یہاں تک کہ ایسی چیز مہیا ہو جائے جس سے وہ اپنا گزر بسر کر سکے اور (3) وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو جائے یعنی اس کی تنگدستی اتنی شدید ہو کہ اس کی قوم کے تین عقل مند شخص جو اس کے حالات کے بارے میں جانتے ہوں اس کے بارے میں گواہی دیں۔‘‘[1]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی القناعۃ والعفاف والاقتصاد۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۱۷، ۵۱۸، تحت الحدیث: ۵۳۵ ملخصا۔

بھیک مانگنا مُردار جانور کی طرح ہے:

مُفَسِّرِ شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”﴿ معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ یہ مانگنا اپنے لیے نہیں بلکہ اُس مقروض فقیر کے لیے ہے جو فقیر ہے جس کا یہ ضامن ہے، ربّ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارمین (مقروضوں) کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ ہی مقروض ہیں۔ ﴿ **(دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کسی آفت نے تباہ کر دیا ہو اس کے لیے بھی مانگنا جائز ہے۔)** یعنی یہ شخص غنی تھا، آفت ناگہانی نے مال برباد کر کے اسے فقیر کر دیا اگرچہ تندرست ہے، کمانے پر قادر ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لیے مانگ سکتا ہے جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو سوال سے باز آجائے۔ ﴿ **(یہاں تک کہ ایسی چیز مہیا ہو جائے جس کے ذریعے وہ گزر بسر کر سکے۔)** یعنی اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رُک کر زندگی درست ہو جائے۔ غرضکہ بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے۔ ﴿ **(وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو جائے حتّٰی کہ اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی کہیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی سوال کرنا جائز ہے۔)** یہ گواہی کی قید اس کے لیے ہے جس کے متعلق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے۔ قوم سے مراد اس کے حالات سے خبر دار لوگ ہیں خواہ اس کی برادری کے ہوں یا آس پڑوس کے یعنی کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتا دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے۔ خیال رہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے ان کے وہ عادی تھے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی عادتوں کو بدلنے کے لیے سوال پر تو یہ پابندیاں لگائیں۔ مقروض کی نماز جنازہ خود نہ پڑھی دوسروں سے پڑھوا دی تاکہ عبرت پکڑیں اور قرض حتّی الامکان نہ لیں۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۵۴۔

سوال کی چار صورتیں اور اُن کے احکام:

امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "جس چیز کا سوال کیا جائے وہ چار حال سے خالی نہیں ہوتی: **(1) پہلی صورت، ایسی چیز جو انسان کی مجبوری ہو:** مثلاً: ایسا بھوکا شخص جسے بھوک سے موت یا شدید مرض کا اندیشہ ہو اس کا کھانا مانگنا یا پھر بے لباس شخص جس کے پاس سَترِ عورت (شرم گاہ چھپانے) کے لئے کپڑا نہ ہو اس کا کپڑا مانگنا، سوال کی دیگر شرائط پائی جانے کی صورت میں اس قسم کا سوال جائز ہے۔ جس چیز کا سوال کیا جائے وہ چیز مباح ہو، دینے والا خوش دلی کے ساتھ دے اور مانگنے والا کمانے پر قادر نہ ہو کیونکہ جو شخص کمانے پر قادر ہونے کے باوجود نہ کمائے اس کے لئے سوال کرنا جائز نہیں۔ مثلاً: جسے لکھنا آتا ہو وہ کتابت کرکے رِزقِ حلال کما سکتا ہے البتہ طالبِ عِلْمِ دِین جس کے تمام اوقات حُصُولِ علم کے لئے مختص ہوں وہ کسب پر قادر ہونے کے باوجود سوال کر سکتا ہے۔ **(2) دوسری صورت، ایسی چیز جس کی شدید ضرورت ہو:** مثلاً: مریض جسے دوا کی حاجت ہو اور دوا استعمال نہ کرنے پر نقصان کا خوف ہو لیکن یہ اندیشہ غالب نہ ہو یا جیسے سردی کے موسم میں ایک شخص نے جُبّہ تو پہن رکھا ہو لیکن اس کے نیچے قمیض نہ ہو اور اسے سردی سے ایسی تکلیف پہنچے جو قابلِ برداشت ہو، یونہی ایک شخص مشقت اٹھا کر پیدل سفر کرنے پر قادر ہو اس کے باوجود اس کا کرائے کے لئے سوال کرنا۔ اس صورت میں اگرچہ صبر کرنا اور سوال نہ کرنا افضل ہے اور سوال کرنے والا ترکِ اَولیٰ کا مرتکب ہو گا لیکن بہر حال مذکورہ صورت میں سوال کرنا مباح ہے کیونکہ یہ حقیقی ضرورت ہے۔ اس صورت میں سوال کرنے والا اگر سچ بول کر مانگے تو اس کے سوال کو مکروہ نہیں کہا جائے گا۔ مثلاً: اس طرح سوال کرے: میں نے جبے کے نیچے قمیض نہیں پہن رکھی اور سردی کی وجہ سے مجھے اتنی تکلیف ہو رہی ہے جسے میں برداشت تو کر سکتا ہوں لیکن اس میں مشقت ہے۔ جب سوال کرنے والا اس طرح سچ بول کر مانگے گا تو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا سچ بولنا سوال کرنے کا کفارہ بن جائے گا۔ **(3) تیسری صورت، ایسی چیز کا سوال کرنا جس کی معمولی ضرورت ہو:** مثلاً: کسی کا لباس پھٹا ہوا ہے اور وہ قمیض کا سوال کرے تاکہ گھر سے نکلتے وقت اسے لباس کے اوپر پہن کر اپنے لباس کی حالت کو لوگوں سے چھپا سکے، یا جس کے پاس روٹی موجود ہے اس کا سالن مانگنا، نیز گدھے کے کرائے پر قادر شخص کا گھوڑے کے کرائے کے لئے یا بار برداری والے اونٹ پر

قدرت رکھنے والے کا سواری کے لئے مخصوص اونٹ کے کرائے کا سوال کرنا۔ مذکورہ صورتوں میں اگر سائل اپنی اَصْل حاجت کے علاوہ کوئی اور ضرورت ظاہر کرکے سامنے والے کو دھوکا دے تو اس کا سوال کرنا حرام ہے اور اگر ایسا نہ کرے لیکن سوال کی تین آفات یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکوہ، غیراللہ کے سامنے ذِلّت اور جس سے مانگ رہا ہے اسے ایذا دینے میں سے کوئی آفت پائی جائے تو بھی سوال حرام ہے کیونکہ اس قسم کی ضروریات کے لئے ممنوعہ چیزوں کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور اگر اس کا سوال مذکورہ تمام مَفاسِد سے خالی ہو تو پھر اس قسم کا سوال کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ **(4) چوتھی صورت، ایسی چیز جس کی ضرورت نہ ہو:** مثلاً: کسی چیز کا سوال کرے حالانکہ اس کے پاس اس جیسی ایک یا مُتَعَدَّد اشیاء موجود ہیں تو ایسی چیز کا سوال کرنا حرامِ قطعی ہے۔[1]

مدنی گلدستہ
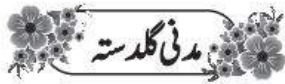
”صالحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے مِلنے والے 6 مدنی پھول

(1) اپنی حاجات کے لیے حضور نبی رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ سے مدد طلب کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے، کیونکہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مدد مانگا کرتے تھے۔

(2) بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جائز و حلال ہونا سخت ضرورت کی بنا پر ہے۔

(3) ایسا شخص جس کے مال و اسباب کو ناگہانی آفت نے برباد کر دیا ہو اگرچہ وہ تندرست ہو، کمانے پر قادر ہو مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اس وقت تک کے لیے مانگ سکتا ہے لیکن جب کچھ گزارہ کے لائق کمائے تو مانگنے سے باز آجائے۔

(4) وہ شخص کہ جو فاقہ میں مبتلا ہو جائے اور اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی کہیں کہ فلاں شخص فاقہ زدہ

---

1 ... احیاء العلوم، ۴/ ۶۲۸ تا ۶۳۰ ملتقطاً۔

ہے تو اس کے لیے بقدرِ ضرورت سوال کرنا جائز ہے۔

(5) گواہی دینے میں بیدار مغزی وہوشیاری ضروری ہے جبکہ غافل شخص کی گواہی قابل قبول نہیں۔

(6) بنا کسی ضرورت کے محض پیشہ ورانہ طور پہ بھیک مانگنا حرام اور مانگنے والا حرام کھاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حرام کمانے، حرام کھانے اور بھیک مانگنے سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:537

اَصل مِسکین کی پہچان

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، قَالَ: لَیْسَ الْمِسْكِیْنُ الَّذِی یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ تَرُدُّہُ اللُّقْمَۃُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَۃُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلٰكِنِ الْمِسْكِیْنَ الَّذِی لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْہِ وَلَا یُفْطَنُ لَہُ فَیُتَصَدَّقُ عَلَیْہِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْاَلُ النَّاسَ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوروں کے لیے لوگوں کے پاس جائے بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے ان چیزوں سے بے پرواہ کردے جن کی اسے ضرورت ہے اور نہ ہی اس کا محتاج ہونا معلوم ہوتا ہو کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ ہی وہ لوگوں سے مانگنے کے لیے کھڑا ہو۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ حقیقی مسکین وہ نہیں کہ جو پیشہ ور بھکاری ہے کیونکہ پیشہ ور بھکاری اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے نہیں بلکہ مال جمع کرنے کی غرض سے بھیک مانگتا ہے جبکہ حقیقی مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ بھی نہیں پھر بھی وہ کسی سے سوال نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اپنا ظاہری حال ایسا بناتا ہے کہ لوگ دیکھ کر سمجھیں کہ یہ مسکین ہے اور اس پر صدقہ کریں اور نہ ہی وہ اپنی غربت لوگوں پر ظاہر کرکے ان سے مدد کا طلبگار ہوتا ہے۔

(1) . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی: لا یسالون الناس الحافا۔۔۔الخ، ۱ / ۴۹۹، حدیث: ۱۴۷۹۔

کامل مسکین وہ ہے جو لوگوں سے نہیں مانگتا:

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شَہَابُ الدِّیْن اَحْمَدْ قَسْطَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”کامل مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس اس لیے چکر لگائے تاکہ انہیں اپنے اوپر صدقہ کرنے کا کہے اور لوگ اسے لقمہ دو لقمہ یا ایک دو کھجور دے کر واپس لوٹا دیں بلکہ کامل مسکین وہ ہے جو اپنے پاس ایسی چیز نہ پائے جس سے اس کی حاجت پوری ہو اور نہ ہی اس کا حال دیکھ کر اسے پہچان لیا جائے کہ یہ مسکین ہے تاکہ لوگ اس پر صدقہ کریں اور نہ ہی وہ لوگوں سے مانگنے کے لیے کھڑا ہو۔“[1]

عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”معنیٰ یہ ہے کہ کامل مسکین وہ ہے جو اپنی ضروریات و محتاجی کی وجہ سے صدقے کا زیادہ مستحق ہے، اس کے باوجود وہ (لوگوں کے گھروں میں بھیک مانگنے کے لیے) چکر نہیں لگاتا، یہاں تک کہ وہ اپنے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں پاتا کہ جو اُس کی ضروریات کو پورا کردے اور نہ ہی اُس کا محتاج ہونا کسی کو معلوم ہوتا ہے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ یہاں اُس مسکین کی نفی نہیں جو لوگوں کے گھروں میں چکر لگائے بلکہ یہاں کامل مسکین مراد ہے۔“[2]

حاجت مند ہونے کے باوجود حاجت ظاہر نہ کرنا:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور صابروں کے زمرے میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر گنہگار ہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لیے اتنی دوڑ دھوپ کر سکتا ہے تو وہ کمانے کے لیے بھی کر سکتا ہے۔ ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجتمند ہو مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی ربّ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾ الآیۃ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳) (ترجمۂ کنز الایمان: ”ان فقیروں کے لیے جو

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی: لا یسالون الناس الحافا۔۔۔ الخ، ۳/ ۶۹۳، تحت الحدیث: ۱۴۷۹ ملخصا۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکوۃ، باب النھی عن المسالۃ، ۴/ ۱۲۹، الجزء السابع۔

راہِ خدا میں روکے گئے۔) یہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز وانکسار ہونا، تکبر وغرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے اور جن احادیث میں فقر ومسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنے میں مبتلا کردے۔ لہٰذا اَحادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر ربّ تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم کو بادشاہ بنادیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔"[1]

بلاسوال ملنے والا مال قبول کرنے کے آداب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں کامل مسکین کی ایک نشانی یہ بھی بیان کی گئی کہ وہ خود لوگوں سے مال طلب نہیں کرتا لیکن بغیر سوال کیے جو مال ملے اسے قبول کرلینا نہ صرف جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ایک بار حضور نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو کچھ مال عطا فرمایا تو انہوں نے اپنے سے زیادہ حاجت مند کو دینے کی عرض کی تو ارشاد فرمایا: "اے عمر! اسے لے لو، اب تمہاری مرضی اپنے پاس رکھو یا صدقہ کردو، اگر تمہارے پاس ایسا مال آئے جو تم نے طلب نہ کیا ہو اور نہ ہی اس کی چاہت ہو تو اسے رکھ لیا کرو اور جو نہ ملے اس کی طلب مت کرو۔"[2] مگر واضح رہے کہ بلاسوال ملنے والے مال کو قبول کرنے کے بھی امام غزالی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی نے چند آداب بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: "فقیر کو چاہیے کہ بغیر سوال کے ملنے والی چیز کے بارے میں تین باتوں پر غور کرے: (۱) ملنے والے مال کے بارے میں۔ (۲) دینے والے کی غرض کیا ہے؟ (۳) قبول کرنے میں کیا نیت ہے؟ **(1) ملنے والے مال کے بارے میں:** اس کے حلال اور تمام شُبہات سے خالی ہونے پر غور کرے، اگر اس میں کسی قسم کا شبہ ہو تو لینے سے احتراز کرے۔ **(2) دینے والے کی غرض میں غور کرے:** اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: (۱) اگر غرض یہ ہو کہ جسے دے رہا ہے اس کا دل خوش کرے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۴۹۔

2 ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الاخذ لمن اعطی... الخ، ص ۴۰۳، حدیث: ۲۴۰۲۔

اور اس کی محبت حاصل کرے تو یہ ہدیہ ہے جس کے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن ہدیہ بھی ایسا قبول کرنا چاہیے کہ جس میں کسی کا احسان مند نہ ہونا پڑے۔ (۲) اگر حصولِ ثواب پیشِ نظر ہو تو یہ صدقہ یا زکوٰۃ ہے اگر زکوٰۃ ہو تو پھر فقیر کو اپنے بارے میں غور کرنا چاہئے کہ میں زکوٰۃ کا مستحق ہوں یا نہیں۔ اگر یہ بات اس پر مشتبہ ہو جائے کہ میں مستحق زکوٰۃ ہوں یا نہیں تو یہ شبہے کا مقام ہے یا (۳) مقصود فقط اپنی واہ واہ کروانا، دکھانا اور سنانا ہو گا اور اس کے ساتھ دیگر فاسد اغراض بھی پیشِ نظر ہوں گی۔ اگر غرض لوگوں کو دکھانا، سنانا اور شہرت کا حصول ہو تو پھر فقیر کو چاہیے کہ اس کا مال قبول نہ کرے کیونکہ قبول کرنے کی صورت میں وہ اس کے فاسد مقصد میں مددگار ثابت ہو گا۔ **(3) تحفہ قبول کرنے میں نیت کیا ہو؟** قبول کرنے میں اپنی نیت پر غور کرے اور دیکھے کہ کیا بنیادی ضروریات کے لئے اسے قبول کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ضرورت ہو اور یہ مال شُبہ اور ان آفات سے محفوظ ہو جن کا بیان دینے والے کے ذکر میں ہوا تو پھر فقیر کے لئے لینا افضل ہے۔[1]

زمین کے خزانے دکھانے والا فقیر:

مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کے رہنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے پاس کچھ درہم تھے جنہیں میں نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لئے رکھا ہوا تھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک فقیر طوافِ کعبہ سے فارغ ہو کر غلافِ کعبہ سے لپٹ کر آہستہ سے کہہ رہا ہے: "اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اے وہ ذات جو سب کو دیکھتی ہے لیکن اسے نہیں دیکھا جا سکتا! تو دیکھ رہا ہے کہ میں بھوکا اور بے لباس ہوں۔ اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! اب تو کیا فرماتا ہے؟" اس فقیر کا لباس پھٹا پرانا تھا جو پوری طرح اس کے جسم کو بھی نہیں چھپا رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اپنے درہم خرچ کرنے کا اس سے اچھا موقع مجھے نہیں ملے گا۔ چنانچہ میں نے وہ دراہم لا کر اس کے سامنے رکھ دیئے۔ فقیر نے ان میں سے پانچ درہم لئے اور کہا: "چار درہم میں دو چادریں آجائیں گی اور ایک درہم تین دن کے کھانے کے لئے کافی ہے، اس سے زیادہ کی مجھے ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر اس نے باقی دراہم واپس

---

[1] ... احیاء العلوم، ۴/ ۶۱۲ تا ۶۱۶ ملتقطاً۔

کر دیئے۔ اگلی رات میں نے دیکھا کہ وہ فقیر دو نئی چادریں اوڑھ کر طواف کر رہا ہے، یہ دیکھ کر میرے دل میں اس کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوئی۔ وہ شخص فوراً میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر طواف کے سات چکر لگائے، ہر پھیرے میں زمین کے خزانوں میں سے کوئی خزانہ ظاہر ہوتا اور ہمارے ٹخنوں تک آجاتا جو سونا، چاندی، یاقوت اور ہیرے جواہرات پر مشتمل ہوتا لیکن وہاں موجود دیگر لوگوں پر ہماری یہ کیفیت ظاہر نہ ہوئی۔ فقیر نے مجھ سے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے یہ سب کچھ عطا فرمایا ہے لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا کیونکہ یہ بوجھ اور آزمائش ہے اور میں لوگوں سے اس لئے لیتا ہوں کہ اس میں لوگوں کے لئے رَحمت اور نعمت ہے۔[1]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اِن پر رحمت ہو اور اِن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"مِسکین" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کامل مسکین وہ ہے جس کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ ہو پھر بھی وہ لوگوں سے سوال نہ کرے۔

(2) جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگدستی ہے جو فتنے میں مبتلا کر دے۔

(3) دل کی مسکینیت یہ ہے کہ دل میں عجز وانکساری ہو، غرور و تکبر نہ ہو۔

(4) جو حاجتمند ہو مگر پھر بھی کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، ایسے مسکین کی ربّ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے۔

(5) بغیر سوال کیے جو مال ملے اسے قبول کرلینا نہ صرف جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں قناعت کی دولت عطا فرمائے اور بلا ضرورت سوال کی نحوست سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... احیاء العلوم، ۴/ ۲۱۸۔

باب نمبر:58

بغیر سوال، بغیر خواہش کے ملنے والا مال جائز ہے

اگر کوئی شخص اپنی ذات کے لیے مال وغیرہ طلب نہیں کرتا، نہ ہی اس کی خواہش رکھتا ہے، نہ ہی اس کی لالچ کرتا ہے لیکن پھر بھی اسے کسی جگہ سے کوئی حلال وطیب مال مل جائے تو اس کے لیے وہ مال لینا جائز ہے اور اسے وہ اپنی ذات پر بھی خرچ کر سکتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اسی بارے میں ہے کہ **"بغیر سوال، بغیر خواہش کے ملنے والا مال جائز ہے۔"** اِمام نَوَوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں فقط 1 حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:538

بغیر سوال کے جو ملے وہ لے لو

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَاءَ فَاَقُوْلُ: اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّي فَقَالَ: خُذْهُ اِذَا جَاءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ شَيْءٌ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ.[1] فَتَمَوَّلْهُ فَاِنْ شِئْتَ كُلْهُ وَاِنْ شِئْتَ تَصَدَّقْ بِهِ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ. قَالَ سَالِمٌ: فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَسْاَلُ اَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا اُعْطِيَهُ.[2]

ترجمہ: حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب مجھے کچھ عطا فرماتے تو میں عرض کر دیا کرتا کہ آپ یہ مال اسے عطا فرمادیں جو آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ حاجت مند ہو۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے: "جب تمہارے پاس کوئی مال بغیر طمع اور بغیر مانگے آئے تو اسے قبول کر لو اور اپنی مِلک ومال میں داخل کر لو۔ چاہے تو خود کھالو اور چاہے تو صدقہ کر دو اور اگر اس طرح (یعنی بغیر طمع اور بغیر مانگے) مال نہ آئے تو اس کے پیچھے اپنے آپ کو نہ لگاؤ۔" (راوی حدیث) حضرت سَیِّدُنا سالم بن **عبد اللّٰہ** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ "(ان کے والد ماجد)

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسالۃ۔۔۔الخ، ۱/ ۴۹۷، حدیث: ۱۴۷۳۔

2 . . . جامع الاصول، الکتاب الثانی فی القناعۃ والعفۃ، الفصل الخامس فی قبول العطاء، ۱۰/ ۱۴۷، حدیث: ۸۲۴۸۔

حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کسی سے کچھ مانگا نہ کرتے تھے لیکن جو شے بغیر مانگے آجاتی اسے رد (یعنی لوٹایا) بھی نہ کرتے تھے۔“

مالی حقوق کی ادائیگی:

امام طحاوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ رسولِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو جو مال عطا فرمایا تھا وہ صدقہ نہیں تھا بلکہ یہ وہ مال تھا جسے آپ مال دار اور محتاج مسلمانوں پر تقسیم فرمایا کرتے تھے اور آپ یہ مال اُن کو اُن کی محتاجی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کے حقوق کی وجہ سے دیا کرتے تھے۔[1]

مناقب سَیِّدُنا فاروقِ اعظم:

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”یہ حدیث پاک امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت، اُن کے زُہد، دُنیوی مال و دولت کی حرص نہ ہونے، اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر ایثار کرنے پر دلالت کرتی ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ واقعی دنیا سے بالکل بے رغبت رہا کرتے تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی متقی، پرہیز گار اور زُہد و تقویٰ رکھنے والے تھے۔ مذکورہ حدیث پاک میں بھی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دنیا سے بے رغبتی اور زُہد و تقویٰ کے اعلیٰ مراتب کا بیان ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ دعوتِ اسلامی کی مجلس **المدینۃ العلمیۃ** نے امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ پر **”فیضانِ فاروقِ اعظم“** کے نام سے دو جلدوں میں ایک ضخیم کتاب مرتب کرنے کی سعی کی ہے جس میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حیاتِ طیبہ کے زُہد و تقویٰ سمیت کئی گوشوں کو اَحسن انداز میں بیان کیا گیا ہے، خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں کو بھی ترغیب دلائیے۔

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکاۃ، باب من اعطاہ اللہ شیئا۔۔۔الخ، ۳/ ۵۰۷۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الاخذ لمن اعطی من غیر مسئلۃ ولا اشراف، ۳/ ۵۷۹، تحت الحدیث: ۱۰۴۵۔

ہدیہ قبول کرنا جائز ہے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو مال تمہیں ملے حالانکہ تم اس کا پیچھا نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی خواہش کرتے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ اس کے پیچھے پیچھے مت پھرو۔ طلب کرنے کے بغیر اگر حلال مال ہاتھ لگے تو اس کو لے لینا بہتر ہے اور امام (یعنی حاکم) کا عطیہ مسترد کر دینا ادب کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ ہدایا اور نذرانے قبول کر لیا کرتے تھے، حضرت عثمانِ غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہا کرتے تھے: بادشاہوں کے عطایا تو لذیذ گوشت جیسے ہیں۔[1]

کونسا مال قبول کرنا منع ہے؟

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”جو مال حرام ذریعے سے حاصل ہو اُسے قبول کرنا جائز نہیں جیسا کہ کوئی شخص اگر کسی سے کوئی مال غصب کرے اور پھر بعینہٖ وہ مال کسی دوسرے کو دے دے اور لینے والے کو معلوم ہو کہ یہ غصب، چوری یا خیانت کا مال ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ مال واپس لوٹا دے۔“[2]

سیدنا فاروق اعظم کا جذبہ ایثار:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: ”صحبتِ مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ تاثیر تھی کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ صِرف غنی نہیں بلکہ غنی تر و غنی گر ہو گئے، مانگنا تو کیا بغیر مانگے آتی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کیا کرتے اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے اور اپنے دورِ خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ منورہ لاتے ہیں تو اس وقت بھی خود ایک قمیض ہی دھو دھو کر پہنتے ہیں۔“[3] چنانچہ حضرت سَیِّدُنا عبد العزیز بن ابو جمیلہ انصاری عَلَیْہِ

---

1 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۵۲۴ ملتقطا۔

2 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکاۃ، باب من اعطاہ اللہ شیئا۔۔۔ الخ، ۳/ ۵۰۹۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۶۰ ملخصا۔

رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت ہے کہ ایک بار امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نمازِ جمعہ کے لیے تاخیر ہوگئی، جب آپ تشریف لائے تو لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اس پہنے ہوئے کپڑے کو دھونے کی وجہ سے میں لیٹ ہوگیا کیونکہ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔"[1]

لمحۂ فکریہ۔۔۔!

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کیسے دُنیوی مال ومتاع سے بے رغبت تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ زُہد وتقویٰ کو پسند فرماتے تھے۔ دنیوی عیش وعشرت میسر ہونے کے باوجود اسے اختیار نہیں فرماتے تھے۔ مذکورہ حدیث پاک میں ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے، کاش! ہم بھی امیر المؤمنین سیدنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے والے بن جائیں، دنیا سے بے رغبت ہو جائیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سَیِّدُنا "عمر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی متقی وپرہیزگار اور زُہد وتقویٰ رکھنے والے تھے۔

(2) بغیر خواہش اور بغیر طلب کے جو حلال مال ملے اسے لے لینا جائز ہے۔

(3) جو مال حرام طریقے سے حاصل ہو اُسے قبول نہ کیا جائے، لینے والے کو اگر معلوم ہو جائے کہ یہ غصب، چوری یا خیانت کا مال ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ مال واپس لوٹا دے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، الباب السادس والاربعون، ص ۱۰۱۔

باب نمبر:59

اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کا بیان

اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے، سوال سے بچنے اور دوسروں کو دینے کی ترغیب کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو لوگ رِزقِ حلال کے لیے کوشش کرنے کے بجائے مال و دولت جمع کرنے کی حرص میں بھیک مانگتے ہیں اور لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں ربّ تعالیٰ انہیں ذِلّت و رُسوائی سے دوچار کرتا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو رِزقِ حلال کماتے ہیں، سوال سے بچتے ہیں اور اپنی ذات کے علاوہ دوسروں پر بھی خرچ کرتے ہیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے، سوال سے بچنے اور دوسروں کو دینے کی ترغیب"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 5 احادیث بیان فرمائی ہیں، پہلے آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

ربّ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (پ۲۸، الجمعۃ: ۱۰)

ترجمۂ کنز الایمان: پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور **اللہ** کا فضل تلاش کرو۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں تجارت اور اپنی حاجتوں کی ادائیگی کے لیے پھیل جاؤ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل تلاش کرو یعنی رزق تلاش کرو اور یہ حکم اِباحت کے لیے ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "نماز کے بعد اگر بندہ چاہے تو رزق تلاش کرے، چاہے تو بیٹھ جائے اور چاہے تو عصر تک نماز پڑھتا رہے۔" یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین میں پھیل جاؤ سے مراد دنیا کی طلب نہیں بلکہ مریض کی عیادت، نمازِ جنازہ میں شرکت اور رِضائے الٰہی کے لیے اپنے بھائی کی زیارت کرنا مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد علم کی طلب ہے۔ سیدنا عِراک بن مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نمازِ جمعہ ادا فرمانے کے بعد مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے: "اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میں نے تیری دعوت قبول کی

اور تیرا فرض ادا کیا اور رزق کی تلاش میں چلا جیسا کہ تو نے مجھے حکم دیا۔ پس تو مجھے اپنے فضل سے رِزق عطا فرما، بیشک تو ہی بہترین رزق عطا فرمانے والا ہے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:539

مِحنت ومَزدوری کرنا مانگنے سے بہتر ہے

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللهِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَاَنْ یَاْخُذَ اَحَدُکُمْ اَحْبُلَهُ ثُمَّ یَاْتِیَ الْجَبَلَ فَیَاْتِیَ بِحُزْمَةٍ مِنْ حَطَبٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَیَبِیْعَهَا فَیَکُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ خَیْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ یَسْاَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَوْ مَنَعُوْهُ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو عبد اللہ زبیر بن عوام رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے پھر وہاں سے لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لائے اور اسے بیچے جس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی عزت بچائے یہ اُس کے لیے اِس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے کوئی چیز مانگے اور پھر وہ اسے دیں یا نہ دیں۔“

حدیث نمبر:540

مانگنے پر لوگ دیں یا نہ دیں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَاَنْ یَحْتَطِبَ اَحَدُکُمْ حُزْمَةً عَلٰى ظَهْرِهٖ خَیْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ یَسْاَلَ اَحَدًا فَیُعْطِیَهُ اَوْ یَمْنَعَهُ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر لائے تو یہ اُس کے لیے اِس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے کچھ مانگے اور پھر وہ اسے دیں یا نہ دیں۔“

---

1 . . . تفسیر خازن، پ۲۸، الجمعة، تحت الآیة: ۱۰، ۴/۲۶۸۔

2 . . . بخاری، کتاب الزکاة، باب الاستعفاف عن المسالة، ۱/۴۹۷، حدیث: ۱۴۷۱۔

3 . . . بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده، ۲/۱۱، حدیث: ۲۰۷۴، بدون: له۔

اپنے ہاتھ سے کمانا سوال کرنے سے بہتر ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث پاک میں پہاڑ کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ باقی جگہوں کی بہ نسبت پہاڑ سے لکڑیاں لانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لائے یا جانور کی پیٹھ پر اور اسے لا کر بیچے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ذریعے اس کی حاجت کو پورا فرمادے گا۔“[1]

مانگنے سے مشقت برداشت کرنا بہتر ہے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”لکڑیاں فروخت کر کے اپنی حاجت پوری کرے اور لوگوں سے مانگنے سے بچے تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے کیونکہ اس طرح نفس ذلیل ہوتا ہے اور مانگنے سے مشقت برداشت کرنا بہتر ہے، جب کوئی شخص اپنے لیے سوال کا دروازہ کھولتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔“[2]

بھیک مانگنے والا دوسروں کا احسان مند رہتا ہے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ بندے کی آبرو محفوظ رکھنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کام ہے، بندے پر اس کی نعمت اور اس کا لطف واحسان ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے مشقت میں ڈال کر ثواب آخرت عطا کرتا، کسب حلال کی ہمت دیتا اور دستِ سوال دراز کرنے سے بچاتا ہے۔ لوگوں سے مانگنے کی صورت میں اگر نہ دیں گے تو اس کی عزت وآبرو بھی گئی اور محروم بھی رہا اور اگر کچھ دیں گے تو اپنے ہاتھ سے کمانا اس سب سے بہتر ہے کہ ان کا احسان مند ہوتا، ان کی غلامی اور ان کے احسان کا پھندا اپنے گلے میں ڈالتا اور طمع وگداگری کی بُری عادت میں مبتلا ہوتا۔“[3]

بھیک مانگنا بہت برا فعل ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحث علی الاکل ۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۲۳، تحت الحدیث: ۵۳۸ ملخصاً۔

2 . . . تفہیم البخاری، ۲/ ۵۲۲۔

3 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل لہ المسئلۃ ومن تحل لہ، ۲/ ۳۳ ملخصاً۔

میں فرماتے ہیں: ”خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لیے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے، اس سے عزت نہیں جاتی مگر بھیک مانگنا بُرا جس سے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو محنت مشقت کرنے میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنتِ انبیاء ہے۔ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں۔ بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی محنتیں کرتے ہیں، اگر مزدوری کریں یا چھابڑی فروخت کریں تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو (عزت) سے بھی کھائیں۔ اس حدیث سے اشارۃً یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خود رُو درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کرکے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائے گا جیسے جنگلی شکار یا عام کنوؤں کا پانی۔ کیونکہ اگر یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا بیچنا جائز کیونکر ہوتا اور حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کام کو خیر کیوں فرماتے؟“[1]

بقدرِ کفایت کمانا فرض ہے:

صَدْرُالشَّرِیْعَه، بَدْرُالطَّرِیْقَه حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اتنا کمانا فرض ہے جو اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے اور جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے نفقہ کے لیے اور ادائے دَین کے لیے کفایت کر سکے۔ اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ اتنے ہی پر بس کرے یا اپنے اور اہل و عیال کے لیے کچھ پس ماندہ رکھنے (یعنی بچا کر رکھنے) کی بھی سعی و کوشش کرے۔ ماں باپ محتاج و تنگدست ہوں تو فرض ہے کہ کما کر انھیں بقدرِ کفایت دے۔“[2] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”آج کل ایک عام بلا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ اچھے خاصے تندرست چاہیں تو کما کر اَوروں کو کھلائیں، مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے، کون محنت کرے مصیبت جھیلے، بے مشقت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہتیرے ایسے ہیں کہ مزدوری تو مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ننگ و عار خیال کرتے اور بھیک مانگنا کہ حقیقۃً ایسوں کے لیے بے عزتی و بے غیرتی ہے

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۵۶۔

2 ... بہار شریعت، ۳/ ۶۰۹، حصہ ۱۶۔

مایۂ عزت جانتے ہیں اور بہتوں نے تو بھیک مانگنا اپنا پیشہ ہی بنا رکھا ہے، گھر میں ہزاروں روپے ہیں سود کا لین دین کرتے زراعت وغیرہ کرتے ہیں مگر بھیک مانگنا نہیں چھوڑتے، اُن سے کہا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ یہ ہمارا پیشہ ہے واہ صاحب واہ! کیا ہم اپنا پیشہ چھوڑ دیں۔ حالانکہ ایسوں کو سوال حرام ہے اور جسے اُن کی حالت معلوم ہو اُسے جائز نہیں کہ ان کو دے۔"[1]

جو اپنے ہاتھ کی کمائی نہیں اسے صدقہ نہ کرو:

حضرت سیِّدُنا علی بن بکار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار اور حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق فزاری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی جو کہ اولیاء و صالحین میں سے تھے، لکڑیاں کاٹ کر اس کی کمائی سے کھاتے تھے۔ ایک دن ان دونوں نے باہم اتفاق کیا کہ کل صبح پہاڑ پر چڑھنے اور لکڑیاں کاٹنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ حضرت سیِّدُنا علی بن بکار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پہاڑ پر چڑھنے میں سبقت لے گئے اور لکڑیوں کا گٹھا بھی جمع کر لیا لیکن جب ان کے رفیق نے ان کے پاس پہنچنے میں دیر کر دی تو وہ ان کو پہاڑ میں تلاش کرنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت سیِّدُنا ابو اسحاق رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ چار زانو تشریف فرما ہیں اور ایک شیر کا سر ان کی گود میں ہے اور وہ خود اس شیر سے مکھیوں کو دُور کر رہے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا علی بن بکار رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار نے استفسار فرمایا: "اے ابو اسحاق! یہ کیا ہے؟" فرمایا: "شیر نے مجھ سے التجا کی تو مجھے اس پر ترس آ گیا۔ اب میں انتظار کر رہا تھا کہ یہ بیدار ہو اور میں آپ کے پاس جا سکوں۔" حضرت سیِّدُنا علی بن بکار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اُن کو اُسی حالت میں چھوڑ کر آگے چلے گئے۔ اچانک انہوں نے چٹان پر ایک تھیلی دیکھی جس میں ایک ہزار دینار تھے۔ اُس پر غبار اور مٹی پڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے دل میں سوچا: "میں اِس کو لے جا کر صدقہ کر دوں گا۔" چنانچہ پہاڑ سے اُترے تو ایک سیاہ فام غلام کے پاس سے گزر ہوا جو پاؤں سے معذور تھا اور چہرے کے بل گرا ہوا تھا اور اس کے چہرے کے قریب لکڑیوں کا ایک گٹھا پڑا ہوا تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ: "اس سونے کا حق دار اِس غلام سے زیادہ کون ہو سکتا ہے؟" چنانچہ انہوں نے تھیلی سے دس دینار نکالے اور اُس کے پاس آکر کہا: "یہ لیجئے اور اپنی حالت درست کر لیجئے۔" غلام نے اپنا سر اٹھایا اور کہا: "اس سونے کو اس کی جگہ پر واپس رکھ دیں اور

---

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۹۴۰، ۹۴۱، حصہ ۵۔

جو اپنے ہاتھ کی کمائی نہیں اسے صدقہ نہ کریں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں ایک سال سے اس چٹان پر پڑی ہوئی اس تھیلی کے پاس سے گزر رہا ہوں مگر مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ اس میں کیا ہے؟ تو آپ دنیا میں کیسے راغب ہو گئے اور جس کو لینا آپ کے لیے جائز نہ تھا اس کو کیسے لے لیا؟" حضرت علی بن بکار رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں کہ: "مجھے اس کی باتوں سے بڑی شرمندگی ہوئی اور میں نے جان لیا کہ یہ اولیاء کرام رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالٰی میں سے ہے۔ لہٰذا میں تھیلی کو اس کی جگہ پر رکھ کر واپس آیا تو وہ اپنی جگہ پر نہ تھا۔ میں نے دریافت کیا تو بتایا گیا کہ یہ ہر ہفتہ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا لے کر آتا ہے اور پھر اسے ایک درہم کے عوض فروخت کرتا ہے اور اسی سے ہفتہ کے باقی ایام غذا حاصل کرتا ہے اور کسی سے کوئی چیز نہیں لیتا۔"[1]
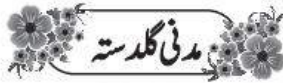
مدنی گلدستہ

"کسبِ حلال" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) ہر شخص کو چاہیے کہ محنت و مزدوری کر کے اپنے ہاتھ سے کمائے اور دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچتا رہے کیونکہ جو شخص اپنے لئے سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لیے محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(2) بھیک مانگنے سے انسان کی عزت و آبرو چلی جاتی ہے۔

(3) بلا ضرورت و بلا اجازتِ شرعی دوسروں کے آگے سوال کرنا منع ہے۔

(4) جو غنا کے باوجود لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ جہنم کے دہکتے پتھروں میں اضافہ کرتا ہے۔

(5) بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ دیکھنے میں بالکل ہٹے کٹے ہوتے ہیں، چاہیں تو اوروں کو کما کر کھلائیں مگر لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے نظر آتے ہیں، ایسے پیشہ ور بھکاریوں کا مانگنا بھی جائز نہیں ہے اور نہ ہی ان کو دینا جائز ہے۔

(6) اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا حلال مال راہِ خدا میں صدقہ کرنا نہایت ہی اعلیٰ درجے کا تقویٰ ہے۔

---

[1] ... الروض الفائق، ص ۲۱۱۔

(7) بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن اپنے ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رزقِ حلال کما کر کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:541

سیدنا داود عَلَیْہِ السَّلَام کا کما کر کھانا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ دَاوُدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا یَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”حضرتِ سَیِّدُنا داود عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ سے کما کر ہی کھایا کرتے تھے۔“

حدیث نمبر:542

سیدنا زکریا عَلَیْہِ السَّلَام کا پیشہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَ زَكَرِیَّا عَلَیْهِ السَّلَامُ نَجَّارًا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حضرتِ زکریا عَلَیْہِ السَّلَام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے۔“

حدیث نمبر:543

اپنے ہاتھ سے کمانا بہتر ہے

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْكَرِبَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَیْرًا مِنْ اَنْ یَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ وَاِنَّ نَبِیَّ اللهِ دَاوُدَ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَانَ یَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ یَدِهٖ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا مقدام بن معد یکرب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کسی شخص نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جس کو اس نے اپنے ہاتھ

---

1 . . . بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۲ / ۱۱، حدیث: ۲۰۷۳ بتغیر قلیل۔

2 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل زکریا علیہ السلام، ص ۹۹۴، حدیث: ۲۱۲۲۔

3 . . . بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ۲ / ۱۱، حدیث: ۲۰۷۲۔

سے کمایا ہو اور بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نبی حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔“

کسبِ حلال کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کما کر رزقِ حلال کھانا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنتِ مبارکہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا نہایت ہی اہمیت اور فضیلت والا کام ہے۔ کسب کی فضیلت پر مشتمل تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پیشِ خدمت ہیں: **(1)** ”گناہوں میں سے کچھ گناہ ایسے ہیں جن کو حصولِ رزق میں پہنچنے والا رنج وغم ہی مٹا سکتا ہے۔“[1] **(2)** ”جس نے خود کو سوال سے بچانے، اپنے بال بچوں کے لیے بھاگ دوڑ کرنے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لیے حلال مال طلب کیا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو گا۔“[2]

(3) ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ پیشہ ور مؤمن کو پسند فرماتا ہے۔“[3]

انبیائے کرام کے مختلف پیشے:

کس نبی نے کیا پیشہ اختیار کیا؟ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیرِ نعیمی میں فرماتے ہیں کہ ”سب سے پہلے کپڑے بُننے کا کام حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے کیا اور بعد میں کھیتی باڑی کے کام میں مشغول رہے۔ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کا ذریعۂ معاش لکڑی کا تھا۔ حضرت ادریس عَلَیْہِ السَّلَام درزی کا کام کرتے تھے، حضرت ہود اور صالح عَلَیْہِمَا السَّلَام تجارت کرتے تھے، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کھیتی باڑی کرتے تھے، حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے کچھ دن بکریاں چَرائیں، حضرت داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام زِرہ بناتے تھے، حضرت سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام اتنے بڑے بادشاہ تھے پھر بھی درختوں کے پتوں سے پنکھے اور زنبیلیں (ٹوکریاں) وغیرہ بنا کر اپنا گزر بسر کرتے تھے، حضرت عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام نے کوئی پیشہ اختیار نہ فرمایا بلکہ ہمیشہ سیر فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مجھے ناشتہ

---

1 . . . معجم اوسط، ۱/ ۴۲، حدیث: ۱۰۲۔

2 . . . مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب البیوع والاقضیۃ، باب فی التجارۃ والرغبۃ فیھا، ۵/ ۲۵۸، حدیث: ۷۔

3 . . . معجم اوسط، ۶/ ۳۲۷، حدیث: ۸۹۳۴۔

دیا ہے وہی شام کا کھانا بھی دے گا، اور سب سے پہلے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام نے چاندی سے روپیہ اور سونے سے اشرفیاں بنائیں۔"[1]

کسب کرنا انبیائے کرام کی سنت ہے:

دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 864 صفحات پر مشتمل کتاب "فیضان فاروق اعظم" جلد اول، ص 72 پر ہے: "رزقِ حلال کمانا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت مبارکہ ہے۔ حصولِ رزق کے لئے کوشش کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اور رُسلِ عظام عَلَیْہِمُ السَّلَام بھی کسب یعنی حصولِ رزق کے لئے کوشش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گندم بوتے، اسے سیراب کرتے، اس کی کٹائی کرتے، اسے گاہتے، پھر اسے پیستے، پھر اس کا آٹا گوندھ کر روٹی تیار فرماتے، یوں آپ کھیتی باڑی کا کام کرتے۔ حضرت سیِّدُنا نوح نَجِیُّ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بڑھئی کا کام کیا کرتے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کپڑے بُن کر گزارہ کرتے۔ حضرت سیِّدُنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زرہیں بناتے۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں بنا کر فروخت کیا کرتے تھے اور ہمارے آقا و مولیٰ رسولوں کے سالار، باذنِ پروردگار، دو عالَم کے مالک و مختار، شہنشاہِ ابرار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی بکریاں چرایا کرتے (اور تجارت کیا کرتے) تھے اور یہ تمام عالی رتبہ حضرات کسب کر کے ہی کھاتے تھے۔"[2]

توہین آمیز الفاظ کی ممانعت:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یعنی زکریا عَلَیْہِ السَّلَام لکڑی سازی کا کام کرتے تھے، اس کی آمدنی سے اپنا گزارہ کرتے تھے۔ کسی نبی نے نبوت کو ذریعۂ معاش نہ بنایا۔ مرزا قادیانی پہلے ایک نہایت غریب آدمی تھا، جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر نواب بن گیا، شاہانہ زندگی گزار گیا۔ سارے سچے نبیوں نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زندگی گزاری۔ حضراتِ انبیاءِ کرام

1 ... تفسیر نعیمی، پ ۱، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۳۶، ۱/ ۲۶۰ ملخصاً۔

2 ... اصلاح اعمال، ۱/ ۴۸۷۔

(عَلَیْہِمُ السَّلَام) نے اگرچہ لکڑی، لوہے، زنبیل سازی وغیرہ اختیار فرمائی مگر انہیں بڑھئی یا لوہار وغیرہ کہنا حرام ہے کہ یہ الفاظ توہین آمیز ہیں۔"[1]

سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام زرہ بناتے تھے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حضرت داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے برگزیدہ نبی ہیں آپ کو دنیا کی سلطنت و حکومت عطا کی گئی تھی اس کے باوجود اپنے ہاتھ سے ہی کما کر کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا داوٗد عَلٰی نَبِیِّنَاوَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے دورِ خلافت میں اپنے کام کے حوالے سے لوگوں سے تَجَسُّس کیا کرتے اور جو شخص آپ کو نہیں جانتا تھا اس سے پوچھتے تھے کہ داوٗد کیسا بادشاہ ہے؟ اور لوگوں میں ان کی سیرت و کردار کس درجے کے ہیں؟ ایک مرتبہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انسانی صورت میں ایک فرشتہ ان کے پاس بھیجا تو آپ نے اس سے بھی وہی سوالات کیے تو اس فرشتے نے کہا: "داوٗد ہیں تو بہت اچھے آدمی، لیکن بیت المال سے کھاتے ہیں۔" جب آپ نے یہ سنا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کی: "اے میرے پروردگار! مجھے بیت المال سے مُسْتَغْنِی کردے اور مجھے کوئی ایسا ہنر سکھا دے جس سے میں اپنی روزی کما سکوں۔" **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو زرہ بنانے کا ہنر سکھا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں لوہا موم اور گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جاتا تھا، آگ میں نرم کرنے اور ہتھوڑے سے کوٹنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ آپ جیسے چاہتے اسی طرح لوہے کو ہاتھ سے اِدھر اُدھر کر کے زرہ بنا لیتے تھے اور آپ ہر زرہ کو چار ہزار درہم میں فروخت کیا کرتے۔ بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ہر روز ایک زرہ بناتے اور اسے چھ ہزار درہم میں فروخت کرتے، اس میں سے دو ہزار درہم اپنی ذات اور اپنے اہل و عیال پر خرچ فرماتے اور بقیہ چار ہزار درہم کو بنی اسرائیل کے فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیا کرتے تھے۔"[2]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۹۳۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ۶/ ۷، تحت الحدیث: ۲۷۵۹، تفسیر خازن، پ ۲۲، سبا، تحت الآیۃ: ۱۰، ۳/ ۵۱۷۔

ہاتھ سے کمانے کے 6 فائدے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ اَحادیث میں لوگوں کو ہاتھ سے کمانے کی ترغیب دلائی گئی ہے کیونکہ ہاتھ سے کمانے کے بہت سے فائدے ہیں۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی نے ہاتھ سے کمانے کے یہ چھ 6 فوائد بیان فرمائے ہیں: ”(1) اگر کوئی شخص کسی کے پاس اجیر (ملازم) ہے تو اسے اُجرت کے ذریعے سے نفع حاصل ہوگا۔ (2) اگر خود تجارت کرتا ہے تو خرید و فروخت کے ذریعے سے نفع حاصل ہوگا۔ (3) ہاتھ سے کمانے سے انسان کے عمل کا نفع دوسرے لوگوں تک بھی پہنچتا ہے جیسا کہ اگر کوئی شخص درزی ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے یا مالی ہے تو ان کاموں سے اسے بھی فائدہ ہوگا اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ (4) اپنے ہاتھ سے کمانے والا شخص فضولیات اور لہو ولعب میں مبتلا ہونے سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ (5) اپنے ہاتھ سے کمائی کرنے سے انسان کا نفس کمزور ہوتا ہے اور نفس کی سرکشی میں کمی آتی ہے۔ (6) اپنے ہاتھ سے کمانے کی برکت سے انسان لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اور ان کے محتاج ہونے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ہاتھ سے کمانے والے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ مجھے میری محنت و مشقت کی وجہ سے روزی مل رہی ہے بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ مجھے کریم و رزّاق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے رِزق مل رہا ہے۔“[1]

محنت کر کے حلال روزی کمانا:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”ہاتھوں سے مراد پوری ذات ہے، ہاتھ سے کمائے یا پاؤں سے یا آنکھ یا زبان سے غرض یہ کہ اپنی قوّت سے حلال روزی کمائے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: ﴿ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ ﴾ (پ۲۵، الشوریٰ: ۳۰) ترجمۂ کنزالایمان: ”جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا۔“ یہاں بھی اَیْدِی یعنی ہاتھوں سے ذات ہی مراد ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دوسروں کی کمائی پر اپنا گزارہ نہ کرے خود محنت کرے۔“[2]

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ۶ / ۴، تحت الحدیث: ۲۷۵۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۴ / ۲۲۷۔

”رزقِ حلال“ کے 7 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اوران کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) اسلام میں کسبِ حلال کی بہت اہمیت اور فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

(2) کسبِ حلال یعنی اپنے ہاتھ سے رزقِ حلال کمانا اور کوئی بھی حلال ذریعہ اور پیشہ اختیار کرنا انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(3) رزقِ حلال کے لیے کوئی جائز پیشہ تجارت، زراعت وغیرہ کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(4) عموماً جو لوگ جیسا پیشہ اختیار کرتے ہیں انہیں ویسی ہی شناخت مل جاتی ہے لیکن انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے کسی بھی طرح کے توہین آمیز الفاظ بولنا شرعاً ممنوع ہے۔

(5) سَیِّدُنَا داود عَلَیْہِ السَّلَام زرہ بنانے کا کام کیا کرتے تھے اور آپ کے ہاتھوں میں لوہا موم اور گندھے ہوئے آٹے کی طرح نرم ہو جایا کرتا تھا جس سے آپ باآسانی زرہ بنالیتے تھے۔

(6) حضرت سَیِّدُنَا داود عَلَیْہِ السَّلَام جو زرہ بناتے اسے بیچ کر اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر بھی خرچ فرماتے اور فقراء ومساکین پر صدقہ بھی کیا کرتے۔

(7) اپنے ہاتھ سے کمانے والا جب اپنے کام میں مصروف رہتا ہے تو وہ بُری باتوں اور کھیل کود سے بھی بچا رہتا ہے، نیز ایسا شخص لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے اور ان کے سامنے جھکنے جیسی ذلت ورُسوائی سے بھی بچ جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حلال رزق کمانے کی توفیق عطا فرمائے اور دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے محفوظ فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:60

جُود و سَخاوت کا بیان

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے جود و سخاوت اور نیک کاموں میں خرچ کرنے کا باب

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بعض اعمال وہ ہیں کہ جن کے دُنیوی واُخروی دونوں طرح کے فوائد ہیں، سخاوت اور نیک کاموں میں خرچ کرنا بھی انہی اعمال میں سے ایک عمل ہے، سخاوت کرنے والا معزز اور قابلِ قدر ہوتا ہے، سخی دلوں کے قریب ہوتا ہے، لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور ہر ایک اس سے دوستی کرنا چاہتا ہے، سخی آدمی کی بات کو ترجیح دی جاتی ہے، سخی انسان کو لوگ مرنے کے بعد بھی یاد رکھتے ہیں اور اچھے الفاظ میں اس کا ذکر کرتے ہیں، سخی کی زندگی پُرسکون ہوتی ہے، اس کے مال میں برکت ہوتی ہے، وہ اپنے ربّ پر بھروسہ کرتا ہے اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے مُستغنی ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سخاوت حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اور بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن کی صفتِ کریمہ ہے، **الغرض** سخاوت بے شمار دینی اور دنیاوی فوائد کی جامع صفت ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ رضائے اِلٰہی کیلئے سخاوت اختیار کرے اور نیک کاموں میں خرچ کرے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"جود و سخاوت کرنے اور نیک کاموں میں خرچ کرنے"** کے بیان میں ہے۔ امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 3 آیاتِ کریمہ اور 19 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) خرچ کرو بدلہ عطا کیا جائے گا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ترجمۂ کنزالایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا۔ (پ۲۲، سبا: ۳۹)

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے اس کا بدلہ عطا فرماتا ہے۔ عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "جو چیز تم **اللہ** تعالیٰ کی اطاعت اور خیر و بھلائی کے راستے میں خرچ کرو گے **اللہ** تعالیٰ تمہیں اس کا بدل اور عوض عطا فرمائے گا، اب وہ عوض دنیا میں مال کے ذریعے عطا ہوگا یا قناعت کے ذریعے کہ جو نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے یا پھر وہ

عوض آخرت میں اجر و ثواب اور جنت کی نعمتوں کے ذریعے ملے گا یا دنیا و آخرت دونوں میں عوض عطا فرمائے گا لہٰذا تم فقر سے نہ ڈرو اور **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے راستے میں خرچ کرو اور دنیا و آخرت میں **اللہ** تعالیٰ کی مہربانیوں کے درپے ہو۔ حدیث پاک میں ہے: ''**اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے چند فرشتے ہیں جنہیں **اللہ** تعالیٰ نے جیسا چاہا پیدا فرمایا اور وہ صورت عطا کی جو اس نے چاہی، وہ فرشتے عرش کے نیچے رہتے ہیں، انہیں **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے اِلہام فرمایا ہے کہ وہ ہر دن میں دو مرتبہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے یہ اعلان کریں کہ جو اپنے اہل و عیال اور ہمسایوں پر وسعت کرے گا **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اس پر دنیا و آخرت میں وسعت فرمائے گا اور جو ان پر تنگی کرے گا **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اس پر تنگی فرمائے گا، سنو! بیشک **اللہ** تعالیٰ تمہیں تمہارے عیال پر ایک درہم خرچ کرنے کے بدلے ستر قِنطار سے بھی بہتر رزق عطا فرمائے گا۔''[1]

(2) رضائے الٰہی کے لیے خرچ کرو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ(۲۷۲)

(پ ۳، البقرۃ: ۲۷۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو اچھی چیز دو تو تمہارا ہی بھلا ہے اور تمہیں خرچ کرنا مناسب نہیں مگر اللہ کی مرضی چاہنے کے لیے اور جو مال دو تمہیں پورا ملے گا اور نقصان نہ دیے جاؤ گے۔

تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: ''ارشاد فرمایا گیا تم جو خرچ کرتے ہو اس کا فائدہ تمہیں ہی ہو گا کہ دنیا میں مال میں برکت اور آخرت میں ثواب کا ذخیرہ ہو گا۔ لہٰذا جب اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے تو جس پر خرچ کرتے ہو اس پر اِحسان نہ جتاؤ بلکہ صرف **اللہ** تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کیلئے خرچ کرو اور ایک ذرہ برابر دُنیوی نفع حاصل کرنے کی تمنا نہ کرو، اخلاص کے ساتھ کیے گئے عمل کا ایک ذرہ بھی ضائع نہیں ہو گا بلکہ بارگاہِ اِلٰہی سے برابر کا صلہ تو ضرور دیا جائے گا اور فضلِ اِلٰہی سے وہ صلہ سات سو گنا سے لے کر کروڑوں گنا تک ہو سکتا ہے۔''[2]

---

1. ... تفسیر روح البیان، پ ۲۲، سبا، تحت الآیۃ: ۳۹، ۷/۳۰۱ ملتقطاً۔
2. ... تفسیر صراط الجنان، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۲، ۱/۴۰۸۔

عَلَّامَه عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ”تم اپنے مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اس کا نفع تم اپنے آپ کو ہی پہنچاتے ہو (اس لیے صدقہ دینے کے بعد کسی فقیر پر احسان نہ جتاؤ) اور صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے ہی کے لیے خرچ کرو۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں اِس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے دلوں کی یہ بات جانتا ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں میں سے مشرکین پر صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لیے صدقہ کرتے ہو لہٰذا تم ان پر اسی نیت کے ساتھ خرچ کرو، تمہیں ان پر صلہ رحمی کرنے اور ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل ہو گی۔ علماء کا اس بات پر اِجماع ہے کہ زکوٰۃ مسلمان کے سوا کسی کو دینا جائز نہیں اور مسلمان سے مراد وہ (مصارفِ زکوٰۃ) ہیں جن کا ذکر سورۂ توبہ میں کیا گیا ہے جبکہ نفلی صدقات ذمیوں کو بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ نیز آیت کے آخر میں بیان کیا گیا کہ تم جو اچھی چیز بھی خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا اجر دیا جائے گا اور قیامت کے دن پورا بدلہ عطا ہو گا اور تمہارے اعمال کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔“[1]

(3) اللہ تمہارے صدقے کو جانتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۷۳﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں لوگوں کے سامنے اور چھپا کر جو کچھ بھی صدقہ خیرات کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس سے باخبر ہے کہ کتنا دیا گیا اور کس نیت سے دیا گیا۔ حضرت سَیِّدُنا قتادہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ تم جو کچھ بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں محفوظ ہے اور وہ اسے جانتا ہے، اس کی قدردانی فرماتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بڑا کوئی قدردان نہیں اور کوئی بھی **اللہ** تعالیٰ سے زیادہ نیکی کا اجر دینے والا نہیں۔[2]

---

1 . . . تفسیر خازن، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۲، ۱/۲۱۳ ملتقطاً۔

2 . . . تفسیر درمنثور، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۲/۹۹۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّین عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”تم جتنی مقدار میں خرچ کرتے ہو اللہ تعالٰی کو اس کا علم ہے اور وہ تمہیں اس پر جزا عطا فرمائے گا، مذکورہ آیتِ مبارکہ میں صدقہ کرنے، خرچ کرنے اور بھلائی کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:544

دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَسَلَّطَہُ عَلٰی ھَلَکَتِہٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ حِکْمَۃً فَھُوَ یَقْضِیْ بِھَا وَیُعَلِّمُھَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر حسد (یعنی رشک) کرنا جائز نہیں: (1) وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال عطا فرمایا اور اُسے صحیح راستے میں خرچ کرنے کی قدرت عطا فرمائی۔ (2) وہ مرد جسے اللہ تعالٰی نے (دین کا) علم عطا کیا تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اس کی تعلیم دے۔“

حسد اور رشک میں فرق:

مذکورہ حدیثِ پاک میں راہِ خدا میں خرچ کرنے والے اور علم حاصل کرکے دوسروں کو سکھانے والے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”کسی نعمت والے پر جلنا اور اس کی نعمت کا زوال، اپنے لیے حصول چاہنا حسد ہے، جو بہت بڑا عیب ہے جس سے شیطان مارا گیا مگر دوسروں کی سی نعمت اپنے لیے بھی چاہنا غِبْطہ (رشک) ہے۔ حسد مطلقًا حرام ہے، غِبْطہ دو جگہ جائز ہے، یہاں حسد بمعنٰی غِبْطہ ہے۔“[3] صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث ذِکر کرکے فرماتے ہیں: اس حدیث سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں

---

[1] ... تفسیر خازن، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۳، ۱/۲۱۴۔

[2] ... بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ۱/۴۳، حدیث: ۷۳ بتغیر قلیل۔

[3] ... مرآۃ المناجیح، ۱/۱۸۸۔

میں حسد جائز ہے مگر بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی حسد حرام ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ معنیٰ حدیث یہ ہیں کہ حسد انھیں دونوں میں ہو سکتا ہے اور چیزیں تو اس قابل ہی نہیں کہ ان میں حسد پایا جاسکے کہ حسد کے معنیٰ یہ ہیں کہ دوسرے میں کوئی نعمت دیکھے اور یہ آرزو کرے کہ وہ مجھے مل جائے اور دنیا کی چیزیں نعمت نہیں کہ جن کی تحصیل کی فکر ہو دنیا کی چیزوں کا مآل (یعنی انجام) اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے اور یہ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا مآل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا ہے، لہٰذا نعمت جس کا نام ہے وہ یہی ہیں ان میں حسد ہو سکتا ہے۔[1]

آرزو کرنے کے لائق نعمتیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: مالدار سخی جسے خدا اچھے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق دے ایسے ہی با فیض عالمِ دین جس کے علم سے لوگ فائدہ اٹھائیں قابلِ رشک ہے۔ سُبْحٰنَ اللہ! بعض علماء کے علم اور بعض سخیوں کے مال سے لوگ تاقیامت فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خیال رہے کہ نیکی کی تمنا کرنے والا اِنْ شَآءَ اللہُ تَعَالٰی قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہی ہوگا۔[2] فقیہِ اعظم، حضرت علامہ ومولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی کو مال عطا فرمائے یہ اس کا فضل ہے اور اسے اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے یہ دوسرا افضل ہے۔ اسی طرح علمِ دین اس کا فضلِ عظیم ہے اور علم پر عمل اور اس کے مطابق فیصلہ کرنے اور اس کے نشر و اشاعت کی توفیق یہ مزید فضل ہے۔ مراد یہ ہے کہ لوگ طرح طرح کی آرزو کرتے ہیں مگر آرزو کرنے کے لائق صرف یہ دو نعمتیں ہیں، اس سے ان دونوں نعمتوں کی عظمت ظاہر کرنا مقصود ہے۔"[3]
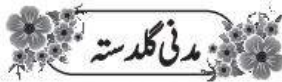
"علم" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ۵۴۳، حصہ ۱۶ ملتقطاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۱۸۸۔

3 ... نزہۃ القاری، ۱/ ۴۲۷۔

(1) وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال عطا کیا اور اسے صحیح جگہ خرچ کرنے کی توفیق دی ہو اور وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے دِین کا علم عطا کیا اور وہ اس کے ذریعے درست فیصلے کرتا ہو اور وہ علم دوسروں کو سکھاتا ہو ان دونوں شخصوں پر رشک کرنا جائز ہے۔

(2) کسی کی نعمت پر جلنا اور اس بات کی خواہش کرنا کہ وہ نعمت اس سے زائل ہو کر میرے پاس آجائے یہ حسد ہے جو بہت بڑا گناہ ہے اور کسی کی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ اسی کی مثل میرے پاس بھی ہو یہ رشک ہے اور رشک اِن دو چیزوں میں ہی کرنا چاہیے۔

(3) نیکیوں کی تمنا کرنے والا بھی قیامت میں نیکوں کے ساتھ ہوگا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حلال مال عطا فرمائے اور اسے صحیح جگہ خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:545 وارثوں کے مال سے محبت کرنے والا

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَالِہٖ؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ اِلَیْہِ قَالَ: فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ بن مسعود** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا:** "تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے **عرض کیا: یارسولَ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں سے ہر ایک کو اپنا ہی مال زیادہ محبوب ہے، آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے **فرمایا:** "بیشک اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اُس نے پیچھے چھوڑا۔"

مذکورہ حدیثِ پاک میں راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ

[1] ...بخاری، کتاب الرقاق، باب ما قدم من مالہ فھو لہ، ۴/ ۲۳۰، حدیث: ۶۴۴۲۔

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ تم میں سے کون اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال سے محبت کرتا ہے؟ اس کی وضاحت میں مرآۃ المناجیح میں ہے: یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو، میرے عزیزوں کے پاس مال ہو، وہ سب امیر ہوں میں فقیر کنگال ہوں، اس فرمان کا یہ مقصد ہے۔ لہٰذا اِس فرمانِ عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کا مال ان کے لیے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کر دے یا برباد ہونے دے۔[1]

اپنے خالق سے بد گمانی:

صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال زیادہ محبوب ہے، حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ تمہارا مال تو وہ ہے جو تم نے آگے بھیج دیا اور تمہارے وارث کا مال وہ ہے جو تم نے پیچھے چھوڑا۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "یعنی تم نے جو مال نیک کاموں میں صَرف کیا وہ تمہارے آگے چلا گیا اور موت کے بعد آخرت میں تمہیں اس پر اجر و ثواب دیا جائے گا اور تم نے جو مال اپنے پیچھے چھوڑا وہ تمہارے بعد تمہارے وارثوں کے لیے ہے۔ اسی لیے بعض عارفین فرماتے ہیں کہ اپنا کچھ مال آگے بھیج دو تاکہ وہ تمہارے لیے نجات کا ذریعہ ہو جائے اور سارا مال اپنے پیچھے نہ چھوڑ جاؤ تاکہ وہ تم پر وبال نہ ہو۔ اور جو شخص صرف اپنی اولاد ہی کے لیے مال جمع کرتا رہے اور راہِ خدا میں بالکل خرچ نہ کرے تاکہ اولاد کو غربت اور محنت و مشقت سے بچانے کے لیے وراثت میں مال دے جائے ایسا شخص قابلِ مذمت ہے کیونکہ وہ اپنے خالق سے یہ بدگمانی کر رہا ہے کہ وہ اس کی اولاد کو وراثت کی جہت ہی سے رزق عطا فرمائے گا اور یہ شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ کرنے کے بجائے اس مال پر بھروسہ کیے ہوئے ہے کہ یہ بُرے وقت میں میری اولاد کے کام آئے گا۔ حدیثِ پاک میں ایسے شخص کی اسی لیے مذمت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ پر اور اپنے اہل و عیال پر تنگی کرتا ہے اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے اور وارثوں کے لیے مال جمع کرتا رہتا ہے۔ بہر حال وہ شخص کہ جو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور راہِ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۱۔

خدا میں بھی خوب صدقہ کرتا رہتا ہے اور پھر اس کے بعد جو مال بچ جاتا ہے اسے اپنی اولاد کے لیے جمع کرتا ہے اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ حدیثِ پاک میں ہے کہ تیرا اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑنا بہتر ہے۔"[1] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کر دیا جاوے وہ اَعمال بن گیا اور جو جمع کر کے چھوڑ گیا وہ نِرا مال رہا اور جس مال کی زکوۃ نہ دی وہ اپنے لیے وبال وارثوں کے لیے مال ہوا۔ خیال رہے کہ مال سے صدقات و خیرات کرتے رہنا پھر **اللہ** و رسول کی رضا کے لیے وارثوں کو غنی کرنے کے لیے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"نیکی" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو مال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کر دیا جائے وہ مال بندے کی موت کے بعد نجات کا ذریعہ ہے۔

(2) جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ نہ کرے اور وارثوں کے لیے جمع کرتا رہے ایسا شخص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بدگمانی رکھنے والا ہے کہ وہ اس کی اولاد کو وراثت کے مال کے سوا کسی طرح رزق نہیں دے گا۔

(3) جو شخص اپنے اہل و عیال پر تنگی نہ کرے اور خوب صدقہ بھی کرتا رہے اور پھر جو مال بچ جائے اسے وارثوں کے لیے جمع کرے ایسا شخص قابلِ مذمت نہیں۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے وارثوں کو غنی کرنے کی نیت سے مال چھوڑنا بھی عبادت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صرف وارثوں کے لیے مال جمع کرنے کی آفت سے بچائے اور زیادہ سے زیادہ نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/ ۱۳، ۱۴، تحت الحدیث: ۱۱۹۲ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۱۔

حدیث نمبر:546

جہنم کی آگ سے بچو

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عدی بن حاتم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقہ) سے ہی ہو۔“

قلیل صدقے کو حقیر نہ سمجھو:

مذکورہ حدیثِ پاک میں صدقہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”آگ سے بچو یعنی صدقہ کے ذریعے اپنے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑ اور رُکاوٹ بناؤ اگرچہ معمولی چیز ہی کا صدقہ کیوں نہ ہو مثال کے طور پر کھجور کا نصف یا کچھ حصہ صدقہ کر سکتے ہو تو یہی کرو، یہ بھی فائدہ مند ہے کیونکہ اس ٹکڑے کی بھی بہت اہمیت ہے کہ انسان کی زندگی بچانے کے لیے یہ تھوڑا سا حصہ بھی کافی ہوتا ہے خاص طور پر بچے کے لیے لہٰذا صدقہ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ اپنے صدقے کو حقیر نہ سمجھے۔ نیز حدیثِ پاک میں آگ سے بچنے میں گناہوں کے مٹنے سے کنایہ ہے یعنی صدقے دینے سے گناہ مٹیں گے اور گناہ مٹنے سے جہنم کی آگ سے حفاظت نصیب ہو گی، اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (پ۱۲، ھود: ۱۱٤) ترجمۂ کنزالایمان: ”بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“ حدیثِ پاک میں ہے کہ گناہ کے بعد نیکی کر لو کہ وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی، مختصر یہ کہ اس حدیثِ پاک میں صدقہ کرنے پر اُبھارا گیا ہے اگرچہ تھوڑی سی چیز ہی سے صدقہ کیا جائے۔“[2] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی دوزخ سے بچنے کا اعلیٰ ذریعہ صدقہ و خیرات ہے، صدقہ اگرچہ معمولی ہو اخلاص سے وہ بھی آگ سے بچالے گا وہاں صدقہ کی مقدار نہیں دیکھی جاتی وہاں صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے کھجور کی قاش (یعنی پھانک) کی ہی خیرات کر دو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔۔۔الخ، ۱/ ٤٧٨، حدیث: ١٤١٧۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۱٧٩، تحت الحدیث: ١٤٣ ملخصا۔

گا کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو۔‘‘[1]

مدنی گلدستہ
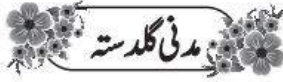
”صدقہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صدقہ بندے اور جہنم کی آگ کے درمیان رُکاوٹ بنتا ہے۔

(2) صدقہ میں جو بھی چیز دی جائے وہ فائدہ مند ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہو۔

(3) چھوٹی سی چیز کے صدقہ کو بھی حقیر نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ اگر یہ چیز اِخلاص کے ساتھ صدقہ کی گئی ہے تو جہنم کی آگ سے ذریعۂ نجات بنے گی۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں صدقہ کی مقدار نہیں بلکہ صدقہ دینے والے کی نیت دیکھی جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:547

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ فَقَالَ: لَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے اس کے جواب میں ”لَا“ (یعنی نہیں) فرمایا ہو۔“

کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت بیان کی گئی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۳۸۳۔

2 ... مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا ... الخ، ص ۹۷۳، حدیث: ۶۰۱۸۔

وَسَلَّم سے جب کوئی سائل اپنی حاجت کا سوال کرتا تو آپ اس کی حاجت پوری فرماتے حتی کہ بعض اوقات اُدھار لے کر بھی مدد فرماتے اور اگر مانگنے والا ایسی چیز مانگتا جو اس وقت آپ کے پاس موجود نہ ہوتی تو آپ بعد میں دینے کا وعدہ فرمالیتے یا اسے دعائیں عطا فرماتے یا پھر احسن طریقے سے معذرت کر لیتے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ۝۲۸﴾ (پ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اگر تو ان سے منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے تو ان سے آسان بات کہہ۔“ صدرُ الاَفاضِل مولانا نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْهَادِی تفسیر خزائنُ العرفان میں اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں: ”یہ آیت مِھجع وبلال و صُھیب وسالم وخبّاب اصحابِ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی شان میں نازل ہوئی جو وقتاً فوقتاً سیّدِ عالَم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے اپنے حوائج (حاجات) وضروریات کے لیے سوال کرتے رہتے تھے، اگر کسی وقت حضور کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ ”حیاء“ اُن سے اِعراض کرتے اور خاموش ہو جاتے بایں انتظار کہ **اللہ** تعالیٰ کچھ بھیجے تو انہیں عطا فرمائیں۔“[1]

اعلیٰ حضرت اور حدیث کی ترجمانی:

اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن اپنے نعتیہ دیوان حدائقِ بخشش میں مختلف مقامات پر اِس حدیثِ پاک کی ترجمانی کچھ یوں کرتے ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
”نہیں“ سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ہم بھکاری وہ کریم اُن کا خدا اُن سے فُزوں
اور ”نا“ کہنا نہیں عادت رسولُ اللہ کی

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

---

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۵، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ: ۲۸۔

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ "لا" ہے نہ حاجت "اگر" کی ہے

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** "حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے کسی سائل بھکاری کو یہ کبھی نہیں فرمایا کہ ہم تم کو نہیں دیں گے اگر وہ چیز ہو تو عطا فرمادی ورنہ یا خاموشی اختیار کی یا آئندہ کے لیے وعدہ فرمالیا یا معذرت کر دی لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں: ﴿ **قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ** ﴾ (پ۱۰، التوبۃ:۹۲) **ترجمۂ کنزالایمان:** "تم سے یہ جواب پائیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تمہیں سوار کروں۔" کہ آیت کریمہ میں معذرت کا "لا" ہے اور یہاں انکار کا "لا" مراد ہے۔ فرزدق شاعر نے حضور کی نعت میں عرض کیا۔ شعر

مَا قَالَ لَا قَطُّ اِلَّا فِیْ تَشَهُّدِهٖ ...... لَوْلَا التَّشَهُّدُ كَانَتْ لَاءُهُ نَعَمْ

یعنی حضورِ انور نے بجز کلمہ طیبہ کے "لا" انکار کے لیے بھی ارشاد نہ فرمایا۔ آج بھی حضور سے مانگ کر دیکھ لو محروم نہ پھرو گے، یہ تو کوئی مجھ سے پوچھے میں نے بہت تجربہ کیا ہے ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

زمانہ نے زمانہ میں سخی ایسا کہیں دیکھا
زبان پر جس کے سائل نے "نہیں" آتے نہیں دیکھا[1]

سخاوت کرنے میں خوشی محسوس فرماتے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی **فرماتے ہیں:** "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کبھی بھی سائل کو منع نہ فرماتے تھے اگرچہ وہ زیادہ کا سوال کرتا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عطا فرمانے میں فقر کا خوف نہ کرتے اور لینے والے کو لینے سے جو خوشی ہوتی ہے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عطا فرمانے اور جود و سخاوت میں اس سے کہیں زیادہ خوشی و فرحت محسوس فرماتے تھے۔"[2]

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۸/ ۶۹ ملتقطاً۔

2 ...فیض القدیر، باب (کان) وھی الشمائل الشریفۃ، ۵/ ۲۲۲، تحت الحدیث: ۶۹۱۷۔

”فیاض“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کبھی کسی مانگنے والے کو ”لَا“ یعنی نہیں نہ فرمایا۔

(2) جب کوئی سائل آپ سے سوال کرتا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس اگر وہ چیز موجود ہوتی تو آپ اُسے عطا فرمادیتے اور اگر نہ ہوتی تو بعد میں دینے کا وعدہ فرمالیتے یا اَحسن انداز سے معذرت فرمالیتے لیکن کبھی بھی صَراحتًا انکار نہ فرماتے۔

(3) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ سے اپنی حاجات مانگنے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔

(4) لینے والے کو صدقہ یا ہدیہ لینے سے جو خوشی ملتی ہے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اُس سے بہت زیادہ خوشی و مسرت دینے سے ہوتی تھی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسلمانوں کی حاجت روائی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:548

سخی اور بخیل کیلئے فرشتوں کی دعا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَكَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہر صبح جب لوگ اٹھتے ہیں تو (آسمان سے) دو فرشتے اُترتے ہیں، اُن میں سے ایک کہتا ہے: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما۔“ اور دوسرا کہتا ہے: ”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! روکنے والے کا مال ضائع فرما۔“

[1] . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالٰی: فاما من اعطی۔۔۔الخ، ۱/۴۸۵، حدیث: ۱۴۴۲۔

بھلائی میں خرچ کرنے کا عوض:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اپنے مال کو بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ”اسے اس خرچ کے بدلے بہت بڑا عوض عطا فرما۔“ اور یہ بہت اچھا عوض ہے یا مراد یہ ہے کہ اسے دنیا میں بھی عوض عطا فرما اور آخرت میں بھی بدلہ عطا فرما۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۳۹﴾ (پ ۲۲، سبا: ۳۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا۔

اور جو شخص اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی رضا والے کاموں میں خرچ نہیں کرتا اس کے لیے دوسرا فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ! ”اس کے مال کو ضائع کر دے۔“ یعنی ظاہری یا باطنی طور پر اس کا مال تباہ ہو جائے۔“[1]

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”سخی کے لیے دعا اور کنجوس کے لیے بد دعا روزانہ فرشتوں کے منہ سے نکلتی ہے جو یقیناً قبول ہے۔ خیال رہے کہ لفظ ”خَلَف“ مطلقاً عوض کو کہتے ہیں دُنیاوی ہو یا اُخروی، حِسّی ہو یا معنوی۔ مگر ”تَلَف“ دُنیوی اور حِسّی بربادی کو کہا جاتا ہے۔ تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم، ڈاکٹر، وکیل یا نالائق اولاد برباد کرتی ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ
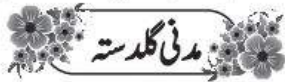
”سخی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) سخی کے لیے فرشتہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ یا اللہ عَزَّ وَجَلَّ! اِس کا مال بڑھا اور بخیل کے لیے دعا کرتا ہے کہ اِس کا مال ضائع کر۔

(2) سخی کو اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرنے کا بدلہ دنیا اور آخرت دونوں میں ملتا ہے۔

---

1 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق وکراھیۃ الامساک، ۴/۳۶۲، تحت الحدیث: ۱۸۶۰ ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۷۹ ملخصا، مذکورہ حدیث پاک کی تفصیلی شرح کیلئے فیضان ریاض الصالحین جلد سوم، باب 36، حدیث 295 کا مطالعہ کیجئے۔

(3) فرشتوں کے منہ سے نکلنے والی دعا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہے لہٰذا فرشتے کی دعا لینی چاہیے اور اس کی بددعا سے بچنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:549

تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللہُ تَعَالٰی: اَنْفِقْ یَا ابْنَ آدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”اے انسان! تو خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔“

مکمل حدیثِ پاک:

مذکورہ حدیثِ پاک بخاری شریف میں بالتفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ”تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا۔“ اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے اور رات دن خرچ کرنے سے بھی اس کا ہاتھ خالی نہیں ہوتا اور فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب سے اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے اس وقت سے کتنا خرچ کیا ہے لیکن اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اسی کے دستِ قدرت میں میزان ہے، وہ بلند و پست فرماتا ہے۔“[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مذکورہ حدیث پاک احادیث قدسیہ میں سے ہے اس میں تمام مسلمانوں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ تمہیں شرعی طور پر جس طرح نیک کاموں میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تم

1. . . بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، ۳/ ۵۱۱، حدیث: ۵۳۵۲۔
2. . . بخاری، کتاب التفسیر، باب وکان عرشہ علی الماء، ۳/ ۲۴۵، حدیث: ۴۶۸۴۔

اس طریقے پر اپنا مال خرچ کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر وُسعت فرمائے گا اور تمہیں تمہارے خرچ کرنے کے بدلے میں اچھا عوض عطا فرمائے گا۔“[1]

فانی دنیا کے عوض ابدی نعمتیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اِنسان کے پاس چاہے جتنی ہی جاگیریں، خزانے اور مال و دولت کے انبار ہوں وہ ایک نہ ایک دن ضرور ختم ہو جائیں گے لیکن بلاشبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خزانوں کی کوئی حد نہیں، اس کی نعمتوں کی انتہا نہیں، جب سے اس نے دنیا کو تخلیق فرمایا ہے اس وقت سے اب تک لوگوں کو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں لیکن اس کے خزانوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی، اگر انسان اس دنیا کی حقیر و محدود دولت کو اس کی راہ میں خرچ کرے گا تو بدلے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے کئی گُنا زیادہ اس دنیا کی نعمتیں بھی عطا فرمائے گا اور ساتھ ہی جنت کی ابدی اور لازوال نعمتوں سے بھی سرفراز فرمائے گا، اس فانی دنیا کے عوض دائمی نعمتوں کا حاصل ہونا یقیناً بہت فائدے کا سودا ہے لہٰذا دنیا کے مال و دولت کی ہوس کرتے ہوئے بخل کا شکار ہونے کے بجائے خوش دلی کے ساتھ اپنے مال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کیجئے اور اپنے آپ کو حقیقی اور ابدی نعمتوں کا حقدار بنائیے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”سُبْحٰنَ اللہ! کیسی نظر کرم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں دے میں تجھے اس سے کہیں زیادہ مال بھی دوں گا اور نہ مٹنے والا ثواب بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (پ۱۴، النحل: ۹۶)

ترجمۂ کنزالایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔

خیال رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالیٰ قبول فرمالے وہ باقی ہو جاتی ہے، دنیا صِفر ہے یعنی خالی، رضائے الٰہی عدد، صفر اکیلا ہو تو کچھ نہیں اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ صدقہ سے تقدیر بدل جاتی ہے بد نصیب نصیب ور ہو جاتے ہیں۔“[2]

---

1. ۔۔۔ دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق۔۔۔ الخ، ۲/ ۵۳۱، تحت الحدیث: ۵۴۸ ملخصا۔
2. ۔۔۔ مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۰۔

"صدقات" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے بہتر بدل عطا فرمائے گا۔

(2) انسان کے پاس چاہے جتنا بھی مال و دولت ہو لیکن وہ خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے خزانے لامحدود ہیں وہ لوگوں کو جتنا بھی عطا فرمائے اس کے خزانوں میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

(3) دنیا کا فانی مال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں دے کر اس کے بدلے آخرت کی ابدی نعمتوں کا حقدار بننا یقیناً بہت نفع بخش تجارت ہے۔

(4) جو چیز انسان کے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گی مگر جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہے گی۔

(5) صدقہ دینے سے تقدیر بدل جاتی ہے اور بد نصیب نصیب ور ہو جاتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صدقہ کر کے جنت کی ابدی نعمتوں کے حصول کے لیے کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 550

اِسلام کی دو بہترین خصلتیں

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ؟ قَالَ: تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَاُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا: اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "کھانا کھلاؤ اور ہر شخص کو سلام کرو خواہ تم اُسے جانتے ہو یا نہ جانتے ہو۔"

[1] ... بخاری، کتاب الایمان، باب افشاء السلام من الاسلام، ۱/ ۲۲، حدیث: ۲۸۔

مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اسلام کی بہترین خصلت کے بارے میں سوال کیا۔ علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”یہ سوال غالبًا حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا تھا، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اِس کے جواب میں دو باتوں کو اِسلام کی بہترین خصلت قرار دیا، کھانا کھلانا اور سلام کرنا مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف دو ہی بہترین خصلتیں ہیں بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ اسلام کی بہترین خصلتوں میں سے یہ دو بھی ہیں، کھانا کھلانے کی اہمیت و افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے خصوصاً غریب و نادار کو کھانا کھلانا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت ہی محبوب ہے۔ کتابِ مجید میں یتیموں، مسکینوں، غریبوں کے لیے خوراک مہیا کرنے کی مختلف و مؤثر انداز میں ترغیب دی گئی ہے۔“[1]

سلام و طعام کے افضل ہونے کی وجہ:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سب مخلوق کو کھانا کھلاؤ خواہ وہ مالدار ہو خواہ وہ غریب ہو، خواہ شناسا ہو خواہ غیر شناسا، انسان ہو یا حیوان سب کو کھلاؤ۔ مزید فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کو خیر الاسلام فرمایا، اس میں ایک دقیق اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ اگرچہ بعض اعمال بعض سے فی نفسہٖ افضل ہیں مگر کبھی خاص وجہ سے کوئی خاص عمل افضل اور بہتر ہو جاتا ہے۔ اِس سے اُن تمام اَحادیث میں تطبیق ہوگئی کہ کسی میں جہاد کو اَفْضَلُ الْاَعْمَال بتایا کسی میں کلمہ طیبہ پڑھنے کو وغیرہ وغیرہ۔ مثلاً کسی عالم سے پوچھئے کہ کس صدقۂ نافلہ میں زیادہ ثواب ہے تو یہ جواب دے گا کہ دینی مدرسہ کی امداد کرنے میں لیکن اسی عالم سے پوچھئے کہ کسی کے پاس پانچ روپے ہیں اور اس کا کوئی پڑوسی بھوک سے مر رہا ہے تو اب کس میں زیادہ ثواب ہے تو یہی عالم جواب دے گا کہ اس بھوکے مسلمان پڑوسی کی جان بچانے میں۔ حدیث زیرِ بحث کے بارے میں ایک اندازہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں تشریف لاتے ہی فرمایا تھا۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے جب سنا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لا چکے ہیں تو میں حاضر ہوا میں نے

[1] ...فیوض الباری، ۱/ ۱۸۰۔

جب بغور رُوئے انور دیکھا تو کہہ اُٹھا کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں اور پہلا ارشاد جو سنا وہ یہ تھا کہ ”اے لوگو! سلام پھیلاؤ، کھانا کھلاؤ، رات میں جب لوگ سو رہے ہوں نماز پڑھو سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جاؤ۔“ ظاہر ہے کہ ایسے وقت جب مکہ سے لُٹے پٹے خانماں برباد مہاجرین مدینہ طیبہ آ رہے ہیں ان کی یہاں کوئی شناسائی نہیں، اجنبی ہیں، اس کی ضرورت تھی کہ ان کو اپنایا جائے ان کو بھوکا نہ رہنے دیا جائے، خود جنگِ بُعاث کی وجہ سے انصار میں کافی تناؤ تھا، اس وقت اِفْشَاءِ سَلام (یعنی سلام کو پھیلانے یا عام کرنے)، اِطْعَامِ طعام (یعنی کھانا کھلانے) کی حاجت شدید تھی، لوگ نماز کے عادی نہ تھے وہ بھی تہجد سے اس وقت واقف بھی نہ ہوں گے، انہیں رُجُوْع اِلَی الله کے لیے نماز کی کتنی شدید ضرورت تھی، اس لیے ان تین چیزوں کو اس موقع پر خصوصیت سے بیان فرمایا۔ پھر سلام وطعام ایسی چیزیں ہیں کہ ان کی افادیت سے کسی عاقل کو انکار ہو ہی نہیں سکتا، یہ دونوں چیزیں آپس میں محبت و اتفاق پیدا کرنے کے لیے مُجَرَّب تیر بہدف عمل ہیں۔[1]

مسلمانوں کو کھانا کھلائیں:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں باہمی بھائی چارے، کھانا کھلا کر لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے اور سلام کو عام کرنے پر اُبھارا گیا ہے کیونکہ کوئی اور عمل ایسا نہیں جو اِن دو کاموں سے زیادہ دِلوں میں باہمی محبت و مَوَدَّت پیدا کرے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآنِ کریم میں بھی کھانا کھلانے والوں کی تعریف بیان فرمائی ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ﴿۸﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اَسیر (قیدی) کو۔

اور پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس نیک کام پر ملنے والے عظیم اجر و ثواب کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِیْرًا ﴿۱۲﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۱۱، ۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تو انہیں **اللہ** نے اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے۔

[1] ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۱۱ تا ۳۱۳ ملخصا۔

اور جہنمیوں کی صفات میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ (محتاجوں کو) کھانا نہیں کھلاتے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ (پ ۲۹، المدثر: ۴۲ تا ۴۴)

ترجمۂ کنز الایمان: تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہ دیتے تھے۔

اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسے لوگوں کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ جو یہ ارادہ کرتے ہیں کہ وہ محتاجوں کو اپنا کھانا نہ کھلائیں، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ (پ ۲۹، القلم: ۱۷ تا ۲۰)[1]

ترجمۂ کنز الایمان: جب انہوں نے قسم کھائی کہ ضرور صبح ہوتے اس کے کھیت کاٹ لیں گے اور اِنْ شَآءَ اللہ نہ کہا تو اس پر تیرے رب کی طرف سے ایک پھیری کرنے والا پھیرا کر گیا اور وہ سوتے تھے تو صبح رہ گیا جیسے پھل ٹوٹا ہوا۔

ہر واقف و ناواقف مسلمان کو سلام کریں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں واقف ناواقف سب کو سلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ”عادت یہ ہے کہ انسان عُموماً انہیں کو سلام کرتا ہے جنہیں پہچانتا ہے، لوگ اجنبی کو سلام نہیں کرتے، اس پر تنبیہ فرمائی کہ ہر مسلمان کو سلام کرو خواہ اُسے پہچانتے ہو خواہ نہ پہچانتے ہو، البتہ غیر مسلم کو سلام کرنا جائز نہیں اور وہ بدمذہب جنکی بدمذہبی حدِّ کفر تک پہنچتی ہو مثلاً: قادیانی، نیچیری وغیرہ۔ اسی طرح اُن بدمذہبوں کو بھی سلام کرنا جائز نہیں جو گمراہ ہیں اگرچہ اُن کی گمراہی حدِّ کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلی۔ بلکہ بدمذہبوں کے سلام کا جواب دینا بھی جائز نہیں، اِسی طرح فاسِقِ مُعْلِن کو بھی سلام کرنا منع ہے۔ کچھ بولے بغیر صرف ہاتھ یا ہتھیلی سے اِشارہ کرنا یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے مسلمانوں میں بھی یہ عادت ہوگئی ہے کہ سلام کے وقت اِشارہ کرتے

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الایمان، ۱ / ۶۳۔

ہیں اگرچہ زبان سے بھی کہتے ہیں مگر اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا کافی ہے، ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔"[1] علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضورِ اقدس صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے دوستی اور پر خُلوص تعلقات کے فَروغ کے جن کثیر آداب ومراسم کی ترغیب دی ہے ان میں ایک سلام بھی ہے۔ کتابِ مجید میں فرمایا: ﴿وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا﴾ (پ۵، النساء: ۸۶) ترجمۂ کنز الایمان: "اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔" (ایک اور مقام پر فرمایا:) ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ﴾ (پ۱۸، النور: ۶۱) ترجمۂ کنز الایمان: "پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو۔" اگرچہ دیگر اقوام میں بھی یہ طریقہ رائج ہے کہ جب دو اشخاص ملتے ہیں یا ایک دوسرے کے گھر جاتے ہیں تو کسی اور گفتگو سے قبل کوئی لفظ یا فقرہ ایسا کہتے ہیں جو دوستی اور تعارف کو پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً انگریزوں میں وقت کے تعلق سے گڈ مارننگ (Good Morning) اور گڈ نائٹ (Good Night) وغیرہ رائج ہیں مگر یہ ماننا پڑے گا کہ ان میں وہ وسعت اور عمومیت نہیں ہے جو اسلام کے سلام میں پائی جاتی ہے۔ گڈ مارننگ (Good Morning) کا مطلب روز بخیر ہے، گویا یہ جملہ کہنے والا دعا دے رہا ہے کہ آپ کا دن خیریت سے گزرے، اسی طرح دوسرے الفاظ بھی وقت کے ساتھ مقید ہیں۔ لیکن لفظ "سلام" کے مفہوم میں ہر طرح کی خیر وبرکت، مسرت وراحت داخل ہے، اس میں نہ وقت کی قید ہے نہ زمانے کی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر گویا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے حق میں بطورِ دعا بہترین جذبات وخواہشات کا اظہار کرتا ہے اور "سلامتی ہو تم پر" کے ذیل میں دین ودنیا کی تمام راحتیں اور برکتیں آجاتی ہیں۔ غرضیکہ اسلام کے "سلام" میں جو وُسعت وعُمومیت ہے وہ دنیا کے کسی ضابطہ، تہذیب ونظام، تمدُّن کے مقرر کردہ الفاظ میں نہیں ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ
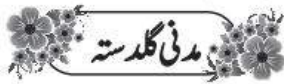
"کھانا کھلاؤ" کے 11 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 11 مدنی پھول

---

1. ... نزہۃ القاری، ۱/ ۳۱۱، ۳۱۲ ملخصاً۔
2. ... فیوض الباری، ۱/ ۱۸۰۔

(1) غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا اور سب مسلمانوں کو سلام کرنا اسلام کی دو بہترین خصلتیں ہیں۔

(2) محتاجوں اور یتیموں کو کھانا کھلانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت محبوب ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید میں کھانا کھلانے والوں کی تعریف بیان فرمائی ہے۔

(3) بعض اعمال بعض سے فی نفسہٖ افضل ہوتے ہیں مگر کبھی کسی خاص وجہ سے کوئی خاص عمل افضل اور بہتر ہو جاتا ہے۔

(4) کھانا کھلانے اور سلام کرنے سے باہمی محبت واُلفت اور اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے۔

(5) قرآنِ کریم میں جہنمیوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے۔

(6) جو شخص اپنے مال اور اپنی آمدنی میں فقراء اور مساکین کا حصہ بھی مقرر کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے مال میں بہت زیادہ برکت عطا فرماتا ہے۔

(7) صرف جان پہچان والوں کو سلام نہ کریں بلکہ ہر مسلمان کو سلام کرنے کی عادت بنائیں۔

(8) زبان سے کچھ کہے بغیر صرف ہاتھ یا ہتھیلی سے اشارہ کرنا یہودیوں اور عیسائیوں کا طریقہ ہے مسلمان کو چاہیے کہ زبان سے سلام کرے ہاتھ یا ہتھیلی سے اشارہ نہ کرے۔

(9) غیر مسلموں، بدمذہبوں اور گمراہوں کو سلام کرنا جائز نہیں بلکہ بدمذہب کے سلام کا جواب دینا بھی جائز نہیں، فاسق معلن کو بھی سلام میں پہل کرنا منع ہے۔

(10) ہر مذہب میں گفتگو یا حال احوال پوچھنے سے پہلے سلام کی طرح مخصوص الفاظ بولے جاتے ہیں مگر اسلام کے ''سلام'' میں جو وسعت و عمومیت پائی جاتی ہے وہ کسی اور لفظ یا فقرہ میں نہیں پائی جاتی۔

(11) جب کوئی سلام کرے تو اُسے اچھے الفاظ میں جواب دیں یا وہی الفاظ کہہ دیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کو کھانا کھلانے اور ہر واقف و ناواقف مسلمان کو سلام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:551

کسی کو مَنِیحَہ دینے کا ثواب

عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَرْبَعُوْنَ خَصْلَۃً اَعْلَاھَا مَنِیْحَۃُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَۃٍ مِنْھَا رَجَاءَ ثَوَابِھَا وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِھَا اِلَّا اَدْخَلَہُ اللہُ تَعَالٰی بِھَا الْجَنَّۃَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”چالیس خصلتیں ہیں اور اُن میں سے سب سے اعلیٰ خصلت کسی کو دودھ والی بکری دینا ہے اور جو شخص ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے اور وعدۂ ثواب کی تصدیق کرتے ہوئے اِن میں سے کسی ایک خصلت پر بھی عمل کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔“

مَنِیحَہ کی تعریف واَقسام وحکم:

مذکورہ حدیثِ پاک میں کسی کو دودھ والی بکری دینے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس طرح کسی کو فائدہ اٹھانے کے لیے کوئی جانور وغیرہ دینا عربی میں مَنِیحَہ کہلاتا ہے۔ ”عرب میں دو طرح کے مَنِیحَہ ہوتے ہیں: **(1)** ایک تو یوں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو کوئی جانور وغیرہ اس طرح دے کہ اسے اس کا مالک کر دے۔ **(2)** دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کو کچھ وقت کے لیے جانور وغیرہ دے تاکہ وہ اس کے دودھ سے فائدہ اُٹھائے اور پھر وہ جانور واپس لوٹا دے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں بھی وہ مَنِیحَہ مراد ہے جس کا دودھ پی کر اُسے مالک کو واپس کر دیا جائے۔“[2] **عَلّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطّال** رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”یہ حدیثِ پاک اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی اُمّت کو زمین، درختوں اور جانوروں کو جس مَنِیحَہ کے طور پر دینے کی ترغیب دی ہے وہ یہ ہے کہ کسی کو کسی چیز کے منافع کا مالک کرنا نہ کہ اصل چیز کا مالک کرنا۔ اور سنت یہ ہے کہ جب مَنِیحَہ سے فائدہ اٹھالیا جائے تو پھر اُسے اس کے مالک کو لوٹا دیں جیسا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سُلَیْم کو ان کے درخت واپس کر

---

1. . . . بخاری، کتاب الھبۃ وفضلھا۔۔۔الخ، باب فضل المنیحۃ، ۲/ ۱۸۴، حدیث: ۲۶۳۱۔
2. . . . فتح الباری، کتاب الھبۃ۔۔۔الخ، باب فضل المنیحۃ، ۶/ ۲۰۶، تحت الباب ملخصا۔

دیئے تھے اور اسی طرح جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو فتح خیبر کے ذریعے غنی کر دیا تھا تو انہوں نے بھی انصار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے منائح انہیں لوٹا دیئے تھے۔ نیز مَنِیْحَہ صدقہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ہدیے اور تحفے کے طور پر ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ صدقہ ہوتا تو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لیے حلال نہیں ہوتا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر صدقہ لینا حرام تھا۔"(1)

چالیس خصلتیں بیان نہ کرنے کی وجہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے چالیس خصلتوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور بلاشبہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اُن تمام خصلتوں کا علم بھی تھا لیکن پھر بھی آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے وہ خصلتیں بیان نہیں فرمائی کیونکہ ان کو بیان نہ کرنا ہی ہمارے لیے مفید تھا اور وہ اس وجہ سے کہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ان خصلتوں کی تعیین کر دی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ دیگر نیک اعمال ترک کر کے صرف ان چالیس خصلتوں پر ہی عمل کرنے پر اِکتفاء کر لیں جبکہ نیک اعمال کی تعداد تو بہت زیادہ ہے اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے احادیث میں جن نیک کاموں پر عمل کرنے کی ترغیب دی ہے ان کی کثرت کا تو شمار ہی نہیں۔(2)

چند نیک خصلتیں:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ہمارے زمانے کے بعض علماء نے نیک خصلتوں کے حوالے سے اَحادیث میں غور کیا تو انہوں نے چالیس سے زائد خصلتیں پائیں ان میں سے بعض یہ ہیں: **(1)** غلام آزاد کرنا۔ **(2)** دودھ دینے والے جانور عاریتًا دینا۔ **(3)** جو رشتے دار تعلق توڑے اس سے جوڑنا۔ **(4)** بھوکے کو کھانا کھلانا۔ **(5)** پیاسے کو پانی پلانا۔ **(6)** جب مسلمان سے ملاقات ہو تو اُسے سلام کرنا۔ **(7)** چھینکنے والے کا جواب دینا۔ **(8)** راستے سے تکلیف دِہ چیز ہٹانا۔ **(9)** کاریگر کی مدد کرنا۔ **(10)** رسی کا ٹکڑا دینا۔ **(11)** جوتے کا تسمہ دینا۔ **(12)** وحشت زدہ کی وحشت دور کرنا اور جو وحشت

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب العاریۃ، باب فضل المنیحۃ، ۷/ ۱۵۱ ملخصاً۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب العاریۃ، باب فضل المنیحۃ، ۷/ ۱۵۱ ملخصاً۔

کے مقام پر ہو اسے مقامِ اُنس تک پہنچانا۔ (13) مسلمان کی مصیبت دور کرنا۔ (14) اپنے مسلمان بھائی کی حاجت و ضرورت کو پورا کرنا۔ (15) مسلمان کی پردہ پوشی کرنا۔ (16) اپنے مسلمان بھائی کے لیے مجلس میں کشادگی کرنا۔ (17) مسلمان کے دل میں خوشی داخل کرنا۔ (18) مظلوم کی مدد کرنا۔ (19) ظالم کو ظلم سے روکنا۔ (20) بھلائی پر راہنمائی کرنا۔ (21) نیکی کی دعوت دینا۔ (22) لوگوں کے درمیان صلح کروانا۔ (23) مسکین کو نرمی سے لوٹانا۔ (24) اپنے ڈول سے کسی پیاسے کے برتن کو بھرنا۔ (25) پڑوسی کو تحفہ دینا۔ (26) کسی مسلمان کی جائز سفارش کرنا۔ (27) مریض کی عیادت کرنا۔ (28) جو کسی مسلمان کی غیبت کرے اس کا رد کرنا۔ (29) مسلمان سے مصافحہ کرنا۔ (30) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنا۔ (31) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے بیٹھنا۔ (32) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں ملاقات کرنا۔ (33) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت میں راہِ خدا میں خرچ کرنا۔ (34) کسی مسلمان کو اس کی سواری پر سوار کرا دینا۔ (35) یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھوا دینا۔ (36) عزت دار لوگوں کا کم تر لوگوں پر رحم کرنا۔ (37) غنی کا فقیروں پر رحم کرنا۔ (38) عالم جاہلوں پر شفقت کرے۔[1]
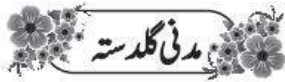
مدنی گلدستہ

”مَنِیْحَہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) کسی کو جانور، درخت یا زمین اس لیے دینا تاکہ وہ کچھ عرصہ ان چیزوں سے فائدہ اُٹھا کر مالک کو واپس کر دے مَنِیْحَہ کہلاتا ہے۔

(2) سنت یہ ہے کہ جب ضرورت پوری ہو جائے تو مَنِیْحَہ مالک کو واپس لوٹا دے۔

(3) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سُلَیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو اور مہاجرین نے فتح خیبر سے مالِ غنیمت حاصل ہونے کے بعد انصار صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اُن کے مَنِیْحَہ واپس لوٹا دیئے تھے۔

(4) مَنِیْحَہ ہدیہ اور تحفہ ہوتا ہے صدقہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر یہ صدقہ ہوتا تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام اسے کبھی نہ

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب العاریۃ، باب فضل المنیحۃ، ۷/ ۱۵۲ تا ۱۵۴ ملخصاً۔

لیتے کیونکہ آپ عَلَیْہِ السَّلَام پر صدقہ لینا حرام تھا۔

(5) مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چالیس نیک خصلتوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے لیکن وہ خصلتیں اِس حکمت کے تحت بیان نہ فرمائیں کہ کہیں لوگ دیگر نیک اعمال کو ترک کر کے صرف انہیں خصلتوں پر اکتفانہ کرلیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی چیزوں سے لوگوں کو نفع پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:552 اوپر والا ھاتھ نچلے ھاتھ سے بہتر ھے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ صُدَیِّ بْنِ عَجْلَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا ابْنَ آدَمَ! اِنَّکَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَیْرٌ لَکَ وَاَنْ تُمْسِکَہُ شَرٌّ لَکَ وَلَا تُلَامُ عَلٰی کَفَافٍ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو اُمامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے ابنِ آدم! تیرا ضرورت سے زائد مال کو (راہِ خدا میں) خرچ کرنا تیرے لیے بہتر ہے اور تیرا اُس مال کو روکے رکھنا تیرے لیے بُرا ہے اور بقدرِ ضرورت روکنے پر تجھے ملامت نہیں کیا جائے گا اور (خرچ کرنے میں) اپنے اہل و عیال سے ابتدا کر اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔"

نیا کپڑا پاؤ تو پرانا خیرات کردو:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں ضرورت سے زائد مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور ضرورت سے زائد مال جمع کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اپنی ضروریات سے بچا ہوا مال خیرات

[1] ... مسلم، کتاب الزکاۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی... الخ، ص ۴۰۰، حدیث: ۲۳۸۸۔

کر دینا خود تیرے لیے ہی مفید ہے کہ اس سے تیرا کوئی کام نہ رُکے گا اور تجھے دنیا و آخرت میں عوض مل جائے گا اور اسے روکے رکھنا خود تیرے لیے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیز سڑ، گل یا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب سے محروم ہو جائے گا اسی لیے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا بیکار کپڑا خیرات کر دو نیا جو تارب تعالیٰ دے تو پرانا جو تا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی فقیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا کوڑا نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا۔ (حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: "بقدرِ ضرورت روکنے پر تجھے ملامت نہیں کیا جائے گا اور خرچ کرنے میں اپنے اہل و عیال سے ابتداء کر۔") اس میں دو حکم بیان ہو گئے: ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھ لو آج نفلی صدقے دے کر کل خود بھیک نہ مانگو۔ دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز غریبوں کو دو پھر اجنبیوں کو کیونکہ عزیزوں کو دینے میں صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔"[1]

اوپر والے اور نچلے ہاتھ سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں اوپر والے ہاتھ سے دینے والا اور نچلے ہاتھ سے مانگنے والا مراد ہے۔ دینے والا اپنے ہاتھ سے مال نکالنے کے سبب فضیلت والا ہو جاتا ہے اور لینے والا مال لینے کے سبب ناقص کیونکہ غنی کچھ مال دینے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتا ہے اور فقر کی جانب بڑھتا ہے جبکہ فقیر کچھ مال لینے کی وجہ سے فقر سے غنا کی طرف بڑھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی حالت میں نقص پیدا ہو جاتا ہے اور یہی چیز اس بات پر بہت بڑی دلیل ہے کہ صبر کرنے والا فقیر شکر کرنے والے غنی سے افضل ہے۔"[2] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے سے مانگ کر لینے والا، خواہ دینے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کر کے ہی اُٹھائے مگر پھر بھی دینے والا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے، اولاد کا ماں باپ کو دینا، مریدِ صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ پیش کرنا، انصار کا حضورِ انور صَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۰، ۷۱۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب من لا تحل له المسألة ومن تحل له، ۴/ ۵۲۳، تحت الحدیث: ۱۸۴۳۔

اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور رشتہ ٔجان کے تسمے اور حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کروڑواں حصہ ادا نہ ہو۔ اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غَنا فقر سے بہتر ہے اور غنی شاکر فقیر صابر سے افضل مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے۔ ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"خیرات" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ضرورت سے بچا ہوا مال صدقہ کر دینا بہتر ہے کہ آخرت میں اس کا اچھا عوض ملے گا۔

(2) ضرورت سے زائد مال جمع کر کے رکھنا نقصان کا باعث ہے کیونکہ یہ مال تو کسی نہ کسی طرح ختم ہو جائے گا اور ثواب سے بھی محروم رہے گا۔

(3) جو مال فی الحال ضرورت سے زائد ہے لیکن بعد میں اس کی ضرورت ہو گی تو ایسا مال جمع کرنے میں حرج نہیں۔

(4) خیرات کرنے میں سب سے پہلے اپنے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو دے پھر اجنبیوں کو۔

(5) عطا کرنے والا لینے والے سے بہتر ہے کیونکہ وہ مال دے کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتا ہے اور فقر کی جانب قدم بڑھاتا ہے جبکہ لینے والا مال لے کر فقر سے غنا کی طرف جاتا ہے اور فقر غنا سے افضل ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ضرورت سے زائد مال جمع کرنے سے محفوظ فرمائے اور خوب صدقہ خیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۵۷۔

حدیث نمبر:553

حضور علیہ السلام کی سخاوت

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: مَا سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْاِسْلَامِ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ وَلَقَدْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَرَجَعَ اِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْمِ! اَسْلِمُوْا فَاِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِيْ عَطَاءَ مَنْ لَا يَخْشَى الْفَقْرَ. وَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيُسْلِمُ مَا يُرِيْدُ اِلَّا الدُّنْيَا فَمَا يَلْبَثُ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اسلام کے نام پر جس چیز کا بھی سوال کیا گیا آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے وہ عطا فرمائی، ایک شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اسے اتنی بکریاں عطا فرمائیں جو دو پہاڑوں کی درمیان کی جگہ کو بھر دیں، پھر وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو کہنے لگا: ”اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ، بے شک حضرت محمد صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو اس شخص کی طرح عطا فرماتے ہیں جسے فقر کا خوف ہی نہ ہو۔“ (حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں:) اور ایک شخص محض دنیا کے حُصول کے لیے مسلمان ہوتا ہے لیکن زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ اسلام اس کے نزدیک دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان سب سے زیادہ محبوب ہو جاتا ہے۔

اسلام کے نام پر ہر چیز عطا کر دیتے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سخاوت اور اسلام کی محبت بیان کی گئی ہے کہ اسلام کے نام پر اگر کوئی آپ عَلَیْہِ السَّلَام سے کسی چیز کا تقاضہ کرتا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اسے وہ چیز عطا فرماتے۔ عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام سے اسلام لانے کے لیے دنیا کی کوئی بھی بڑی یا چھوٹی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس شخص کی اسلام میں رغبت پیدا کرنے، اسے جہنم کی آگ سے بچانے اور اس پر رحم کرتے ہوئے وہ چیز عطا فرما دیتے۔“[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـ ـ ـ الخ، ص ٩٧٣، حدیث: ٢٠٢٠ بتغیر۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق ـ ـ ـ الخ، ٢ / ٥٣٢، تحت الحدیث: ٥٥٢۔

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ایک شخص کو اتنی بکریاں عطا فرمائیں کہ جن سے دو پہاڑوں کے درمیان کی خالی جگہ بھر جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے ان بکریوں کا سوال کیا تھا، یہ سب بکریاں حضورِ اَنور کی اپنی تھیں کہ غزوۂ حُنَین میں مالِ غنیمت کے خُمس میں اتنی بکریاں آپ کو ملی تھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ سائل نے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ بکریاں دیکھ کر عرض کیا تھا کہ **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! حضور تو بڑے مالدار ہوگئے فرمایا کیسے؟ اس نے عرض کیا کہ اتنی زیادہ بکریاں آپ کی اکیلے کی مِلک ہیں، فرمایا جا سب تجھے عطا فرمادیں، لے جا، وہ حیرت سے حضور کا منہ تکتا رہ گیا۔[1] جب اس شخص کو حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس کی خواہش کے مطابق عطا کر دیا تو وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جود و کرم، آپ کے توکل اور زُہد سے مُتَعَجِّب ہو کر اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! مسلمان ہو جاؤ کیونکہ اسلام بہترین اَخلاق کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اگر تم یہ کہو کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام کی سخاوت اسلام کی حقانیت پر کس طرح دلیل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ اِنسان فطری طور پر فقر سے ڈرتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۸) (ترجمۂ کنزالایمان: شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے محتاجی کا۔) اور کسی شخص کا نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ اس قدر عطائیں کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسے اس ذات پر کامل بھروسہ اور یقین ہے جس نے اسے مخلوق کو دین کی دعوت دینے کے لیے بھیجا ہے اور ایسا کامل یقین نبی ہی کی صفت ہے۔“[2] (کیونکہ نبوت کا جھوٹا مدعی سخاوت کرنے کے بجائے بخل سے کام لیتا ہے۔)

عطا کے مختلف دروازے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ داتا سخی ہے مگر اس کی دَین (یعنی عطا) کے دروازے مختلف ہیں کسی کو جمال دکھا کر ایمان بخش دیا، کسی کو جود و نَوال یعنی سخاوت دکھا کر اپنا مَتوالا بنالیا، کسی کو میدانِ جہاد میں جلالِ الٰہی دکھا کر مؤمن بنا دیا ہم جیسے دور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۶۹ملتقطا۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۰/ ۵۷، تحت الحدیث: ۵۸۰۶ ملخصا۔

اُفتادہ غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا۔ ان کا نام، ان کے کام، ان کی صورت، ان کی سیرت سب ہی ایمان بخشنے کا ذریعہ ہیں، اس بدوی نے اسی عطا کو حضور کی نبوت کی دلیل بنایا مع اپنی قوم کے مسلمان ہو گیا وہ بکریاں کیا ملیں کہ انہیں ایمان مل گیا۔ خیال رہے کہ کسی سے مانگنا عیب ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے مگر اللہ رسول سے مانگنا ہم سب کے لیے باعثِ فخر ہے۔[1] حدیثِ پاک کے آخر میں بیان ہوا کہ بعض اوقات کوئی شخص صرف دنیا کے حصول کے لیے اسلام لاتا لیکن اسلام میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد اسے اسلام دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اولاً صرف دنیا کے حصول کے لیے اسلام کا اظہار کرتا اور اس کے دل میں اسلام لانے کی کوئی اچھی نیت نہ ہوتی تھی لیکن پھر اسلام میں تھوڑا ہی عرصہ گزارنے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت اور اسلام کے نور کی وجہ سے اس کا سینہ حقیقتِ ایمان سے کشادہ ہو جاتا اور وہ اپنے دل سے اسلام قبول کر لیتا اور اس وقت اس کے نزدیک اسلام دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جاتا۔[2]

مدنی گلدستہ

"جود و کرم" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اسلام کے نام پر جو کچھ مانگا جاتا آپ عطا فرما دیتے۔

(2) نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت بڑے سخی تھے، سخاوت کرنے میں فقر کا اندیشہ نہ کرتے اور سائل کو اس کے گمان سے بھی زیادہ عطا فرماتے۔

(3) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا جود و کرم، توکُّل اور زُہد دیکھ کر غیر مسلم مسلمان ہو جاتے۔

(4) فقر کا خوف کیے بغیر خوب سخاوت کرنا بھی حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا معجزہ ہے کیونکہ انسان فطری طور پر فقر سے ڈرتا ہے لیکن نبی خدا پر توکل کے سبب عطا کرنے میں کمی نہیں کرتا۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۶۹ ملخصا۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب سخائہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۸/ ۷۲، الجزء الخامس عشر ملخصا۔

(5) لوگوں سے مانگنا عیب ہے مگر اللہ رسول سے مانگنا ہم سب کے لیے باعثِ فخر ہے۔

(6) حضور کی عطا کے دروازے مختلف ہیں کسی کو جمال دکھا کر ایمان بخش دیا، کسی کو سخاوت دکھا کر اپنا متوالا بنالیا، کسی کو میدانِ جہاد میں جلالِ الٰہی دکھا کر مؤمن بنا دیا، ہم جیسے دور اُفتادہ غلاموں کو اپنا نام سنا کر ایمان دے دیا۔

(7) ابتدائے اسلام میں بعض لوگ صرف دنیا کا مال حاصل کرنے کے لیے ایمان لاتے لیکن تھوڑا ہی عرصہ گزرنے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی برکت اور اسلام کے نور سے ان کے دل جگمگا اُٹھتے تھے اور پھر وہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اسلام سے محبت کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دِین کے لیے سخاوت کرنے اور دنیا کی ہر چیز پر اسلام کو فوقیت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:554

میں بخیل نہیں ہوں

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَسَمَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ! لَغَیْرُ ھٰؤُلَاءِ کَانُوْا اَحَقَّ بِہٖ مِنْھُمْ؟ قَالَ: اِنَّھُمْ خَیَّرُوْنِیْ اَنْ یَسْاَلُوْنِیْ بِالْفُحْشِ اَوْ یُبَخِّلُوْنِیْ وَلَسْتُ بِبَاخِلٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان کے علاوہ لوگ اس مال کے ان سے زیادہ مستحق تھے؟ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”انہوں نے ایسی صورت پیدا کردی تھی کہ (اگر میں نہ دیتا تو) وہ مجھ سے زیادہ کا سوال کرتے یا مجھے بخیل کہتے حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں۔“

حضور نے کچھ لوگوں کو مال کیوں دیا؟

دلیل الفالحین میں ہے: مذکورہ حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء من سال بفحش وغلظۃ، ص ۴۰۶، حدیث: ۲۴۲۸ بتغیر قلیل۔

لوگوں میں کچھ مال تقسیم فرمایا یہ مال غنیمت تھا یا خراج یا اسی طرح کا کوئی اور صدقہ خیرات وغیرہ، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی کہ **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ نے کچھ لوگوں کو عطا فرمایا اور کچھ لوگوں کو چھوڑ دیا اور آپ نے جن لوگوں کو عطا نہیں کیا وہ لوگ ان سے زیادہ مستحق ہیں جن کو عطا کیا گیا ہے، حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے عرض کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ بات سمجھ نہ سکے تھے کہ حضور نے ان لوگوں کو کیوں عطا نہیں فرمایا جو لینے والوں سے زیادہ مستحق تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سوچ یہ تھی کہ جو لوگ دین میں سبقت رکھتے ہیں اور فضیلت والے ہیں وہ عطا کے زیادہ حقدار ہیں تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لیے یہ بات بیان فرمادی کہ میں نے ان لوگوں کو اس لیے عطا کیا کہ ان کی ظاہری حالت اس بات کا تقاضہ کر رہی تھی کہ اگر ان کو نہ دیا جائے گا تو وہ ایمان کمزور ہونے کے سبب مجھ سے مانگنے میں ضد کریں گے اور مجھ سے زیادہ کا اِصرار کریں گا یا پھر میری طرف بخل کی نسبت کریں گے اور مجھے بخیل کہیں گے حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں اور ان لوگوں کے لیے ان دونوں میں سے کوئی بھی بات مناسب نہیں تھی اس لیے میں نے انہیں مال عطا کر دیا۔ امام قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”مطلب یہ ہے کہ انہوں نے مانگنے میں ایسی صورت اختیار کرلی ہے کہ انہیں اگر مال دیا جائے تو محبت کرتے ہیں اور نہ دینے پر تکلیف کا باعث بنتے ہیں اور بخیل قرار دیتے ہیں تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں اچھے سلوک اور تالیفِ قلوب کے لیے مال دینا اختیار فرمایا کہ بخل کرنا آپ کی صفت نہیں۔“[1] عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے اس فعل میں اس بات پر دلیل ہے کہ بے علم اور سخت دل لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور ان لوگوں کی دل جوئی کرنا جائز ہے جبکہ اس میں کوئی مصلحت و منفعت ہو اور اسی مصلحت یعنی ان کی دل جوئی کی خاطر انہیں مال دینا بھی جائز ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”جنت“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

---

1. . . دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق۔۔۔الخ، ۲/ ۵۳۵، تحت الحدیث: ۵۵۲ ملخصاً۔
2. . . شرح مسلم للنووی، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء المؤلفۃ۔۔۔الخ، ۴/ ۱۴۶، الجزء السابع۔

(1) آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سخت دل لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت ڈالنے کے لیے انہیں بھی مال عطا فرماتے تھے۔

(2) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس بات کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ آپ کی طرف بخل کی نسبت کی جائے۔

(3) سنگ دل افراد کے دل میں اسلام کی محبت ڈالنے کے لیے ان کی دل جوئی کرنا اور انہیں مال دینا جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بخل سے بچنے اور سخاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:555

دیہاتیوں کے ساتھ حُسنِ اَخلاق

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ قَالَ: بَیْنَمَا ھُوَ یَسِیْرُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقْفَلَہُ مِنْ حُنَیْنٍ فَعَلِقَہُ الْاَعْرَابُ یَسْاَلُوْنَہُ حَتّٰی اضْطَرُّوْہُ اِلٰی سَمُرَۃٍ فَخَطِفَتْ رِدَاءَہُ فَوَقَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَعْطُوْنِیْ رِدَائِیْ فَلَوْ کَانَ لِیْ عَدَدُ ھٰذِہِ الْعِضَاہِ نَعَمًا لَقَسَمْتُہُ بَیْنَکُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِیْ بَخِیْلًا وَلَا کَذَّابًا وَلَا جَبَانًا۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ غزوۂ حنین سے واپس آرہے تھے کہ چند دیہاتی آپ سے لپٹ گئے وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کچھ مانگ رہے تھے یہاں تک کہ وہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ببول کے درخت کی طرف لے گئے اور آپ کی چادر لے لی۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹھہر گئے اور فرمایا: ”مجھے میری چادر دے دو، اگر میرے پاس ان خار دار درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں ضرور انہیں تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا پھر تم مجھے نہ بخیل پاتے نہ جھوٹا اور نہ ہی بزدل۔“

غزوۂ حنین:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے کمال حُسنِ اَخلاق اور حلم و فضل کو بیان کیا گیا ہے

[1] ... بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب والجبن، ۲ / ۲۶۰، حدیث: ۲۸۲۱ بتغیر۔

کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان لوگوں کے ساتھ بھی نرمی کا مظاہرہ فرماتے تھے کہ جن سے حضور عَلَیْہِ السَّلَام کو تکلیف پہنچتی تھی۔ حدیثِ پاک میں غزوۂ حنین سے واپسی کا ذکر ہے۔ ”حنین ایک جنگل ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے، غزوۂ حنین فتحِ مکہ کے بعد واقع ہوا، حضرت سَیِّدَتُنا دائی حلیمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اسی علاقہ بلکہ اسی قوم یعنی قبیلہ بنی ہوازن کی ہیں اس لیے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان تمام قیدیوں کو آزاد فرمادیا تھا جو اس غزوہ میں گرفتار ہوئے تھے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا تھا، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فتحِ مکہ میں مسلمان ہونے والے مُؤَلَّفَۃُ الْقُلُوْب کو اس میں سے بہت زیادہ مال عطا فرمایا تھا۔“[1] حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ وہ لوگ مانگتے ہوئے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے چمٹ گئے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ لوگ حضور سے ایسے لپٹ گئے تھے جیسے فقراء و مساکین ایک کریم غنی کو گھیر لیں، حضور کسی منگتے کو ہٹایا نہیں کرتے۔“[2] آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر اونٹ ہوتے تو میں وہ بھی تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ ”بے شک اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنا ذاتی مال لوگوں میں تقسیم کرنے میں فراخ دلی کا مظاہرہ فرماتے تھے تو پھر مالِ غنیمت تو بدرجۂ اَولی کھلے دل سے ان لوگوں میں تقسیم فرماتے۔“[3]

حضور کے خصائلِ حمیدہ:

حدیثِ پاک کے آخر میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ نہ تم مجھے بخیل پاتے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: یہاں شجاعت، صدق کا ذکر اپنے فضائل کی تکمیل کے لیے بیان فرمایا یعنی مجھے **اللہ** تعالیٰ نے ان تین عیبوں سے بری کیا بخل، بزدلی، جھوٹ۔ حضورِ انور سخی نہیں بلکہ جواد ہیں، خود نہ کھائیں زمانہ بھر کو کھلائیں۔ شعر

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۰ ۷ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۰ ۷۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق۔۔۔الخ، ۲/ ۷ ۵۳، تحت الحدیث: ۵۵۴ ملخصاً۔

وہ آقا جو کہ خود کھائے کھجوریں اور غلاموں کو ...... کھلائے نعمتیں دنیا کی کب ایسا کہیں دیکھا[1]

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا یہ ارشاد (یعنی "تم مجھے نہ بخیل پاؤ گے نہ جھوٹا اور نہ بزدل") جَوَامِعُ الْکَلِم سے ہے۔ کیونکہ اَخلاقِ حَسنہ کے بنیادی اُصول حکمت، جود و کرم اور شجاعت ہیں تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے بخیل نہ ہونے سے جود و کرم، بزدل نہ ہونے سے شجاعت و بہادری اور جھوٹا نہ ہونے سے حکمت کی طرف اشارہ فرمایا، الغرض حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نہ تو بخیل تھے اور نہ بزدل اور نہ کبھی آپ کی زبانِ مبارک پر خلافِ واقعہ بات آئی۔[2] عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "مذکورہ حدیثِ پاک میں بُری صفات کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اسی لیے مسلمانوں کے پیشوا کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اس میں بخل، جھوٹ اور بزدلی جیسی کوئی بھی صفت پائی جائے۔ مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَخلاقِ حسنہ کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے دیہاتیوں کی طرف سے تکلیف پہنچنے کے باوجود حِلم، حُسنِ اَخلاق، جُود و سخاوت اور صبر کا مظاہرہ فرمایا۔"[3]
عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جب کسی بلند مرتبہ شخص کو بے علم لوگوں کی طرف سے بدگمانی کا خوف ہو تو اس کے لیے لوگوں سے اپنی اچھی صفات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بخل، بزدلی اور جھوٹ ایسی مذموم صفات ہیں کہ یہ قوم کے سردار میں نہیں ہونی چاہئیں اور جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک بھی صفت ہو اُسے مسلمانوں کا حاکم اور خلیفہ نہ بنایا جائے اور اسی طرح جس شخص میں جھوٹ بولنے کی صفت ہو اُسے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دین میں امام نہیں بنائیں گے۔"[4]

مدنی گلدستہ
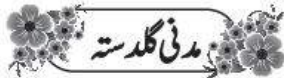
"عفو و کرم" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۷۰۔

2 ... فیوض الباری، ۱۱/ ۲۵۹ ماخوذاً۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق... الخ، ۳/ ۵۳۷، تحت الحدیث: ۵۵۴۔

4 ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الجهاد، باب الشجاعة والجبن فی الحرب، ۵/ ۳۴۔

(1) حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ان لوگوں کے ساتھ بھی حُسنِ اَخلاق اور نرمی سے پیش آتے تھے جن سے آپ کو تکلیف پہنچتی تھی۔

(2) غزوۂ حنین کے تمام قیدیوں کو حضور عَلَيْهِ السَّلَام نے رہا کر دیا تھا اور اس غزوہ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت میں سے بہت زیادہ فتح مکہ میں مسلمان ہونے والے مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب کو عطا فرمایا تھا۔

(3) حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کسی سائل کو ہٹاتے نہیں تھے اسی لیے کچھ دیہاتی حضور سے مانگتے ہوئے ایسے لپٹ گئے جیسے فقراء و مساکین ایک کریم غنی کو گھیر لیتے ہیں۔

(4) حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سخی نہیں بلکہ جواد ہیں، کیونکہ سخی وہ ہوتا ہے جو خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے لیکن جواد وہ ہوتا ہے جو خود نہ کھائے بلکہ دوسروں کو کھلائے۔

(5) حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ہر طرح کی بُری صفات سے پاک ہیں اور اَخلاقِ حسنہ کے جامع ہیں۔

(6) لوگوں کو بدگمانی سے بچانے کے لیے ان کے سامنے اپنی اچھائیاں بیان کرنے میں حرج نہیں ہے۔

(7) ایسے شخص کو مسلمانوں کا خلیفہ نہ بنایا جائے جس میں بخل، جھوٹ اور بزدلی جیسی صفات ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حُسنِ اَخلاق اور سخاوت کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:556 صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور کسی کو معاف کر دینے سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے کی عزت ہی

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص ۱۰۷۱، حدیث: ۶۵۹۲۔

بڑھاتا ہے اور جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُسے بلندی ہی عطا فرماتا ہے۔"

خیرات مال بڑھاتی ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں صدقہ کرنے، معاف کرنے اور تواضع اختیار کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مذکورہ حدیثِ پاک کے تین جزء ہیں، پہلے جزء میں بیان ہوا کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔ بے شک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جو خیرات کی جائے وہ مال کم نہیں کرتی بلکہ مال بڑھاتی ہے، زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے۔ تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھرلیتا ہے، گھر کی رکھی بوریاں چوہے، سُسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہوجاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا رہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ بڑھتا ہی رہے گا، کنوئیں کا پانی بھرے جاؤ تو بڑھے ہی جائے گا۔[1] صدقہ دینے سے مال میں کمی نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اس مال میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس سے نقصان کو دور فرمادیتا ہے اور صدقہ کرنے سے اس مال میں ظاہری طور پر جو کمی ہوتی ہے اُس کمی کو پوشیدہ برکت کے ذریعے پوری فرمادیتا ہے۔ (2) صدقہ کرنے سے اس مال میں جو کمی ہوتی ہے اُس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے ثواب عطا فرما کر اس مال کی کمی کو پورا فرمادیتا ہے اور آخرت میں اُسے کئی گُنا زیادہ عطا فرما کر اس کا بہترین بدل عطا فرمادے گا۔[2]

معافی سے دِلوں پر قبضے ہوجاتے ہیں:

حدیثِ پاک کے دوسرے جزء میں بیان ہوا کہ جو معاف کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی عزت بڑھاتا ہے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: یعنی جو بدلہ پر قادر ہو پھر مجرم کو معافی دے دے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے۔ فتح مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہوکر حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مطیع فرمان ہوگئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہوجاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیئے نہ کہ شرعی حقوق میں۔

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۳۔

2 ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۸/ ۱۴۱، الجزء السادس عشر۔

قومی، ملکی، دِینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو اپنے مجرم کو معاف کر دو۔[1] یا عزت بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ آخرت میں اسے معاف کرنے کا اجر عطا فرمائے گا اور وہاں اس کی عزت بڑھائے گا۔[2]

تواضع واِنکساری:

حدیثِ پاک کے تیسرے جزء میں بیان ہوا کہ جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس کی دو صورتیں ہیں: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا میں بلند مقام عطا فرمادے اور تواضع کرنے کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت بیٹھ جائے اور اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے نزدیک رفعت و بزرگی عطا فرما دے۔ (2) اسے آخرت میں اس کا اجر عطا فرمائے اور دنیا میں تواضع کرنے کے سبب اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں رفعت وبلندی سے سر فراز فرمائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں صورتیں ایک ساتھ پائی جائیں یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا میں بھی قدر و منزلت سے نوازے اور آخرت میں بھی بلندی و رفعت عطا فرمائے۔“[3]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اِنکساری جو خود داری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلندی درجات ہے مگر بے غیرتی کی اِنکساری انکساری نہیں بلکہ اِحساسِ پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ﴾ (پ۲۶، الفتح: ۲۹) (ترجمۂ کنزالایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔)[4] عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”انسان میں فطری طور پر مال کی محبت اور طمع ہوتی ہے اور فطری طور پر غصہ، انتقام اور تکبر جیسے اَعمال کے ذریعے درندگی بھی ہوتی ہے۔ اس لیے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان بُرائیوں کو ختم کرنے کے لیے پہلے صدقہ کرنے کی ترغیب دی تاکہ انسان میں سخاوت پیدا ہو اور اس کے بعد معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم دیا تاکہ

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۳۔
2. ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۸/ ۱۴۱، الجزء السادس عشر۔
3. ... شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ۸/ ۱۴۲، الجزء السادس عشر۔
4. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۳ ملخصاً۔

انتقام لینے کی چاہت ختم ہو اور بندہ حلم و وقار کے ذریعے مُعَزَّز ہو جائے اور پھر تواضُع کا حکم دیا تاکہ بندے سے تکبر نکل جائے اور وہ دو جہانوں میں بلند مرتبہ ہو جائے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”خیرات کرو“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اس میں برکت عطا فرماتا ہے۔

(2) صدقہ سے مال میں جو کمی ہوتی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ آخرت میں کئی گنا زیادہ بہتر اجر عطا فرما کر اس کمی کو پورا فرمادے گا۔

(3) جو بدلہ لینے پر قادر ہو پھر بھی معاف کر دے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی عزت اور محبت پیدا ہوتی ہے، بدلہ لینے سے مجرم کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑکتی ہے جبکہ معافی سے دلوں پر قبضے ہو جاتے ہیں۔

(4) انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حقوق معاف کر دے لیکن شرعی اور ملکی مجرم کو معاف نہ کرے۔

(5) جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے عاجزی و اِنکساری کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت بٹھا دیتا ہے۔

(6) جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے تواضع اختیار کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دنیا و آخرت میں بلندی عطا فرمائے گا۔

(7) جو انکساری خود داری کے ساتھ ہو وہ بہت اچھی ہے لیکن جس اِنکساری میں بے عزتی ہے وہ انکساری نہیں بلکہ احساسِ کمتری ہے۔

(8) حرص، انتقام کی چاہت اور تکبر شیطان کی صفات ہیں اسی لیے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے سخاوت، عفو و درگزر اور تواضع اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سخاوت، عفو و درگزر اور عاجزی و انکساری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] ... فیض القدیر، حرف المیم، ۵/ ۶۴۳، تحت الحدیث: ۸۱۲۰ملخصا۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:557

چار آدمیوں کی مثال

عَنْ اَبِیْ كَبْشَةَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ الْاَنْمَارِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: ثَلَاثَةٌ اُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ وَلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً صَبَرَ عَلَيْهَا اِلَّا زَادَهُ اللہُ عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْاَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللہُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ اَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا وَاُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا فَاحْفَظُوْهُ قَالَ: اِنَّمَا الدُّنْيَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ: عَبْدٍ رَزَقَهُ اللہُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَيَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللہُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ فَاَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللہُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِيْ فِيْهِ رَبَّهٗ وَلَا يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهٗ وَلَا يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللہُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ اَنَّ لِیْ مَالًا لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهٖ فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو کبشہ عمر بن سعد اَنماری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”میں تین باتوں پر قسم اُٹھاتا ہوں اور تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اسے اچھی طرح یاد کرلو۔ صدقہ سے آدمی کا مال کم نہیں ہوتا، مظلوم جب ظلم پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتا ہے، جب کوئی بندہ سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے“ یا اس کی مثل کوئی اور بات بیان فرمائی۔ (یہاں راوی کو شک ہے) پھر فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں اسے یاد رکھو، فرمایا: ”دنیا چار آدمیوں کے لیے ہے: (1) وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال اور علم عطا فرمایا اور وہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے اور صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو جانتا ہے، یہ شخص سب سے افضل مرتبہ میں ہے۔ (2) وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم دیا مال نہیں دیا، یہ شخص سچی

[1] ... ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر، ۴/۱۴۵، حدیث: ۲۳۳۲۔

نیت کے ساتھ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا پس یہ اپنی نیت کے مطابق ہے اور ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔ **(3)** وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا لیکن علم نہیں دیا، وہ اپنے مال میں لاعلمی کی وجہ سے خلط ملط کرتا ہے اور نہ اس کے بارے میں رب سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی یہ جانتا ہے کہ اس میں **اللہ** تعالیٰ کا حق بھی ہے، یہ بدترین درجہ میں ہے۔ **(4)** چوتھا شخص وہ ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے نہ تو مال دیا نہ علم، وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح (برے) عمل کرتا پس اس کی نیت کے مطابق بدلہ ہوگا اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے۔"

قسم کے ساتھ تین چیزوں کی خبر دی:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تین باتیں قسم کے ساتھ بیان فرمائیں اور اس کے علاوہ اپنی اُمَّت کو ایک بات کی نصیحت فرمائی اور اسے یاد رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ "خیال رہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے، حضور کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم وضروری ہے جیسے **اللہ** تعالیٰ کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالیٰ کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن اگرچہ وہ بالذّات ہے یہ محالِ بالغیر جیسے رب تعالیٰ کی قسمیں تاکید کے لیے ہوتی ہیں ایسے ہی حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی قسمیں تاکیدِ کلام کے لیے ہیں۔"[1] حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قسم کے ساتھ یہ تین باتیں بیان فرمائیں: **(1)** "صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔" یعنی صدقہ سے مال میں برکت نازل ہوتی ہے یا مراد یہ ہے کہ صدقہ دینے والے کو آخرت میں اجر ملے گا جو مال کی کمی کو پورا کر دے گا۔ صدقہ کرنے سے مال کم یا ضائع نہیں ہوتا بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کے دو گھر ہیں دنیا اور آخرت اور ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونے والے مال کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ ختم یا ضائع ہو گیا یہی وجہ ہے کہ جب بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کسی سائل کو دیکھتے تو فرماتے: "خوش آمدید تم تو ہمارے دنیا کے مال کو ہماری آخرت کی طرف منتقل کرنے والے ہو۔"[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: "صدقہ سے مراد

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۹۹۔

[2] ... دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق، ۲/ ۵۳۹، تحت الحدیث: ۵۵۲ ملخصاً۔

ہر خیرات ہے فرضی ہو یا نفلی۔ تجربہ شاہد ہے کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں۔ آزما کر دیکھ لو میرا رب سچا، اس کے رسول سچے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ صدقہ سے دنیا میں برکت آخرت میں ثواب ہے۔ فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم، حکیم، وکیل چور نہیں کھاتے دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔"[1] **(2)** "جو ظالم کے ظلم پر صبر کرتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے عزت عطا فرماتا ہے۔" یہاں صبر سے مراد اَخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر۔ صبر، معافی، تحمل کی جو آیات منسوخ ہیں ان میں مجبوری کا صبر ہی مراد ہے۔ رب فرماتا ہے: ﴿فَاعْفُوْا وَ اصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ﴾ (پ۱، البقرۃ: ۱۰۹) (ترجمۂ کنزالایمان: تو تم چھوڑو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔) چنانچہ یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معافی دی، حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فتحِ مکہ کے موقع پر تمام اہلِ مکہ کو معافی دے دی جن سے عمر بھر ظلم وستم دیکھے تھے، دیکھ لو آج تک ان حضرات کی واہ واہ ہو رہی ہے، یہ ہے عزت بڑھنا۔ شعر

صدقے اس انعام کے قربان اس احسان کے ...... ہو رہی دونوں عالَم میں تمہاری واہ واہ[2]

"اور ظلم پر صبر کرنے والے کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک عزت بڑھتی ہے جیسا کہ ظلم کرنے والے کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے یہاں ذِلّت زیادہ ہوتی ہے یا مظلوم کو دنیا میں بھی عزت نصیب ہوتی ہے اور ظالم دنیا میں بھی رُسوا ہوتا ہے اگرچہ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو اور کبھی ایسا معاملہ بھی ہوتا ہے کہ ظالم جس پر ظلم کرتا ہے ایک دن خود اسی مظلوم کے ماتحت ہو کر ذلیل ورُسوا ہوتا ہے۔"[3] **(3)** "جو مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر محتاجی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔" تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں، انکے مال میں برکت نہیں ہوتی۔[4] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "سوال کرنے والے کی حاجت بڑھتی ہے یا اس کے پاس جو نعمتیں ہوتی ہیں وہ بھی چھین لی جاتی ہیں جس سے اس کی حالت مزید خراب ہو جاتی ہے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۹۹۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۹۹۔

3 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، ۹/۱۳۸، تحت الحدیث: ۵۲۸۷۔

4 ... مرآۃ المناجیح، ۷/۹۹۔

نیز مانگنے والے کی مثال اس کتے سے دی گئی ہے جو منہ میں ہڈی کا ٹکڑا لیے صاف وشفاف نہر پر گزرے اس میں اپنے عکس کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے تو اس سے ہڈی چھیننے کے لیے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے اور اپنی ہڈی بھی پانی میں کھو بیٹھے۔ پس حرص نحوست ہے اور حریص محروم ہے۔"[1]

دنیا میں چار طرح کے لوگ ہیں:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قسم کے ساتھ تین باتیں بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات بیان کرتا ہوں تم اسے یاد رکھنا پھر فرمایا کہ دنیا چار آدمیوں کے لیے ہے اور پھر ان میں سے ہر ایک کے متعلق بیان فرمایا۔ (1) "پہلا شخص وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا یعنی حلال مال عطا فرمایا اور اسے علم دیا یعنی اسے شریعت کا ایسا علم عطا کیا جو اسے دین میں نفع پہنچاتا ہے اور وہ شخص اپنے مال اور علم کے معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے یعنی اپنے مال کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور کسی دنیاوی غرض کے بغیر خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے دوسروں کو سکھاتا ہے اور اپنے مال کے ذریعے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے اور انہیں علم سکھاتا ہے اور اپنے مال اور علم میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حق کو جانتا ہے یعنی اپنے مال کو اچھے کاموں کے لیے وقف کرتا ہے اور اپنے علم سے درس وتدریس اور فتوے دینے کے ذریعے سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے تو ایسا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہت اعلیٰ درجے والا ہے۔"[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس لیے کہ یہ شخص دین و دنیا دونوں جگہ سُرخُرو شاد آباد رہے گا کیونکہ وہ مال کمائے گا حکمِ الٰہی کے مطابق، خرچ کرے گا اسی کے مطابق، جمع کرے گا اسی فرمان کے ماتحت۔ مال کی آمد، جمع، خرچ سب شریعت کے مطابق چاہیے۔"[3]

(2) دوسرا شخص وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے علم تو عطا فرمایا ہے لیکن مال عطا نہیں کیا کہ جسے یہ صدقہ کرے اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرے، یہ شخص سچی نیت کے ساتھ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، ۹/ ۱۳۸، تحت الحدیث: ۵۲۸۷ ملخصاً۔

2 . . . فیض القدیر، حرف التاء، ۳/ ۳۹۴، تحت الحدیث: ۳۴۵۰ ملخصاً۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۰۔

میں فلاں کی طرح عمل کرتا یعنی اس مال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا والے کاموں میں خرچ کرتا تو ایسے شخص کو اس کی اچھی نیت پر اسی طرح ثواب دیا جائے گا جس طرح اس شخص کو دیا گیا ہے جو اپنے مال کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے کیونکہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو یہ ضرور اسے نیک کام میں خرچ کرتا۔"[1] معلوم ہوا کہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے۔ غریب عالم خواہ زبان سے تمنا کرے یا فقط دل سے بہر حال ثواب برابر ہی ہے۔[2]

(3) تیسرا شخص وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال تو عطا فرمایا لیکن علم عطا نہیں کیا۔ یہ شخص لاعلمی کی وجہ سے اپنے مال میں خلط ملط کرتا ہے یعنی وہ ہر حرام و حلال طریقے سے مال کماتا ہے اور ہر حلال حرام جگہ خرچ کرتا رہتا ہے، نہ خود عالم ہے نہ علماء کی بات مانتا ہے جیسا کہ آج کل عام امیروں کا حال ہے، ایسے لوگ اگر کبھی اچھی جگہ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی ناموری کے لیے خرچ کرتے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ مُضر۔[3] اور نہ وہ اس معاملے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہے یعنی وہ مال کے معاملے میں بے خوف ہوتا ہے اور اس پر جو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہ نہیں نکالتا اور نہ اس مال کے ذریعے اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حق جانتا ہے یعنی نہ بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے، نہ بے لباس کو کپڑا پہناتا ہے اور نہ بے قصور قیدی کو رہا کرواتا ہے تو ایسا شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک انتہائی حقیر اور خسیس ہے۔"[4] کیونکہ اس کا مال اس کے لیے وبال ہے، مال کی وجہ سے اس پر گناہوں کے دروازے بہت کھل جاتے ہیں وہ مال کے نشہ میں نہ کرنے والے کام کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عثمانی مال دے ابو جہلی مال سے بچائے۔"[5]

(4) چوتھا شخص وہ ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نہ تو مال دیا نہ علم، وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل کرتا"یعنی فلاں بد معاش مالدار کی طرح میں بھی شراب پیتا، جوا کھیلتا، زنا کرتا، کروں کیا کہ یہ کام پیسہ سے ہوتے ہیں اور میرے پاس پیسہ نہیں۔" تو پس ایسے شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ

---

1 . . . فیض القدیر، حرف التاء، ۳/ ۳۹۵، تحت الحدیث: ۳۳۵۰ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۰۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۰۔

4 . . . فیض القدیر، حرف التاء، ۳/ ۳۹۵، تحت الحدیث: ۳۳۵۰ ملخصا۔

5 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۱۔

دیا جائے گا، اس کا اور تیسرے شخص دونوں کا گناہ برابر ہے، "یہ بدنصیب بغیر کچھ کیے سب کچھ کر رہا ہے، کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جا رہا ہے۔"[1]
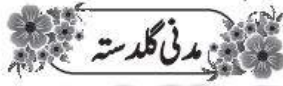
مدنی گلدستہ

"نیکی کرو" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے قسم کے ساتھ یہ تین باتیں بیان فرمائیں کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، جو ظلم پر صبر کرتا ہے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

(2) حضور عَلَیْهِ السَّلَام کا کلام قسم کے ساتھ ہو یا بغیر قسم کے ہر حال میں سچا ہے نبی کا جھوٹا ہونا محال ہے، حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قسمیں تاکیدِ کلام کے لیے ہوتی ہیں۔

(3) انسان کے دو گھر ہیں دنیا اور آخرت، صدقہ کرنے سے ہمارا مال دنیا سے ہماری آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے نیز جس مال سے صدقہ دیا جاتا ہے وہ دنیاوی نقصانات سے بھی محفوظ رہتا ہے۔

(4) ظلم پر صبر کرنے والا دنیا و آخرت میں عزت پاتا ہے اور ظالم دونوں جہان میں ذلیل ہوتا ہے۔

(5) پیشہ ور بھکاریوں کے پاس مال جمع نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے مال میں برکت ہوتی ہے۔

(6) جس شخص کو **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے مال اور علم عطا کیا اور اس نے ان دونوں چیزوں کے ذریعے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ اور لوگوں کے حقوق ادا کیے تو اس شخص کا درجہ بہت اعلیٰ ہے اور جسے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے صرف علم عطا کیا مال نہیں دیا اور یہ دل میں سچی نیت کرتا ہے کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو یہ بھی نیک کاموں میں خرچ کرتا تو ایسے شخص کا درجہ بھی پہلے والے شخص کی طرح ہے۔

(7) جس شخص کو **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے مال عطا کیا لیکن علم نہیں دیا اور وہ شخص اپنے مال کو گناہوں میں ضائع کرتا ہے اور **اللہ** تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا تو یہ سب سے بدترین شخص ہے اور جسے نہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۰۱۔

مال عطا ہوا نہ علم اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں شخص کی طرح عیش و عشرت کی زندگی گزارتا اور مختلف قسم کے گناہ کرتا تو یہ شخص بھی پہلے والے کی طرح بدترین ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مال کی حرص سے بچائے اور ہمیں ایسا علم اور مال عطا فرمائے جو ہماری دنیا و آخرت کو بہتر بنانے میں ہمارا مددگار ہو۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 558

کندھے کے سوا سب کچھ باقی ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا: اَنَّھُمْ ذَبَحُوْا شَاۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا بَقِیَ مِنْھَا؟ قَالَتْ: مَا بَقِیَ مِنْھَا اِلَّا کَتِفُھَا قَالَ: بَقِیَ کُلُّھَا غَیْرَ کَتِفِھَا.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا اس میں سے کچھ باقی ہے؟“ عرض کی: ”صرف اس کا ایک کندھا باقی ہے۔“ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: ”کندھے کے سوا سب کچھ باقی ہے۔“

صدقہ باقی اور لازوال ہوتا ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں صدقہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیثِ پاک میں حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے روایت ہوا کہ انہوں نے بکری ذبح کی۔ بکری ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض اَزواجِ پاک، دوسرے احتمال کو مُحدِّثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازواجِ پاک کو اہلِ بیت بھی کہا جاتا ہے۔ بکری ذبح ہونے کے بعد نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ کیا کچھ باقی بھی ہے؟ تو حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا نے عرض کی: ”صرف ایک کندھا باقی ہے۔“ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا صرف شانہ بچا ہے، غالباً یہ گھر کے خرچ کے لیے رکھا گیا ہوگا اور یہ بکری صدقہ کے لیے ذبح نہ کی گئی ہوگی کہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کے لیے نہیں رکھا جاتا۔

[1] ... ترمذی، کتاب صفة القیامة ... الخ، باب: ۳۳، ۴/ ۲۱۲، حدیث: ۲۴۷۸۔

حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے جواب میں حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: "کندھے کے سوا سب کچھ باقی ہے۔" یعنی جو راہِ خدا میں صدقہ دے دیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا گیا وہ ہضم ہو کر فنا ہو جائے گا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍؕ﴾ (پ ۱۴، النحل: ۹۶) (ترجمۂ کنز الایمان: جو تمہارے پاس ہے ہو چکے گا اور جو اللہ کے پاس ہے ہمیشہ رہنے والا ہے۔)[1] یعنی انسان دنیا میں جو مال و متاع جمع کر کے رکھتا ہے وہ فنا ہو جائے گا اور جو چیز اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کر دی وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیشہ باقی رہے گی۔ علّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ کندھے کے علاوہ سب باقی ہے کیونکہ کندھے کے علاوہ سارا گوشت اللہ عَزَّوَجَلَّ کا قرب حاصل کرنے کے لیے صدقہ کر دیا گیا اس لیے وہ باقی ہے اگرچہ دیکھنے میں وہ فنا ہو چکا لیکن وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے یہاں باقی ہے اور صدقہ دینے والے کو مشکل وقت یعنی آخرت میں کام آئے گا اور بکری کا جو شانہ بچ گیا وہ کھا کر فنا ہو جائے گا۔ اس حدیثِ پاک میں صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ درس دیا گیا ہے کہ انسان کو چاہیے جو چیز صدقہ کرے اس میں سے زیادہ بچا کر نہ رکھے کیونکہ جتنی مقدار صدقہ میں دے گا وہ باقی رہے گی اور جو بچ جائے گا اگر اسے اچھی نیت سے استعمال نہ کیا گیا تو وہ فنا ہو جائے گا۔[2]
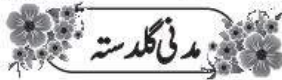
مدنی گلدستہ

"سنت" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اہلِ بیت بہت زیادہ صدقہ دیا کرتے تھے کہ انہوں نے پوری بکری میں سے صرف ایک کندھا باقی رکھا اور اس کے علاوہ سارا گوشت صدقہ کر دیا۔

(2) جو چیز اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کر دی جاتی ہے وہ باقی اور لازوال ہے۔

(3) انسان جو چیز صدقہ کرے اس میں سے اپنے لیے زیادہ نہ بچائے بلکہ ضرورت کے مطابق رکھے اور

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۱۰ ملتقطاً۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الکرم والجود والانفاق، ۲/ ۵۴۱، ۵۴۲، تحت الحدیث: ۵۵۷۔

زیادہ صدقہ کردے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں زیادہ سے زیادہ صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:559

گِن گِن کر مت دو

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَتْ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَا تُوْکِیْ فَیُوْکَیَ عَلَیْکِ.[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ: اَنْفِقِیْ اَوِ انْفَحِیْ اَوِ انْضَحِیْ وَلَا تُحْصِیْ فَیُحْصِیَ اللہُ عَلَیْکِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللہُ عَلَیْکِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا اسماء بنت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتی ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے فرمایا: "صدقہ کرنے سے نہ رکو ورنہ تم پر بھی رزق روک دیا جائے گا۔" اور ایک روایت میں ہے: "خرچ کرو یا عطا کرو اور گن گن کر مت دو ورنہ **اللہ** تعالیٰ بھی تمہیں حساب سے دے گا اور جمع مت کرو ورنہ **اللہ** تعالیٰ بھی تم سے روک لے گا۔"

نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ:

مذکورہ حدیثِ پاک میں کھلے دل سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ حدیث پاک اس طرح ذکر کی گئی ہے کہ حضرت اسماء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بارگاہ میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے پاس صرف وہ مال ہے جو (میرے شوہر) حضرت زبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے میرے پاس رکھا ہے تو کیا میں اس میں سے صدقہ کر سکتی ہوں؟ تو حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ صدقہ کرو اور جمع کر کے نہ رکھو ورنہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھی تم سے روک لے گا۔[3] یعنی تو بخل نہ کر اور مال جمع کرنے کے لیے خیرات کو نہ روک اور صدقات سے مال ختم ہو جانے کی

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحریض علی الصدقۃ والشفاعۃ فیہا، ١ / ٤٨٣، حدیث: ١٤٣٣۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الانفاق وکراھۃ الاحصاء، ص ٣٩٨، حدیث: ٢٣٧٥۔

3 . . . بخاری، کتاب الھبۃ۔۔۔الخ، باب ھبۃ المرأۃ لغیر زوجھا۔۔۔الخ، ٢ / ١٧٣، حدیث: ٢٥٩٠۔

فکر نہ کر، ورنہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنا رزق روک لے گا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقات و خیرات سے مال بڑھتا ہے اور اس میں برکت ہے۔[1] مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرمان کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی اے اسماء اپنے مال میں سے مطلقًا اور اپنے خاوند کے مال سے بقدرِ اجازت خرچ کرتی رہو نفلی صدقہ کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں بخل پیدا کر دے گا، لہٰذا یہ حدیث زکوۃ کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو وہاں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کے حساب سے باہر ہو گا۔کھیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے جب تک یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لوگ ان میں پانی پھیلانے والے ہیں اور روزی پہنچانے والے فرشتے پانی چھوڑنے والے۔“[2] علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ”بیوی شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر حسبِ عُرف و رواج صدقہ و خیرات کرے تو جائز ہے مگر صدقہ کی مالیت ایسی ہونی چاہیے جو شوہر پر گراں نہ ہو یعنی وہ رقم ایسی ہو کہ عام طور پر اس قدر صدقہ و خیرات کرنے سے شوہر نہ روکتے ہوں۔“[3]

بے حساب دو بے حساب پاؤ:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ خرچ کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں گن گن کر مت دو ورنہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی حساب سے عطا فرمائے گا۔عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حساب سے عطا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے مال سے برکت ختم کر کے تمہارے رزق کو تھوڑا کر دے گا اور تمہارے مال کو محدود چیزوں کی مانند کر دے گا یا یہ مطلب ہے کہ کل بروزِ قیامت تم سے تمہارے مال کے بارے میں محاسبہ کرے گا۔“[4] مطلبِ حدیث یہ ہے کہ صدقہ و خیرات کھلے دل کے ساتھ دینا

---

1 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۴۸۷۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۰۔

3 ... فیوض الباری، ۱۰/ ۱۲۰۔

4 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب الانفاق و کراھیۃ الامساک، ۴/ ۳۶۶، تحت الحدیث: ۱۸۶۱۔

چاہیے خدا کی راہ میں دی گئی رقم کو گنتے رہنا کہ اتنی رقم دے چکا ہوں، پھر اس گنتی کو بوجھ بنا کر صدقہ و خیرات سے رک جانا ٹھیک نہیں ہے، خدا توفیق دے تو اللہ کی راہ میں بلا حساب دیجئے اللہ تعالیٰ بھی بے حساب ہی عطا فرمائے گا۔[1] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "یہ خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے، خیال رہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (پ۴، آل عمران: ۹۲) جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پاسکتے اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو سکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو اور اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی خیراتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو ورنہ برباد ہو جائے گی۔"[2]

مدنی گلدستہ

"تَصَدُّق" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) مال ختم ہو جانے کے خوف سے صدقہ نہ کرنے سے مال میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نام پر بے حساب دینے سے اتنا ملے گا کہ جس کا حساب نہ ہو سکے گا۔

(3) بیوی کا شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر عرف و رواج کے مطابق صدقہ کرنا جائز ہے جبکہ شوہر ناراض نہ ہو۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اگر تھوڑی اور معمولی چیز صدقہ کرنے کی استطاعت ہے اور بڑی چیز صدقہ کرنے کی طاقت نہیں تو یہ معمولی چیز ہی صدقہ کر دے کیونکہ وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے۔

---

1 ... فیوض الباری، ۶/ ۴۲۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۰۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بلا حساب صدقہ و خیرات کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے رزق میں برکت عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:560

سخی اور بخیل کی مثال

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَثَلُ الْبَخِیْلِ وَالْمُنْفِقِ كَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ مِنْ ثُدِیِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا فَاَمَّا الْمُنْفِقُ فَلَا یُنْفِقُ اِلَّا سَبَغَتْ اَوْ وَفَرَتْ عَلٰی جِلْدِهٖ حَتّٰی تُخْفِیَ بَنَانَهُ وَتَعْفُوَ اَثَرَهُ وَاَمَّا الْبَخِیْلُ فَلَا یُرِیْدُ اَنْ یُنْفِقَ شَیْئًا اِلَّا لَزِقَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا فَهُوَ یُوَسِّعُهَا فَلَا تَتَّسِعُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ انہوں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بخیل اور خرچ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح ہے جن پر ان کے سینے سے لے کر گلے تک لوہے کی زرہ ہو تو خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو وہ زرہ کھل جاتی ہے یا کشادہ ہو کر اس کے جسم پر آجاتی ہے یہاں تک کہ اس کی انگلیوں کے پورے بھی چھپ جاتے ہیں اور اس کے قدموں کے نشانات مٹا دیتی ہے لیکن بخیل جب کوئی چیز خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ کا ہر حلقہ اپنی جگہ چمٹ جاتا ہے اور وہ اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں ہوتا۔

سخی اور بخیل کی حالت میں فرق:

مذکورہ حدیثِ پاک میں سخی اور بخیل کی حالت کو ایک تشبیہ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر دو لوہے کی زرہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدائشی محبتِ مال اور خرچ کرنے کو دل نہ چاہنے کو زرہوں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زرہ جسم کو گھیرے اور

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب مثل المتصدق والبخیل، ۱/ ۴۸۶، حدیث: ۱۴۴۳ بتغیر قلیل۔

چمٹی ہوتی ہے ایسی محبتِ مال انسان کے دل کو چمٹی ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَۚ(۹) (پ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہ ہی کامیاب ہیں۔[1]

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث میں حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سخی اور بخیل کی مثال ایک حکیمانہ انداز سے بیان فرمائی ہے جس سے سخی کی فضیلت اور بخیل کی مذمت ہوتی ہے۔ یعنی سخی سخاوت کے وقت ہر اس رکاوٹ کو ہٹا دیتا ہے جو اسے سخاوت سے منع کرتی ہو اور بخیل سرمایہ پرستی اور مال سے بے جا محبت میں ایسا جکڑا ہوا ہوتا ہے جیسے لوہے کی زرہ پہنے ہوئے شخص کو زرہ کی کڑیاں جکڑے ہوئے ہوتی ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جیسے زمین پر لٹکتا ہوا لباس زمین پر قدم کے نشانات کو مٹا دیتا ہے اسی طرح سخی کی سخاوت اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اس کے برعکس بخیل اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرکے سارے گناہ اپنے اندر ہی رہنے دیتا ہے۔“[2] بعض علماء نے اس مثال کا معنٰی یہ بیان کیا ہے کہ سخی کو اللہ تعالیٰ پردہ میں رکھتا ہے اور جس طرح یہ کرتہ (یعنی زرہ) پہننے والے کو چھپالیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سخی پر دنیا و آخرت میں پردہ ڈالتا ہے اور بخیل کا کرتہ (زرہ) گلے میں پھنسا رہتا ہے اور اس کا سارا جسم مکشوف (کھلا) رہتا ہے جو اس کی رسوائی کا باعث ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بخیل کو دونوں جہانوں میں ذلیل و خوار اور رسوا کرتا ہے۔[3] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”سُبْحٰنَ اللہ! کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی بخیل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی ہچکچاہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت ہچکچاہٹ تو ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے۔ اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے پھر سخاوت کرتے کرتے نفس اَمّارہ اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر ہچکچاہٹ پیدا ہی نہیں ہوتی، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۱۔

2 ... فیوض الباری، ۱۱/ ۳۵۴۔

3 ... تفہیم البخاری، ۲/ ۴۹۴۔

صدقہ کرنے لگتا ہے۔ ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امارہ روکا کرتا ہے مگر جب اس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دیتا ہے، نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے مگر جب ماں اس کی ضد کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"سخاوت" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) انسان کے دل میں فطری طور پر مال کی محبت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کا دل خرچ کرنا نہیں چاہتا۔

(2) سخی جب سخاوت کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کر دیتا ہے اور جب بخیل خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو مال کی محبت اس کے آڑے آجاتی ہے اس لیے وہ خرچ نہیں کرتا۔

(3) سخاوت کرنے کی وجہ سے سخی کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور بخیل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا اس لیے اس کے گناہ باقی رہتے ہیں۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ دنیا و آخرت میں سخی کے عیبوں کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور بخیل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا اس لیے دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔

(5) نفس امارہ ہر نیک کام کے شروع میں بندے کو روکتا ہے اگر بندہ اس کی بات نہ مانے تو پھر یہ روکنا چھوڑ دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مال کی محبت اور بخل سے محفوظ فرمائے اور ہمیں کھلے دل سے سخاوت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 561

اللہ تعالیٰ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۷۱۔

كَسْبٍ طَيِّبٍ وَلَا يَقْبَلُ اللهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللهَ يَقْبَلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّيْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص اپنی پاکیزہ کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر بھی صدقہ دیتا ہے اور **اللہ** تعالٰی پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (اپنے شایانِ شان) اس صدقہ کو اپنے دائیں دستِ قدرت میں لیتا ہے پھر اسے صدقہ دینے والے کے لیے بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔“

صدقہ کب قبول ہوگا؟

مذکورہ حدیثِ پاک میں پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ پاکیزہ کمائی سے مراد وہ حلال رزق ہے کہ جو انسان کو شرعی اصولوں کے مطابق صنعت و تجارت یا زراعت یا اس کے علاوہ کسی اور حلال ذریعے سے حاصل ہو جیسا کہ وراثت یا تحفہ میں ملے تو ایسے مال سے کھجور یا کھجور کی مقدار و قیمت کے برابر جو چیز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں صدقہ کی جاتی ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس معمولی چیز کو بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مثل ہو جاتی ہے۔[2] حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں وہی صدقہ، خیرات اور حج و قربانی مقبول ہے جو حلال مال سے کی جائے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی، حتی کہ حج بھی طیب و پاک کمائی سے کرے۔ یہاں دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مالِ مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرعون کے ہاں اور حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ابو طالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے تو رب تعالٰی اپنے ان محبوبوں کو وہاں پرورش نہ کراتا۔ دوسرا یہ کہ مال حرام دو قسم کا

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب، ۱/۴۷۶، حدیث: ۱۴۱۰ بتغیر قلیل۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، ۴/۳۹۱، تحت الحدیث: ۱۸۸۸ ملخصاً۔

ہے: ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ اور بیع باطل کے معاوضے، سُوَر شراب وغیرہ کی قیمتیں۔ دوسرا وہ کہ مالک کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کاروبار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت اور ناجائز پیشوں (گانے بجانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ) کی اجرت۔[1]

بنیتِ ثواب حرام مال صدقہ کرنا کفر ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ذات پاک ہے اور وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے، نیکیاں گناہوں کو مٹادیتی ہیں اور صدقہ کرنا نیکی ہے لیکن یہ صدقہ اسی صورت گناہوں کو مٹائے گا جبکہ یہ حلال مال سے کیا جائے کیونکہ پاک پانی ہی نجس کپڑے کو پاک کرسکتا ہے ناپاک نہیں، ایسے ہی حلال وطیب مال کا صدقہ گناہوں کو مٹائے گا حرام مال کا صدقہ نہیں بلکہ حرام مال سے صدقہ کرنا تو گناہ کا باعث ہے اور بعض صورتوں میں تو کفر بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حرام مال سے صدقہ کرنا برا ہے اور **اللہ** تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا، بلکہ ہمارے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس نے حرام مال سے صدقہ کیا اور اس پر ثواب کی امید رکھی تو اس نے کفر کیا اور جس فقیر کو یہ صدقہ دیا گیا اس نے یہ جانتے ہوئے کہ حرام مال ہے پھر بھی دینے والے کے لیے دعا کی تو اس نے بھی کفر کیا۔“[2] حدیث پاک میں بیان ہوا کہ صدقہ کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے دستِ قدرت میں لیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے قبول فرماتا ہے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اعضاء جوارح اور جسم وجسمانیت سے منزہ ہے یہاں سمجھانے کے لیے سیدھے ہاتھ کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ہم اور آپ اپنی پسندیدہ چیزیں دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں اسی طرح یہاں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضامندی اور حسن قبول کو سیدھے ہاتھ میں لینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔[3] نیز حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تمہارے صدقہ کو بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مال ونیتِ خیر کا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۲۔
2. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ۶/ ۲۳، تحت الحدیث: ۲۷۷۱۔
3. ... نزہۃ القاری، ۲/ ۹۰۱ ماخوذاً۔

وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ میزان میں سارے گناہوں پر غالب آجائے گا جیسے اچھی زمین میں بوئی ہوئی ادرک آلو وغیرہ۔ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے: ﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۶) (ترجمۂ کنزالایمان: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔)[1]

مدنی گلدستہ

"پاک مال" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں پاکیزہ کمائی سے صدقہ کرنا چاہیے اگرچہ صدقہ کی مقدار کم ہی کیوں نہ ہو۔

(2) پاکیزہ کمائی سے مراد وہ حلال رزق ہے جو انسان کو شرعی اصولوں کے مطابق صنعت و تجارت، زراعت، ملازمت، وراثت یا اس کے علاوہ کسی اور حلال ذریعے سے حاصل ہو۔

(3) حرام مال سے صدقہ کرنا حرام ہے اور اگر اس پر ثواب کی نیت کی تو کفر ہے۔

(4) صدقہ گناہوں کو مٹاتا ہے لیکن صدقہ اسی صورت گناہوں کو مٹائے گا جبکہ یہ حلال مال سے کیا جائے۔

(5) مالِ مخلوط سے اجرت، صدقہ اور دعوت وغیرہ لینا جائز ہے۔

(6) اچھی نیت سے کھجور کے برابر دیا ہوا صدقہ رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہے گا حتی کہ پہاڑ کی مثل ہو جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی نیت کے ساتھ حلال مال سے صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں حرام مال سے محفوظ فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:562

باغ پر بارش برسانے والا بادل

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِیْ بِفَلَاۃٍ مِنَ الْاَرْضِ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۹۲۔

فَسَمِعَ صَوْتًا فِیْ سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَاَفْرَغَ مَاءَهُ فِيْ حَرَّةٍ، فَاِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ، فَتَتَبَّعَ الْمَاءَ، فَاِذَا رَجُلٌ قَائِمٌ فِيْ حَدِيْقَتِهٖ يُحَوِّلُ الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهٖ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ! مَا اسْمُكَ؟ قَالَ: فُلَانٌ، لِلْاِسْمِ الَّذِيْ سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَبْدَ اللهِ! لِمَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ اسْمِيْ؟ فَقَالَ: اِنِّيْ سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِيْ هٰذَا مَاؤُهُ يَقُوْلُ: اسْقِ حَدِيْقَةَ فُلَانٍ، لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيْهَا. فَقَالَ: اَمَّا اِذْ قُلْتَ هٰذَا، فَاِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا، فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَآكُلُ اَنَا وَعِيَالِيْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِيْهَا ثُلُثَهُ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ایک شخص جنگل سے گزر رہا تھا کہ اس نے بادل میں سے ایک آواز سنی کہ ”فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔“ یہ بادل ایک طرف ہو گیا اور ایک پتھریلی زمین میں اپنا پانی برسا دیا۔ وہاں کے نالوں میں سے ایک نالے میں وہ سارا پانی جمع ہو گیا (اور بہنے لگا)۔ یہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے چل پڑا (وہ پانی ایک باغ میں داخل ہوا) کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص باغ میں کھڑا اپنے پھاوڑے سے پانی کو اِدھر اُدھر کر رہا ہے، اس نے باغ والے سے پوچھا اے **اللہ** کے بندے تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا: فلاں۔ یہ وہی نام تھا جو اس نے بادل سے آنے والی آواز میں سنا تھا۔ باغ والے نے کہا: اے **اللہ** کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے کہا: جس بادل نے یہ پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سُنی تھی، کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو سیراب کر دو، تو تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: جب تو نے پوچھ ہی لیا ہے (تو سُن) میں اس کی پیداوار کا اندازہ کرتا ہوں پھر ایک تہائی صدقہ کرتا ہوں، ایک تہائی میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں اور ایک تہائی کو اس باغ میں خرچ کر دیتا ہوں۔“

بادل کی گرج فرشتہ کی آواز ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں صدقہ وسخاوت کرنے والے شخص کی فضیلت اور اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے احسان و اکرام کو بیان کیا گیا ہے۔ حدیث پاک میں بیان ہوا کہ ایک شخص نے جنگل سے گزرتے ہوئے بادلوں سے ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دو۔ **مُفَسِّرِ شَہِیر** مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: ”شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہو گا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی اور سمجھ بھی لیا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ بادل کی

[1] . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الصدقۃ فی المساکین، ص ۱۲۱۸، حدیث: ۷۴۷۳ بتغیر قلیل۔

گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر فرشتہ مقرر ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے۔" مزید فرماتے ہیں: "سُبْحٰنَ اللہ! اس نیک بندے کی کیسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھریلے علاقہ پر برسایا گیا، پھر اسے ایک نالی میں جمع کیا گیا، اس نالی کے ذریعہ اس کے باغ میں پانی پہنچایا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسایا گیا جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا رستہ میں مر گیا، رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کیے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا تو گناہ کی بستی پیچھے ہٹائی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے۔ اس نالہ کے کنارے والے کھیتوں کو بھی اس کے طفیل پانی مل گیا ہوگا۔"[1]

باغ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا:

حدیثِ پاک میں بیان ہوا کہ یہ شخص باغ میں کھڑے ہوئے شخص کے پاس گیا اور اس کا نام پوچھا اس شخص نے فلاں نام بتایا، یہ وہی نام تھا جو اس نے بادلوں سے آنے والی آواز میں سنا تھا، "غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یہ راوی نہیں بھولے ہیں اور فلاں فرمانا اسی لیے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔" باغ والے نے پوچھا تم میرا نام کیوں جاننا چاہتے ہو؟ وہ بولا: جس پانی سے تم باغ کو سیراب کر رہے ہو وہ جس بادل نے برسایا ہے میں نے اس بادل سے اس طرح کی آواز سنی کہ کوئی تمہارا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ اس کے باغ کو سیراب کر دو، میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس کرم کے بارے میں تم سے جاننا چاہتا ہوں کہ تم اس باغ میں ایسا کیا عمل کرتے ہو، "یعنی رب تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لیے دور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا وہ خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے؟" باغ والے نے کہا جب تو نے مجھ سے اس بارے میں پوچھ ہی لیا ہے تو سُن میں اس باغ سے حاصل ہونے والی پیداوار کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں، ایک حصہ صدقہ کرتا ہوں، ایک حصہ اپنی ذات اور

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۸۰۔

اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہوں اور بقیہ ایک حصے سے اسی کھیت میں کاشت کاری کرتا ہوں۔ ”یعنی میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں صرف یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں خدا کا حق بھولتا نہیں ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا۔ اس کا تہائی خیرات کرنا نفلی صدقہ بھی تھا ورنہ بنی اسرائیل کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ چوتھائی حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتانا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے ریا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے۔“ نیز معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”سخی بنو“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بادل کی گرج اس فرشتہ کی آواز ہوتی ہے جو بادلوں کو حکم دیتا ہے۔

(2) بعض نیک لوگوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش برس جاتی ہے۔

(3) اپنے مال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے صدقہ کرنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے اور اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

(4) اپنے مال کو بُرے کاموں میں لگا کر ضائع کرنے سے بچنا چاہیے۔

(5) اپنی پوشیدہ نیکیاں کسی کو اس لیے بتانا تاکہ وہ بھی عمل کرے ریاکاری نہیں بلکہ نیکی کی دعوت ہے۔

(6) کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں اس لیے پوچھنا تاکہ خود اس پر عمل کرے بہت اچھی بات ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنا مال صدقہ خیرات کرنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۸۰، ۸۱ ملخصاً۔

باب نمبر:61

بُخل اور لالچ کی مُمانعَت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بندے کے پاس مال و دولت نہ ہو تو اسے چاہیے کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت پر بھروسہ کرے، اسی کی ذات پر توکل کرے، کم از کم بقدرِ کفایت رزقِ حلال کمانے کی جستجو کرے تاکہ اسے دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کرنا پڑے اور جب بندے کے پاس مال وغیرہ ہو تو اُسے چاہیے کہ اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے اور قناعت و میانہ روی سے کام لیتے ہوئے اسے جائز اور نیک کاموں میں خرچ کرے، مال خرچ کرتے ہوئے بخل اور لالچ سے کام نہ لے، کیونکہ بخل و لالچ ایسی قبیح و مذموم صفات ہیں جو پچھلی اُمّتوں کی ہلاکت کا باعث بنیں۔ جب اُن کے پاس مال و دولت آیا تو وہ بخل و لالچ جیسے موذی مرض میں مبتلا ہوگئے، اِسی بخل نے اُنہیں جھوٹ، ظلم اور قطع رحمی جیسے گناہوں میں مبتلا کیا۔ الغرض بخل و لالچ کے سبب اُن میں کئی خرابیاں پیدا ہوگئیں جن کے سبب وہ تباہ و برباد ہوگئے، لہٰذا بخل و لالچ سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"بخل اور لالچ کی ممانعت"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیاتِ کریمہ اور 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ہلاکت کے وقت مال کام نہ آئے گا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰىۙ(۸) وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰىۙ(۹) فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰىؕ(۱۰) وَ مَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰىؕ(۱۱)

(پ۳۰، اللیل: ۸تا۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے دشواری مہیا کردیں گے اور اس کا مال اسے کام نہ آئے گا جب ہلاکت میں پڑے گا۔

عَلّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یعنی جس نے اپنے مال میں بخل کیا اور اسے بھلائی کے کاموں میں خرچ نہ کیا، پرہیز گاری اختیار نہ کی اور دنیا کی خواہشات میں مَست ہو کر اجر و ثواب اور ربّ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اِنعامات کی طرف راغب نہ ہوا

تو وہ بہت جلد مشکلات میں پھنسادیا جائے گا اور اس کا مال واسباب اسے ہلاکت سے نہ بچا سکے گا۔''[1] صراط الجنان میں ہے:''جس نے بخل کیا اور اپنا مال نیک کاموں میں خرچ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حق ادا نہ کئے اور ثواب اور آخرت کی نعمت سے بے پرواہ بنا اور سب سے اچھی اِسلام کی راہ کو جھٹلایا تو بہت جلد ہم اسے ایسی خصلت مہیا کردیں گے جو اس کے لئے دُشواری اور شدت کا سبب ہو اور اسے جہنم میں پہنچادے۔''[2]

(2) فلاح پانے والے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَۚ(۹) (پ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

تفسیر رُوح المعانی میں ہے:''نفس کو مال سے محبت اور خرچ کرنے سے نفرت ہوتی ہے تو جسے یہ توفیق مل گئی کہ وہ نفس کی مخالفت کرتے ہوئے مال سے محبت نہ کرے بلکہ اسے راہِ خدا میں خرچ کرے تو وہ کامیاب ہے وہ اپنا ہر مقصود حاصل کرلے گا اور ہر ناپسندیدہ شئے سے محفوظ رہے گا۔''[3] اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں فقط دو آیتیں بیان فرمائی ہیں اِن کے علاوہ بھی دیگر کئی آیات بخل کی مذمت میں بیان ہوئی ہیں۔فقط دو آیتیں ملاحظہ کیجئے۔

بروزِ قیامت بخل کا وبال

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے عنقریب وہ جس میں

1 ... تفسیر روح البیان، پ ۳۰، اللیل، تحت الآیۃ: ۸تا۱۰، ۱۰/ ۴۴۹ ملخصا۔

2 ... تفسیر صراط الجنان، پ۳۰، اللیل، تحت الآیۃ:۸-۱۰، ۱۰/ ۷۰۵۔

3 ... تفسیر روح المعانی، پ ۲۸، الحشر، تحت الآیۃ: ۹، ۲۸/ ۴۳۵ ملخصا۔

الْقِیٰمَةِ (پ۴، آل عمران: ۱۸۰) بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہو گا۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: اکثر مُفَسِّرین نے فرمایا کہ یہاں بخل سے زکوٰۃ کا نہ دینا مراد ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ”جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی، روزِ قیامت وہ مال سانپ بن کر اُس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔“[1]

کافروں کے لئے ذلت کا عذاب ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًاۚ(۳۷) (پ۵، النساء: ۳۷)

ترجمۂ کنز الایمان: جو آپ بخل کریں اور اَوروں سے بخل کے لیے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

صدرُ الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”بخل یہ ہے کہ خود کھائے دوسرے کو نہ دے، شُح (یعنی لالچ) یہ ہے کہ نہ کھائے نہ کھلائے، سخا یہ ہے کہ خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے، جُود یہ ہے کہ آپ نہ کھائے دوسرے کو کھلائے۔ شانِ نزول: یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو سیّدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 563

ظلم اور بُخل کی مذمّت

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَاِنَّ الشُّحَّ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ، حَمَلَھُمْ عَلٰی اَنْ سَفَکُوْا دِمَاءَھُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَھُمْ.[3]

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۰۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۷۔

3 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الظلم، ص ۱۰۶۹، حدیث: ۶۵۷۶۔

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ظلم سے بچو! کیونکہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہے اور بخل ولالچ سے بچو! کیونکہ بخل ولالچ ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا اور اِسی نے اُنہیں خون بہانے اور حرام کو حلال کرنے پر آمادہ کیا۔“

بروزِ قیامت تاریکی:

حدیثِ مذکور میں ظلم اور بخل سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ دونوں بہت مذموم صفات ہیں اور ان پر سخت سزا کی وعید ہے۔ ظلم بروزِ قیامت تاریکی ہے اور بخل پہلی قوموں کی ہلاکت کا باعث بنا، اس ایک گناہ کی وجہ سے وہ مزید کئی گناہوں میں پڑ گئے اور انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(ظلم سے بچو!) ظلم کی بہت سی قسمیں ہیں: گناہ کرنا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا اُن پر ظلم، کسی کو ستانا ایذا دینا اُس پر ظلم ہے۔“[1] شیخ عبد الحق مُحدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”ظلم کا لفظ گناہوں کی تمام اَقسام واَنواع کو شامل ہے، اِسی وجہ سے اگلے جملے میں ظلمات جمع آیا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ ایک ظلم بھی قیامت کے دن بہت سی تہہ بہ تہہ ہولناک تاریکیوں اور شِدّتوں کا سبب بنے گا۔“[2]

ظالم کے لیے قیامت کی مختلف تاریکیاں:

شرح طیبی میں ہے: ”یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ یعنی جو شخص دنیا میں کسی پر ظلم کرے گا، بروزِ قیامت ظلم اُس کے سامنے اندھیروں کی صورت میں ہو گا جس کی وجہ سے وہ نجات کا راستہ نہ پا سکے گا۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں ظلمات (تاریکیوں) سے قیامت کی سختیاں مراد ہوں۔ حدیث مذکور میں فرمایا گیا ”ظلم سے بچو۔“ یعنی ہر قسم کے ظلم سے بچو! کیونکہ ظلم جتنا زیادہ ہو گا بروزِ قیامت اتنی ہی تاریکیوں کا سبب بنے گا۔ قیامت کے میدان میں کھڑا ہونا، حساب وکتاب کی سختی، پل صراط سے گزرنا اور جہنم میں مختلف اَقسام کے عذابات یہ سب قیامت کی تاریکیاں ہیں۔ اس حدیث میں بخل سے بچنے کا بھی حکم دیا گیا ہے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۳/۷۲ ملخصاً۔

2 ... اشعۃ اللمعات، کتاب الزکوۃ، باب الانفاق وکراھیۃ الامساک، ۲/ ۱۰۴ ملخصاً۔

کیونکہ بخل نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا اسی نے انہیں خون بہانے اور حرام کو حلال ٹھہرانے پر اُبھارا کیونکہ مال خرچ کرنے میں بھائی چارہ، محبت اور صلہ رحمی ہے جبکہ بخل میں نفرت اور قطع رحمی ہے جو لڑائی جھگڑے، فتنہ فساد اور حرام کو حلال ٹھہرانے کی طرف لے جاتی ہے۔“[1]

بخل ولالچ کی تعریف:

حدیقہ ندیہ میں ہے: ”بخل کے لغوی معنیٰ کنجوسی کے ہیں اور جہاں خرچ کرنا شرعاً، عادتاً یا مروتاً لازم ہو وہاں خرچ نہ کرنا **بخل** کہلاتا ہے، یا جس جگہ مال واَسباب خرچ کرنا ضروری ہو وہاں نہ خرچ کرنا بھی بخل کہلاتا ہے۔“[2] **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بخل سے مراد یہ ہے کہ اپنا مال کسی کو نہ دینا اور شُحّ (لالچ) سے مراد یہ ہے کہ اپنا مال کسی کو نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا۔“[3]

بخل کی مذمّت پر تین فرامین مصطفےٰ:

(1) ”بخیل، دھوکے باز، خیانت کرنے والا اور بداَخلاق جنت میں نہیں جائے گا۔“[4] **(2)** ”تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: ایسا بخل جس کی پیروی کی جائے، نفسانی خواہش جس کی اِطاعت کی جائے اور انسان کا اپنے آپ کو اچھا جاننا۔“[5] **(3)** ”مؤمن میں دو عادتیں جمع نہیں ہوتیں: ایک بخل اور دوسری بداَخلاقی۔“[6]

بخل کی مذمّت پر بزرگانِ دِین کے 4 اَقوال:

(1) حضرت سَیِّدُنا محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”کہا جاتا ہے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی قوم کو برائی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے تو اُن کے بُرے لوگوں کو اُن کا حاکم بنا دیتا ہے اور اُن کا رزق بخیلوں کے ہاتھ میں

---

1. . . . شرح الطیبی، کتاب الزکوۃ، باب الانفاق وکراھیۃ الامساک، ۴/ ۹۰، ۹۱، تحت الحدیث: ۱۸۶۵ ملخصا۔
2. . . . حدیقۃ ندیۃ، الخلق السابع والعشرون۔۔۔الخ، ۲/ ۲۷، مفردات الفاظ القرآن، ص ۱۰۹۔
3. . . . مرآۃ المناجیح، ۳/ ۲۷ ملخصا۔
4. . . . مسند امام احمد، مسند ابی بکر الصدیق، ۱/ ۲۰، حدیث: ۱۳۔
5. . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۴۷۱، حدیث: ۷۴۵۔
6. . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البخل، ۳/ ۳۸۷، حدیث: ۱۹۶۹۔

رکھ دیتا ہے۔“(2)حضرت سَیِّدُنا کعب الاَحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”ہر صبح پر دو فرشتے مقرر ہیں جو پکار کر کہتے ہیں: اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! روک کر رکھنے والے (یعنی بخیل ولالچی) کا مال جلد ضائع فرما اور خرچ کرنے والے کو جلد اس کا بدلہ عطا فرما۔“(3)حضرت سَیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ”بخیل کو دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہے اور بخیلوں سے ملاقات مومنین کے دلوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔“(4)حضرت سَیِّدُنا یحییٰ بن مُعاذ رازی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سخیوں کے بارے میں دل میں محبت ہی ہوتی ہے اگرچہ وہ فاسق وفاجر ہوں جبکہ بخیل لوگوں سے نفرت اور عداوت ہی ہوتی ہے اگرچہ وہ نیک ہوں۔“[1]

مجھے موت قبول ہے:

منقول ہے کہ بصرہ میں ایک مال دار بخیل تھا،ایک مرتبہ اس کے ایک پڑوسی نے اس کی دعوت کی اور اس کے سامنے انڈوں سمیت بھنا ہوا گوشت رکھا۔اس نے اس میں سے بہت زیادہ کھالیا اور پھر اس پر پانی بھی پی لیا چنانچہ اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہوگیا اور موت اس کے سر پر منڈلانے لگی حتّٰی کہ وہ تکلیف کے باعث پیچ وتاب کھانے لگا،جب معاملہ زیادہ بگڑ گیا تو طبیب کو بلایا گیا،اس نے کہا:”گھبرانے کی کوئی بات نہیں جو کچھ کھایا ہے اسے قے کردو۔“ یہ سن کر اس مال دار بخیل نے کہا:”ہائے افسوس!انڈوں کے ساتھ کھائے ہوئے اس عُمدہ بھنے ہوئے گوشت کو میں کیسے قے کروں؟ مجھے موت تو قبول ہے لیکن میں قے نہیں کروں گا۔“[2]

بخل کے پانچ اَسباب اور اُن کا علاج:

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب **”باطنی بیماریوں کی معلومات“** صفحہ ۱۳۱ سے بخل کے پانچ 5 اَسباب اور اُن کے علاج کا خلاصہ پیشِ خدمت ہے:(1)**بخل کا پہلا سبب تنگ دستی کا خوف ہے۔** اِس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اِس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھے کہ راہِ خدا میں مال خرچ کرنے سے کمی نہیں آتی بلکہ اِضافہ ہوتا ہے۔(2)**بخل کا دوسرا سبب مال سے محبت ہے۔**اِس کا علاج یہ ہے کہ بندہ قبر کی تنہائی کو یاد

---

1 ... احیاء العلوم، ۳/ ۷۶۶ تا ۷۶۸۔

2 ... احیاء العلوم، ۳/ ۷۶۹۔

کرے کہ میرا یہ مال قبر میں میرے کسی کام نہ آئے گا بلکہ میرے مرنے کے بعد ورثاء اُسے بے دردی سے تصرف میں لائیں گے۔(3) **بخل کا تیسرا سبب نفسانی خواہشات کا غلبہ ہے۔** اِس کا علاج یہ ہے کہ بندہ خواہشاتِ نفسانی کے نقصانات اور اُس کے اُخروی انجام کا بار بار مطالعہ کرے۔ اِس سلسلے میں امیر اہل سنت کا رسالہ ''گناہوں کا علاج'' پڑھنا حد درجہ مفید ہے۔ (4) **بخل کا چوتھا سبب بچوں کے روشن مستقبل کی خواہش ہے۔** اِس کا علاج یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر بھروسہ رکھنے میں اپنے اِعتقاد ویقین کو مزید پختہ کرے کہ جس ربّ عَزَّوَجَلَّ نے میرا مستقبل بہتر بنایا ہے وہی ربّ عَزَّوَجَلَّ میرے بچوں کے مستقبل کو بھی بہتر بنانے پر قادر ہے۔(5) **بخل کا پانچواں سبب آخرت کے معاملے میں غفلت ہے۔** اِس کا علاج یہ ہے کہ بندہ اس بات پر غور کرے کہ مرنے کے بعد جو مال ودولت میں نے راہِ خدا میں خرچ کی وہ مجھے نفع دے سکتی ہے، لہٰذا اِس فانی مال سے نفع اُٹھانے کے لیے اِسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا ہی عقل مندی ہے۔

مدنی گلدستہ

''بغداد'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بخل سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے کہ یہ ایک قبیح، مذموم اور مہلک باطنی مرض ہے۔

(2) بخل ولالچ نے پہلی قوموں کو ہلاک کیا۔

(3) بخیل اپنے بخل کے سبب دیگر کئی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4) بخیل جنت میں نہ جائے گا۔

(5) بخل سے بچنے کیلئے سب سے پہلے اس کے اسباب کو دور کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بخل ولالچ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں سخاوت جیسی عظیم دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:62

اِیثار اور ہمدردی کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! سخاوت اور بخل کے بہت سے درجات ہیں، سخاوت کا سب سے اعلیٰ درجہ ایثار ہے۔ ایثار یقیناً **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن ایثار و قربانی کے پیکر تھے، اپنی ضرورت کی چیزیں راہِ خدا میں خرچ کرنا اُن کا وطیرہ تھا، ربّ تعالیٰ کی ذات پر انہیں ایسا کامل بھروسا تھا کہ وہ کبھی بھی راہِ خدا میں اپنی پسندیدہ اور حاجت والی شے خرچ کرنے سے پیچھے نہ ہٹتے تھے، اُن کا یہ مدنی ذہن تھا کہ جس ربّ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں یہ چیز دی ہے اگر ہم اس کی راہ میں خرچ کریں گے تو وہ ہمیں اِس سے بھی اعلیٰ عطا فرمائے گا۔ ایثار وہیں ہو گا جہاں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ ہو گا، ایثار و ہمدردی ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ اِسلام ہمیں اِیثار اور ہمدردی کا درس دیتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"ایثار اور ہمدردی"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیاتِ کریمہ اور 5 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ کیجیے۔

(1) شدید محتاجی کی حالت میں بھی ایثار

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﳴ (پ ۲۸، الحشر: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو۔

عَلَّامَہ اَبُوْ جَعْفَر مُحَمَّد بِنْ جَرِیْر طَبَرِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "آیت مبارکہ میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انصار صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی تعریف بیان فرمائی کہ انہوں نے مہاجرین صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کو اپنے گھروں میں جگہ دی اور انہیں مال واَسباب مہیا کئے حالانکہ اُنہیں خود ان چیزوں کی سخت ضرورت تھی۔"[1] صدرُ الافاضل مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ الْهَادِی فرماتے ہیں: "حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا، حضور (صَلَّی

[1] ... تفسیر طبری، پ ۲۸، الحشر، تحت الآیة: ۹، ۱۲ / ۴۱۔

اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے اَزواجِ مُطَہَّرات کے حُجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کہ کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ تب حضور نے اَصحاب سے فرمایا: جو اس شخص کو مہمان بنائے، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے۔ حضرت ابو طلحہ انصاری (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کھڑے ہوگئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا: کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: کچھ نہیں۔ صرف بچوں کے لیے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے۔ حضرت ابو طلحہ نے فرمایا: بچوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اُٹھو اور چراغ کو بجھا دو تا کہ وہ اچھی طرح کھالے۔ یہ اس لیے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں، کیونکہ اُس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اِصرار کرے گا اور کھانا کم ہے، بھوکا رہ جائے گا۔ اِس طرح مہمان کو کھلایا اور آپ اُن صاحبوں نے بھوکے رات گزاری۔ جب صبح ہوئی اور سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اَقدس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ اُن سے بہت راضی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان شدید محتاجی کی حالت میں بھی اپنی ضرورت اور پسند کی چیز راہِ خدا میں خرچ کر دیتے اور اپنے دیگر بھائیوں پر ایثار کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک ایمان افروز حکایت ملاحظہ فرمائیے۔

مدینے کی مچھلی:

حضرت سَیِّدُنَا **عبداللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیمار تھے، اُنہیں بھنی ہوئی مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے خادم حضرت سَیِّدُنَا نافع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "تلاش بسیار کے بعد مجھے ڈیڑھ درہم کی ایک مچھلی مدینہ منورہ میں مل گئی، میں نے بھون کر خدمت سراپا سخاوت میں پیش کر دی، اتنے میں ایک سائل آیا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: "نافع! یہ مچھلی اسے دے دو۔" میں نے عرض کی: "آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اس کی بڑی خواہش تھی، میں نے بڑی کوشش سے خریدی ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اسے تناول فرمالیجئے، میں اس کی قیمت سائل کو دے دیتا ہوں۔" فرمایا: "نہیں، یہ مچھلی ہی اسے دے دو۔" چنانچہ

---

[1]... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۸، الحشر، تحت الآیۃ:۹۔

میں نے وہ مچھلی سائل کو دے دی اور پھر پیچھے جا کر اس سے خرید لی اور دوبارہ حاضر کر دی۔ ارشاد فرمایا: ''یہ مچھلی اسی سائل کو دے دو اور جو قیمت اسے ادا کی ہے وہ بھی اسی کے پاس رہنے دو۔ میں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سنا ہے کہ ''جو شخص کسی چیز کی خواہش رکھتا ہو، پھر اس خواہش کو روک کر اپنے اوپر (کسی اور کو) ترجیح دے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بخش دیتا ہے۔''[1]

(2) ربّ تعالیٰ کی محبت میں دوسروں پر ایثار

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ﴿٨﴾ (پ ۲۹، الدھر: ۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر (قیدی) کو۔

اِس آیتِ مبارکہ میں اُن تمام نیک مسلمانوں کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے جو کھانے کی شدید خواہش و حاجت کے باوجود اپنا کھانا رضائے الٰہی کے لئے ضرورت مندوں، مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں وغیرہ پر ایثار کر دیتے ہیں۔ اِس آیت مبارکہ کے شانِ نزول میں مختلف اَقوال ہیں، بعض نے کہا کہ یہ ایک اَنصاری صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ایک ہی دن میں ایک مسکین، ایک یتیم اور ایک قیدی کو کھانا کھلایا[2] اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ آیتِ مبارکہ امیر المؤمنین سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم، شہزادیٔ رسول حضرت سَیِّدَتُنا فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اور آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی باندی حضرت سَیِّدَتُنا فِضَّہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے بارے میں نازل ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ اُن تمام نیک لوگوں کو شامل ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کے لیے اپنی خواہش کو دوسرے ضرورت مندوں کے لیے اِیثار کر دیتے ہیں۔[3]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ۔۔۔ احیاء العلوم، کتاب کسر الشھوتین، بیان طریق الریاضۃ فی کسر شھوات البطن، ۳/ ۱۱۴ ملخصاً۔
2. ۔۔۔ تفسیر بغوی، پ ۲۹، الدھر، تحت الآیۃ: ۸، ۴/ ۳۹۷ ملخصاً۔
3. ۔۔۔ تفسیر کبیر، پ ۲۹، الدھر، تحت الآیۃ: ۸، ۱۰/ ۷۴۷، تفسیر قرطبی، پ ۲۹، الدھر، تحت الآیۃ: ۸، ۱۰/ ۹۵، الجزء التاسع عشر ملخصاً۔

حدیث نمبر:564

نرالی مہمان نوازی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ، فَاَرْسَلَ اِلٰى بَعْضِ نِسَائِهِ فَقَالَتْ: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ، ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُخْرٰى فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ، حَتّٰى قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ: لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَاءٌ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُضِيْفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَانْطَلَقَ بِهِ اِلٰى رَحْلِهِ، فَقَالَ لِامْرَاَتِهِ: اَكْرِمِیْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَفِیْ رِوَايَةٍ: قَالَ لِامْرَاَتِهِ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ؟ فَقَالَتْ: لَا اِلَّا قُوْتَ صِبْيَانِیْ، قَالَ: عَلِّلِيْهِمْ بِشَیْءٍ وَاِذَا اَرَادُوا الْعَشَاءَ فَنَوِّمِيْهِمْ وَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاَطْفِئِی السِّرَاجَ وَاَرِيْهِ اَنَّا نَاْكُلُ، فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ وَبَاتَا طَاوِيَيْنِ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَقَدْ عَجِبَ اللهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی: ”میں بھوکا ہوں۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ازواجِ مُطَہَّرات میں سے کسی کو پیغام بھجوایا تو انہوں نے جواب دیا: ”اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میرے پاس پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دوسری زوجۂ محترمہ کی طرف پیغام بھجوایا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا، یہاں تک کہ تمام ازواجِ مُطَہَّرات نے یہی جواب دیا کہ: ”اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ حضور تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حاضرین سے فرمایا: ”آج رات اس شخص کی کون مہمان نوازی کرے گا؟“ ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کی: ”**یارسولَ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں کروں گا۔“ پھر وہ اس شخص کو لے کر گھر چلے گئے اور اپنی زوجہ سے فرمایا: ”**رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مہمان کی عزت کرنا۔“ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ سے استفسار فرمایا: ”کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟“ تو انہوں نے

---

1. ۔۔۔مسلم، کتاب الاشربة، باب اکرام الضیف وفضل ایثاره، ص ۸۷۳، حدیث: ۵۳۵۹ بتغیر۔

جواب دیا کہ: ”سوائے بچوں کے کھانے کے کچھ نہیں۔“ فرمایا: ”بچوں کو کسی چیز سے بہلا دینا اور جب بچے کھانے کا کہیں تو انہیں سلا دینا اور جب مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم اس کے ساتھ کھا رہے ہیں۔“ جب سب کھانے کے لئے بیٹھے تو مہمان نے کھایا اور ان دونوں مقدس ہستیوں نے خالی پیٹ رات گزاری۔ اگلے دن صبح جب وہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم دونوں نے رات کو جو اپنے مہمان کے ساتھ (حُسنِ سلوک) کیا وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند آیا ہے۔“ بعض روایات میں یوں ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: ”رات فلاں فلاں کے گھر میں عجیب معاملہ پیش آیا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان لوگوں سے بہت راضی ہے۔“ اور پھر سورۂ حشر کی یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﳴ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴿۹﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی جانوں پر اُن کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔[1] (پ۲۸، الحشر: ۹)

صحابی رسول کی 7 نیکیوں کا بیان:

حدیث مذکور میں جس خوش نصیب صحابی رسول کا ذکر خیر ہے، ان کی کنیت ابو طلحہ اور نام حضرت سَیِّدُنا زید بن سہل انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہے۔ اس حدیث پاک میں حضرت سیدنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی 7 عظیم نیکیوں کا بیان ہے: (1) آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنا اور یہ نیکیوں میں سے سب سے عظیم نیکی ہے۔ (2) **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ترغیب پر مہمان نوازی جیسی عظیم نیکی میں سبقت کی۔ (3) **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے جس نیکی یعنی مہمان نوازی کا اظہار کیا اسے پایۂ تکمیل تک بھی پہنچایا۔ (4) اپنی اس نیکی میں اپنے گھر والوں کو بھی شامل کرنا یہ بھی نیکی ہے۔ (5) مہمان کی بہتر انداز میں مہمان نوازی کے لیے چراغ بجھانے کا اچھا مشورہ دینا۔ (6) بچوں کو سلا دینا تا کہ بچے کھانا نہ مانگیں اور مہمان سیر ہو کر کھا لے۔ (7) اہل و عیال کا کھانا مہمان پر ایثار کرنا۔“

---

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۸، الحشر، تحت الآیۃ: ۹ ملخصاً۔

پردے کے بارے میں ایک اہم مسئلہ:

حدیثِ مذکور سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ زید بن سہل انصاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی زوجہ محترمہ بھی اُن کے اور مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک تھیں۔ شارِحین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی نے اِس کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں: (1) اس وقت تک پردے کا حکم نازل نہ ہوا تھا اس لئے وہ مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئیں۔ (2) وہ عمر رسیدہ (یعنی بڑی عمر کی بوڑھی خاتون) تھیں اس لئے مہمان سے پردہ نہیں کیا۔"[1]

دوسرے دن کے لیے کھانا بچا کر نہ رکھنا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ کسی بھی اُمُّ المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر سے رات کو کھانا برآمد نہ ہوا، یہ ان مقدس ہستیوں کی سادگی اور دنیا سے دوری کی بہت واضح دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاشانۂ اقدس میں اگلے دن کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھا جاتا تھا، جو میسر آتا تناول فرمالیتے پھر اگلے وقت کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پر توکل کرتے۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "ہم نے کبھی بھی مسلسل تین دن تک پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا حالانکہ کھا سکتے تھے مگر (کھانے کے بجائے) ایثار کر دیا کرتے تھے۔"[2]

عظیم الشان ایثار کا مظاہرہ:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ ان حضرات نے بچوں کے لیے رکھا ہوا کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ محقق علی الاطلاق، خاتم المحدثین، حضرت علامہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "وہ بچے بھوکے نہیں تھے، مگر بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بغیر بھوک کے بھی کھانا مانگتے ہیں اس لئے ان کے لئے کھانا رکھا گیا تھا ورنہ اگر وہ بھوکے ہوتے تو مہمان سے پہلے انہیں کھلانا واجب ہوتا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ واجب ترک کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کا بچوں کے بجائے مہمان کو کھلانا غیر شرعی کام نہیں تھا بلکہ عظیم

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب والفضائل، باب جامع المناقب، ۱۰ / ۴۲۴، تحت الحدیث: ۶۲۶۱ ملخصاً۔

2 . . . الترغیب والترھیب، کتاب التوبۃ والزھد، الترغیب فی الزھد فی الدنیا۔۔۔الخ، ۴ / ۶۹، حدیث: ۵۰۰۲۔

الشان ایثار کا مظاہرہ تھا جس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن میں اُن کی تعریف بیان فرمائی۔"[1]

آیات واَحادیث کا محمل اور اِیثار کا معیار:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور اور دیگروہ تمام آیات واحادیث جن میں راہِ خدا میں اپنی محبوب شے خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے ان آیات واحادیث کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ بندہ اپنے کھانے، پینے، پہننے، کپڑے دواؤں کے لیے کچھ نہ رکھے اور نہ ہی اپنے ماں باپ اور اہل وعیال کے لیے کچھ رکھے اور ضرورت مندوں میں اپنا مال تقسیم کرتا پھرے، خواہ وہ خود، اس کے ماں باپ یا اس کے اہل وعیال فاقوں سے مرتے رہیں یا وہ اپنا تمام مال اس طرح خرچ کرڈالے کہ اسے اب دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنا پڑے۔ بلکہ اِن آیات واَحادیث کا صحیح محمل یہ ہے کہ بندہ سب سے پہلے اپنے اوپر، پھر اپنے گھر والوں، اہل وعیال، ماں باپ وغیرہ پر مال خرچ کرے، پھر اپنے دیگر رشتہ داروں اور پھر دیگر لوگوں پر خرچ کرے۔ یعنی پہلے ان کے تمام حقوق اچھی طرح ادا کرے، تمام حقوقِ واجبہ کی صحیح طرح ادائیگی کے بعد جو اضافی مال بچے تو اس میں سے اپنے پسندیدہ اور محبوب مال کو دوسروں پر ایثار کرے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنَا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سب سے پہلے اپنے آپ سے ابتدا کرو اور اس پر صدقہ کرو، اگر بچ جائے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، اگر بچ جائے تو رشتہ داروں پر خرچ کرو، اگر پھر بھی بچ جائے تو اب اپنے سامنے اور دائیں بائیں جو لوگ ہیں ان پر خرچ کرو۔"[2] اسی طرح حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا ہے: "تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو۔" اور مجھے اپنے تمام مال میں سب سے زیادہ پسندیدہ "بَیْرُحَاء" کا باغ ہے تو میں یہ ربّ تعالٰی کی رضا کے لئے صدقہ کرتا ہوں اور میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ہاں اس نیکی کے جمع ہونے کی امید کرتا

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب جامع المناقب، ۴/ ۷۴۰۔

2 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الابتداء فی النفقۃ۔۔۔الخ، ص ۳۸۸، حدیث: ۲۳۱۳۔

ہوں، یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اب آپ اس باغ کا جو چاہیں کریں۔" سرکارِ دوعالَم نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "یہ تو نفع دینے والا مال ہے، تم نے اس کے متعلق جو کہا ہے میں نے سن لیا ہے اب تم ایسا کرو کہ اسے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔" پھر سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردیا۔"[1]

خاتونِ جنت کا عظیم الشان ایثار:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ ۴۴ صفحات پر مشتمل شیخ طریقت، امیر اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے تحریری بیان پر مشتمل رسالے **"مدینے کی مچھلی"** صفحہ ۲۴ پر ہے: "راکبِ دوشِ مصطفےٰ، سَیِّدُ الْاَسْخِیَاء، امام ہمام سَیِّدُنا امام حسن مجتبیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک روز ایک وقت کے فاقے کے بعد ہمارے یہاں کھانے کی ترکیب بنی، میرے بابا جان مولا مشکل کشا، علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم اور میرے چھوٹے بھائی حضرت امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے مگر امی جان سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ابھی نہیں کھایا تھا، انہوں نے جونہی روٹی پر ہاتھ بڑھایا کہ دروازے پر ایک سائل نے صدا دی: "اے بنتِ رسول اللہ! میں دو وقت کا بھوکا ہوں، میرا پیٹ بھر دیجئے۔" امی جان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فوراً کھانے سے ہاتھ روک لیا اور مجھے حکم دیا کہ "جاؤ! یہ کھانا سائل کو پیش کردو، مجھے تو ایک وقت کا فاقہ ہے اور اس نے دو وقت سے نہیں کھایا۔" **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

بھوکے رہ کے خود اوروں کو کھلا دیتے تھے ...... کیسے صابر تھے محمد کے گھرانے والے

کھلانے پلانے کا عظیم الشان ثواب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے! سیدہ خاتون جنت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فاقے کے باوجود اپنا کھانا ایثار فرمادیا، افسوس! اہلِ بیتِ نبوت سے محبت کا دم بھرنے کے باوجود ہم اپنی ضرورت تو کُجا، بچا کھچا کھانا

[1] ... بخاری، کتاب التفسیر، باب لن تنالوا ... الخ، ۳/ ۱۹۳، حدیث: ۴۵۵۴ ملخصاً۔

بھی کسی کو پیش کرنے کے بجائے آئندہ کے لیے فریج میں رکھ چھوڑتے ہیں۔ یقین مانیے! بھوکوں کو کھانا کھلانا اور پیاسوں کو پانی پلانا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اس ضمن میں دو فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ ہوں: **(1)** ”جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک میں کھانا کھلائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بروزِ قیامت جنت کے پھل کھلائے گا اور جو کسی مسلمان کو پیاس میں پانی پلائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بروزِ قیامت مُہر والی پاک وصاف شراب پلائے گا اور جو مسلمان کسی بے لباس مسلمان کو کپڑا پہنائے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا۔“[1] **(2)** ”جو کسی مسلمان کو بھوک میں کھانا کھلا کر سیر کر دے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے جنت میں اس دروازے سے داخل فرمائے گا جس میں سے اس جیسے لوگ ہی داخل ہوں گے۔“[2]

کھلانے پلانے کی توفیق دے دے ...... پئے شاہ کرب و بلا یا الٰہی

مدنی گلدستہ
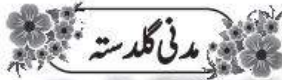
”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) مہمان نوازی کرنا اور اس کی ترغیب دلانا حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وصحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(2) مہمان ربّ تعالیٰ کی رحمت ہے، اسے اپنے اوپر بوجھ سمجھنے کی بجائے اس کی اچھی طرح سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے رضائے الٰہی کے لیے تواضع کرنی چاہیے۔

(3) نیکیوں میں سبقت کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سنت ہے۔

(4) شریعت نے جو حقوق بندے پر واجب کئے ہیں ان کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے اس میں سے اپنے پسندیدہ مال کو خرچ کرنا اور دیگر لوگوں کے لیے ایثار کر دینا بہت فضیلت والا کام ہے۔

(5) گھر میں کوئی مہمان آجائے اور بچے بھوکے ہوں، وہ کھانا مانگیں تو والدین پر واجب ہے کہ انہیں کھانا

---

1 . . . ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ۱۸، ۴/ ۲۰۴، حدیث: ۲۴۵۷۔

2 . . . معجم کبیر، ابوادریس الخولانی۔۔۔الخ، ۲۰/ ۸۵، حدیث: ۱۶۲۔

پہلے دیں ورنہ وہ گناہگار اور جہنم کے حق دار ہوں گے۔

(6) اِسلام اِیثار و خیر خواہی و دیگر مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہمدردی کا درس دیتا ہے، لہٰذا مشکل حالات میں جس قدر ممکن ہو اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنی چاہیے۔

(7) حضور نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کے اہل بیت اطہار نے اپنی پوری زندگی نہایت سادگی، دنیا سے بے رغبتی اور مشکلات پر صبر کرتے ہوئے گزار دی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مہمان نوازی کرنے، مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے، اپنے گھر والوں کے تمام حقوق ادا کرنے اور ایثار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:565

مل کر کھانے میں برکت ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”طَعَامُ الِاثْنَیْنِ کَافِی الثَّلَاثَۃِ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَۃِ کَافِی الْاَرْبَعَۃِ.“[1] وَفِیْ رِوَایَۃٍ لِمُسْلِمٍ، عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: طَعَامُ الْوَاحِدِ یَکْفِی الِاثْنَیْنِ وَطَعَامُ الِاثْنَیْنِ یَکْفِی الْاَرْبَعَۃَ وَطَعَامُ الْاَرْبَعَۃِ یَکْفِی الثَّمَانِیَۃَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر تمام نبیوں کے سرور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کافی ہے اور تین کا کھانا چار کو کافی ہے۔“ مسلم کی ایک روایت میں حضرت سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی پاک صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کو اور دو کا کھانا چار کو اور چار کا کھانا آٹھ کو کافی ہے۔“

---

1 . . . بخاری، کتاب الاطعمۃ، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ۳/ ۵۲۶، حدیث: ۵۳۹۲۔

2 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب فضیلۃ المواساۃ۔۔۔الخ، ص ۸۷۷، حدیث: ۵۳۶۸۔

کفایت کا معنی برکت کا بڑھ جانا ہے:

عَلَّامَه اَبُوحَفْص سِرَاجُ الدِّیْن عُمَر بِنْ عَلِی اِبْنِ مُلَقِّن رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''مراد یہ ہے کہ جس کھانے سے دو آدمی سیر ہو سکتے ہیں وہ تین کو بھی کفایت کرے گا اور جس کھانے سے تین آدمی سیر ہو سکتے ہیں وہ چار کو کفایت کرے گا، اسی طرح دو کا چار کو اور چار کا آٹھ کو کفایت کرتا ہے اور کفایت کے معنی سیر ہونا یا پیٹ بھر جانا نہیں ہے جس طرح غنی اور بہت زیادہ مالدار ہونا کفایت نہیں ہے۔ یہ کفایت لوگوں کی کثرت اور ان کے ہاتھوں کے جمع ہونے کی وجہ سے ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ (اس کے سبب) برکت بڑھا دیتا ہے۔ ایک معنی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب باہم ہمدردی اور خیر خواہی ہوتی ہے تو برکت بڑھ جاتی ہے۔ امام مُہَلَّب رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ان تمام احادیث سے کھانے میں اچھا سلوک، ہمدردی اور اپنی جان پر دیگر لوگوں کو ترجیح دینا مراد ہے۔ اور یہ ایثار ایسی صفت ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے نبی صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے اصحاب کی قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں تعریف فرمائی ہے۔ اس سے کھانے میں برابری وغیرہ مراد نہیں ہے کیونکہ سرکار صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان کہ ''دو کا کھانا تین کو کافی ہے۔'' یہ بقدرِ کفایت پر قناعت اختیار کرنے اور ایثار کرنے پر دلیل ہے جس کی وجہ سے صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کی تعریف بیان کی گئی ہے اور امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے بھی بھوک والے سال عامُ الرَّمادہ میں اِسی کا اِرادہ فرمایا تھا کہ آپ نے ہر گھر والوں کو فرمایا: ''آدھی خوراک سے کوئی ہلاک نہیں ہو گا۔''[1]

(یعنی وہ اپنی پوری خوراک میں اپنے بھائی کو بھی شریک کر لے کہ ایک کا کھانا دو کو کفایت کرے گا۔)

مل کر کھانا مستحب ہے:

امام اِبن مُنذِر رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: ''یہ حدیث اِس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مل کر کھانا مستحب ہے اور بندے کو چاہیے کہ وہ اکیلا نہ کھائے کیونکہ برکت مل کر کھانے میں ہے جیسا کہ حضرت سیدنا وَحشی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی حدیثِ پاک میں ہے کہ سرکارِ مدینہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کہیں دعوت پر تشریف لے گئے تو

---

1 . . . التوضیح، کتاب الاطعمة، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ۲۶ / ۱۳۳، تحت الحدیث: ۵۳۹۲ ملخصاً۔

آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دس دس مہمانوں کو گھر میں داخل فرما کر کھانا کھلایا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”غم مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) کھانا کم ہونے کی صورت میں دو شخصوں کا کھانا تین کو کافی ہوتا ہے یعنی جتنے کھانے سے دو آدمیوں کا پیٹ بھرے گا اتنا کھانا قناعت کے ساتھ تین آدمیوں کو کافی ہو جائے گا۔

(2) اسلام میں قناعت و کفایت شعاری کا درس دیا گیا ہے حتی کہ کھانے میں بھی قناعت و کفایت شعاری سے کام لینا اور اپنے بھائیوں کے لیے کھانا وغیرہ ایثار کر دینا باعثِ فضیلت ہے۔

(3) جہاں چند مسلمان جمع ہوتے ہیں، مل کر کھانا کھاتے ہیں تو وہاں کھانے میں برکت بڑھا دی جاتی ہے۔

(4) مل کر کھانے سے چونکہ کھانے میں برکت ہوتی ہے اس لیے بندے کو چاہیے کہ اکیلے نہ کھائے بلکہ کسی کو شریک کر لے۔

(5) کھانا کھاتے ہوئے بھی اچھی اچھی نیتوں کے ساتھ عمدہ بوٹیاں وغیرہ اپنے بھائیوں پر ایثار کر کے کثیر اجر و ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(6) اگر بندہ غور کرے تو کھانے کے علاوہ بھی دیگر کئی جگہوں پر اپنی آسانی اور سہولت والی چیز یا جگہ کو دیگر مسلمان بھائیوں کے لیے ایثار کر کے ثواب کمایا جا سکتا ہے۔

(7) بندے کو جتنا رزق ملے اسی پر صبر و شکر کے ساتھ قناعت اختیار کرنی چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قناعت اختیار کرنے، اپنی پسندیدہ چیزیں رضائے الٰہی کے لیے اپنے دیگر مسلمان بھائیوں پر ایثار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اخلاص کی دولت عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . التوضیح، کتاب الاطعمة، باب طعام الواحد یکفی الاثنین، ۲٦/ ۱۳۲، تحت الحدیث: ۵۳۹۲ ملخصا۔

حدیث نمبر:566

زائد مال ایثار کرنے کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَہُ، فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”مَنْ کَانَ مَعَہُ فَضْلُ ظَہْرٍ، فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا ظَہْرَ لَہُ، وَمَنْ کَانَ لَہُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَہُ.“ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہُ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِیْ فَضْلٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا، سرکارِ دوعالَم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس کے پاس اضافی سواری ہو تو وہ اُسے دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد زادِ راہ ہو وہ اُسے دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں۔“ راوی کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسی طرح دیگر مال کے بارے میں بھی فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کرلیا کہ ہمارے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں۔

ضرورت مند کی دادرسی:

حدیثِ مذکور میں اونٹ پر سوار ایک شخص کا ذِکر ہے۔ وہ شخص اِدھر اُدھر اس لئے دیکھ رہا تھا کہ اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے مطلوبہ شے مل جائے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زیادہ کسی بھی طرح کا کوئی سا بھی مال ہو تو وہ اسے دے دے جس کے پاس وہ مال نہ ہو۔[2] وہ شخص جس اونٹنی پر سوار تھا یا تو اونٹنی اتنی زیادہ کمزور تھی کہ اب مزید وہ اس سوار شخص کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی تھی جس کی بنا پر اسے پیدل سفر کرنا پڑتا۔ یا پھر اونٹنی کمزور تو نہ تھی لیکن اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ مزید سفر نہیں کر سکتی تھی تو حضور نبی کریم رءُوف رحیم

---

1 . . . مسلم، کتاب المغازی، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، ص ۷۴۲، حدیث: ۴۵۱۷۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ۳/۳۹۱ ملخصاً۔

صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس شخص کے لئے لشکر والوں سے اِضافی سواری طلب فرمائی۔[1] اگرچہ حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے مُطلقاً تمام لوگوں کو ایک دوسرے پر اپنی زائد چیزیں ایثار کرنے کی ترغیب دلائی لیکن حقیقتاً آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اِس اونٹ سوار کی ظاہری کیفیت کو دیکھ کراُس پر رحمت و شفقت کرتے ہوئے اُس کی دادرسی فرمائی۔

اِیثار کی ترغیب دلانا سنت ہے:

حدیثِ مذکور میں بیان ہوا کہ حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اس شخص کی حالت اور کیفیت دیکھ کر دیگر لشکر والوں کو اپنی زائد چیزیں اپنے بھائیوں پر ایثار کرنے کی ترغیب دلائی۔ معلوم ہوا کہ قافلے کا سپہ سالار یا بڑا نگران اپنے ماتحتوں کو ایثار کی ترغیب دلائے کہ ایثار کی ترغیب دلانا سنت ہے۔ عَلَّامَہ اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَيْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں دوستوں اور ساتھیوں پر صدقہ کرنے، سخاوت کرنے، ان کے ساتھ ہمدردی اور احسان کرنے اور ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر ابھارا گیا ہے، نیز اس بات کا بھی بیان ہے کہ قوم کا بڑا (سردار یا نگران یا سپہ سالار وغیرہ) اپنے ساتھیوں کو بغیر احسان جتائے محتاجوں کی مدد کرنے اور انہیں بِلا سوال دینے کی ترغیب دلائے۔“[2]

سخی وہ نہیں جو صرف مانگنے پر دے:

حضرت سَیِّدُنا امام زین العابدین رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: ”سخی وہ نہیں جو مانگنے والوں کو دیتا ہے بلکہ سخی وہ ہے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فرمانبرداروں کے حقوق کی ادائیگی میں پہل کرتا ہے اور اپنی تعریف کا خواہشمند نہیں ہوتا بشرطیکہ بارگاہِ خداوندی سے کامل ثواب کا یقین رکھے۔“[3]

دوست کی خبر گیری نہ کرنے پر افسوس:

ایک شخص اپنے دوست کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا، دوست نے پوچھا: ”کیسے آنا ہوا؟“ اس

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجہاد، باب آداب السفر، ۷/ ۴۴۹، تحت الحدیث: ۳۸۹۸۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب اللقطۃ، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، ۲/ ۳۳، الجزء الثانی عشر۔

3 . . . احیاء العلوم، ۳/ ۳۹۷۔

شخص نے کہا: "مجھ پر چار سو درہم قرض ہیں۔" دوست نے چار سو درہم اس کے حوالے کر دیئے اور پھر گھر کے اندر روتا ہوا پلٹا۔ اس کی بیوی نے کہا: "اگر درہموں سے اتنی ہی محبت تھی تو دیئے کیوں؟" اس نے کہا: "میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میں اس سے بے خبر کیوں رہا حتی کہ اسے مجبور ہو کر میرے دروازے پر آنا پڑا۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کمال یہ نہیں کہ دوستوں کے مانگنے پر اُن کی مدد کی جائے بلکہ کمال تو یہ ہے کہ انکے حالات سے باخبر رہا جائے اور اس سے پہلے کہ وہ شرماتے لجاتے ہم سے اپنا حال کہیں ہم خود جا کر ان کی مدد کر دیں۔

ہمیں اپنے فضل و کرم سے تو کر دے ...... سخاوت کی نعمت عطا یاالٰہی

"جبریل" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ایثار کرنا اور ایثار کی ترغیب دلانا دونوں سنت مبارکہ ہیں۔

(2) ضرورت سے زائد مال ہو تو اسے رضائے الٰہی کے لیے کسی ضررت مند پر ایثار کر دینا چاہیے۔

(3) قوم کا امیر یا نگران جب اپنے کسی ماتحت کو مصیبت میں مبتلا دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیگر لوگوں کو اس کی مدد و دادرَسی کی ترغیب دلائے۔

(4) سخی وہ نہیں جو مانگنے پر دے بلکہ سخی وہ ہے جو رضائے الٰہی کے لیے بن مانگے محتاجوں کو دے اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کرے۔

(5) بندے کو چاہیے کہ وہ رضائے الٰہی کے لیے اپنے رشتہ داروں، پڑوسیوں دوست واَحباب کی مالی ضرورتوں پر نظر رکھے اور ان کے مانگنے سے پہلے ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوست واَحباب ودیگر ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور اُن کی مالی ضرورتیں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم البخل وذم حب المال، حکایات الاسخیاء، ٣/ ٣١١۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:567

مُبارک کفن

عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ اِمْرَاَۃً جَاءَتْ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَۃٍ مَنْسُوْجَۃٍ، فَقَالَتْ: نَسَجْتُھَا بِیَدَیَّ لِاَکْسُوَکَھَا، فَاَخَذَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَیْھَا، فَخَرَجَ اِلَیْنَا وَاِنَّھَا اِزَارُہُ، فَقَالَ فُلَانٌ: اُکْسُنِیْھَا مَا اَحْسَنَھَا! فَقَالَ: نَعَمْ! فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاھَا، ثُمَّ اَرْسَلَ بِھَا اِلَیْہِ: فَقَالَ لَہُ الْقَوْمُ: مَا اَحْسَنْتَ! لَبِسَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَیْھَا، ثُمَّ سَاَلْتَہُ وَعَلِمْتَ اَنَّہُ لَا یَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ: اِنِّیْ وَاللہِ مَا سَاَلْتُہُ لِاَلْبِسَھَا، اِنَّمَا سَاَلْتُہُ لِتَکُوْنَ کَفَنِیْ. قَالَ سَھْلٌ: فَکَانَتْ کَفَنَہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک خاتون حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں بُنی ہوئی چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی: ”میں نے اِسے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ میں یہ آپ کو پہنانے کی سعادت حاصل کروں۔“ حضور نبی پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے قبول فرمالیا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُسی چادر کو پہن کر ہمارے پاس تشریف لائے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ”کتنی اچھی ہے آپ یہ مجھے پہنا دیجئے۔“ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ٹھیک ہے۔“ پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہیں تشریف فرما رہے، جب واپس تشریف لے گئے تو چادر کو لپیٹا اور اُس شخص کے لئے بھجوادی۔ لوگوں نے اس سے کہا: ”یہ تم نے اچھا نہیں کیا کیونکہ سرکارِ دوعالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس چادر کو ضرورت کی وجہ سے پہنا تھا پھر بھی تم نے یہ چادر مانگ لی اور تمہیں معلوم بھی ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کا سوال رَدّ نہیں فرماتے۔“ اس نے

1 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن۔۔۔الخ، ۱/ ۴۳۱، حدیث: ۱۲۷۷، بخاری، کتاب البیوع، باب ذکر النساج، ۲/ ۱۷، حدیث: ۲۰۹۳۔

کہا: ”خدا کی قسم! یہ میں نے پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ میں اس مبارک چادر کو اپنا کفن بناؤں گا۔“ راوی یعنی حضرت سَیِّدُنا سہل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اُس خوش نصیب صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اسی مبارک چادر کا کفن دیا گیا تھا۔“

خوش نصیب صحابیہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں بیان ہوا کہ ایک صحابیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اپنے ہاتھ سے بنی ہوئی چادر پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اقدس میں نذر کی، یقیناً اس صحابیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا چادر تیار کرنا بھی عبادت، اسے بارگاہِ رسالت میں لانا بھی عبادت اور اسے رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں نذر کرنا بھی عبادت تھی اور یہ ان کی سعادتوں کی معراج اور انتہائی خوش نصیبی تھی کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کا تحفہ قبول فرمالیا۔

اِیثار کا عملی مظاہرہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایثار کا عملی مظاہرہ ہے۔ جو چادر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دی گئی وہ بہت خوبصورت تھی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کی ضرورت بھی تھی مگر جیسے ہی سائل نے مانگی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُسے عطا فرمادی۔ اس حدیثِ پاک میں جہاں حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ایثار کا بیان ہے وہیں آپ کے حُسنِ اخلاق اور سخاوت کا تذکرہ بھی ہے۔

مبارک چادر حاصل کرنے والے صحابی:

”حدیثِ مذکور میں جس صحابیِ رسول کا ذکر وہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ[1] یا حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے۔“[2] واضح رہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی الایثار والمواساۃ، ۲/ ۵۵۲، تحت الحدیث: ۵۶۲۔

2 ... فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۱۱۲۔

رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا شمار اُن دس 10 جلیل القدر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں ہوتا ہے جنہیں تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری عطا فرمادی تھی۔ سَیِّدُنا عبد الرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نہایت ہی مالدار صحابی تھے، لیکن اس کے باوجود سادہ زندگی بسر فرماتے تھے اور راہِ خدا میں خرچ کرنا آپ کی عادات میں شامل تھا۔ مال کی وجہ سے آنے والی آزمائش و سرکشی سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگتے، خوشی ہو یا غمی ہر حال میں ربّ تعالیٰ کی بارگاہ سے لو لگائے رکھتے، قلب و نگاہ کے ذریعے عبرت حاصل کرتے رہتے، نہایت ہی خوف خدا رکھنے والے تھے، غریبوں، مسکینوں پر اِحسان فرماتے ہوئے انہیں اپنے ہاتھوں سے عطیات دیتے، نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں تمام شُرفاء کا سردار قرار دیا، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور اہلِ بیتِ اَطہار کی خوب خدمت کرتے، بارگاہِ رسالت سے آپ کو زمین و آسمان میں امین ہونے کی سند عطا ہوئی، زمین میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے وکیل ہونے کا لقب بھی عطا ہوا، الغرض آپ کی ذاتِ مبارکہ خیر و بھلائی کا مجموعہ تھی، عشقِ رسول آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نس نس میں بھرا ہوا تھا، نہ صرف سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات سے محبت فرماتے بلکہ ہر اس چیز سے بھی محبت فرماتے جس کو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نسبت ہو جاتی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سیرتِ طیبہ کیلئے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۳۲ صفحات پر مشتمل کتاب ”حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ“ کا مطالعہ کیجیے۔

ایثار کی پانچ مختصر حکایات:

(1) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بکری کی سری تحفہ میں پیش کی گئی تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ میرے فلاں بھائی کو مجھ سے زیادہ ضرورت ہوگی سری اس کی طرف بھیج دی، اس نے بھی یہی سوچ کر آگے بھجوادی حتی کہ وہ سری سات گھروں میں گھومتی ہوئی پھر پہلے گھر میں آگئی۔“[1] یعنی ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر ایثار کیا۔

---

[1] ... احیاء العلوم، ۳/ ۵۷۷ ملخصاً۔

(2) حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا بیمار ہوئے تو انگور کھانے کی خواہش ہوئی، آپ کی زوجہ محترمہ حضرت سَیِّدَتُنا صفیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے ایک درہم کے انگور منگوا لیے، اتنے میں ایک سائل آیا تو آپ نے وہ انگور اسے دے دیے، زوجہ محترمہ نے دوبارہ انگور منگوائے، پھر سائل آ گیا تو آپ نے وہ انگور بھی سائل کو دے دیئے۔[1] (3) حضرت سَیِّدُنا عباس بن دہقان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کے علاوہ کوئی شخص دنیا سے ایسے نہیں گیا جیسے آیا تھا۔ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا، آپ نے اپنی قمیص اتار کر اسے دے دی اور اپنے لیے ادھار کپڑا لے لیا، پھر اسی میں انتقال فرمایا۔"[2] (4) مروی ہے کہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت سَیِّدُنا امام شعبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ایک سائل آیا، اس وقت آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس کچھ نہ تھا، آپ نے گھر کی چھت سے ایک لکڑی نکال کر سائل کو دے دی اور ساتھ میں معذرت بھی کی۔[3] (5) حضرت سَیِّدُنا ابو جہم بن حذیفہ عدوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "میں جنگِ یرموک میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا، میرے پاس ان کے لیے کچھ پانی تھا، جب میں ان کے پاس پہنچا تو وہ زندہ تھے۔ میں نے پوچھا پانی پلاؤں تو انہوں نے اشارے سے ہاں میں جواب دیا، لیکن قریب سے کسی کے کراہنے کی آواز آئی تو انہوں نے اس کی جانب اشارہ کیا، میں وہاں گیا تو وہ حضرت ہشام بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے میں نے ان سے پانی پلانے کا پوچھا، اتنے میں قریب سے کسی اور کے کراہنے کی آواز آئی تو انہوں نے وہاں اشارہ کیا، جب میں تیسرے کے پاس پہنچا تو وہ انتقال کر چکا تھا، میں واپس حضرت ہشام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس آیا تو وہ بھی انتقال کر چکے تھے، پھر میں اپنے چچازاد بھائی کی طرف آیا تو وہ بھی انتقال کر چکے تھے، اللہ عَزَّوَجَلَّ ان تمام پر رحمت نازل فرمائے۔[4]

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو! آمین

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، فصل ماجاء فی الایثار، ۳/ ۲۵۹، حدیث: ۳۴۸۱ ملخصاً۔

2 . . . احیاء العلوم، ۳/ ۷۷۷۔

3 . . . احیاء العلوم، ۳/ ۷۷۶۔

4 . . . احیاء العلوم، ۳/ ۷۷۶ ملخصاً۔

اسلام کے پانچ ارکان کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حاکمِ اسلام یا کسی بھی دِینی معزز شخصیت سے بطورِ تَبَرُّک کوئی چیز مانگنا جائز ہے۔

(2) اپنی زندگی میں ہی اپنا کفن تیار کر کے رکھنا جائز ہے۔

(3) حضور نبی رحمت شَفِیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے در سے کوئی سوالی خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔

(4) حضور نبی پاک صاحب لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسمِ اقدس سے لگنے والی بلکہ آپ سے نسبت رکھنے والی ہر شے بابرکت ہے۔

(5) اپنی ضرورت کی چیزیں دوسروں پر ایثار کرنا بلند ہمت لوگوں کا کام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایثار، ادب، علم و حکمت اور دِین پر اِستقامت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 568

ایثار کرنے والوں کی حوصلہ افزائی

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ الْاَشْعَرِیِّیْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِی الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِیَالِھِمْ بِالْمَدِیْنَةِ جَمَعُوْا مَا کَانَ عِنْدَھُمْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْہُ بَیْنَھُمْ فِیْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِیَّةِ فَھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو مُوسیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اشعری قبیلے کے لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب جنگ میں اُن کا زادِ راہ

[1] ۔۔۔ بخاری، کتاب الشرکة، باب الشرکة فی الطعام۔۔۔الخ، ۲/ ۱۴۱، حدیث: ۲۴۸۶۔

ختم ہو جاتا ہے یا مدینہ طیبہ میں اُن کے اَہل و عیال کی خوراک کم رہ جاتی ہے تو جو کچھ اُن کے پاس ہوتا ہے اُسے ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں، پھر ایک برتن میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں، پس وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں۔"

وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں:

عمدۃ القاری میں ہے: "اس حدیثِ پاک میں اشعری قبیلے والوں کے ایثار اور باہمی ہمدردی کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے ایثار کی گواہی دی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ یعنی طاعتِ اِلٰہی میں وہ میرے راستے پر ہیں، یا یہ مطلب ہے کہ جس طرح میں مسلمانوں سے ہمدردی کرتا ہوں اسی طرح وہ بھی ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے ہیں"[1]

سَیِّدُنا ابو ذر غفاری کا عمدہ اونٹ:

مشہور صحابی حضرت سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مدینہ منورہ کی ایک قریبی بستی میں رہا کرتے تھے، گزر بسر کے لیے آپ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک کمزور سا چرواہا۔ ایک بار خاندانِ بنو سُلَیْم کے ایک صاحب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حاضرِ خدمت ہو کر عرض گزار ہوئے: "حضور! مجھے اپنی صحبت میں رہنے کی اِجازت مرحمت فرمایئے۔ فیض بھی حاصل کروں گا اور آپ جناب کے چرواہے کا ساتھ بھی دے دیا کروں گا۔" سَیِّدُنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے ساتھ رہنے کی شرط یہ ارشاد فرمائی کہ آپ کو میری اطاعت کرنی ہوگی۔ عرض کی: "کس بات میں؟" فرمایا: "جب میں اپنے مال میں سے کوئی چیز راہِ خدا میں دینے کا کہوں تو سب سے بہترین شے دینی ہوگی۔" انہوں نے منظور کر لیا اور صحبت سے فیضیاب ہونے لگے۔ ایک دن غرباء کی امداد کے لیے سیدنا ابو ذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں اونٹ لانے کا حکم دیا، اولاً انہوں نے عمدہ اونٹ لے جانے کا ارادہ کیا لیکن بعد ازاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ضرورت وغیرہ کی وجہ سے اس کے

---

[1] ۔۔۔ عمدۃ القاری، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام۔۔۔ الخ، ۹ / ۲۶۳، تحت الحدیث: ۲۴۸۶ ملتقطاً۔

بدلے بہترین اونٹنی پیش کر دی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”تم نے خیانت کی۔“ وہ گئے اور وہی عمدہ اونٹ ہی لے آئے۔ فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا: ”کیا تم اپنا وعدہ بھول گئے تھے؟“ عرض کیا: ”مجھے وعدہ یاد تھا لیکن آپ کی ضرورت کے پیش نظر اس عمدہ اونٹ کو چھوڑ دیا۔“ فرمایا: ”کیا میں تمہیں اپنی ضرورت کا دن نہ بتادوں؟ سن لو میری ضرورت کا دن تو وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں تنہا ڈال دیا جاؤں گا۔“(1)

”اِیثار“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مشکل وقت میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا اور انہیں اپنی ضرورت کی چیزوں سے حصہ دینا عظیم لوگوں کا شیوہ ہے۔

(2) جب خوراک کی قلت ہو تو سب اپنا اپنا کھانا ساتھ ملا لیں اور مل کر کھائیں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس جمع شدہ کھانے میں برکت ہوگی اور وہ سب کو کفایت کرے گا۔

(3) قوم کا آپس میں مل جل کر رہنا اور دکھ سکھ میں ایک دوسرے کا ساتھ دینا قابلِ تعریف عمل ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان راہِ خدا میں اپنی بہترین چیز خرچ کیا کرتے تھے۔

(5) ایثار و ہمدردی کی ترغیب دلانا حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی راہ میں خرچ کرنے اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . تفسیر درمنثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/ ۲۶۱۔

باب نمبر:63

اُمورِ آخرت میں آگے بڑھنے کا بیان

اُمورِ آخرت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مُتَبَرَّک چیزوں کی زیادتی چاہنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! کسی کے مقابلے میں کوئی کام کرنا انسانی فطرت ہے، مقابلے میں جو کام کیا جاتا ہے وہ نسبتاً بہتر اور اچھے انداز سے کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مقابلے میں کام کرنے کی کئی لوگ ایک دوسرے کو ترغیب بھی دلاتے رہتے ہیں کہ فلاں سے فلاں کام میں تمہارا مقابلہ ہے، تم نے اس سے اس کام میں آگے نکلنا ہے۔ جس طرح دنیادار لوگ دُنیوی اُمور میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں ویسے ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی بھرپور کوشش کرتے اور آخرت کی تیاری والے اُمور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ باہمی مقابلہ دُنیوی فاسد اَغراض جیسے حسد، تکبر، حُبِّ جاہ، حُبِّ شُہرت، طلبِ مال وغیرہ سے پاک ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک بندوں کو تبرکات کی بھی بہت چاہت ہوتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ بابرکت اَشیاء ہمارے پاس آئیں اور وہ ہماری نیکیوں میں رغبت اور گناہوں سے بے رغبتی میں معاون بنیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"اُمورِ آخرت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور مُتبرک چیزوں کی زیادتی چاہنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیت اور 2 اَحادیث بیان فرمائی ہیں، پہلے آیت کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

اعلیٰ ودائمی نعمتوں کی رغبت وخواہش

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ فِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾

(پ ۳۰، المطففین: ۲۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اسی پر چاہیے کہ للچائیں للچانے والے۔

اس سے پہلی آیات میں جنت، اس کی نعمتوں بالخصوص جنتی شراب اور اَہلِ جنت کا بیان ہے۔ اس آیت میں فرمایا گیا کہ نیکیوں کی طرف سبقت کرکے برائیوں سے کنارہ کَش ہو کر اُن اعلیٰ ودائمی نعمتوں کی رغبت وخواہش کرنی چاہیے۔ دنیا اور اس کی فانی نعمتوں کے حُصُول کے لئے دوسروں کی رِیس نہیں کرنی

چاہیے۔ عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یعنی جنّت کی خاص شراب یا اہلِ جنت کے جو اَحوال پچھلی آیات میں بیان ہوئے ان کے حصول کے لئے للچانے والوں کو للچانا چاہیے نہ کہ دنیا کی فانی اور جلد خراب ہونے والی نعمتوں میں۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ اَعمالِ صالحہ بجالا کر گناہوں سے دور رہ کر جنّت کی خاص شراب کا مستحق بننے کی کوشش کرے۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 569

مُتَبَرَّک مَشروب

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اُتِيَ بِشَرَابٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِيْنِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ الْاَشْيَاخُ. فَقَالَ لِلْغُلَامِ: اَتَأْذَنُ لِيْ اَنْ اُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ؟ فَقَالَ الْغُلَامُ: لَا! وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَا اُوْثِرُ بِنَصِيْبِيْ مِنْكَ اَحَدًا. فَتَلَّهُ رَسُوْلُ اللهِ فِيْ يَدِهِ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں مشروب لایا گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا۔ آپ کے دائیں جانب ایک نوعمر لڑکا اور بائیں جانب بڑی عمر کے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس لڑکے سے فرمایا: ”کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں یہ مشروب انہیں دے دوں؟“ اس نوعمر لڑکے نے عرض کی: ”نہیں، **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ کی طرف سے ملنے والے اپنے اس حصے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔“ پس حضور نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ مشروب اُس نوعمر لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا۔

سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن عباس کا تعارف:

حدیثِ مذکور میں جس نوعمر لڑکے کا ذِکر ہے وہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

---

1. . . . تفسیر روح البیان، پ ۳۰، المطففین، تحت الآیۃ: ۲۶، ۱۰/ ۳۷۱۔
2. . . . بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب اذا اذن لہ او احلہ۔۔۔ الخ، ۲/ ۱۲۹، حدیث: ۲۴۵۱۔

ہیں[1] جو حضور نبی اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہِ رِسالت سے بے شمار فضائل وبرکات حاصل ہوئے، آپ کو حِبْرُالْاُمَّۃ کہا جاتا ہے، حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو گھٹی دی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی دیکھا ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ کو اپنے سینے سے لگا کر یوں دعا دی: ''اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے حکمت کا علم عطا فرما۔''[2]

دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ جب محفل میں دائیں بائیں لوگ موجود ہوں اور کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو دائیں جانب والوں سے ابتدا کی جائے اگرچہ وہ علم وعمر میں کم ہوں۔ ہاں! ان کی اجازت سے دوسروں کو مُقَدَّم کیا جاسکتا ہے۔ سیدھے ہاتھ سے شروع کرنا سنتِ مبارکہ ہے۔ چنانچہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ''حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دائیں جانب سے وضو کرنا پسند فرماتے، اِسی طرح کنگھا بھی سیدھی طرف سے ہی کرتے اور نعلین شریفین پہننے کا اِرادہ فرماتے تو پہلے سیدھا قدم سیدھے نعل شریف میں داخل فرماتے تھے۔''[3]

دائیں طرف کے اَعرابی کو دیا:

حضرت سَیِّدُنا اَنس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اَقدس میں بکری کا دودھ پیش کیا گیا جس میں کنویں کا پانی ملایا گیا تھا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس میں سے کچھ نوش فرمایا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بائیں جانب حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ تھے اور دائیں جانب ایک اَعرابی بیٹھا تھا اور حضرت سَیِّدُنا فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لگ رہا تھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خود نوش فرمانے کے بعد اعرابی کو دے

1 . . . ریاض الصالحین، باب التنافس فی امور الآخرۃ۔۔۔الخ، ص ۱۷۷۔

2 . . . اسد الغابۃ، عبداللہ بن عباس۔۔۔الخ، ۳/۲۹۵، ۲۹۶ ملخصاً۔

3 . . . ترمذی، کتاب الشمائل، باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۵/۵۰۹، حدیث: ۳۴۔

دیں گے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اپنا بچا ہوا مبارک دودھ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دے دیجئے۔“ رسولِ کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ بچا ہوا مُتبرک دودھ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دینے کے بجائے اپنی دائیں جانب بیٹھے ہوئے اَعرابی کو دیتے ہوئے فرمایا: ”دائیں طرف سے شروع کرو، دائیں طرف سے۔“[1]

مذکورہ اَحادیث کے متعلق ایک اہم وضاحت:

بعض احادیث میں بڑوں کو مقدم کرنے کا حکم دیا گیا ہے[2] جبکہ مذکورہ بالا دونوں اَحادیث میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ان میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ اگر مجلس میں لوگ بغیر کسی ترتیب کے اکٹھے بیٹھے ہوئے ہوں، دائیں جانب یا بائیں جانب کی تعیین نہ ہو تو ایسی صورت میں بڑوں سے ہی شروع کیا جائے گا۔ لیکن اگر حلقہ بنا کر ترتیب سے بیٹھے ہوں تو اس صورت میں دائیں طرف سے ہی تقسیم شروع کی جائے گی۔ حضرت سیدنا امام مُہَلَّب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”ہر شے میں سن رسیدہ یعنی بزرگوں کو مُقدَّم کرنا اَولیٰ ہے، جبکہ لوگ ترتیب وار نہ بیٹھے ہوں، اگر ترتیب وار بیٹھے ہوں تو دائیں طرف سے شروع کرنا ہی سنت ہے۔“[3]

حصولِ تبرکات کے لیے کوشش:

حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ والی حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہیے، جسے تبرک ملا اگر وہ کسی اور کو نہ دے اگرچہ وہ اس سے عمر، علم و مقام و مرتبے میں بڑا ہو تو اس میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی نہیں۔ جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا حالانکہ اس وقت محفل میں کبار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان بھی موجود تھے لیکن انہوں نے اس متبرک مشروب میں سے کسی کو کچھ نہ دیا اور عرض کی کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ملنے والے تبرک میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

---

1. . . بخاری، کتاب المساقاۃ، باب فی الشرب، ۲/ ۹۵، حدیث: ۲۳۵۲۔
2. . . بخاری، کتاب الوضوء، باب دفع السواک الی الاکبر، ۱/ ۱۰۳، حدیث: ۲۴۶۔
3. . . التوضیح، کتاب الوضوء، باب دفع السواک الی الاکبر، ۳/ ۵۳۲، تحت الحدیث: ۲۴۶۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرکات کو کسی طرح حاصل کرلیں، تبرکات کے حصول میں صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کا عشقِ رسول سے بھرپور ایساوالہانہ انداز ہوتا تھا کہ کفار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سرکارِ مکہ مکرمہ، سردارِ مدینہ منورہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے ساتھ عمرہ کرنے تشریف لائے تو کفارِ مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت مُتَمَوَّل (یعنی مالدار) شخص تھے، تحقیقِ حال کے لیے مسلمانوں کے طرف بھیجا، انہوں نے واپس آکر کفارِ مکہ کو یہ تاثرات دیے: (1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب تھوکتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے تھوک کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتے ہیں، اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے ہیں۔ **(2)** جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی حکم دیتے ہیں تو ان کے اصحاب اسے پورا کرنے میں بہت جلدی کرتے ہیں۔ **(3)** جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا غُسَالہ یعنی دھوون لینے کے لیے اس طرح کوشش کرتے ہیں گویا ابھی ان کے درمیان قتال شروع ہوجائے گا۔ **(4)** **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کوئی بال جسمِ اَقدس سے گرنے نہیں پاتا، اگر احیاناً (کبھی) جدا ہوا تو صحابہ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ **(5)** جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گفتگو کرتے ہیں تو اُن کے اَصحاب نہایت ہی ادب واحترام وخاموشی کے ساتھ اُن کی گفتگو سنتے ہیں۔ **(6)** **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَصحاب ان کی حد درجہ تعظیم وتکریم کی وجہ سے ان کے چہرہ اقدس کی طرف نظر نہیں کرتے ہیں۔ **(7)** **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں بڑے بڑے بادشاہوں، قیصر وکسریٰ ونجاشی بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں لیکن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے اَصحاب کو اُس کی ایسی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جیسا **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَصحاب اُن کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں۔ بعد ازاں سیدنا عُروہ بن مَسعود ثقفی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مُشَرَّف با اسلام ہوگئے۔[1]

---

[1] ...بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط...الخ، ۲/۲۲۵، حدیث: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲ ملخصاً، تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۶، الفتح، تحت الآیۃ: ۱۔

صحابہ کرام اور رسولُ اللہ کے تبرکات:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرکات کی حد درجہ تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے، صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی تبرکاتِ نبوی کے ساتھ یہ تعظیم و تکریم نہ صرف آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حیاتِ طیّبہ میں تھی بلکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اُن تبرکات نبوی کی ویسے ہی تعظیم کیا کرتے تھے، چند ایمان افروز واقعات ملاحظہ فرمایئے: **(1)** مقامِ حدیبیہ میں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بال مبارک جب ترشوائے تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے انہیں تقسیم کرلیا۔ حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ عمارہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال مبارک حاصل کرلئے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصالِ ظاہری کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے صحت عطا فرمادیتا۔[1] **(2)** حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور تاجدارِ رِسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہمارے یہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ نیند کی حالت میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پسینہ آیا، میری ماں اُمِّ سُلَیم نے ایک شیشی لی اور آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پسینہ مبارک اس میں ڈالنے لگیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیدار ہوئے تو فرمانے لگے: ''اُمِّ سُلَیم تم یہ کیا کررہی ہو؟'' انہوں نے عرض کیا: ''یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں اور وہ سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو ہے۔''[2] دوسری روایت میں ہے کہ اُمِّ سُلَیم نے یوں عرض کیا: ''یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم اپنے بچوں کے لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عرق مبارک کی برکت کے امیدوار ہیں۔'' آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''تو نے سچ کہا۔''[3] **(3)** ایک صحابی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولُ **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کفن کے لیے آپ کی مستعمل چادر لی اور

---

1 . . . مدارج النبوۃ، قسم سوئم، باب ششم، ۲/۲۱۷۔

2 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک بہ، ص ۹۷۸، حدیث: ۲۰۵۵۔

3 . . . مسلم، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک بہ، ص ۹۷۸، حدیث: ۲۰۵۶۔

پھر اُن صحابی کے انتقال کے بعد اسی چادر میں اُن کو کفنایا گیا۔[1] **(4)** حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا آخری وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ اُنہیں اُس قمیص میں کفن دیا جائے جو حضور نبی اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں عطا فرمائی تھی اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے، ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ انہیں باریک کرکے اُن کی آنکھوں اور دہن پر رکھ دیے جائیں۔ فرمایا: "یہ کام انجام دینا اور مجھے اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن کے سپرد کردینا۔[2] **(5)** امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے پاس مُشک تھی، آپ نے وصیت فرمائی کی ان کی میت کو وہ مُشک لگائی جائے کیونکہ وہ حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جَسَدِ اَطْہَر سے مَس ہوئی مُشک تھی۔[3] **(6)** حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (بوقت وفات) فرمایا: "یہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا موئے مبارک ہے، اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو۔" چنانچہ وہ موئے مبارک اُن کی زبان کے نیچے رکھ دیا گیا اور اسی حالت میں تدفین کردی گئی۔[4] **(7)** حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دو جہاں کے تاجور، سلطانِ بحر وبَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ایک چھڑی تھی، جب ان کا وصال ہوا تو اس مبارک چھڑی کو ان کے پہلو اور ان کی قمیص کے درمیان رکھ کر ان کی تدفین کردی گئی۔[5] **(8)** حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی لختِ جگر حضرت سَیِّدَتُنا زینب یا حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ کلثوم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے وصال کے بعد ان کو غسل دینے والی خواتین سے فرمایا: "اسے پانی اور بیری کے پتوں سے تین مرتبہ، یا پانچ مرتبہ یا اگر تم مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ بار غسل دینا آخری بار کافور یا کافور کی طرح کی کوئی دوسری چیز ملا لینا اور فارغ ہونے کے بعد مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ غسل سے فراغت کے بعد جب اطلاع

---

1. ۔۔۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن۔۔۔الخ، ۱/ ۴۳۱، حدیث: ۱۲۷۷۔
2. ۔۔۔ اسد الغابہ، باب المیم والعین، معاویۃ بن صخر، ۵/ ۲۲۳۔
3. ۔۔۔ مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز، باب فی المسک فی الحنوط۔۔۔الخ، ۳/ ۱۴۳، حدیث: ۲۔
4. ۔۔۔ الاصابۃ، انس بن مالک، ۱/ ۲۷۶، رقم: ۲۷۷۔
5. ۔۔۔ مسند بزار، مسند انس بن مالک، ۱۳/ ۳۳۸، حدیث: ۶۹۴۰۔

دی گئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا تہبند شریف دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”یہ اس کے بدن سے متَّصِل رکھنا۔“[1] (9) امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی والدہ ماجدہ حضرت سَیِّدَتُنا فاطمہ بنتِ اسد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا جب وصال ہوا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی قبر میں لیٹے اور اپنا کُرتا اتار کر انہیں پہنایا۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ”میں نے اسے کُرتا اس لیے پہنایا تاکہ اسے جنتی کپڑے ملیں اور اس کی قبر میں اس لیے لیٹا تاکہ قبر کے دبانے سے محفوظ رہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”تبرُّکاتِ نبوی“ کے 10 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) تمام اچھے اُمور کی ابتدا سیدھے ہاتھ سے کرنی چاہیے کہ یہ سنت ہے۔

(2) محفل میں کوئی چیز تقسیم کرنی ہو تو اگر لوگ بغیر ترتیب کے اکٹھے بیٹھے ہیں تو بزرگوں کو پہلے دی جائے اور اگر ترتیب کے ساتھ دائرہ، لائن یا صف وغیرہ بنا کر بیٹھے ہیں تو دائیں طرف سے شروع کی جائے۔

(3) حضرت سَیِّدُنا **عبد اللّٰہ** بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہِ رسالت سے بہت فضائل حاصل ہوئے۔

(4) **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے جسمِ اَطہر سے مَس ہونے والی شے بہت بابرکت بن جاتی ہے۔

(5) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے تبرکات سے فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔

(6) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرکات حاصل کرنے میں اتنی کوشش کرتے تھے گویا آپس میں ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے حالانکہ وہ لڑتے نہیں تھے۔

(7) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرکات کو اپنے پاس محفوظ رکھتے، اُن سے برکت حاصل کرتے بلکہ انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے۔

(8) بعض صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے تو وصیت فرمائی کہ انہیں حضور تاجدارِ مدینہ قرارِ قلب و سینہ صَلَّی

---

[1] ۔۔۔بخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوئہ۔۔۔الخ، ۱/ ۴۲۵، حدیث: ۱۲۵۳۔

[2] ۔۔۔معرفۃ الصحابۃ، فاطمۃ بنت اسد۔۔۔الخ، ۵/ ۲۸۵، رقم: ۷۶۹۰۔

اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تبرکات کے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔

(9) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی جیسی تعظیم کرتے تھے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباری بھی اُن کی ویسی تعظیم نہیں کیا کرتے تھے۔

(10) بزرگوں کی گفتگو کے دوران خاموشی اختیار کرنا، کچھ نہ بولنا بھی ادب و تعظیم سے ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک بندوں کی تعظیم کرنے، تبرکاتِ نبوی کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:570

سونے کی ٹڈیاں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قَالَ: بَیْنَا اَیُّوْبُ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَغْتَسِلُ عُرْیَاناً، فَخَرَّ عَلَیْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ، فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْثِیْ فِیْ ثَوْبِهٖ، فَنَادَاهُ رَبُّهٗ عَزَّوَجَلَّ: یَا اَیُّوْبُ! اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَیْتُكَ عَمَّا تَرٰی؟ قَالَ: بَلٰی وَعِزَّتِكَ! وَلٰكِنْ لَا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَكَتِكَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ راحت قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک مرتبہ حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام لباس اُتار کر غسل فرما رہے تھے کہ اُن پر سونے کی ٹڈیاں گریں، وہ اُنہیں اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اُن سے اِرشاد فرمایا: ”اے ایوب! کیا میں نے تمہیں اِس سے غنی نہیں کر دیا جسے تم دیکھ رہے ہو؟“ عرض کی: ”کیوں نہیں، تیری عزت کی قسم! لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں۔“

ربّ کا فضل و کرم اور برکت و رحمت:

حدیثِ مذکور میں بیان کیا گیا کہ حضرتِ سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر جب آسمان سے سونے کی ٹڈیاں گریں تو آپ انہیں اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ ٹڈیاں لالچ یا

[1] ... بخاری، کتاب الغسل، باب من اغتسل عریانا۔۔۔ الخ، ۱/ ۱۱۵، حدیث: ۲۷۹۔

کسی دُنیاوی غرض کی وجہ سے نہ اٹھائیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل و کرم اور اس کی برکت و رحمت سمجھ کر اُٹھائیں۔ اسی لئے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ”الٰہی! میں تیرے کرم سے دنیاوی مال سے تو بے نیاز ہوں لیکن تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں۔“

سونے کی ٹڈیوں کی وضاحت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ٹڈیوں کی بارش ظاہر یہی ہے کہ اوپر سے ہوئی تھی اور یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ان کے لیے اِکرام تھا اور اُن کے حق میں معجزہ تھا۔ سونے کی ٹڈیوں کے بارے میں دو قول ہیں: ایک تو یہ کہ وہ حقیقتاً روح والی ٹڈیاں تھیں بس ان کا جسم سونے کا تھا، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ سونا ٹڈیوں کی شکل میں تھا ان میں روح نہ تھی، دوسرا معنیٰ زیادہ ظاہر ہے۔“[1]

ٹڈیوں کے بابرکت ہونے کی وُجوہات:

دلیل الفالحین میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کا حضرتِ سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر خاص کرم تھا کہ آسمان سے ٹڈیوں کی شکل میں اُن پر سونا برسا۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے حُصُولِ برکت کے لئے وہ ٹڈیاں اٹھائی تھیں۔ اُن کے بابرکت ہونے کی کئی وجوہ بیان کی گئی ہیں: (1) وہ عالَمِ تکوین سے قریب تھیں اس لئے بابرکت تھیں۔ جیسا کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جسمِ اَقدس سے کچھ کپڑا ہٹا لیا اور بارش کا پانی جسمِ نازنین پر آنے دیا۔ (2) یہ خلافِ عادت ایک نئی نعمت تھی اور نئی نعمت کا حق ہے کہ اسے چاہت سے لیا جائے کہ ایسی نعمت سے اِعراض کرنا ناشکری شمار ہوتا ہے۔ (3) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ٹڈیاں حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے لئے بطورِ معجزہ ظاہر ہوئیں اور جو اشیاء کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزے سے ظاہر ہوں وہ بابرکت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان معجزات کو باعثِ برکت شمار کرتے تھے۔“[2]

---

[1] ... دلیل الفالحین، باب التنافس فی امور الآخرۃ، ۲/ ۵۲۰، تحت الحدیث: ۵۲۹۔

[2] ... دلیل الفالحین، باب التنافس فی امور الآخرۃ، ۲/ ۵۲۱، تحت الحدیث: ۵۲۹۔

میں تیری عطا سے بے نیاز نہیں:

مرآۃ المناجیح میں حدیثِ مذکور کی جو شرح کی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے: یہ واقعہ حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے مرض سے شفا پانے کے بعد کا ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی شفایابی کے بعد رب تعالیٰ نے آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ محترمہ کو جوانی و صحت بخشی، کثیر مال واَولاد سے نوازا۔ ایک روز آپ عَلَیْہِ السَّلَام غسل فرما رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیوں کی برسات ہوئی، آپ انہیں جمع کرنے لگے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں نے تمہیں مال و اولاد کے ذریعے بے نیاز نہیں کر دیا؟“ عرض کی: ”الٰہی! میں دُنیاوی مال سے بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں۔ یعنی میں بہت مالدار ہو کر بھی تیری عطا سے بے نیاز نہیں، تیری عطا بھاگ دوڑ کر قبول کروں گا۔“ اس میں رب کی نعمت کی قدر دانی اور اس کا شکریہ ہے۔[1]

حدیثِ پاک سے ماخوذ چند مسائل:

(1) خَلْوَت میں برہنہ ہو کر نہانا جائز ہے۔ امام مہلب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حضرت سَیِّدُنا موسیٰ و سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی حدیث میں خلوت میں برہنہ ہو کر نہانے کے مباح ہونے کی دلیل ہے، جبکہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں لوگوں کی نظر نہ پڑے، کیونکہ حضرت سیدنا موسیٰ و ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اُن میں سے ہیں جن کے بارے میں ہمیں کہا گیا کہ ہم ان کی ہدایت سے ہدایت پائیں لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلَیْہِ السَّلَام سے ٹڈیاں جمع کرنے کے بارے میں پوچھا لیکن برہنہ نہانے کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ بندوں کو خلوت میں بھی ستر کا مُکَلَّف فرماتا تو اس میں بندوں پر حرج واقع ہوتا، کیونکہ جب جُنُبی غسل کرتا ہے تو اسے پورے کپڑے اتارنے پڑتے ہیں اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس کی مخلوق میں سے کوئی پوشیدہ نہیں ہے چاہے وہ برہنہ ہو یا اس نے کپڑے پہنے ہوں، البتہ خلوت میں بھی سِتر ڈھانپ کر نہانا حُسنِ ادب میں سے ہے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے بارے میں مروی ہے کہ ”آپ دریا یا نہر وغیرہ کہیں بھی کبھی بغیر اِزار (یعنی چادر یا تہبند) کے نہیں نہائے۔“ ایک اور حدیثِ

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۷۴،۷۵ ملخصاً۔

پاک میں سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی رات کو کھلی فضا میں غسل کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی شرمگاہ کے بارے میں محتاط رہے، اگر اس نے ایسا نہ کیا اور اسے جنون لاحق ہو گیا تو پھر وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔''[1] **(2)** حلال مال کی حرص جائز ہے، غنا یعنی مال داری باعثِ فضیلت ہے اسی وجہ سے حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اسے برکت کا نام دیا۔ **(3)** ربّ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ قسم اٹھانا جائز ہے۔[2]
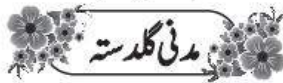
''مدینہ'' کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے دنیاوی لالچ سے دُور رہتے ہیں، اُن کی نظر مال و دولت پر نہیں بلکہ ربّ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رَحمت پر ہوتی ہے۔

(2) جب بندے کو ربّ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت ملے تو اُس کی قدر کرنی چاہیے، بسا اوقات کسی نعمت سے اِعراض کرنا ناشکری کے زُمرے میں آتا ہے۔

(3) جو اشیاء کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے معجزے سے ظاہر ہوں وہ بابرکت ہوتی ہیں۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رَحمت سے کوئی بے نیاز نہیں ہو سکتا سب اُس کے محتاج ہیں وہ غنی ہے۔

(5) خلوت میں برہنہ ہو کر نہانا جائز ہے جبکہ لوگوں کی نظر نہ پڑے البتہ خلوت میں بھی ستر ڈھانک کر نہانا حُسنِ ادب سے ہے اور بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کا طریقہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیوی مال و دولت کے لالچ سے بچا کر اُخروی اِنعامات اور اپنا فضل و رحمت عطا فرمائے اور ہماری مغفرت فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الغسل، ۱/ ۳۹۳۔

2 . . . التوضیح، کتاب الغسل، باب من اغتسل عریانا۔۔۔ الخ، ۴/ ۲۳۵، تحت الحدیث: ۲۷۹۔

باب نمبر:64

شاکِر مالدار کی فضیلت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مال و دولت بھی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ایک نعمت ہے، اگر بندہ اسی مال و دولت کو حلال طریقے سے حاصل کرے، حلال جگہ خرچ کرے، اس کے شرعی تقاضے پورے کرے، اس کی موجودگی و غیر موجودگی میں صبر و شکر سے کام لے تو اسی مال و دولت کی ذریعے بندہ رضائے الٰہی حاصل کر کے جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور اگر اسی مال و دولت کو حرام طریقے سے حاصل کرے، حرام جگہوں پر خرچ کرے، اس کے شرعی تقاضوں کو پورا نہ کرے، اس کی موجودگی و غیر موجودگی میں صبر و شکر سے کام نہ لے تو اسی مال و دولت کے ذریعے بندہ ربّ تعالیٰ کی ناراضگی حاصل کر کے جہنم میں داخل ہو سکتا ہے۔ یقیناً مالدار ہونے کی پہلی صورت قابلِ تعریف ہے اور دوسری صورت قابلِ مذمت ہے۔ بہت خوش نصیب ہے وہ مالدار جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حلال مال کمانے کی توفیق عطا فرمائی، پھر اس نے اس حلال مال کو شریعت کے بتائے ہوئے حلال مقامات پر خرچ کیا، اس کے تمام شرعی تقاضوں کو پورا کیا، اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا اور یقیناً جو ایسا نہ کر سکا وہ بہت بد نصیب ہے۔ شرعی تقاضوں کو پورا کرنے والے شاکر مال دار کی قرآن و سنت میں فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"شاکر مال دار کی فضیلت"** کے بارے میں ہے، امام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیاتِ مقدسہ اور 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں، پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجیے۔

(1) شانِ صدیقِ اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰىۙ(۵) وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰىۙ(۶) فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰىؕ(۷)

(پ ۳۰، اللیل: ۵ تا ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سب سے اچھی کو سچ مانا تو بہت جلد ہم اسے آسانی مہیا کر دیں گے۔

اِن آیاتِ مبارکہ میں فرمایا گیا کہ جو اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرے، مال سے متعلق حُقُوقِ واجبہ پورے کرے، حرام و ناجائز کاموں سے بچے اور پکا مسلمان ہو تو اُس کے لئے راہِ جنت آسان کر دی جاتی ہے

اور اسے ایسی خصلتیں عطا کی جاتی ہیں جن کی بدولت اُسے راحت وسکون اور اَعمالِ صالحہ کی توفیق ملتی ہے۔

تفسیر دُرِّ منثور میں ہے: یہ آیاتِ مبارکہ امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شان میں نازل ہوئیں۔ حضرت سَیِّدُنا عامر بن عبد اللہ بن زبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مکہ مکرمہ کے بوڑھے مسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو غلامی سے آزاد کرواتے تھے۔ ان کے والد نے کہا: ''اے بیٹے! کاش! تم قوی وطاقتور غلاموں کو آزاد کرتے تاکہ وہ تیرا دفاع کرتے، تیرے ساتھ کھڑے ہوتے اور دشمنوں کو تجھ سے دور کرتے۔'' سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''اے میرے والد! مجھے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا مطلوب ہے۔''[1]

(2) رضائے الٰہی کے لیے مال خرچ کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَىۙ(۱۷) الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰىۚ(۱۸) وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤىۙ(۱۹) اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰىۚ(۲۰) وَ لَسَوْفَ یَرْضٰى۠(۲۱) (پ ۳۰، اللیل: ۱۷ تا ۲۱)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا جو سب سے بلند ہے اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

تفسیرِ قرطبی میں ہے: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: ''یہ آیاتِ مبارکہ حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازل ہوئیں۔ مشرکین مکہ حضرت سَیِّدُنا بلال حبشی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اسلام لانے کی وجہ سے شدید اذیتیں پہنچاتے لیکن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ اَحَد اَحَد فرماتے۔ حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''اَحَد تجھے نجات دے گا۔'' پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ''بلال کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جارہا ہے۔'' حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

---

[1] ... تفسیر درمنثور، پ ۳۰، اللیل، تحت الآیۃ: ۶، ۷، ۸/ ۵۳۵۔

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارادہ جان گئے اور حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خرید کر آزاد فرما دیا۔ مشرکین نے کہا: ”ابو بکر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) پر بلال کا کوئی احسان ہو گا جس کا بدلہ اُتارنے کے لئے اسے آزاد کرایا ہے۔“ اس موقع پر یہ آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا کہ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کسی کا احسان یا بدلہ نہیں اتارا بلکہ انہوں نے جو کچھ خرچ کیا اپنے ربِّ کریم کی رضا کے لئے کیا۔ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ ابو بکر پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی، مجھے دارِ ہجرت کی طرف لے گیا اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا۔“[1]

(3) چھپا کر خیرات دینا سب سے بہتر ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ یُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَیِّاٰتِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۷۱﴾ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اگر خیرات علانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے اور اس میں تمہارے کچھ گناہ گھٹیں گے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر دُرِّ منثور میں ہے: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پوشیدہ صدقاتِ نافلہ کو اِعلانیہ صدقات پر ستر درجے فضیلت دی ہے اور اِعلانیہ صدقاتِ واجبہ کو پوشیدہ صدقات پر پچیس درجے فضیلت دی ہے۔ اسی طرح تمام اشیاء میں فرائض و نوافل کا یہی حکم ہے۔ عمل کی مقبولیت کے لئے سچی نیت ضروری ہے۔ سچی نیت سے کیا ہوا ہر نیک عمل مقبول ہے اور چھپا کر صدقہ دینا اَفضل ہے۔ صدقہ خطاؤں کو اِس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“[2]

بزرگوں کے صدقہ دینے کا انداز:

تفسیر رُوح البیان میں ہے: ”صدقاتِ نافلہ چھپا کر دینا اِعلانیہ دینے سے افضل ہے۔ کیونکہ چھپا کر

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۳۰، اللیل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۱۰ / ۶۳ تا ۶۴، الجزء العشرون ملخصاً۔

2 . . . تفسیر در منثور، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۱، ۲ / ۷۷، ۷۸۔

صدقہ دینے میں شہرت وریاکاری سے حفاظت ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے صدقہ وخیرات چھپا کر دینے کی بہت زیادہ کوشش کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ان میں سے بعض تو نابینا فقراء کو صدقہ دیتے۔ بعض چھپ کر حاجت مندوں کے پاس رقم رکھ دیتے، بعض کی عادت تھی کہ سوئے ہوئے فقیروں کے کپڑوں سے رقم باندھ دیتے۔ بعض حضرات ریاکاری کے خوف سے دوسروں کے ذریعے صدقہ وخیرات کی رقم محتاجوں کو بھجوادیا کرتے۔ چھپا کر صدقہ دیا جائے تو شہرت اور تعریف وتعظیم نہیں ہوتی اور یہ بات نفس پر بہت شاق ہے کہ صدقہ وخیرات دینے کے باوجود شہرت وتعریف نہ ہو اور جو عمل نفس پر جتنا زیادہ شاق ہو اُس کا اجر بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ پوشیدہ صدقہ غضبِ الٰہی کو بجھا دیتا ہے۔“[1]

روزِ قیامت صدقے کے سائے میں:

فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”روزِ قیامت ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔“ یعنی جس نے صدقہ صرف رضائے الٰہی کے لیے دیا ہوگا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا اور جس کا صدقہ جنت کی طمع میں تھا وہ جنت کے سائے میں ہوگا اور جس نے نفسانی خواہش کی وجہ سے صدقہ دیا ہوگا وہ نارِ جہنم میں ہوگا۔[2] معلوم ہوا کہ چھپا کر صدقہ دینا بہتر اور افضل ہے۔ ہاں اگر یہ نیت ہو کہ مجھے دیکھ کر دوسروں کو ترغیب ملے گی اور میری اقتدا کی جائے گی تو اُس وقت لوگوں کے سامنے صدقہ دینا افضل ہے۔

(4) راہِ خدا میں محبوب چیز خرچ کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ (۹۲)

(پ ۴، آل عمران: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۱، ۱/ ۴۳۳ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۳، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۷۱، ۱/ ۴۳۴۔

مسجدِ نبوی کے سامنے حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کھجوروں کا ایک باغ تھا جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو سب سے زیادہ پسند تھا۔ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں تشریف لے جاتے، وہاں کا میٹھا پانی نوش فرماتے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمیں راہِ خدا میں اپنی پسندیدہ چیزیں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، یہ باغ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اچھے بدلے اور نیکی کی امید رکھتے ہوئے اسے راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں، آپ جہاں چاہیں اسے خرچ فرمائیں۔" پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "یہ تو بہت نفع بخش مال ہے، یہ تو بہت نفع بخش مال ہے۔ تم نے جو کہا میں نے سن لیا، میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔" پھر حضرت سَیِّدُنا ابو طلحہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہ مال اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔[1]

پسندیدہ گھوڑا راہِ خدا میں صدقہ کر دیا:

حضرت سَیِّدُنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنا ایک گھوڑا بہت زیادہ پسند تھا، جب یہ آیت نازل ہوئی تو اپنے اس گھوڑے کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے یہ گھوڑا راہِ خدا میں صدقہ کیا۔" پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ گھوڑا قبول فرما کر انہی کے بیٹے حضرت سَیِّدُنا اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما کو دے دیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت سَیِّدُنا زید بن حارثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ تو خوب جانتا ہے کہ اس گھوڑے سے بڑھ کر مجھے کوئی مال پسند نہیں میں اسے تیری راہ میں دیتا ہوں۔"[2]

فقط شکر کا ہی صدقہ:

حضرت سَیِّدُنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ شکر خرید کر خیرات کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آپ شکر ہی کیوں خیرات کرتے ہیں؟ فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں پسندیدہ چیز خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور شکر مجھے بہت

---

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ۔۔۔ الخ، ص ۳۸۸، حدیث: ۲۳۱۵ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر در منثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/ ۲۶۰۔

زیادہ پسند ہے اس لئے یہ خیرات کرتا ہوں۔''[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

قابلِ رشک مالدار

حدیث نمبر:571

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ، رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَسَلَّطَهُ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ، وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا وَیُعَلِّمُهَا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''رشک دو بندوں کے علاوہ کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال عطا فرمایا اور وہ اسے اچھے کاموں میں خرچ کرتا ہو۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکمت عطا فرمائی اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہو اور لوگوں کو سکھاتا ہو۔''

مال کو اسکے حق میں خرچ کرنے کی اَقسام:

شرح ابن بطال میں ہے: ''بعض علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: مال کو اس کے حق میں خرچ کرنے کی تین قسمیں ہیں: (1) اپنی ذات پر خرچ کرنا۔ یعنی کنجوسی اور اسراف سے بچتے ہوئے اپنے اہل وعیال اور جن کا نفقہ اس پر لازم ہے ان پر بغیر تنگی اور اِسراف کے خرچ کرنا اور یہ خرچ کرنا، صدقہ وخیرات اور تمام نفلی صدقات سے افضل ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ''جو مال تو رضائے الٰہی کے لئے خرچ کرے اس پر تجھے اجر دیا جائے گا حتی کہ اس لقمے پر بھی جو تو اپنی زوجہ کو کھلاتا ہے۔'' (2) زکوٰۃ اور دیگر حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں خرچ کرنا۔ ایک قول ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کردی اسے بخیل نہیں کہا جاسکتا (یعنی اگر وہ نفلی صدقات نہ دیتا ہو تو بھی اُسے بخیل نہیں کہا جاسکتا)۔ (3) دُور کے رشتہ داروں کے ساتھ

---

[1] ... تفسیر درمنثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۹۲، ۲/ ۲۶۲ مفہوماً۔

[2] ... بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ، ۱/ ۴۳، حدیث: ۷۳۔

صلہ رحمی کرنا، دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا اور نفلی صدقات وغیرہ میں خرچ کرنا۔ پس یہ مستحب نفقات ہیں اور اِن پر اجر دیا جاتا ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہے: ”مفلسوں اور فقیروں کے لیے کوشش کرنے والا راہِ خدا کے مجاہد کی طرح ہے۔“ تو جس نے اِن تین قسموں میں اپنا مال خرچ کیا، اس نے اپنے مال کو اس کے حق میں خرچ کیا اور اس کی جگہ پر رکھا تو ایسا بندہ واقعی قابل رشک ہے۔ اسی طرح وہ بندہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم و حکمت عطا فرمائی اور وہ اسے دوسروں کو سکھاتا ہے تو وہ نبیوں کا وارث ہے، کیونکہ وہ تو مر جائے گا مگر تا قیامت اسے اُن لوگوں کا اجر ملتا رہے گا جنہیں اُس نے علم و حکمت کی تعلیم دی اور اُنہوں نے اُس پر عمل کیا۔ پس تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے شخص پر رشک کریں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے۔“[1]

حسد اور رشک کی تعریف و اَقسام:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں حسد کے الفاظ ہیں، عموماً حسد سے مراد وہ **حسد** ہوتا ہے جو شرعاً مذموم ہے یعنی اپنے بھائی کے پاس کسی نعمت کو دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرنا۔ لیکن یہاں حدیث پاک میں حسد سے مراد **رشک** ہے یعنی اپنے بھائی کے پاس کسی نعمت کو دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کیے بغیر یہ چاہنا کہ اس جیسی نعمت مجھے بھی مل جائے، اسے غِبطہ کہتے ہیں۔ دراصل یہ حسد کی ہی دو قسمیں ہیں جن میں سے ایک مذموم اور دوسری محمود ہے۔ چنانچہ شرح نووی میں ہے: ”علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام نے فرمایا: ”حسد کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور مجازی۔ **حقیقی** یہ ہے کہ کسی نعمت والے کی نعمت کا زوال چاہنا اور یہ بالاجماع حرام ہے۔ **مجازی** حسد کو غبطہ یعنی رشک کہا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی کی نعمت دیکھ کر اس جیسی نعمت کی تمنا کرنا اور اس کی نعمت کا زوال نہ چاہنا۔ اگر یہ رشک دُنیوی اُمور میں ہو تو مباح ہے اور اگر نیکیوں میں ہو تو مستحب اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ دو خصلتوں کے سوا اور کسی شے میں رشک اچھا نہیں۔“[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الزکاۃ، باب انفاق المال فی حقہ، ۳/۴۰۸۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرھا، باب من یقوم بالقرآن ۔۔۔ الخ، ۳/۹۷، الجزء السادس۔

رشک کی تین اقسام:

رشک کبھی **واجب** ہوتا ہے کبھی **مستحب** اور کبھی **جائز**۔ تفصیل یہ ہے کہ رشک دینی نعمتوں پر ہو گیا دنیاوی نعمتوں پر۔ پھر دینی نعمت اگر ایسی ہو جس کا حاصل کرنا واجب ہے تو اس نعمت پر رشک کرنا واجب ہے جیسے باجماعت نماز اور رمضان کے روزوں کی پابندی وغیرہ، کیونکہ اگر یہ اُن نعمتوں پر رشک نہیں کرتا تو اس کا مطلب ہے کہ بے نمازی اور روزہ خور رہنے پر خوش ہے جس سے گناہ پر راضی رہنا لازم آئے گا اور یہ حرام ہے اور اگر اس دینی نعمت کا تعلق فرائض وواجبات سے نہیں بلکہ فضائل سے ہے تو اس پر رشک مستحب ہے جیسے ذِکْرُ الله کرنا، دُرُودِ پاک پڑھنا، نوافل کی ادائیگی، راہِ خدا میں خرچ کرنا اور سنتوں بھرے اِجتماعات میں شرکت کرنا وغیرہ اور اگر وہ نعمت ایسی ہے جسے حاصل کرنا جائز ہے جیسے نکاح کرنا تو اُس میں رشک کرنا جائز ہے یوں ہی اگر رشک دنیاوی نعمتوں میں ہو جیسے خوبصورت مکانات، کپڑے، گاڑیاں اور زیورات وغیرہ تو ایسا رشک جائز ہے البتہ اس طرح فضائل میں کمی ضرور آتی ہے کیونکہ اس طرح کی چیزیں زُہد، توکل اور رضا کے خلاف اور اعلیٰ درجات کے حُصُول میں رکاوٹ ہیں تاہم گناہ کا باعث نہیں۔[1]

اچھے کاموں میں خرچ کرنے والا مالدار:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں اُسی بندے کو قابل رشک کہا گیا ہے جو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اپنا مال خرچ کرے۔ بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کی کئی قسمیں ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت سَیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے اس کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں، جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(1) پہلی قسم: مال اپنے اوپر خرچ کرے خواہ عبادت میں یا عبادت پر مدد حاصل کرنے کے لئے۔ عبادت میں اس طرح مثلاً: حج یا جہاد میں خرچ کرے کیونکہ یہ دونوں عبادتیں بغیر مال کے ادا نہیں ہو سکتیں اور یہ دونوں کام اُصول عبادات میں سے ہیں اور فقیر آدمی ان دونوں فضیلتوں سے محروم ہوتا ہے۔ عبادت پر مدد حاصل کرنے میں اس طرح کہ وہ کھانے، لباس، رہائش، نکاح اور دیگر ضروریات زندگی پر مال خرچ کرے کیونکہ

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب۔۔۔الخ، ۳/ ۲۲۶ ملخصا، الزواجر، الباب الاول فی الکبائر الباطنة ومایتبعھا، ۱/ ۱۲۵ ملخصا۔

یہ بنیادی ضرورتیں ہیں اور جب تک یہ پوری نہیں ہوتیں دل ان میں مشغول رہتا ہے اور دِین کے لئے فارغ نہیں ہوپاتا اور جو چیز عبادت تک پہنچنے کا ذریعہ بنے وہ بھی عبادت ہوتی ہے، لہٰذا دِین پر مدد حاصل کرنے کے لیے دنیا سے بقدرِ ضرورت لینا دِینی فوائد میں سے ہے لیکن عَیّاشی اور حاجت سے زائد لینا اس میں شامل نہیں کیونکہ یہ محض دنیاوی فوائد میں سے ہے۔ **(2) دوسری قسم:** وہ مال جو لوگوں پر خرچ کیا جائے۔ اس کی چار قسمیں ہیں: (۱) صَدقہ کرنا (۲) مُروَّت کے طور پر دینا (۳) عزت کی حفاظت کے لئے دینا اور (۴) خدمت کی اجرت دینا۔ ❁ جہاں تک صدقہ کی بات ہے تو اس کا ثواب کسی پر مخفی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسا نیک عمل ہے جو یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ ❁ جہاں تک **مروت** کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ مال دار اور مُعزز لوگوں کی مہمان نوازی کرنا، انہیں تحفے تحائف دینا اور ان کی مدد وغیرہ کرنا، اسے صدقہ نہیں کہیں گے کیونکہ صدقہ وہ ہوتا ہے جو محتاجوں کو دیا جائے۔ مگر یہ دینی فوائد میں سے ضرور ہے کیونکہ اس طرح آدمی بھائی اور دوست بنالیتا ہے نیز سخاوت کی صِفَت سے مُتَّصِف ہوکر سخی لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے اور وہی شخص سخاوت کی صفت سے موصوف ہوتا ہے جو لوگوں کے ساتھ اِحسان اور مروت کا سلوک کرتا ہے اور مروت سے پیش آنا بھی بہت بڑے اجر و ثواب کا باعث ہے کیونکہ بہت سی رِوایات میں تحفے تحائف دینے، مہمان نوازی کرنے اور بغیر فقر و فاقہ کی قید کے دوسرے کو کھانا کھلانے کے بارے میں بھی فضائل مروی ہیں۔ ❁ **عزت بچانے کے لئے مال خرچ کرنے** سے مراد یہ ہے کہ آدمی اس لئے مال خرچ کرے تاکہ شُعراء کی ہَجْو (یعنی طعن و تشنیع) سے بچے اور کمینے لوگوں کے شر سے محفوظ رہے۔ یہ اگرچہ دنیا کا فوری حاصل ہونے والا نفع ہے لیکن اس کا دینی فائدہ بھی ہے۔ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس چیز کے ذریعے بندہ اپنی عزت بچائے اس پر اسے صدقہ کا ثواب دیا جاتا ہے۔“[1] اور یہ خرچ کرنا دِینی کیوں نہ ہو جبکہ اس کے ذریعے غیبت کرنے والے کو غیبت کے گناہ سے اور عداوت کرنے والے کو انتقام اور بدلہ لینے کی صورت میں حُدودِ شَرع توڑنے سے روکا جارہا ہے۔ (یہ الگ بات ہے کہ جس کو دیا جارہا ہے

---

1 . . . مستدرک حاکم، کتاب البیوع، باب کل معروف صدقۃ، ۲/ ۳۵۸، حدیث: ۲۳۵۸۔

اس کے حق میں یہ مال رشوت کے حکم میں ہے۔) ﴿۶﴾ جہاں تک **خدمت کے بدلے اُجرت** دینے کی بات ہے تو یہ بھی اَجر وثواب سے خالی نہیں کیونکہ آدمی کو اپنے اسباب کی تیاری میں جن کاموں کی حاجت ہوتی ہے وہ بہت زیادہ ہیں اگر وہ خود ہی تمام کام انجام دینے لگے تو وقت ہو جائے گی اور راہِ آخرت پر چلنا اس کے لئے مشکل ہو جائے گا اور ذکر و فکر جو سالکین کے لئے اعلیٰ مقامات میں سے ہے اس کی بجا آوری نہ ہو سکے گی۔ ظاہر ہے جس کے پاس مال نہیں ہو گا وہ اپنے کام تنہا انجام دینے پر مجبور ہو گا مثلاً: غلہ خریدنا اور اسے پیسنا، گھر کی صفائی کرنا یہاں تک کہ جس کتاب کی اسے ضرورت ہو گی اسے خود ہی لکھنا ہو گا جبکہ جو کام دوسروں کے ذریعے ہو سکتے ہیں، اس سے انسانی غَرَض پوری ہو جاتی ہے اب اگر وہ اس میں مشغول ہوتا ہے تو یہ اس کے لئے خسارے کا باعث ہے کیونکہ علم کا حصول اور اس پر عمل کرنا اور ذکر و فکر میں مشغول رہنا یہ ایسے کام ہیں جو دوسروں کے ذریعے نہیں ہو سکتے، لہٰذا ان کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں وقت ضائع کرنا نقصان کا باعث ہے۔ **(3) تیسری قسم:** مال کسی متعین آدمی پر خرچ نہ ہو بلکہ اس سے عام فائدہ حاصل ہو۔ مثلاً: مساجد، پُل، مسافر خانے اور بیماروں کے لئے ہسپتال وغیرہ بنانا، راستے میں پانی کی سبیلیں لگانا اور اس کے علاوہ اچھے مقاصد کے لئے زمین وَقْف کرنا یہ ایسے صَدَقاتِ جارِیہ ہیں جو آدمی کو مرنے کے بعد بھی نفع پہنچاتے ہیں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے ایسے لوگوں کے حق میں مُدَّتوں دعائے خیر کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا خیر کا کام ہو گا؟[1]

حکمت کے ساتھ فیصلہ کرنے اور سکھانے والا:

حدیثِ مذکور میں اسے بھی قابلِ رشک قرار دیا گیا جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حکمت عطا فرمائی اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور لوگوں کو اس کا درس دے۔ یہاں حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس میں بہت اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مطلق علم ہے کہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے علم عطا فرمایا، اس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اور اسے دوسروں کو سکھایا۔ بعض نے کہا: حکمت سے مراد سنت ہے، بعض علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا کہ یہاں حکمت سے مراد قرآنِ پاک ہے یعنی وہ بندہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن پاک کا علم

[1] ... احیاء العلوم، ۳/ ۱۷ تا ۱۳ ملتقطا۔

عطا فرمایا، وہ اسی قرآن کے ذریعے فیصلہ کرے اور لوگوں کو قرآن سکھائے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رشک صرف دو آدمیوں پر جائز ہے: ایک وہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن سکھایا اور وہ دن رات اس کی تلاوت کرتا ہے۔ دوسرا وہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال عطا فرمایا اور وہ اسے اچھے کاموں میں خرچ کرتا ہے۔“[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:572

دو قابلِ رشک افراد

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ، فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا، فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”دو شخصوں کے علاوہ کسی پر رشک جائز نہیں۔ ایک وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن (کا علم) دیا اور وہ رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے اور ایک وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا اور وہ رات اور دن کے اوقات میں اسے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا ہے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں تلاوت قرآن کرنے والے اور حلال مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو قابل رشک کہا گیا ہے۔ قرآن کریم وہ بلند مرتبہ کتاب ہے کہ جس نے بھی اس پر عمل کیا، اس سے محبت کی، اس کی تلاوت کو اپنا مشغلہ بنایا وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہو گیا، نیک لوگوں میں اس کا اعلیٰ مقام ہو گیا، قرآن پر عمل کرنے والا لوگوں کا پیشوا و امام بن جاتا ہے، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اسی طرح اپنا حلال مال نیک کاموں میں خرچ کرنے والا بھی بہت خوش بخت ہے کہ جس ربّ نے اسے حلال مال دیا وہ اسے اس کے حکم کے مطابق، اس کے رضا والے کاموں میں خرچ کر کے لوگوں کی خیر خواہی کرتا ہے، غریبوں یتیموں کی امداد کرتا ہے اور دیگر نیک امور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا

---

1. . . . التوضیح، کتاب العلم، باب الاغتباط۔۔۔الخ، ۳/ ۶۲ ۳، تحت الحدیث: ۷۳، دلیل الفالحین، باب فضل الغنی۔۔۔الخ، ۲/ ۵۶۳، تحت الحدیث: ۵۷۰۔
2. . . . بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، ۳/ ۴۱۰، حدیث: ۵۰۲۵ بتغیر۔

ہے تو ایسا شخص واقعی نیک بخت اور قابل رشک ہے۔

قابلِ رشک پڑوسی:

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”رشک نہیں مگر دو شخصوں پر: **ایک** وہ جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن سکھایا اور وہ دن رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے، اس کے پڑوسی نے سنا تو کہنے لگا: کاش! مجھے بھی ویسا ہی دیا جاتا جو فلاں کو دیا گیا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا۔ **دوسرا** وہ شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مال دیا وہ اسے حق (یعنی خیر و بھلائی کے کاموں) میں خرچ کرتا ہے، کسی نے کہا: ”کاش! مجھے بھی ویسا ہی دیا جاتا جیسا فلاں کو دیا گیا تو میں بھی اُسی کی طرح عمل کرتا۔“[1]
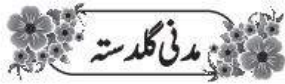
مدنی گلدستہ

”حلال مال“ کے 7 حروف کی نسبت سے مذکورہ اَحادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حسد مذموم اور رشک محمود ہے، پھر ان دونوں کے مختلف اَقسام کے اعتبار سے مختلف اَحکام ہیں۔

(2) جس دینی نعمت کا حصول واجب ہو اس پر رشک کرنا واجب، جس کا حصول مستحب ہو اس پر رشک کرنا مستحب اور جس کا مباح ہو اس پر رشک کرنا مباح ہے۔

(3) وہ مالدار قابل رشک ہے جو اپنا مال بھلائی کے کاموں میں خرچ کرتا ہو۔

(4) ایسا شخص جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے قرآن وسنت کا علم عطا فرمایا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور اس علم کو دوسروں کو سکھاتا ہے وہ بھی قابل رشک ہے۔

(5) کنجوسی و اسراف سے بچتے ہوئے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا دیگر نفلی صدقات سے بہتر ہے۔

(6) زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ ادا کرنے والا بخل سے بری ہے۔

(7) حلال مال بھلائی، مروت، صدقات وخیرات اور اپنی عزت کی حفاظت میں خرچ کرنا چاہیے۔

---

[1] ... بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن، ۳/ ۴۱۰، حدیث: ۵۰۲۶۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رزق حلال کمانے اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:573

پرہیز گار مالداروں کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: اَنَّ فُقَرَاءَ الْمُھَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، فَقَالُوْا: ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ، فَقَالَ: وَمَا ذَاكَ؟، فَقَالُوْا: یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ، وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ، وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ، فَقَالَ: رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ، وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ، وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ، قَالَ: ''تُسَبِّحُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ دُبُرَ کُلِّ صَلَاۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ مَرَّۃً.'' فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، فَقَالُوْا: سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا، فَفَعَلُوْا مِثْلَہُ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: ''ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ.''[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ مہاجرین فقراء نے سرکارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی: ''مالدار بڑے درجے اور دائمی نعمت لے گئے۔'' فرمایا: ''وہ کیسے؟'' عرض کی: ''جیسے ہم نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں، جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں، مگر وہ (مالدار ہونے کے سبب) خیرات کرتے ہیں ہم نہیں کرسکتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کرسکتے۔'' حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ سکھاؤں جس کے ذریعے تم آگے والوں تک پہنچ جاؤ اور پیچھے والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور تم سے افضل کوئی نہ ہو سوائے اس کے جو تم جیسا عمل کرے؟'' عرض کی: ''جی ضرور ارشاد فرمایئے۔'' ارشاد

---

1 ... مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوۃ، باب استحباب الذکر بعد الصلوۃ وبیان صفتہ، ص ۲۳۶، حدیث: ۱۳۴۷۔

فرمایا: "ہر نماز کے بعد 33 بار سُبْحَانَ الله اور 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور 33 بار اَللهُ اَکْبَر پڑھ لیا کرو۔ "مہاجرین فقراء آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی: "ہمارے اِس عمل کو ہمارے مالدار بھائیوں نے سنا تو اُنہوں نے بھی یہ عمل شروع کر دیا ہے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ذٰلِکَ فَضْلُ اللهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ یعنی یہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔"

صحابہ کرام اور نیکیوں کی حرص:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور سے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی نیکیوں میں حرص معلوم ہوئی کہ وہ کس طرح اَعمالِ صالحہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ جن کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ صدقہ وخیرات کریں، غلام آزاد کریں تو وہ غمگین ہوگئے کہ ہم اہل ثروت سے پیچھے رہ جائیں گے کیونکہ وہ بقیہ عبادات کے ساتھ ساتھ مالی صدقات بھی کرتے تھے، کاش! ہم بھی اُن جیسی طاقت پاتے تو اُن سے پیچھے نہ رہتے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی نہ تو یہ ربّ تعالٰی سے شکایت ہے اور نہ ہی دیگر مالدار صحابہ سے حسد ہے بلکہ یہ رشک ہے، یعنی انہوں نے بھی ان مالدار صحابہ کی نعمت کی خواہش کی، اور قربان جایئے! حضور نبی رحمت شفیع اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کرم نوازی پر کہ اُن کی دل جوئی فرماتے ہوئے ایسا بہترین عمل تجویز فرمایا کہ جس کے ذریعے وہ مالدار نہ ہونے کے باوجود بھی پرہیز گار مالداروں کے مراتب تک پہنچ جائیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی اَحمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "**مال دار بڑے درجے اور دائمی نعمت لے گئے۔** "یعنی ہمارے مقابل درجات میں بڑھ گئے اور جنت کی اعلیٰ نعمتوں کے مستحق ہوگئے۔ اس میں نہ تو رب عَزَّوَجَلَّ کی شکایت ہے اور نہ مالداروں پر حسد بلکہ ان پر رشک ہے۔ دینی چیزوں میں رشک جائز ہے یعنی دوسروں کی سی نعمت اپنے لئے بھی چاہنا۔ حسد حرام ہے یعنی دوسروں کی نعمت کے زَوال کی خواہش۔"[1]

تسبیحات کی تعداد کے متعلق وضاحت:

واضح رہے کہ تسبیحات کی تعداد سے متعلق کئی طرح کی روایات ہیں۔ ﴿۱﴾ بعض روایات میں تینوں

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۱۹۔

تسبیحات کے ساتھ فقط ایک بار 33 کا ذکر ہے۔[1] ❁ بعض روایات میں اس بات کی تصریح ہے کہ ہر تسبیح کو 33، 33 بار پڑھے۔[2] ❁ بعض روایات میں اس بات کی تصریح ہے کہ 33 بار سُبْحَانَ الله، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور 34 بار الله اَکْبَر پڑھے۔[3] ❁ بعض روایات میں اس بات کی تصریح ہے کہ ہر تسبیح کو گیارہ گیارہ بار پڑھے تاکہ 33 کا عدد پورا ہو جائے۔[4] مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ ہر تسبیح کو 33، 33 بار پڑھا جائے یا کل ملا کر 33 بار پڑھا جائے۔ لیکن اِمام شَرَفُ الدِّین حُسَین بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اس حدیث پاک میں یہ بھی احتمال ہے کہ تینوں کی کل تعداد 33 بار ہو اور ہر تسبیح کو اتنی بار پڑھا جائے کہ تینوں اس تعداد کو پہنچ جائیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ہر تسبیح کو مستقل 33، 33 بار پڑھا جائے اور جس روایت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنے کی تصریح ہے وہ اس روایت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اکثر روایت میں 33، 33 بار کا ہی ذکر ہے۔“[5] یہی وجہ ہے کہ اکثر علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس روایت کے اعتبار سے تعداد کو بیان کیا ہے جس میں سارے عدد آجائیں اور وہ یہ ہے کہ 33 بار سُبْحَانَ الله، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰه اور 34 بار اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھے۔

تسبیحات کے دیگر فضائل:

مذکورہ حدیث پاک میں تسبیحات کی یہ فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ جو بھی یہ تسبیحات مذکورہ تعداد کے مطابق پڑھے گا تو اسے مالداروں کی طرح راہِ خدا میں صدقہ وخیرات کرنے اور غلام آزاد کرنے کی طرح اجر وثواب ملے گا۔ بعض روایات میں یہ بھی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ ان تسبیحات کو مقررہ تعداد کے مطابق پڑھنے والا نامراد نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا کعب بن عُجْرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کچھ اَذکار نماز کے بعد کے ہیں، جن کا کہنے

---

1 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفتہ، ص ۲۳۶، حدیث: ۱۳۴۷۔

2 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفتہ، ص ۲۳۷، حدیث: ۱۳۵۲۔

3 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفتہ، ص ۲۳۷، حدیث: ۱۳۴۹۔

4 . . . مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفتہ، ص ۲۳۷، حدیث: ۱۳۴۸۔

5 . . . شرح الطیبی، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۲/۵۶، تحت الحدیث: ۹۶۵ ملخصا۔

والا نامراد نہیں رہتا۔ ہر فرض نماز کے بعد سُبْحَانَ اللهِ 33 بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ 33 بار، اَللّٰهُ اَكْبَرْ 34 بار۔"[1] بعض احادیث میں اِن تسبیحات کی یہ فضیلت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو ہر نماز کے بعد 33 بار سُبْحَانَ اللهِ، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، 33 بار اَللّٰهُ اَكْبَرْ کہے کہ یہ کُل ننانوے ہوئے اور یہ کلمہ کہہ کر سو پورے کرلے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی، اگرچہ دریا کے جھاگ کی مثل ہوں۔"[2]

عمل قلیل اجر کثیر کا باعث:

مذکورہ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بسااَوقات عمل قلیل پر اجر کثیر عطا کردیا جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث پاک میں صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان نے مالدار صحابہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُم کے بڑے بڑے اعمال یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنا، راہِ خدا میں صدقہ وخیرات کرنا، راہِ خدا میں غلاموں کو آزاد کرنا بیان کیا تو حضور نبی رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ایک نہایت ہی قلیل عمل عطا فرمایا کہ ہر نماز کے بعد 33 بار سُبْحَانَ اللهِ، 33 بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور 33 بار اَللّٰهُ اَكْبَرْ پڑھیں تو یہ قلیل عمل اس اجر کثیر کا باعث ہوگا جو مالدار صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کے بڑے بڑے اَعمال کے سبب انہیں ملتا ہے۔ رب تعالٰی کی رحمت کے قربان! اپنے بندوں کے لیے قلیل اعمال پر کثیر اجر وثواب عطا فرمایا کہ میرے بندے کسی طرح نیک عمل کریں اور میں انہیں بخش دوں۔ بہت محروم ہے وہ شخص جو پھر بھی نیک اَعمال کرکے رحمت الٰہی کا اپنے آپ کو حق دار نہ بنائے اور بہت خوش نصیب ہیں وہ جو نیک اعمال کرکے رحمت اِلٰہی کے سمندر میں غوطہ زن رہے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ۔۔۔ مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفتہ، ص ۲۳۷، حدیث: ۱۳۴۹۔
2. ۔۔۔ مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب استحباب الذکر بعد الصلوة وبیان صفتہ، ص ۲۳۷، حدیث: ۱۳۵۲۔

فرض نماز کے بعد ذِکر و دعا کی فضیلت:

مذکورہ حدیث پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مذکورہ تسبیحات کو نمازوں کے بعد پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کے بعد ذکر و درود وغیرہ باعث فضیلت ہے۔ عَلَّامَہ اَبُوحَفْص سِرَاجُ الدِّیْن عُمَر بِنْ عَلِی اِبْنِ مُلَقِّن رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اِس حدیث پاک میں نمازوں کے بعد تسبیح اور تحمید پر ابھارا گیا ہے اور یہ کہ یہ تسبیحات فضیلت میں اِنْفَاقٌ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہ کے برابر ہیں۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”نمازوں کو بہترین ساعتوں میں رکھا گیا ہے تو نمازوں کے بعد دعا میں کوشش کرو۔“ حضرت سَیِّدُنَا انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرمایا: ”جب نماز قائم کی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دعا قبول کی جاتی ہے۔“ حضرت سَیِّدُنَا امام جعفر صادق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا نفل نمازوں کے بعد دعا کرنے سے افضل ہے کیونکہ فرض نماز نفل نماز سے افضل ہے۔“[1]

فضیلت کی تمنا کرنا کیسا؟

قرآنِ مجید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (پ۵، النساء: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: ”اور اس کی آرزو نہ کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی۔“ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کسی کو کوئی فضیلت دی ہو تو اس کی تمنا نہیں کرنی چاہیے تو اغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جن عبادتوں کے اجر کی فضیلت دی تھی، فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے ان کی تمنا کیوں کی؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں ان چیزوں کے حصول کی تمنا سے منع کیا گیا ہے جو شرعاً محال ہیں۔ مثلاً عورت اذان، امامت یا طلاق دینے کی تمنا کرے، یا کوئی شخص اب نبی بننے کی تمنا کرے یا کوئی شخص انبیاء کے اجر پانے کی تمنا کرے، ایسی تمنا کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے منع فرمادیا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اس تمنا کی ممانعت ہے جو حسد کہلاتی ہے، یعنی اپنے

---

[1] ...التوضیح، کتاب الدعوات، باب الدعاء بعد الصلاۃ، ۲۹/ ۲۶۰، تحت الحدیث: ۶۳۲۹۔

بھائی کی فضیلت دیکھ کر اس سے چھن جانے کی تمنا کرنا، اور اگر فقط یہ تمنا ہو کہ اس جیسی نعمت یا فضیلت مجھے بھی مل جائے تو اسے غبطہ یعنی رشک کہتے ہیں اور یہ شرعاً جائز اور محمود یعنی قابل تعریف ہے۔ چنانچہ صراط الجنان میں ہے: ”جب ایک انسان دوسرے کے پاس کوئی ایسی نعمت دیکھتا ہے جو اس کے پاس نہیں تو اس کا دل تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں اس کی حالت دو طرح کی ہوتی ہے: (1) وہ انسان یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت دوسرے سے چھن جائے اور مجھے حاصل ہو جائے۔ یہ حَسَد ہے اور حَسَد مذموم اور حرام ہے۔ (2) دوسرے سے نعمت چھن جانے کی تمنا نہ ہو بلکہ یہ آرزو ہو کہ اُس جیسی مجھے بھی مل جائے اسے غبطہ (رشک) کہتے ہیں، یہ مذموم نہیں۔“[1] مذکورہ حدیث پاک میں فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دیکھ کر اُن کی عبادات پر جو تمنا کی وہ رشک ہے اور ایسی تمنا کرنا شرعاً بالکل جائز بلکہ قابل تعریف ہے۔

اَعمالِ صالحہ کی طرف رَغبت:

جب فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اَغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی عبادت میں سبقت کو بیان کیا تو سرکارِ دوعالَم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں ایسا عمل بتایا جس کے سبب وہ اَغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے اَعمال جیسا اَجر وثواب حاصل کر سکیں۔ جیسے ہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے وہ عمل فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بتایا تو اسے اغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے سن لیا اور انہوں نے بھی اس پر عمل شروع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اَعمالِ صالحہ کی طرف رغبت کرنی چاہیے اور یہ رغبت کرنا صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی سُنَّت ہے۔

عبادت پر اَجر ربّ کا فضل ہے:

جب فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے بھی وہ عمل شروع کر دیا ہے تو حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ... تفسیر صراط الجنان، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۳۲، ۲/ ۱۹۱۔

"یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔" معلوم ہوا کہ عبادت پر اجر بندے کے عمل سے نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے ملتا ہے، اب وہ اپنا فضل جسے چاہے عطا فرمائے اور جتنا چاہے عطا فرمائے، بسا اوقات تو ایک نیکی کا اجر دس گنا بھی عطا فرماتا ہے اور بعضوں کے لیے اس سے بھی زیادہ جتنا چاہتا ہے زیادہ فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (پ۸، الانعام: ۱۶۰) ترجمۂ کنز الایمان: "جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں۔" یعنی ایک نیکی کرنے والے کو دس نیکیوں کی جزا اور یہ بھی حد ونہایت کے طریقہ پر نہیں بلکہ اللہ تعالٰی جس کے لیے جتنا چاہے اس کی نیکیوں کو بڑھائے، ایک کے سات سو کرے یا بے حساب عطا فرمائے، اصل یہ ہے کہ نیکیوں کا ثواب محض فضل ہے۔[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۶۱) ترجمۂ کنز الایمان: "اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لیے چاہے۔" ربّ تعالٰی نے اپنا فضل طلب کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَسْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (پ۵، النساء: ۳۲) ترجمۂ کنز الایمان: "اور اللہ سے اس کا فضل مانگو۔"

رسولُ اللہ شارِع و مختار ہیں:

مذکورہ حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضور تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شارِع اور مختار بنا کر بھیجا ہے، آپ کو عبادت مشروع کرنے اور اس پر اجر وثواب بتلانے کا اختیار ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقراء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو اَغنیاء صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے بڑے بڑے اَعمال کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا عمل عطا فرمایا اور اس پر ثواب بھی بتلایا کہ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تمہیں بڑے بڑے اعمال کا اجر وثواب عطا کیا جائے گا۔

پرہیز گار فقراء واغنیاء کی فضیلت:

مذکورہ حدیث پاک میں پرہیز گار فقراء اور اغنیاء دونوں کی چند اعتبارات سے فضیلت کا بیان ہے، تفصیل کچھ یوں ہے: (1) اغنیاء کثیر مال خرچ کر کے جو اجر وثواب پاتے ہیں، فقراء کو نماز کے بعد مخصوص

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ۸، الانعام، تحت الآیۃ: ۱۶۰۔

تعداد میں فقط تسبیحات پڑھنے سے ہی وہ اجر وثواب مل جاتا ہے۔ **(2)** اغنیاء کی اس اعتبار سے فضیلت کا بیان ہے کہ اغنیاء مال ودولت خرچ کرنے کے ساتھ ساتھ ان تسبیحات کو پڑھ کر مزید اجر وثواب کو حاصل کر لیتے ہیں۔ **(3)** اغنیاء فقراء کو اپنی زکوۃ، صدقہ وخیرات دے کر اپنی آخرت کو سنوارتے ہیں تو فقراء اغنیاء سے زکوۃ وغیرہ لے کر ان کی آخرت کو سنوارتے ہیں۔ **(4)** **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اگر اغنیاء کو حلال مال ودولت کے ذریعے عزت دی ہے، تو فقراء کو وقار اور خودداری کے ذریعے عزت دی ہے۔ **(5)** اگر ربّ تعالیٰ نے اغنیاء کو مال ودولت سے نوازا ہے اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو رب تعالی کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقراء کو ایسا آسان عمل بتایا ہے کہ جس پر عمل کر کے وہ بغیر مال ودولت کے بھی اغنیاء کے برابر اجر و ثواب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

غنی شاکر افضل یا فقیر صابر؟

غنی شاکر (یعنی شکر گزار مالدار) افضل ہے یا فقیر صابر (یعنی صبر کرنے والا فقیر)؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے غنی شاکر کو افضل قرار دیا ہے جبکہ بعض نے فقیر صابر کو۔ بعض علماء نے یہ بھی فرمایا کہ نہ تو فقر فی نفسہٖ برا ہے اور نہ ہی غنا۔ اگر فقر آدمی کو فرائض وواجبات کی ادائیگی سے روک دے، غیر شرعی اُمور کرنے پر مجبور کر دے تو ایسا فقر برا ہے۔ لیکن اگر حضرت سَیِّدُنا بلال حبشی، حضرت سَیِّدُنا صہیب اور حضرت سَیِّدُنا عمار بن یاسر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم جیسا فقر ہو بہت اچھا ہے بلکہ باعثِ فخر ہے۔ اسی طرح اگر غنا انسان کو قارون اور فرعون بنادے تو بہت برا ہے، لیکن امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمانِ غنی اور حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جیسا غنا ہو تو بہت اچھا ہے اور ربّ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "بعض احادیث میں صابر فقراء کی ایسی خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شاکر اغنیاء سے افضل ہیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ فقراء نے اپنا ایک نمائندہ بارگاہِ رسالت میں بھیجا، اس نے آکر عرض کی: "یا رسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں فقراء کا نمائندہ ہوں۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تمہیں اور جن کے

پاس سے تم آئے ہو مرحبا ہو، تم ان لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ محبت فرماتا ہے۔" اس نے عرض کی: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! فقراء کہتے ہیں کہ اغنیاء حج اور عمرہ کر کے جنت لے گئے اور ہم اس پر قادر نہیں ہیں اور جب وہ اغنیاء بیمار ہوتے ہیں تو صدقہ اور خیرات کرتے ہیں جو ان کے لیے زاد آخرت بن جاتا ہے۔" آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میری طرف سے فقراء کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جو شخص صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے، اس کو اغنیاء پر تین وجہ سے برتری حاصل ہے: **(1)** جنت میں ایک بلند جگہ ہے جس کو اہل جنت یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں، اس جگہ نبی، یا شہید فقیر یا مؤمن فقیر داخل ہو گا۔ **(2)** فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ **(3)** اگر غنی سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللہُ اَکْبَرُ کہے اور فقیر بھی یہ کلمات کہے تو غنی ان کے اجر میں فقیر کے برابر نہیں ہو سکتا اگرچہ دس ہزار درہم بھی خرچ کر دے، اسی طرح نیکی کے بقیہ تمام کاموں کا حال ہے۔" وہ نمائندہ فقراء کے پاس گیا اور جا کر انہیں اس حدیث کی خبر دی تو فقراء نے یہ سن کر کہا: "ہم راضی ہو گئے، ہم راضی ہو گئے۔"[1]

"جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نیکیوں کے معاملے میں بہت حریص تھے۔

(2) نماز کے بعد تسبیحات پڑھنے کی بہت فضیلت ہے، انہیں پڑھنے والا نامراد نہیں ہوتا، اسے راہِ خدا میں صدقہ و خیرات کرنے، غلام آزاد کرنے جیسے بڑے بڑے اَعمال جیسا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے، نیز اس کی تمام خطائیں بخش دی جاتی ہیں اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، ۳/۶۲، تحت الحدیث: ۹۶۵۔

(3) کئی قلیل عمل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اجر کثیر کا باعث ہوتے ہیں، لہٰذا کسی بھی عمل کو قلیل سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے، چھوٹے سے چھوٹے عمل اور نیکی کو بھی فی الفور کرلینا چاہیے کہ ہوسکتا ہے وہ بڑے اجر وثواب کا باعث ہو اور اسی چھوٹی سی نیکی کے سبب مغفرت ہوجائے۔

(4) اپنے بھائی میں کوئی فضیلت یا خاصیت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مجھے بھی ایسی ہی فضیلت یا خاصیت عطا فرمادے یہ تمنا جائز ہے۔

(5) عبادت پر اجر وثواب عمل سے نہیں بلکہ ربّ تعالی کے فضل سے ملتا ہے، اس لیے رب تعالی سے ہمیشہ اس کا فضل طلب کرنا چاہیے، کل قیامت میں بھی جنتی جنت میں ربّ تعالی کے فضل سے ہی جائیں گے۔

(6) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو شارِع اور مختارِ کُل بنایا ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جسے چاہیں جو چاہیں، جتنا چاہیں، جیسا چاہیں حکم دیں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ازروئے دِین ہر حکم شریعت ہے جس پر عمل کرنا لازم ہے۔

(7) حالت فقر ہو یا غنا دونوں میں پرہیز گاری اختیار کرنا لازم ہے۔

(8) فقر وغنا میں سے کوئی بھی فی نفسہ بُرا نہیں، فقر اگر آدمی کو فرائض وواجبات کی ادائیگی سے روک دے، گناہوں میں مبتلا کرنے کا سبب بن جائے تو ایسا فقر بُرا، اسی طرح اگر غنا آدمی کو قارون اور فرعون بنادے تو ایسا غَنا قابلِ مذمت اور ممنوع ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیوں کی حرص عطا فرمائے، ذِکر واَذکار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اَحکامِ شرعیہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:65 موت کو یاد کرنے اور اُمیدوں میں کمی کرنے کا بیان

تمام انسانوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عبادت کیلئے پیدا فرمایا ہے مگر نفس و شیطان انہیں راہِ ہدایت سے ہٹانے اور گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، بہت سے لوگ ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں، دنیا کی محبت اُن پر غالب آجاتی ہے اور وہ لمبی لمبی امیدوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان کے دلوں پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں اور وہ فکرِ آخرت سے یکسر غافل ہو جاتے ہیں۔ اس غفلت کا علاج یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا جائے کیونکہ موت کی یاد دنیا سے بے رغبت کرتی، گناہوں سے دور کرتی اور لمبی لمبی امیدوں سے چھٹکارا دلاتی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"موت کو یاد کرنے اور اُمیدوں میں کمی کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 7 آیات اور 7 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ہر جان موت کا ذائقہ چکھے گی

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىٕقَةُ الْمَوْتِؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَؕ وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ(۱۸۵) (پ ۴، آل عمران: ۱۸۵)

ترجمۂ کنز الایمان: ہر جان کو موت چکھنی ہے اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچا اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

عَلَّامَہ عَلَاءُ الدِّیْن عَلِی بِنْ مُحَمَّد خَازِن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی ہر مخلوق کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر ایک کو لازمی طور پر موت آنی ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جب یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی: ﴿قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ﴾ (پ ۲۱، السجدۃ: ۱۱) ترجمۂ کنز الایمان: "تم فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ۔" تو صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "یارسولَ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! یہ آیت تو انسانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جِنّات، چوپائے، وحشی جانور اور پرندوں کی موت کا ذِکر

کہاں ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا آدم عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زمین سے مٹی لے کر پیدا فرمایا تو زمین نے اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے شکایت کی تو اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے زمین سے وعدہ فرمایا کہ جو مٹی تجھ سے لی گئی ہے اسے واپس لوٹا دیا جائے گا۔ لہٰذا اب جو شخص بھی مرتا ہے وہ مرنے کے بعد اسی مٹی میں دفن ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا تھا۔ ”تمہارے بدلے قیامت ہی کو پورے ملیں گے۔“ یعنی قیامت کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا، اگر اعمال اچھے ہوں گے تو بدلہ بھی اچھا ہو گا اور اگر اَعمال بُرے ہوئے تو بدلہ بھی برا ہو گا۔ ”جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا۔“ یعنی جسے نجات مل گئی اور اسے دوزخ سے دور کر کے جنت میں داخل کر دیا گیا تو یقیناً وہ کامیاب ہے اور خوف سے نجات پانے والا ہے۔ ”دنیا کی زندگی دھوکے کا مال ہے۔“ یعنی اس دارِ فانی کی زندگی انسان کو دھوکے میں مبتلا کر دیتی ہے اور انسان لمبی لمبی اُمیدیں لگا کر یہ سوچتا ہے کہ میں نے یہاں ایک طویل عرصے تک رہنا ہے حالانکہ اس کی زندگی عنقریب ختم ہو جائے گی۔ اس آیت میں دُنیوی زندگی کو دھوکے کا سامان اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ زندگی محبوب چیز کو خرچ کرنے کے حوالے سے دھوکے میں رکھتی ہے اور اس خیال میں مبتلا کر دیتی ہے کہ انسان ہمیشہ اس دنیا میں رہے گا حالانکہ وہ ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا۔ “[1]

(2) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا؟

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ (پ ۲۱، لقمان: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔

علوم خمسہ والی آیتِ مبارکہ:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے آیتِ مبارکہ کا فقط وہی حصہ بیان فرمایا ہے جو باب سے مناسبت رکھتا

1 . . . تفسیر خازن، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۸۵، ۱/ ۳۳۲ ملخصاً۔

ہے، اسے علومِ خمسہ والی آیتِ مبارکہ بھی کہتے ہیں، پوری آیتِ مبارکہ یوں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًاؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۠(۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔ (پ ۲۱، لقمان: ۳۴)

صدرُالافاضل حضرتِ علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''یہ آیت حارِث بن عَمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجیے مینہ کب آئے گا؟ اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتایئے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی؟ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، یہ مجھے بتایئے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا؟ یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا، مجھے یہ بتایئے کہ کہاں مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔''[1]

ربّ تعالیٰ کے خاص بندے اور علومِ خمسہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں پانچ علوم کا بیان ہے: (1) قیامت کب آئے گی؟ (2) بارش کا علم (3) ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ (4) آئندہ کل کا علم (5) کون کہاں مرے گا؟ واضح رہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جن پانچ علوم کی خصوصیت ربّ تعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے، ربّ تعالیٰ کے بتائے بغیر ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور ربّ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ پانچوں علوم بھی عطا فرما دیتا ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: ''یہ (یعنی مذکورہ پانچوں علوم) غیب کی کنجیاں ہیں، یہ ربّ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ربّ تعالیٰ کے بتائے بغیر انہیں کوئی نہیں جانتا۔''[2]

---

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۱، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۴۔

2 ... تفسیر ابن کثیر، پ ۲۱، لقمان، تحت الآیۃ: ۳۴، ۶/ ۳۱۵۔

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علامہ مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ”بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر خود اس نے سورۂ جن میں دی ہے۔ خلاصہ یہ کہ علمِ غیب اللہ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء واَولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بَطریقِ معجزہ وکرامت عطا ہوتا ہے۔ یہ اس اِختصاص کے مُنافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے اور کہاں مرے گا؟ ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء وانبیاء نے دی ہیں اور قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، حضرت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو فرشتوں نے حضرت اسحاق عَلَیْہِ السَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زَکریا عَلَیْہِ السَّلَام کو حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں میں کیا ہے؟ اور اِن حضرات کو بھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دی تھیں اور ان سب کا جاننا قرآنِ کریم سے ثابت ہے تو آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا، اس کے یہ معنی لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات واَحادیث کے خلاف ہے۔“[1]

(3) موت برحق ہے

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ (پ ۱۴، النحل: ۶۱)

ترجمۂ کنزالایمان: پھر جب ان کا وعدہ آئے گا نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان تفسیر نور العرفان میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ”اس وعدے سے مراد یا تو مجرم کی عمر کا ختم ہونا ہے یا ان کے عذاب کا مقررہ وقت یا قیامت کے مختلف عذابوں کے مختلف وقت ہیں اور یہاں اَجل سے مراد تقدیرِ مبرم ہے یعنی علمِ الٰہی جس میں تبدیلی ہرگز نہیں ہوسکتی، لیکن تقدیرِ مُعَلَّق جسے محو واِثبات بھی کہتے ہیں وہ اَدلتی بدلتی رہتی

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۱، القمان، تحت الآیۃ: ۳۴۔

ہے، ربّ فرماتا ہے: ﴿یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ﴾ (پ۱۳، الرعد: ۳۹) ترجمۂ کنزالایمان: "اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے۔" حدیث شریف میں ہے کہ نیک اعمال سے عمر بڑھ جاتی ہے، آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی دُعا سے داؤد عَلَیْہِ السَّلَام کی عمر شریف بجائے ساٹھ (60) سال کے سو(100) برس ہو گئی۔"[1]

(4) موت کے وقت کسی کو مہلت نہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (پ۲۸، المنافقون: ۹ تا ۱۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ نقصان میں ہیں۔ اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے پھر کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ آجائے اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

مُفَسِّر شہیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس میں خطاب غافل مسلمانوں سے ہے، اس لیے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فرمایا گیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اپنی زبان ہر وقت اللہ کے ذکر میں تر رکھو، جب بھی جان نکلے تو اللہ کے ذکر پر نکلے، تر لکڑی کو آگ نہیں جلاتی، تر زبان کو دوزخ کی آگ نہ جلائے گی۔ (اور ہمارے دیے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو۔) یعنی اپنے مال سے زکوۃ اور تمام واجب صدقات نکالو۔ صوفیاء کے نزدیک اللہ کی ہر دی ہوئی چیز میں سے اللہ کے لیے خرچ کرنا چاہیے، کچھ سانس اللہ کے لیے نکلیں، کچھ قدم اللہ کے لیے چلیں، کچھ نظریں اللہ کے لیے پڑیں، کچھ باتیں اللہ کے لیے بولی

---

[1] ... تفسیر نور العرفان، پ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۶۱۔

جاویں۔"(1) تفسیر طبری میں ہے: حضرت سیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: "وہ مؤمن شخص جس کے پاس مال ہو اور وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے، نہ اس مال سے حج کرے اور نہ ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا کوئی اور حق اس سے ادا کرے تو وہ شخص موت کے وقت واپس لوٹائے جانے کی تمنا کرے گا تاکہ اپنے مال سے صدقہ اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرسکے۔ تو ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور ہرگز **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وعدہ (یعنی موت) آجائے۔"(2)

(5) جن کی نیکیاں بڑھ جائیں گی وہ کامیاب ہونگے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

(پ۱۸، المؤمنون: ۹۹ تا ۱۰۵)

ترجمۂ کنز الایمان: یہاں تک کہ جب ان میں کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے ربّ مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں ہشت (ہرگز نہیں) یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے تو جب صُور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہونچے اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنھوں نے اپنی جانیں گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ان کے منہ پر آگ لپٹ مارے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے۔

---

1 ... تفسیر نور العرفان، پ۲۸، المنافقون، تحت الآیۃ: ۹، ۱۰۔

2 ... تفسیر طبری، پ۲۸، المنافقون، تحت الآیۃ: ۱۱، ۱۲/ ۱۱۰، حدیث: ۳۴۱۸۵۔

اور پھر ارشاد فرماتا ہے:

كَمۡ لَبِثۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ عَدَدَ سِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ فَسۡـئَلِ الۡعَآدِّيۡنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا لَّوۡ اَنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰكُمۡ عَبَثًا وَّاَنَّكُمۡ اِلَيۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ (پ۱۸، المؤمنون: ۱۱۲ تا ۱۱۵)

ترجمۂ کنزالایمان: تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما، فرمایا تم نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمہیں علم ہوتا، تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

عَلَّامَہ جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدُنَا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جب کافر کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں دیکھتا ہے تو وہ کہتا ہے: ''اے میرے ربّ! مجھے واپس دنیا میں بھیج دے تاکہ میں توبہ اور نیک اعمال کرسکوں۔'' تو اسے کہا جاتا ہے کہ ''جتنی تیری عمر تھی وہ تو نے گزار لی۔'' تو اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور وہ مصیبت زدہ شخص کی طرح ہو جاتا ہے جو سوتا ہے اور گھبراتا ہے، زمین کے کیڑے مکوڑے سانپ بچھو (اسے ڈسنے اور کھانے کے لیے) اس کی طرف بڑھتے ہیں۔ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ اہل قبور میں سے گنہگار لوگوں کے لیے ہلاکت و بربادی ہے کہ اُن کی قبروں میں اُن پر کالے سانپ داخل کیے جاتے ہیں، ایک سر کی جانب سے، ایک ٹانگوں کی جانب، وہ اسے (ڈستے) رہتے ہیں، یہی وہ برزخ کا عذاب ہے جس کا بیان اللہ عَزَّوَجَلَّ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔''[1]

صَدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ''کافر وقتِ موت تک تو اپنے کفر و سرکشی اور خدا اور رسول کی تکذیب اور مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے انکار پر مُصر رہتا ہے اور جب موت کا وقت آتا ہے اور اس کو جہنم میں اس کا مقام دکھایا جاتا ہے اور جنت کا وہ مقام بھی دکھایا جاتا ہے کہ اگر وہ ایمان لاتا تو یہ مقام اسے دیا جاتا۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ مالک کو چالیس برس تک پکارتے رہیں گے، اس کے بعد وہ کہے گا کہ تم جہنم ہی میں پڑے رہو گے۔ پھر

[1] ... تفسیر درمنثور، پ۱۸، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۹۹، ۱۰۰، ۶/ ۱۱۴ ملخصاً۔

وہ پروردگار کو پکاریں گے اور کہیں گے: اے ربّ ہمارے ہمیں دوزخ سے نکال اور یہ پکار ان کی دنیا سے دونی عمر کی مدت جاری رہے گی، اس کے بعد انہیں یہ جواب دیا جائے گا جو اگلی آیت سورۂ مؤمنون، آیت نمبر108 میں ہے۔ اور دنیا کی عمر کتنی ہے؟ اس میں کئی قول ہیں: بعض نے کہا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے۔ بعض نے کہا: بارہ ہزار برس۔ بعض نے کہا: تین لاکھ ساٹھ برس۔ ''[1]

(6) مؤمنین کے دل اللہ کی یاد کے لئے جھک جاتے ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ(۱۶) (پ۲۷، الحدید: ۱۶)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اُترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: ''کیا مؤمنین کے لیے وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی یاد کے لیے جھک جائیں یعنی ذِکرُاللہ، وعظ و نصیحت اور سماعِ قرآن کے وقت ان کے دل نرم پڑ جائیں، تو وہ اسے سمجھیں، پرکھیں، سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے مؤمنین کو یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا جنہیں کتاب دی گئی اور جب ایک عرصہ گزر گیا تو ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی کتاب کو تبدیل کر ڈالا اور اسے تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا، اسے پس پشت ڈال دیا اور اپنی ایجاد کردہ مختلف آراء و اقوال کے پیچھے پڑ گئے، **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے دین میں دوسروں کے پیچھے چلنے لگے اور **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کے علاوہ اپنے اَحبار (یعنی علماء) اور راہبوں کو خدا بنا لیا تو اس وقت ان لوگوں کے دل سخت ہوگئے، وعظ و نصیحت سے منہ موڑنے لگے اور ان کے دل وعدہ اور وعید سے بھی نرم نہ پڑے اور اُن میں بہت فاسق تھے اُن کے

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۸، المؤمنون، تحت الآیات: ۹۹ تا ۱۰۷ ملتقطاً۔

دِل فاسِد اور اَعمال باطِل تھے۔ "[1] اِس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے صَدرُ الافاضِل حضرتِ علامہ مولانا سیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دولت سرائے اَقدس سے باہر تشریف لائے تو مسلمانوں کو دیکھا کہ آپس میں ہنس رہے ہیں، فرمایا: "تم ہنستے ہو، ابھی تک تمہارے ربّ کی طرف سے امان نہیں آئی اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔" انہوں نے عرض کیا: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے؟" فرمایا: "اتنا ہی رونا۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:574

دنیا میں مسافروں کی طرح رہو

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: اَخَذَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِمَنْکِبِی فَقَالَ: کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ. وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا یَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ، وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ.[3]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا: "دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر یا راستہ طے کرنے والے ہو۔" سَیِّدُنا ابنِ عُمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرمایا کرتے تھے کہ "جب شام ہو جائے تو صبح کا اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت میں سے کچھ اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی میں سے کچھ اپنی موت کے لیے لے لو۔"[4]

دنیا ایک مسافر خانہ ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "دنیا میں مسافر کی طرح رہنے کا مطلب یہ ہے

---

1 ... تفسیر ابن کثیر، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۶، ۸/ ۵۲، ۵۳ ملخصاً۔

2 ... تفسیر خزائن العرفان، پ ۲۷، الحدید، تحت الآیۃ: ۱۶۔

3 ... بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا... الخ، ۴/ ۲۲۳، حدیث: ۶۴۱۶۔

4 ... مذکورہ حدیث پاک کی تفصیلی شرح کے لیے فیضان ریاض الصالحین جلد چہارم، باب نمبر ۵۵، حدیث نمبر ۴۷۱، صفحہ ۶۸۸ ملاحظہ کیجئے۔

کہ تم دنیا کی طرف مائل نہ ہو کیوں کہ تم اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو تو تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ اور نہ ہی دُنیاوی لذتوں کے ساتھ اُلفت رکھو اور دنیادار لوگوں اور اُن کے ساتھ میل جول سے بچو، کیونکہ تم ان لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اپنے آپ کو لازم پکڑو، اپنے آپ کو لمبی عمر کی امید مت دلاؤ اور ان چیزوں کے ساتھ تعلق قائم نہ کرو جن کے ساتھ ایک مسافر غیر وطن میں تعلق قائم کرنے سے بچتا ہے اور ان چیزوں میں مشغول نہ رہو کہ جن میں وہ مسافر مشغول نہیں ہوتا جو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ راستہ طے کرنے والے کی طرح اس لیے فرمایا کہ مسافر جب سفر کرتا ہے تو وہ اس دوران کئی شہروں میں قیام کرتا ہے بخلاف راستہ طے کرنے والے کے کہ وہ تو فقط قصد کرتا ہے اور جب شام ہو جائے تو صبح کا اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو۔ یعنی موت صبح وشام ہر وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے ہو کہ یہ بات امیدوں کو کم کرنے والی اور عمل کو بڑھانے والی ہے۔"[1]

زندگی میں لمبی اُمیدیں نہ باندھو:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جیسے مسافر منزل اور وہاں کی زیب وزینت سے دل نہیں لگاتا کیونکہ اُسے آگے جانا ہوتا ہے ایسے ہی تم یہاں کے انسان اور سامان سے دل نہ لگاؤ، ورنہ مرتے وقت ان کے چھوٹنے سے بہت تکلیف ہو گی۔ حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے نفس سے خطاب کیا کرتے کہ زندگی کی لمبی امیدیں نہ باندھو، ہر نماز آخری نماز سمجھ کر پڑھو، تندرستی اور زندگی کو غنیمت جانو، جس قدر ہو سکے اس میں نیکیاں کما لو ورنہ بیماری میں اور موت کے بعد کچھ بن نہ پڑے گا:

کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں .... جب بڑھاپا آگیا پھر بات بَن پڑتی نہیں
ہے بڑھاپا بھی غنیمت جب جوانی ہو چکی .... یہ بڑھاپا بھی نہ ہو گا موت جس دم آگئی[2]

موت کی یاد اور اُمیدوں میں کمی کا مدنی نسخہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں موت کی یاد اور امیدوں میں کمی کا ایک بہترین

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب تمنی الموت وذکرہ، ۴/۷۰، تحت الحدیث: ۱۶۰۴ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۴۳۸۔

بیان ہے، علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے فرمایا کہ یہ حدیثِ پاک تمام نصیحتوں کی جامع ہے کہ اس میں مسافر اور راستہ عبور کرنے والے کی طرح رہنے کا فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ مسافر لوگوں کو بہت کم جانتا پہچانتا ہے، اس میں حسد، عداوت، بغض وکینہ، چغلی، غیبت، نفاق، لڑائی جھگڑے اور دیگر تمام رذائل بہت کم ہوتے ہیں کیونکہ یہ تمام بری خصلتیں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے پیدا ہوتی ہیں، جب بندہ لوگوں میں رہتا ہے، ان کی نعمتوں کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں اُن نعمتوں کے چھن جانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور یہی حسد ہے، جب وہ لوگوں سے مختلف معاملات کرتا ہے تو اُن کی عداوت، لڑائی جھگڑا پیدا ہوتا ہے، پھر وہ اُن کی چغلی، غیبت، بہتان تراشی نفاق اور دیگر کئی اَمراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جبکہ مسافر میں ایسی تمام باتیں نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں، کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے بہت قلیل وقت کے لیے یہاں رہنا ہے اور پھر یہاں سے روانہ ہونا ہے، اسی وجہ سے وہ لوگوں کے ساتھ میل جول کم رکھتا ہے یا رکھتا بھی ہے تو اچھا میل جول رکھتا ہے، اپنے قلیل مدتِ قیام کی وجہ سے اسے چیزوں میں رغبت بھی نہیں ہوتی، تو گویا اس حدیث پاک میں دُنیوی رذائل سے بچنے، امیدوں میں کمی کرنے، دنیوی مال و دولت سے بے رغبتی اختیار کرنے کا ایک **مدنی نسخہ** عطا فرمایا گیا ہے کہ جو مسافر کی طرح دنیا میں رہے گا وہ اِن تمام بُری خصلتوں سے اپنے آپ کو کسی حد تک محفوظ کرلے گا، لمبی لمبی امیدیں نہیں باندھے گا، دُنیوی مال و دولت کے لالچ میں نہیں پڑے گا، بلکہ اپنی اُخروی منزل کے بارے میں فکر مند رہے گا۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا کے فرمان میں عبرت کے بے شمار مدنی پھول ہیں، واقعی جسے یہ معلوم ہو کہ میری موت اٹل ہے، لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کب آئے گی؟ یقیناً وہ صبح کے وقت شام کا انتظار نہیں کرے گا اور شام کے وقت صبح کا انتظار نہیں کرے گا، بلکہ اِس بات کی فکر میں لگ جائے گا کہ کسی طرح موجودہ وقت میں اپنے لیے نیکیاں کرکے اُسے قیمتی بنالے، وہ اپنی حالت صحت کو غنیمت جانے گا، اس میں اچھے اَعمال کرنے کی کوشش کرے گا کہ کیا معلوم بیماری میں مجھے وہ اچھے اَعمال کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے، الغرض وہ موت سے پہلے زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے اچھے اَعمال میں مصروف ہو جائے گا۔

فرمانبردار اور نافرمان کی آخری خواہش:

حضرت سَیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: ”ایک بادشاہ نے سیر سپاٹے کا ارادہ کیا تو پہننے

کے لئے اچھے کپڑے منگوائے مگر پسند نہ آئے، دوسرے منگوائے مگر وہ بھی پسند نہ آئے آخر کار ایک لباس پسند کیا، اسی طرح سواری منگوائی مگر پسند نہ آئی، پھر کئی سواریاں لائی گئیں بالآخر بڑی مشکل سے ایک سواری پسند آئی، ابھی سوار ہوا ہی تھا کہ شیطان نے وسوسہ ڈال کر اسے غرور میں مبتلا کر دیا، پھر بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ چلنا شروع کیا اور غرور کے سبب لوگوں کی طرف بالکل نہ دیکھا، اچانک بادشاہ کے قریب ایک خستہ حال شخص آیا اور اسے سلام کیا مگر بادشاہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، اس شخص نے سواری کی لگام پکڑ لی، بادشاہ نے کہا: لگام چھوڑو! تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو، اس شخص نے کہا: مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے، بادشاہ نے کہا: ابھی ٹھہر جاؤ! جب سواری سے اتروں تو بتانا۔ اس نے کہا: ”نہیں! ابھی بتاؤں گا۔“ اور یہ کہہ کر لگام پر گرفت سخت کر دی۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے کہا: ”کام بتاؤ؟“ اس نے کہا: ”راز کی بات ہے۔“ بادشاہ نے اپنا سر جھکایا تو اس شخص نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: ”میں مَلَکُ الْمَوْت ہوں۔“ یہ سن کر بادشاہ کا رنگ اُڑ گیا، پھر ہَکلاتے ہوئے کہنے لگا: ”مجھے کچھ دیر کے لئے چھوڑ دو تاکہ گھر والوں کے پاس جا کر کچھ ضروری کام نمٹاؤں اور انہیں اَلوداع کہہ سکوں۔“ مَلَکُ الْمَوْت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اب تم کبھی اپنے گھر والوں اور مال و دولت کو نہیں دیکھ سکو گے۔“ یہ کہہ کر اس کی روح قبض کی تو وہ ایک لکڑی کی طرح نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام کی ملاقات ایک مومن بندے سے ہوئی، آپ نے اسے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا پھر مَلَکُ الْمَوْت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ”مجھے ایک ضروری کام ہے جو تمہارے کان میں بتاؤں گا۔“ اس نے کہا: قریب آجائیں۔ آپ نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا: ”میں مَلَکُ الْمَوْت ہوں۔“ یہ سن کر مومن بندے نے کہا: ”خوش آمدید! آپ نے کافی عرصہ انتظار کروایا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے روئے زمین پر آپ کی ملاقات سے زیادہ کسی کی ملاقات پسند نہ تھی۔“ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ”جس کام کے لئے نکلے ہو اسے پورا کر لو۔“ اس نے کہا: میرے نزدیک اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات سے زیادہ کوئی کام ضروری ہے نہ محبوب۔ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: ”کس حالت میں مرنا پسند کرو گے؟“ مومن بندے نے کہا: کیا آپ کو اس کی اجازت ہے؟ کہا: ”ہاں! مجھے یہی کہا گیا ہے۔“ اس شخص نے کہا: ”کچھ دیر ٹھہریئے! میں وضو کر کے نماز پڑھتا ہوں، آپ سجدے میں میری روح قبض کر لیجئے گا۔“ پھر ملک الموت عَلَیْہِ

السَّلَام نے سجدے کی حالت میں اس کی روح قبض کرلی۔[1]

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے .... یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
بے وفا دنیا پہ مت کر اعتبار .... تو اچانک موت کا ہو گا شکار
موت آکر ہی رہے گی یاد رکھ .... جان جا کر ہی رہے گی یاد رکھ

مدنی گلدستہ

”عمر“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے۔

(2) بندے کو چاہیے کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہے کہ جس طرح اس کا لوگوں سے میل جول بہت کم ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ غیبت، حسد، نفاق وغیرہ باطنی اَمراض سے محفوظ رہتا ہے اور اس کی نظر فقط اپنی منزل پر ہوتی ہے ایسے ہی بندے کو چاہیے کہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے اور اپنی آخرت پر نظر رکھے، ہر وقت آخرت کی تیاری میں مشغول رہے۔

(3) تندرستی کی حالت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خوب عبادت کرنی چاہئے کیونکہ بیماری میں ایسی عبادت نہیں ہوسکتی جیسی صحت مندی میں ہوسکتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 575

مرنے سے پہلے وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ ، لَہُ شَیْءٌ

[1] ... احیاء العلوم، ۵/ ۵۲۸۔

يُوصِي فِيهِ، يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ.[1] وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: يَبِيتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ. قَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَالِكَ إِلَّا وَعِنْدِي وَصِيَّتِي.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جس مسلمان کے پاس کوئی چیز لائق وصیت ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دو راتیں بھی اس حال میں گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔“ حضرتِ سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فرماتے ہیں: ”جب سے میں نے سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے یہ بات سنی ہے مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گزری کہ میری وصیت میرے پاس موجود نہ ہو۔“

وصیت کرنا مستحب ہے:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”وصیت لکھنے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے لیکن ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وصیت کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، ہاں اگر انسان پر کسی کا قرضہ ہو یا کسی کا حق ہو یا اس کے پاس کسی کی امانت ہو تو اس کی وصیت کرنا اس پر لازم ہے۔“[3]

کیا خبر موت کہاں اور کب آئے؟

”دو راتیں بھی اس حال میں نہ گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔“ اس کے تحت مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اگر یہ حکم وجوبی ہے تو منسوخ ہے کہ اب میراث کے اَحکام آچکے اور اگر اِستحبابی ہے تو اب بھی باقی ہے، واقعی جو وصیت کرنا چاہے وہ بغیر وصیت کئے ایک رات بھی نہ گزارے، کیا خبر موت کہاں اور کب آئے، نیز وصیت لکھ کر کرے بلکہ آج کل رجسٹری کرادے کہ زبانی وصیتیں بدل جاتی ہیں، ہاں! ادائے قرض اور ادائے

1 . . . بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۰، حدیث: ۲۷۳۸۔

2 . . . مسلم، کتاب الوصیۃ، باب وصیۃ الرجل مکتوبۃ عندہ، ص ۸۸۱، حدیث: ۴۲۰۴۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الوصیۃ، ۶/ ۷۴، الجزء الحادی عشر۔

امانات کی وصیت اب بھی واجب ہے جبکہ اُن قرضوں اور امانتوں کی کسی کو خبر نہ ہو۔“[1]

موت سے پہلے آخرت کی تیاری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیثِ پاک میں جہاں موت سے قبل وصیت نامہ لکھ لینے کی ترغیب دلائی گئی ہے وہیں اس میں موت کی یاد اور فکرِ آخرت کی ترغیب بھی ہے۔ موت کا کچھ پتا نہیں کہ کہاں اور کب آجائے۔ موت ایک اٹل حقیقت ہے، جو ہر صورت آکر ہی رہے گی، ہر شاہ وگدا کو اس کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے، لیکن سمجھدار وہ ہے جو موت سے پہلے آخرت کی تیاری کرلے، اپنے قیمتی اور انمول لمحات کو فضول ولغو کاموں میں صَرف کرنے کے بجائے خیر وبھلائی کے کاموں میں خرچ کرے، جتنا دنیا میں رہنا ہے اتنا دنیا کے لیے اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنا آخرت کی تیاری میں مشغول رہے، کئی ہنستے بولتے انسان اچانک موت کا شکار ہو کر اندھیری قبر میں پہنچ جاتے ہیں، ہمیں بھی اسی طرح مرنا پڑے گا، اندھیری قبر میں اترنا پڑے گا، اپنی کرنی کا پھل بھگتنا پڑے گا۔ موت سے متعلق تین عبرت انگیز حکایات ملاحظہ کیجئے:

(1) حسرت زدہ بادشاہ:

منقول ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کا گزر ایک کھوپڑی کے قریب سے ہوا تو آپ نے اسے ٹھوکر مار کر فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے مجھ سے کلام کر۔“ کھوپڑی میں سے آواز آئی: ”اے رُوحُ اللہ! میں فلاں فلاں زمانے کا بادشاہ ہوں، میں اپنے محل میں تخت پر یوں بیٹھا تھا کہ سَر پر تاج جبکہ نوکر چاکر اور لشکری میرے آس پاس تھے کہ یکایک مَلَکُ الْمَوْت عَلَیْہِ السَّلَام آئے اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ ہر جوڑ الگ الگ ہو رہا ہے اور پھر میری رُوح کھینچ لی گئی، کاش! میں لوگوں کو جمع کرنے کے بجائے تنہائی اختیار کرتا، کاش! لوگوں کے قریب رہنے کے بجائے ان سے دور بھاگتا۔“[2]

(2) مغرور آدمی کا بُرا انجام:

حضرت سیِّدُنا یزید رَقَاشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”بنی اسرائیل کا ایک انتہائی مغرور آدمی اپنے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۸۱۔

2 ... احیاء العلوم، ۵/ ۵۱۹۔

گھر میں کسی فرد کے ساتھ تنہائی میں تھا، اچانک اس نے دیکھا کہ کوئی دروازے سے اندر آیا ہے، گھبرا کر فوراً غصے سے بھڑک اٹھا اور پوچھنے لگا: تم کون ہو اور کس کی اجازت سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہو؟ آنے والے نے جواب دیا: میں گھر کے مالک کی اجازت سے داخل ہوا ہوں، میں وہ ہوں جسے اندر آنے سے کوئی پہرے دار نہیں روک سکتا ہے، نہ مجھے کسی بادشاہ کی اجازت درکار ہے اور نہ ہی کسی کا رُعب و دبدبہ مجھے خوف زدہ کرسکتا ہے، نہ ہی کوئی ضدی و مغرور مجھ سے پیچھا چھڑا سکتا ہے اور نہ کوئی سرکش شیطان مجھ سے بچ سکتا ہے۔ یہ سن کر اس مغرور آدمی کو انتہائی ندامت ہوئی اور اس کے بدن پر کپکپی طاری ہوگئی یہاں تک کہ اوندھے منہ گر گیا، پھر اپنا سر اٹھا کر ذلت اور بھیک مانگنے والے انداز میں کہنے لگا: ”اس کا مطلب ہے آپ ملک الموت ہیں؟ فرمایا: ہاں! میں ہی مَلَکُ الْمَوْت ہوں۔ مغرور آدمی نے پوچھا: کیا آپ مجھے کچھ مہلت دے سکتے ہیں تاکہ میں توبہ تائب ہوسکوں؟ مَلَکُ الْمَوْت عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ”ہرگز نہیں! تیری مدت ختم ہوچکی ہے، سانسوں کی گنتی پوری ہوچکی ہے، وقت پورا ہوچکا ہے اور اب تیرے پاس کوئی راستہ نہیں بچا۔“ مغرور آدمی نے پھر پوچھا: آپ مجھے کہاں لے جائیں گے؟ فرمایا: تیرے اس عمل کی طرف جو تو نے آگے بھیجا ہے اور اس گھر کی طرف جو تو نے تیار کیا ہے۔ اس نے کہا: میں نے کوئی نیک عمل آگے بھیجا ہے نہ کوئی اچھا گھر تیار کیا ہے۔ مَلَکُ الْمَوْت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: پھر تو جہنم کی وادی کی جانب لے جاؤں گا جو گوشت کو بھون کر رکھ دیتی ہے۔ پھر آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اس کی روح قبض کرلی، وہ اپنے اہلِ خانہ کے درمیان گر پڑا اور سب نے رونا دھونا اور چیخنا چلانا شروع کردیا۔ حضرت سیِّدُنا یزید رَقاشی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”اگر گھر والے اس کے بُرے انجام کو جان لیتے تو اور زیادہ روتے۔“[1]

(3) موت آکر ہی رہے گی یاد رکھ:

حضرت سیِّدُنا اَعْمَش، حضرت سیِّدُنا خَیْثَمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سیِّدُنا سُلَیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس آئے اور آپ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کو مسلسل دیکھتے رہے پھر باہر چلے گئے، اس شخص نے حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام سے پوچھا:

[1] ...احیاء العلوم، ۵/ ۵۳۲۔

یہ کون تھے؟ آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: یہ مَلَکُ الْمَوْت تھے۔ اس نے کہا: میں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ مجھے یوں دیکھ رہے تھے کہ جیسے مجھے ہی لینے آئے ہوں۔ حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اب تم کیا چاہتے ہو؟ کہا: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے بچالیں اور ہَوا کو حکم دیں کہ وہ مجھے ہِند کے کسی دور دراز علاقہ میں پہنچا دے۔ حکم سنتے ہی ہَوا نے اسے وہیں پہنچادیا۔ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام جب دوبارہ آئے تو حضرت سیِّدُنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: تم میرے قریب بیٹھے شخص کو مسلسل کیوں دیکھ رہے تھے؟ ملک الموت عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا: مجھے اس پر حیرانگی ہو رہی تھی کہ مجھے حکم یہ ملا تھا کہ کچھ دیر بعد اس کی رُوح ہند کے دور دراز علاقہ میں قبض کروں حالانکہ وہ آپ کے پاس بیٹھا تھا۔[1]

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے .... مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے .... جو آباد تھے وہ مکاں اب ہیں سُونے
جگہ جی لگانے کی دُنیا نہیں ہے .... یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے
ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے .... مکیں ہوگئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے .... زمین کھا گئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے .... یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
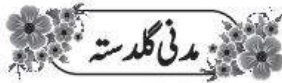
مدنی گلدستہ

”حسن“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) جمہور علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے۔

(2) اگر کسی پر قرضہ ہو یا کسی کا کوئی اور حق ہو یا کسی کی امانت ہو تو اسے وصیت کرنا لازم ہے۔

(3) ہر وقت موت کو یاد رکھنا چاہیے اور آخرت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے کیا خبر کب موت آجائے۔

---

1 ... احیاء العلوم، ۵/ ۵۳۳۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی موت سے پہلے آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:576

اِنسان اور موت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ: ھٰذَا الْاِنْسَانُ وَھٰذَا اَجَلُہُ فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ جَاءَہُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کچھ لائنیں بنائیں اور (پھر ان لائنوں کی وضاحت کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ”یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت، پس وہ اسی حال میں ہوتا ہے کہ اُس کے پاس وہ لائن آجاتی ہے جو اُس کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔“

لائنوں کی وضاحت کا نقشہ:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حضور نبی کریم، رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کچھ لائنیں بنائیں جن کا نقشہ کچھ یوں ہے:

موت

انسان

اُمیدیں
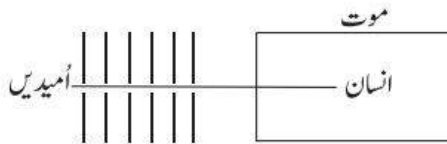
اِن لائنوں سے پیش آنے والی آفات مراد ہیں، پس انسان ایسی ہی آفات میں گھرا ہوا ہے، سب سے قریب والی لائن اُس کے پاس آجاتی ہے اور وہ اَجَل (یعنی موت) ہے۔ دیگر لائنیں آفات ہیں اور سب سے قریب والی لائن اَجَل (یعنی موت) ہے کیونکہ اِس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ لائن جس نے انسان کو گھیرا ہوا ہے (یعنی موت) وہ اُس لائن سے زیادہ قریب ہے جو اُس سے باہر ہے۔“[2]

1 ... بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ، ۴/ ۲۲۴، حدیث: ۶۴۱۸، بتغیر۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ، ۱۵/ ۵۰۳، تحت الحدیث: ۶۴۱۸۔

لمبی اُمیدیں آخرت کو بھلادیتی ہیں:

"فتح الباری" میں ہے: امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم فرماتے ہیں: "مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف یہ ہے کہ تم خواہشات کی پیروی کروگے اور لمبی اُمیدیں رکھو گے، خواہشات کی پیروی انسان کو حق سے روک دیتی ہے اور لمبی اُمیدیں آخرت کو بھلا دیتی ہیں۔ خبر دار! دنیا تم سے پیٹھ پھیرنے والی ہے۔" ایک روایت میں یوں ہے: "خواہشات کی پیروی تمہارے دلوں کو پھیر دے گی اور لمبی امیدیں تمہارے ارادوں کو دنیا کی طرف پھیر دیں گی۔" بعض حکماء نے سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کے کلام سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ "دنیا پیٹھ پھیر کر جانے والی اور آخرت سامنے سے آنے والی ہے، تو تعجب ہے اس شخص پر جو پیٹھ پھیر کر جانے والی کو قبول کرے اور سامنے سے آنے والی کو پیٹھ دکھائے۔" حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے: "چار چیزیں بد بختی سے ہیں: (1) آنکھوں کا خشک ہو جانا (یعنی خوفِ خدا کے سبب آنکھوں کا نہ رونا) (2) دل کی سختی (3) لمبی امیدیں (4) اور دنیا کی حرص۔" حضرت سَیِّدُنا **عبدالله** بن عَمرو رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے: "اس اُمّت کے پہلے کے لوگوں کی کامیابی کا راز زُہد اور یقین ہے اور اس اُمت کے آخر کے لوگوں کی ہلاکت کا راز بُخل اور لمبی اُمیدیں ہیں۔" کہا گیا ہے کہ اُمیدوں کا کم ہونا ہی زُہد کی حقیقت ہے لیکن امیدوں کا کم ہونا حقیقتاً زُہد نہیں بلکہ زُہد کا سبب ہے کیونکہ جس نے اپنی امیدوں کو کم کیا اس نے زُہد اختیار کیا اور لمبی امیدوں سے طاعت میں سُستی، توبہ میں تاخیر، دنیا میں رغبت، آخرت کو بھولنا اور دل میں سختی پیدا ہوتی ہے کیونکہ دِلوں کی نرمی اور صفائی موت، قبر، ثواب وعقاب اور قیامت کی سختیوں کو یاد کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے امیدوں کو کم کیا اس کے اِرادے کم ہو جاتے ہیں اور اس کا قلب منور ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ موت کو قریب سمجھتا ہے تو طاعت میں کوشش کرتا ہے اور اس کے اِرادے کم ہو جاتے ہیں اور وہ قلیل پر ہی راضی ہو جاتا ہے۔[1]

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

[1] ... فتح الباری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطوله، ۱۲/ ۱۹۹، ۲۰۰، تحت الحدیث: ۶۴۱۸ ملخصاً۔

حدیث نمبر:577

لمبی اُمیدوں کی مثال

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا، وَخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِنْہُ، وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰی ھٰذَا الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِہِ الَّذِیْ فِی الْوَسَطِ، فَقَالَ: ھٰذَا الْاِنْسَانُ وَھٰذَا اَجَلُہُ مُحِیْطًا بِہٖ اَوْقَدْ اَحَاطَ بِہٖ وَھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ خَارِجٌ اَمَلُہُ، وَھٰذِہِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاَہُ ھٰذَا، نَھَشَہُ ھٰذَا وَاِنْ اَخْطَاَہُ ھٰذَا نَھَشَہُ ھٰذَا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک مربع (چوکور) لائن کھینچی اور پھر اس لائن کے درمیان میں سے دوسری جانب باہر تک ایک اور لائن کھینچی، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس چوکور لائن کے اندر درمیانی لائن کے دونوں طرف کچھ چھوٹی چھوٹی لائنیں کھینچیں اور ارشاد فرمایا: ”یہ انسان ہے اور یہ (چوکور) لائن اس کی موت ہے جو اُس کا اِحاطہ کرنے والی ہے یا اس کا احاطہ کرچکی ہے اور باہر نکلنے والی یہ لائن اس کی امیدیں ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی لائنیں دُنیاوی مشکلات ہیں، اگر وہ ایک مشکل سے بچ گیا تو دوسری مشکل اسے ڈَس لے گی اور اگر اس سے بھی بچ گیا تو تیسری مشکل اسے ڈَس لے گی۔“

اُمیدوں کی تکمیل سے قبل موت:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت یہ دو نقشے بنائے ہیں:
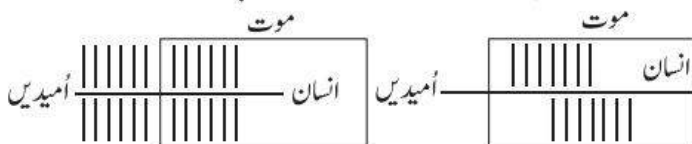
علامہ کرمانی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”(اس نقشے میں) وہ لائن جو چوکور لائن کے درمیان میں لگی ہوئی ہے وہ لائن آدھی چوکور لائن کے اندر ہے اور آدھی اس سے باہر، تو پس وہ جو چوکور لائن کے اندر ہے وہ فرضی طور پر انسان ہے اور وہ لائن جو اس چوکور لائن کے باہر ہے وہ اس بندے کی اُمیدیں ہیں اور چھوٹی

[1] . . . بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطولہ، ۴/ ۲۲۴، حدیث: ۶۴۱۷۔

چھوٹی تمام لائنیں بندے کو لاحق ہونے والی دنیاوی آفات اور مصائب ہیں، اگر وہ ایک آفت سے بچ جاتا ہے تو دوسری آفت (یعنی موت) اسے ڈس لیتی ہے یعنی اگر وہ اِختر امی موت (آفات کے سبب پیش آنے والی موت) سے نہیں مرتا تو طبعی موت سے ضرور مر جاتا ہے۔ تو حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ انسان لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے، ابھی اس کی امیدیں پوری نہیں ہوتیں کہ موت اسے اُچک لیتی ہے۔"[1]

موت سے فرار ممکن نہیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ البَارِی فرماتے ہیں: "ظاہر یہی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے زمین پر یہ لائنیں بنائیں۔ علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ یہاں لائن سے مراد نشان یا شکل ہے۔ چوکور لائن انسان کی موت یا اس کی عمر کی مدت ہے جو اسے گھیرے ہوئے ہے یعنی اسے ہر جانب سے اس طرح گھیرے ہوئے ہے کہ اس سے نکلنا یا فرار ہونا ناممکن ہے، چوکور لائن کے باہر اس کی امیدیں ہیں جن کے بارے میں بندہ گمان کرتا ہے کہ وہ انہیں موت سے قبل حاصل کر لے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہوتا ہے کیونکہ اس کی امیدیں بہت طویل ہوتی ہیں جن کی تکمیل سے وہ فارغ نہیں ہو سکتا اور اس کی موت اس کے بہت قریب ہے۔ دیگر چھوٹی چھوٹی لائنیں آفات وبلیات ہیں جیسے بیماری، بھوک، پیاس وغیرہ جو انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ اگر وہ ایک آفت سے بچ جاتا ہے تو دوسری آفت اسے آلیتی ہے اور اسی طرح وہ موت تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس کی امیدوں کا اختتام نہیں ہوتا۔"[2]

دنیا میں آفتوں سے چھٹکارا نہیں:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: اس شکل میں چار چیزیں ہیں، بیچ والا جو مربع خط (چوکور لائن) سے گھرا ہوا ہے اور جسے چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی ہیں یہ تو انسان ہے اور اس کے ارد گرد چوکھوٹا خط (چوکور لائن) اس کی موت ہے جو ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے اور آس پاس کی چمٹی ہوئی لکیریں یہ دنیاوی آفتیں، بلائیں ہیں، بیماریاں، آپس کی دشمنیاں، دنیاوی

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الرقاق، باب فی الامل وطوله، ۱۵ / ۵۰۲، تحت الحدیث: ۶۴۱۷ ملخصاً۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الرقاق، باب الامل والحرص، ۹ / ۱۱۹، تحت الحدیث: ۵۲۶۸۔

جھگڑے اور فکریں جو دو طرفہ چمٹی ہوئی ہیں اور اس مربع خط سے اوپر نکلا ہوا حصہ یہ انسان کی دنیاوی امیدیں ہیں یعنی انسان اس قدر آفتوں اور چوطرفہ سے موت میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اتنی دراز امیدیں رکھتا ہے جو اس موت سے بھی آگے نکلی ہوئی ہیں۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

انسان عمر میں کبھی بھی آفتوں سے چھٹکارا نہیں پاتا، ایک آفت جاتی ہے تو دو آتی ہیں اور جب دو جاتی ہیں تو اور طرف سے تین چار آتی ہیں، یہ آفتیں بلائیں یوں ہی آتی رہتی ہیں حتی کہ اسے موت آجاتی ہے، زیادہ امیدیں باندھنے والے کو موت کی تکلیف بہت ہوتی ہے، نزع کی شدت، دنیا چھوٹنے پر حسرت، امیدیں پوری نہ ہونے کا غم۔ لہٰذا یہ ہی بہتر ہے کہ لمبی امیدیں رکھی ہی نہ جائیں۔ غافل مر کر دنیا اور محبوب چیزوں سے چھوٹتا ہے مگر مؤمن کامل مر کر محبوب سے ملتا ہے، کافر کی موت کا دن چھوٹنے کا دن ہے، مؤمن کی موت کا دن ملنے کا دن ہے، اس لیے مقبولوں کی موت کو عرس یعنی شادی کہا جاتا ہے۔ قبر میں کامیاب ہونے پر فرشتے کہتے ہیں: نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْس سو جا! دُلھن کی طرح۔“[1]

لمبی اُمیدوں سے متعلق پانچ اَقوال وحکایات:

(1) ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرت زُرارہ بن اَبُواَوفٰی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو ان کے اِنتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا: ”کون سا عمل آپ کے نزدیک بلند مرتبہ ہے؟“ انہوں نے فرمایا: ”توکُّل کرنا اور امیدوں کو کم کرنا۔“ **(2)** حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”امیدوں کا چھوٹا ہونا زہد ہے نہ کہ سخت غذا کھانا اور بوری لپیٹ لینا۔“ **(3)** حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اگر میں ایک مہینہ زندہ رہنے کی امید کروں تو تم دیکھو گے کہ یقیناً میں نے بڑا گناہ کیا اور میں یہ امید رکھ بھی کیسے سکتا ہوں حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ مصیبتوں نے دن ورات ہر گھڑی میں لوگوں کو گھیرا ہوا ہے۔ **(4)** حضرت سیِّدُنا محمد بن ابو توبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا معروف کرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی نے

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۸۷۔

نماز کے لئے اِقامت کہی اور مجھ سے فرمایا: "آگے بڑھ کر نماز پڑھاؤ۔" میں نے عرض کی: "یہ ایک ہی نماز پڑھاؤں گا اس کے علاوہ کوئی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔" یہ سن کر انہوں نے فرمایا: "تم اپنے دل میں دوسری نماز کے بارے میں سوچ رہے ہو، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں لمبی امیدوں سے بچائے کہ یہی نیک اعمال میں رکاوٹ بنتی ہیں۔" **(5)** حضرت سیِّدُنا ابو محمد بن علی زاہد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَاحِد کہتے ہیں: ہم کوفہ میں ایک جنازے میں شریک ہوئے اس میں حضرت سیِّدُنا داوٗد طائی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بھی شریک تھے، جب لوگ میت کو دفنانے لگے تو آپ ایک جانب بیٹھ گئے، میں آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس آیا اور قریب بیٹھا تو آپ نے فرمایا: "جو وعدۂ عذاب کا خوف رکھتا ہے دور کی چیز بھی اس کے قریب آجاتی ہے اور جس کی امیدیں زیادہ ہوں اس کا عمل کم ہوجاتا ہے اور ہر آنے والی چیز (یعنی موت) قریب ہی ہے، اے میرے بھائی! یاد رکھو کہ جو چیز تمہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل کرے وہ تمہارے لئے منحوس ہے، یہ بھی جان لو کہ دنیا والے قبر والوں کی طرح ہیں کہ جو ہاتھ سے نکل جاتا ہے اس پر افسوس کرتے ہیں اور جو کچھ آگے کے لئے جمع کر کے رکھتے ہیں اس پر خوش ہوتے ہیں البتہ فرق صرف اتنا ہے کہ جس چیز پر قبر والے افسوس کرتے ہیں دنیا والے اس کی خاطر مقابلہ اور قتل وغارت گری کرتے ہیں اور عدالت میں اس کے لئے مقدمہ لڑتے ہیں۔"[1]

لمبی اُمیدوں کے اَسباب اور بچنے کا طریقہ:

حجۃ الاسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: جان لیجئے! لمبی امید باندھنے کے دو سبب ہیں، ایک **دنیا کی محبت** اور دوسرا **جہالت**۔

(1) پہلا سبب، دنیا کی محبت: جب بندہ دنیا سے اس قدر مانوس ہوجائے کہ دنیاوی خواہشات، لذتوں اور معاملات کا جدا ہونا اس کے دل پر ناگوار گزرے تو اس کا دل اس موت کے بارے میں غور و فکر سے رُک جاتا ہے جو دنیاوی خواہشات و لذتوں سے جدائی کا سبب ہے۔ اصول یہ ہے کہ جو چیز انسان کو ناپسند ہوتی ہے اسے اپنے سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ یہی انسان بے کار قسم کی آرزوؤں میں مصروف نظر آتا ہے اور چاہتا ہے کہ خواہشات کے مطابق ہر کام ہوجائے لہٰذا دنیا میں باقی رہنا ہی اس کی اصل چاہت

[1] ... احیاء العلوم، ۵ / ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۴ملتقطاً۔

ہوتی ہے اور اسی وجہ سے مسلسل انہی خیالات میں گھرا رہتا ہے اور اپنے جی میں گھر بار، بیوی بچے، دوست احباب، مال و دولت اور دیگر تمام اسباب کو ضروری سمجھتا ہے اور پھر اسی سوچ پر اس کا دل جم جاتا ہے اور یوں موت کو بھول جاتا ہے۔ ❁ **موت کو یاد نہ کرنے کے بہانے:** اگر بندے کے دل میں کبھی موت کا خیال آ بھی جائے اور اس کی تیاری کی ضرورت محسوس کرے تو ٹال مٹول سے کام لیتا ہے اور دل میں وعدہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ابھی تو کافی دن پڑے ہیں جب بڑا ہو جاؤں گا توبہ کرلوں گا اور جب بڑا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے: بوڑھا ہونے پر توبہ کرلوں گا اور جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے: اس گھر کی تعمیر سے فارغ ہو جاؤں یا فلاں زمین کا کچھ حصہ کاشت کرلوں یا سفر سے لوٹ آؤں یا اولاد کی تربیت سے یا شادی بیاہ سے فارغ ہو جاؤں یا ان کی رہائش کا کوئی مناسب انتظام کرلوں یا گالیاں دینے والے فلاں دشمن کو زیر کرلوں تو پھر توبہ کرلوں گا، یوں مسلسل ٹال مٹول کرتا رہتا ہے اور ایک کام سے فارغ نہیں ہوتا کہ دوسرے دس کام سر پر آ کھڑے ہوتے ہیں، دن یونہی گزرتے رہتے ہیں اور مصروفیت بڑھتی رہتی ہے کہ موت اچانک آ دبوچتی ہے اور پھر نہ ختم ہونے والی حسرتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توبہ میں تاخیر کرنے والے اکثر جہنمی چیخ و پکار کرتے ہوئے یہی کہیں گے: آہ! تاخیر کرنے پر افسوس ہے۔ حالانکہ توبہ میں تاخیر کرنے والے اس بے چارے کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ آج جس بات کی وجہ سے توبہ میں تاخیر کر رہا ہے کل بھی وہ وجہ پائی جائے گی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ مزید مضبوط ہو جائے گی اور یہ بے چارہ تصور جمائے بیٹھا ہے کہ دنیا میں مگن رہنے والا اور اس میں مصروف رہنے والا کبھی نہ کبھی فارغ ہو جاتا ہے۔ ہائے افسوس! اس سے وہی فارغ ہو سکتا ہے جو اس کی محبت کو دل سے نکال پھینکے۔ ان تمام خواہشات کی بنیاد دنیا کی محبت اور اس میں دل لگانا ہے نیز آقائے دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمان پر غور نہ کرنا ہے کہ ”تو نے جس سے محبت کرنی ہے کر مگر اس سے جدا ضرور ہونا پڑے گا۔“[1]

(2) دوسرا سبب، جہالت: جہالت یا تو یوں پائی جاتی ہے کہ انسان اپنی جوانی پر بھروسا کرکے یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ جوانی میں موت نہیں آئے گی اور بے چارہ اس بات پر غور نہیں کر پاتا کہ شہر بھر کے بوڑھوں

---

1 . . . مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، باب شرف المؤمن قیام اللیل، ۵ / ۴۶۳، حدیث: ۷۹۹۱۔

کو شمار کیا جائے تو ان کی تعداد مَردوں (جوانوں) کے دسویں حصہ کو بھی نہ پہنچے گی اور تعداد کم ہونے کی وجہ یہی ہے کہ زیادہ تر لوگ جوانی میں ہی مَر جاتے ہیں کہ ایک بوڑھا مرتا ہے تو ہزار بچے اور جوان مَر رہے ہوتے ہیں یا جہالت یوں پائی جاتی ہے کہ صحت مند رہنے کی وجہ سے موت نہیں آئے گی اور اچانک موت آنے کو ایک آدھ واقعہ شمار کرتا ہے اور یہی اس کی جہالت ہے کہ یہ ایک آدھ واقعہ نہیں ہے اور اگر ایک آدھ واقعہ شمار کر بھی لیا جائے تو بیماری کا اچانک ظاہر ہو جانا کچھ مشکل نہیں کیونکہ ہر بیماری اچانک آسکتی ہے اور جب انسان اچانک بیمار ہو سکتا ہے تو اچانک موت کا آنا ذرا بھی مشکل نہیں۔ اگر غافل شخص غور و فکر کرے تو یہ بات جان لے گا کہ موت کا کوئی وقت ہمیں معلوم نہیں ہے چاہے جوانی ہو یا بڑھاپا، گرمی ہو یا سردی، خزاں ہو یا بہار، دن ہو یا رات۔ اس غور و فکر سے اس میں احساس پیدا ہو گا اور موت کی تیاری میں مشغول ہو جائے گا لیکن دنیا کی محبت اور جہالت دونوں ہی اس غافل شخص کو لمبی اُمیدوں کی جانب بلاتے ہیں اور یوں موت کو قریب جاننے سے غافل کر دیتے ہیں اگرچہ ہمیشہ اس کی یہی سوچ ہوتی ہے کہ موت ہر وقت سامنے ہے مگر یہ نہیں سوچتا کہ موت مجھے کہیں بھی اور کسی بھی وقت آجائے گی، یونہی یہ سوچ بھی رکھتا ہے کہ جنازے کے ساتھ ساتھ چلے گا مگر یہ نہیں سوچتا کہ میرے جنازے کے ساتھ بھی کوئی چلے گا اور وجہ یہی ہے کہ بار بار جنازوں میں شرکت کر کے مانوس ہو چکا ہے حالانکہ یہ دوسروں کے جنازے ہیں نہ کہ اس کا اپنا جنازہ کہ جس سے یہ مانوس ہوا ہو اور مانوس ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ابھی اس کا اپنا جنازہ تیار ہی نہیں ہوا اور جب تیار ہو گا تو مانوس ہونے کا موقع نہ ملے گا کیونکہ یہی جنازہ پہلا اور آخری ہو گا۔ ❁ **غفلت سے بچنے کا طریقہ:** اپنا ذہن یوں بنائے کہ دوسرے جس طرح مَرتے ہیں میں بھی مَروں گا، میرا جنازہ بھی اٹھایا جائے گا اور قبر میں ڈال دیا جائے گا شاید میری قبر کو ڈھانپنے والی سِلیں تیار ہو چکی ہوں گی حالانکہ مجھے ان کا کچھ علم نہیں۔ اگر اس غفلت سے چھٹکارا حاصل نہ کیا تو ٹال مٹول ہی کرتا رہے گا جو کہ سَراسَر جہالت ہے۔ مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ لمبی امیدیں باندھنے کا سبب جہالت اور دنیا کی محبت ہے لہٰذا ان سے بچنے کا طریقہ درج ذیل ہے۔ ❁ **جہالت سے بچنے کا طریقہ** یہ ہے کہ دل کو حاضر رکھ کر مثبت انداز میں سوچ بچار کرے نیز پاکیزہ دل کے ساتھ قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اَقوال سنے۔ ❁ **دنیا کی محبت سے بچنے کا طریقہ:** دل سے

دنیا کی محبت نکالنا بہت مشکل ہے، یہ ایسی پیچیدہ بیماری ہے جس کے علاج نے اگلے پچھلوں کو تھکا دیا ہے، اس کا بس یہی علاج ہے کہ قیامت کے دن اور اس میں پہنچنے والے سخت عذاب اور ملنے والے بہت بڑے ثواب پر ایمان لائے اور جب اس پر یقین کامل ہو جائے گا تو دل سے دنیا کی محبت نکل جائے گی کیونکہ عمدہ چیز کی محبت دل سے گھٹیا چیز کی محبت نکال دیتی ہے اور جب بندہ دنیا کو حقارت اور آخرت کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھے گا تو دنیا کی جانب توجہ کرنے میں ناگواری محسوس کرے گا اگرچہ مشرق و مغرب کی بادشاہت ہی اسے کیوں نہ دے دی جائے اور ناگواری کیوں محسوس نہ کرے گا کہ اس کے پاس تھوڑی سی مقدار ہے اور وہ بھی بدنُما اور بدمزہ، نیز کس طرح دنیا پر خوش ہو گا یا اس کے دل میں دنیا کی محبت جڑ بنا سکے گی جبکہ اس کے دل میں تو آخرت پر ایمان پختہ ہو چکا ہے۔ ہم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرتے ہیں کہ دنیا کو ہماری نظروں میں اتنی ہی وقعت دے جتنی اس نے اپنے نیک بندوں کی نظروں میں دی۔

لمبی اُمید سے بچنے کا طریقہ:

انسان ہر گھڑی اپنے جسم کے متعلق یوں غور و فکر کرے کہ کس طرح کیڑے میرے جسم کو کھائیں گے، کس طرح میری ہڈیاں بکھر جائیں گی نیز یوں سوچ بچار کرے کہ کیڑے پہلے دائیں آنکھ کی پتلی کھائیں گے یا بائیں آنکھ کی پتلی، آہ! میرا جسم کیڑوں کی خوراک بن چکا ہو گا مجھے صرف وہی علم اور عمل فائدہ دے گا جو خالص **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے کیا ہو گا، یونہی عنقریب عذابِ قبر، مُنکَر نکیر کے سوالات، حشر و نشر، قیامت کی ہولناکیوں اور حساب کے وقت پکارے جانے کی مشکلات میں گھر جاؤں گا۔ اسی طرح کی سوچیں دل میں موت کی یاد تازہ رکھیں گی اور اس کی تیاری میں مصروف رکھیں گی۔[1]
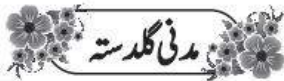
"فکرِ آخرت" کے 7 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

---

[1] ... احیاء العلوم، ۵ / ۱۹۹۔

(1) موت انسان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے، کیا معلوم کب آ جائے۔
(2) بندہ لمبی لمبی اُمیدیں باندھتا رہتا ہے حتیٰ کہ موت اسے اُچک لیتی ہے۔
(3) بندے کو چاہیے کہ لمبی امیدیں باندھنے کے بجائے موت کو یاد کرے اور آخرت کی تیاری کرے۔
(4) لمبی امیدیں عبادت میں سُستی، توبہ میں تاخیر، دنیا میں رغبت، آخرت کو بھول جانے اور دلوں میں سختی پیدا کرنے کا سبب ہیں۔
(5) زیادہ امیدیں باندھنے والے کو موت کی تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے کہ نزع کی شدت، دنیا چھوٹنے پر حسرت، امیدیں پوری نہ ہونے کا غم اسے رہتا ہے اور جس کی امیدیں کم ہوں اسے موت کی تکلیف بھی کم اور دنیا چھوٹنے کا رنج و غم بھی کم ہوتا ہے۔
(6) امیدوں میں کمی زہد کا سبب ہے کیوں کہ جس نے اپنی امیدوں کو کم کرلیا تو وہ زہد اختیار کرنے والے کی طرح ہے۔
(7) کسی بات کو مثال دے کر سمجھانا بھی سنت سے ثابت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں موت سے قبل آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہماری بلاحساب وکتاب مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:578

نیک اعمال میں جلدی کرو

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سَبْعًا، هَلْ تَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا فَقْرًا مُنْسِيًا، اَوْ غِنًى مُطْغِيًا، اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا، اَوْ هَرَمًا مُفَنِّدًا، اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا، اَوِ الدَّجَّالَ فَشَرُّ غَائِبٍ يُنْتَظَرُ، اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ.[1]

---

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی المبادرة بالعمل، ۴/۱۴۷، حدیث: ۲۳۱۳ بتغیر قلیل۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سات چیزوں کے ظاہر ہونے سے پہلے نیک اعمال میں جلدی کرو، کیا تم بُھلا دینے والے فقر کا انتظار کر رہے ہو یا سرکشی میں مبتلا کر دینے والی مالداری، یا فساد پیدا کرنے (یعنی خراب کر دینے) والی بیماری یا مَخْبُوْطُ الْحَوَاس کر دینے والے بڑھاپے یا اچانک موت یا دجال کا جو غائب شر ہے اور اس کا انتظار کیا جارہا ہے یا قیامت کا اور قیامت بہت کڑی اور سخت کڑوی ہے۔

قیامت کی تلخی سخت تر ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: مذکورہ حدیث میں اُن لوگوں کو زجر و توبیخ کی گئی ہے جو دین کے کاموں میں کوتاہی کرتے ہیں، یعنی تم اپنے رب کی کب عبادت کرو گے؟ کیونکہ اگر تم قلتِ مَشاغِل اور جسمانی قوت وطاقت کے ہوتے ہوئے بھی رب تعالیٰ کی عبادت نہیں کرو گے تو پھر کثرتِ مَشاغِل اور جسمانی قوت وطاقت کی کمزوری کی صورت میں اس کی عبادت کیسے کرو گے؟ سرکشی میں مبتلا کر دینے والی مالداری یعنی وہ مالداری جو تمہیں باغی، نافرمان اور حد سے تجاوُز کرنے والا بنادے۔ بُھلا دینے والا فقر یعنی وہ فقر جو اپنے صاحب کو اس طرح مدہوش کر دے کہ وہ بھوک، برہنہ حالت اور خوراک کو طلب کرنے میں تَرَدُّد کی وجہ سے طاعتِ الٰہی کو ہی بھول جائے۔ یا فساد پیدا کرنے والی بیماری یعنی اپنی شدت کے سبب بدن کو خراب کر دینے والی یا سُستی پیدا کر کے دین کو خراب کر دینے والی بیماری۔ مَخْبُوْطُ الْحَوَاس کر دینے والے بڑھاپے یعنی وہ بڑھاپا جو رائے کمزور کر دے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آدمی کا مَخْبُوْطُ الْحَوَاس ہونا یہ ہے کہ جب اس کے کلام میں کثرت سے خرافات ہوں اور بوڑھے آدمی کا مخبوط الحواس ہونا یہ ہے کہ اسے اس بات کا پتا نہ ہو کہ وہ اپنے بڑھاپے کے سبب کیا کہہ رہا ہے۔ اچانک موت یعنی ایسی اچانک موت کہ بندہ توبہ اور وصیت تک نہ کر سکے۔ علامہ قاضی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اچانک موت سے مراد جیسے قتل ہو جانا، غرق ہو جانا اور گرنے کے سبب مر جانا، کسی مرض یا بڑھاپے کے سبب آنے والی موت مراد نہیں ہے۔ قیامت بہت کڑی یعنی بہت زیادہ شدید تکالیف والی، بھیانک اور دشوار گزار ہے اور قیامت سخت کڑوی ہے یعنی وہ شخص جو قیامت کے معاملے میں غافل ہے قیامت اس کے لیے اس کی زندگی میں پیش آنے والی

تمام تکالیف و تلخیوں سے بھی زیادہ کڑوی ہے۔“[1]

جوانی کو کھیل کود میں ضائع نہ کرو:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”صحت، جوانی، مالداری، فراغت اور زندگی کو رائیگاں نہ جانے دو اس میں نیک اعمال کرلو کہ یہ نعمتیں بار بار نہیں ملتیں، میاں محمد صاحب فرماتے ہیں۔ شعر:

سدا نہ حسن جوانی رہندی سدا نہ صحبتِ یاراں
سدا نہ بلبل باغاں بولے سدا نہ باغ بہاراں

(یعنی) باغ میں بہار اور بہار میں بلبل کی شور و پکار ہمیشہ نہیں رہتے کبھی آتے ہیں اسے غنیمت نہ جانو۔ اور اگر تمہیں نیکیاں کرنے کا موقعہ ملا ہے تو پھر تم نیکیاں کیوں نہیں کرتے اور یہ کیوں کہتے ہو کہ آئندہ کرلیں گے تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ ایسی امیری کا جو سر کش بنادے یا ایسی فقیری کا جب تمہیں کچھ نہ بن پڑے، لوگ تمہیں بھول جائیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کو حج کا موقعہ ملتا ہے مگر وہ نہیں کرتے، یہ کہتے ہیں کہ آئندہ دیکھا جائے گا، وہ آئندہ آئندہ کرتے ہی دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ جوانی کو کھیل کود میں ضائع کر دینا اور بڑھاپے میں جب ہاتھ پاؤں بھی قابو میں نہ رہیں عبادت کرنے کی خواہش کرنا بے وقوفی ہے، جو کرنا ہے جوانی میں کرلو کہ جوان صالح کا بہت بڑا درجہ ہے اور تم نیک اعمال کیوں نہیں کرتے، کیا تم دجال کی آمد یا قیامت کے آنے کے مُنتظر ہو؟ اس وقت تم نیکیوں کی تمنا کروگے مگر کر نہ سکو گے، یہ فرمان اظہارِ عتاب کے لیے ہے، مقصد یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرے۔“[2]

دنیا آخرت کی کھیتی ہے:

امام ابنِ جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَوِی ارشاد فرماتے ہیں: ”انسان کبھی تندرست ہوتا ہے مگر کسبِ معاش میں مشغولیت کی بناء پر فارغ نہیں ہوتا اور کبھی خوشحال ہوتا ہے لیکن تندرست نہیں رہتا۔ پس جب تندرست

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، الفصل الثانی، ۹/ ۲۹، ۳۰، تحت الحدیث: ۵۱۷۵ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۶ ملخصا۔

اور فارغ ہو اور طاعت کے بجائے سُستی غالب آجائے تو ایسا شخص خسارے میں ہے۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، اس میں ایسی تجارت موجود ہے جس کا نفع آخرت میں ملے گا۔ وہ شخص قابلِ رشک ہے جو اپنی صحت اور فراغت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی واطاعت میں گزارے تو جس نے اپنی صحت وفراغت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں ضائع کردیا وہ دھوکے میں رہا کیونکہ فراغت کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آگھیرتی ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو پھر بڑھاپا ہی کافی ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

يَسُرُّ الْفَتَى طُوْلُ السَّلَامَةِ وَالْبَقَا ...... فَكَيْفَ تَرَى طُوْلَ السَّلَامَةِ يَفْعَلُ

يَرُدُّ الْفَتَى بَعْدَ اِعْتِدَالٍ وَ صِحَةٍ ...... يَنُوْءُ اِذَا رَامَ الْقِيَامَ وَ يُحْمَلُ

ترجمہ: (1) لمبی عمر اور طویل سلامتی (صحت) نوجوان کو خوش کرتی ہے، تو (اے انسان) تُو کیسے سمجھتا ہے کہ طویل سلامتی ایسا کرتی رہے گی؟ (2) وہ تو نوجوان کو صحت اور معتدل زندگی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا دے گی کہ جب کھڑا ہونا چاہے گا تو مشقت سے اٹھے گا اور (کبھی) بوجھ کی مثل اٹھایا جائے گا۔"[1]

مدنی گلدستہ

"حُسَین" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نیکی کرنے کا موقعہ ملے تو نیکی کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہیے کیا معلوم آئندہ موقع ملے یا نہ ملے اور موت آپہنچے۔

(2) جو مالداری انسان کو سرکشی میں مبتلا کردے اس سے عافیت کی دعا کرنی چاہیے۔

(3) جوانی کو کھیل کود میں ضائع کردینا اور بڑھاپے میں عبادت وریاضت کرنے کی خواہش کرنا بے وقوفی ہے جو کرنا ہے وہ جوانی میں کرلو کہ جوانی کی عبادت بڑھاپے کی عبادت سے بہتر ہے۔

(4) وہ شخص قابلِ رشک ہے جو اپنی صحت اور فراغت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندگی واطاعت میں گزارے اور جس نے اپنی صحت وفراغت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی میں ضائع کردیا وہ دھوکے میں رہا کیونکہ فراغت

---

1 ... دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں سے کمی (الزھد وقصر الامل)، ص ۱۱۔

کے بعد مشغولیت اور صحت کے بعد بیماری آگھیرتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیکیاں کرنے، گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے تمام صغیرہ کبیرہ گناہ معاف فرمائے اور ہماری حتمی مغفرت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:579

موت کی یاد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ یَعْنِی الْمَوْتَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم لذتوں کو ختم کردینے والی یعنی موت کو زیادہ یاد کیا کرو۔“

موت کو یاد کرنا گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مکمل حدیث یوں ہے کہ تم لذتوں کو ختم کردینے والی موت کو یاد کرو کیونکہ جو اسے تنگی میں یاد کرتا ہے تو اس پر کشادگی ہوجاتی ہے اور جو اسے کشادگی میں یاد کرتا ہے اس پر تنگی ہوجاتی ہے۔ اس طرح کی روایات سے ہمارے ائمہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ ہر شخص کے لیے دل اور زبان دونوں سے موت کو یاد کرنا سنت ہے ورنہ کم از کم دل میں تو ضرور یاد کرے اور موت کو اس کثرت سے یاد کرے کہ گویا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہے کیونکہ موت سب سے زیادہ گناہوں سے روکنے والی اور طاعتِ الٰہی کی طرف بلانے والی ہے۔“[2]

موت کو یاد کرنے سے شہادت کا درجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث کی شرح

1 . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ماجاء فی ذکر الموت، ۴/ ۱۳۸، حدیث: ۲۳۱۴۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی ذکر الموت وقصر الامل، ۳/ ۱۲، تحت الحدیث: ۵۷۸ ملخصاً۔

میں فرماتے ہیں: ”ہر شخص کی موت اس کی دنیاوی لذتیں کھانے پینے، سونے وغیرہ کے مزے فنا کردیتی ہے، ہاں مومن مردے کو زندوں کے ذکر اور تلاوتِ قرآن سے لذت آتی ہے، نیز زیارتِ قبر کرنے والے سے اُنس ہوتا ہے، برزخی لذتیں پاتا ہے جو یہاں کی لذتوں سے کہیں اعلیٰ ہیں، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ مُردے کو تلاوت و ایصالِ ثواب وغیرہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہاں لذتوں سے جسمانی لذتیں مراد ہیں نہ کہ روحانی۔ علماء فرماتے ہیں: جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے اس کے لیے درجۂ شہادت ہے۔“[1]

موت سے متعلق 5 فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

اَحادیث میں موت کو یاد کرنے کی بہت ترغیب دلائی گئی ہے، نیز موت کو یاد کرنے کے کثیر فوائد بھی بیان فرمائے گئے ہیں، چنانچہ اس ضمن میں پانچ فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** موت کو زیادہ یاد کیا کرو کہ یہ گناہوں کو مٹاتی اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے۔[2] **(2)** نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔[3] **(3)** موت کو کثرت سے یاد کرنے اور اس کے آنے سے پہلے اس کے لئے اچھی تیاری کرنے والا ہی سب سے زیادہ سمجھدار ہے۔[4] **(4)** دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگ جاتا ہے، اس کی جِلا (یعنی صفائی) کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے ہوتی ہے۔[5] **(5)** جو شخص روزانہ بیس مرتبہ موت کو یاد کرے تو وہ بھی قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہو گا۔[6]

موت سے متعلق بزرگانِ دین کے 5 اَحوال واَقوال:

(1) حضرت سَیِّدُنَا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”موت نے دنیا کو رُسوا کرکے کسی عقلمند

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/۴۳۹۔

2 ... موسوعۃ ابن ابی دنیا، کتاب ذکر الموت، باب الموت والاستعداد لہ، ۵/۴۳۸، حدیث: ۱۴۸۔

3 ... شعب الایمان، باب فی الزھد وقصر الامل، ۷/۳۵۳، حدیث: ۱۰۵۵۲۔

4 ... ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب ذکر الموت والاستعداد لہ، ۴/۴۹۶، حدیث: ۴۲۵۹۔

5 ... شعب الایمان، باب فی تعظیم القرآن، فصل فی ادمان تلاوۃ القرآن، ۲/۳۵۲، حدیث: ۲۰۱۴۔

6 ... قوت القلوب، شرح مقام التوکل۔۔۔ الخ، ذکر التداوی وترکہ للمتوکل، ۲/۴۳۔

کے لیے کوئی خوشی نہ چھوڑی۔ ” (2) حضرت سَیِّدُنا ربیع بن خُثیم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”مومن موت سے بہتر کسی غائب چیز کا انتظار نہیں کرتا، نیز فرمایا کرتے کہ میری موت کی خبر کسی کو مت دینا اور مجھے تیز تیز میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی طرف لے چلنا۔ ” (3) حضرت سَیِّدُنا محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم کا ہر حصہ سن ہو جاتا۔ ” (4) حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ روزانہ رات کے وقت علماء کو جمع کرتے، پھر آپس میں مل کر قبر و آخرت اور موت کے بارے میں گفتگو کرتے، پھر سب یوں روتے گویا ان کے سامنے جنازہ موجود ہے۔ ” (5) حضرت سَیِّدُنا کعب احبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: ”جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اس پر دنیا کی مصیبتیں اور غم ہلکے ہو جاتے ہیں۔ ”[1]

دل میں موت کی یاد پختہ کرنے کا طریقہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! موت کی یاد سے متعلق احادیثِ مبارکہ اور اَقوال واَحوالِ بزرگانِ دین پڑھ کر یہ مدنی ذہن بنتا ہے کہ موت کو یاد کرنا چاہیے، ہر وقت اس کا ذکر کرنا چاہیے، دل میں موت کی یاد کو پختہ کرنا چاہیے۔ لیکن یہ سب کیسے ہو؟ حجۃ الاسلام حضرت سَیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے اِحیاء العلوم میں موت کی یاد کو پختہ کرنے کا بہترین طریقہ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ارشاد فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ موت خوفناک ہے اور اس کا خطرہ بہت بڑا ہے لیکن پھر بھی لوگ اس سے غافل ہیں کہ اس کے بارے میں سوچ بچار کرتے ہیں نہ اسے یاد کرتے ہیں اور اگر کوئی یاد بھی کرتا ہے تو بے توجہی سے کرتا ہے کہ دل دنیاوی خواہشات میں مشغول رہتا ہے لہٰذا موت کی یاد سے دل کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا، البتہ فائدہ اس طریقے سے پہنچ سکتا ہے کہ موت کو اپنے سامنے سمجھتے ہوئے یاد کرے اور اس کے علاوہ ہر چیز کو اپنے دل سے نکال دے جیسے کوئی شخص خطرناک جنگل میں سفر کا ارادہ کرے یا سمندری سفر کا ارادہ کرے تو بس اسی کے بارے میں غور و فکر کرتا رہتا ہے لہٰذا جب موت کی یاد کا تعلق دل سے براہِ راست ہو گا تو اس کا اثر بھی ہو گا اور علامت یہ ہو گی کہ دنیا سے دل اتنا ٹوٹ چکا ہو گا کہ دنیا کی ہر خوشی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔

---

[1] ... احیاء العلوم، ۵ / ۷۹، ۸۰ ملتقطا۔

موت کو یاد کرنے کا زیادہ مفید طریقہ:

اس دنیا سے چلے جانے والے چہروں اور صورتوں کو یاد کرے، ان کے مرنے اور مٹی کے نیچے دفنائے جانے کو یاد کرے نیز ان کے حالات اور عُہدوں کو یاد کرے اور غور کرے کہ کس طرح مٹی میں ان کی حسین صورتیں ملیامیٹ ہو چکی ہیں، کس طرح قبروں میں ان کے اجزا بکھر چکے ہیں، کس طرح ان کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوگئے، کس طرح ان کا مال خرچ کیا گیا اور ان کی بنائی ہوئی عمارتیں اور بسائی ہوئی محفلیں بے رونق ہو گئیں یہاں تک کہ ان لوگوں کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ لہٰذا جب وہ کسی شخص کو یاد کرے گا دل میں اس کا خیال لائے گا، اس کے مرنے کی کیفیت اور اس کی شکل و صورت کو ذہن میں لائے گا، اس کی چستی اور پُر آسائش زندگی کے لئے ہاتھ پیر مارنے کے بارے میں سوچے گا، موت کو بھول جانے اور کثرتِ اسباب کے سبب دھوکے میں مبتلا ہونے کو یاد کرے گا نیز یہ کہ وہ جوانی پر بھروسا اور لہو و لعب میں مبتلا ہو کر جلد آنے والی سامنے کھڑی موت سے غافل تھا، اب یہ تصور کرے کہ وہ کیسے کوششوں میں لگا ہوا تھا اور اب اس کے ہاتھ پاؤں اور جوڑ علیحدہ علیحدہ ہو چکے ہیں، وہ کیسے گفتگو کیا کرتا تھا اور اب اس کی زبان کو کیڑے کھا چکے ہیں، کس طرح ہنسا کرتا تھا اور اب مٹی اس کے دانتوں کو کھا چکی ہے، وہ اپنی موت سے غافل مرنے سے ایک مہینہ پہلے دس سال تک کی جمع پونجی میں لگا ہوا تھا کہ خبر ہی نہ ہوئی اور موت آگئی، مَلَکُ الْمَوت عَلَیْہِ السَّلَام کی صورت ظاہر ہوئی، یہ سب تصوُّر کرنے کے بعد وہ سوچے گا کہ میں بھی تو ان کے جیسا ہوں اور میری غفلت بھی ان کی غفلت جیسی ہے اور عنقریب میرا بھی وہی انجام ہو گا جو ان سب کا ہوا ہے۔

موت کی یاد پختہ کر دینے والے تین اَقوال:

(1) حضرت سَیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: جب تم مُردوں کو یاد کرو تو اپنے آپ کو بھی انہی میں شمار کرو۔ **(2)** حضرت سَیِّدُنا عبد اللّٰہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: خوش قسمت ہے وہ شخص جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ **(3)** حضرت سَیِّدُنا عُمَر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز فرماتے ہیں: "تم اس بات میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے کہ روزانہ صبح شام کسی نہ کسی کو بارگاہِ الٰہی کے لئے تیار کرتے

ہو اور اسے گڑھے میں ڈال دیتے ہو حالانکہ مٹی اس کا تکیہ بن جاتی ہے، دوست احباب پیچھے رہ جاتے ہیں اور اسباب ختم ہو جاتے ہیں۔" موت کی یاد دل میں پختہ کرنے کے لئے مذکورہ انداز میں غور و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ قبرستان جائے نیز مریضوں کو دیکھے کہ یہی چیزیں دل میں موت کی یاد تازہ کرتی ہیں یہاں تک کہ دل پر اتنا غلبہ ہو جاتا ہے کہ موت آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہے اور اس وقت شاید موت کی تیاری میں مصروف ہو جائے اور دھوکے کی دنیا سے دور ہو جائے ورنہ موت کو اُوپری دل اور زبان کی نوک سے یاد کرنے میں ڈر وخوف کا فائدہ بہت تھوڑا ہے۔[1]
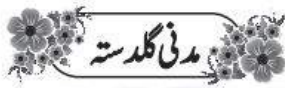
مدنی گلدستہ

"شیرِ خدا" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جو روزانہ بیس مرتبہ اپنی موت کو یاد کرے وہ قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہو گا۔

(2) دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے، اس کی صفائی موت کو کثرت سے یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے ہوتی ہے۔

(3) دوسروں سے عبرت حاصل کریں اس سے پہلے کہ خود باعثِ عبرت بن جائیں۔

(4) قبرستان جانا اور مریضوں کی عیادت کرنا موت کی یاد دلاتا ہے۔

(5) جو شخص موت کو پہچان لیتا ہے اس پر دنیا کے مَصائب و آلام آسان ہو جاتے ہیں۔

(6) موت کو کثرت سے یاد کرنا گناہوں کو مٹاتا اور دنیا سے بے رغبت کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں کثرت سے موت کو یاد کرنے اور اس کی اچھے طریقے سے تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . احیاء العلوم، ۵/ ۴۸۳۔

حدیث نمبر:580

یادرکھو ہر آن، آخر موت ہے

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ: يَا اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ، جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اِنِّي اُكْثِرُ الصَّلَاةَ عَلَيْكَ فَكَمْ اَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي؟ قَالَ: مَا شِئْتَ، قُلْتُ: اَلرُّبُعَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: مَا شِئْتَ، فَاِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قُلْتُ: اَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا؟ قَالَ: اِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرَ لَكَ ذَنْبُكَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا اُبَی بن کعب رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی ہے کہ جب رات کا تہائی حصہ گزر جاتا تو سرکارِ دوعالَم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قیام فرماتے اور ارشاد فرماتے: ”اے لوگو! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرو، پہلا صُور پھونکے جانے کا وقت قریب آگیا، اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا اور موت اپنی تمام سختیوں سمیت آگئی ہے، موت اپنی تمام سختیوں سمیت آگئی ہے۔“میں نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! میں اکثر آپ پر درودِ پاک کی کثرت کرتا ہوں تو میں آپ پر درود پڑھنے کے لئے کتنا وقت مقرر کروں؟“فرمایا: ”جتنا چاہو۔“ میں نے عرض کی: ”چوتھائی۔“فرمایا: ”جتنا چاہو لیکن اور زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“میں نے عرض کی: ”آدھا دن۔“ فرمایا: ”جتنا چاہو، لیکن اور زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“میں نے عرض کی: ”دوتہائی۔“ فرمایا: ”جتنا چاہو، لیکن اور زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔“میں نے عرض کی: ”میں سارا وقت آپ پر درودِ پاک پڑھتا رہوں گا۔“فرمایا: ”پھر تو یہ عمل تمہاری تمام پریشانیوں کو کافی ہو گا اور تمہاری مغفرت کا ذریعہ بن جائے گا۔“

رات میں عبادت کرنا مستحب ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں غفلت میں پڑے لوگوں

[1] ...ترمذی، کتاب صفة القیامة، ۴/ ۲۰۷، حدیث: ۲۴۶۵۔

کو جھنجھوڑا گیا ہے تا کہ وہ ذِکْرُ اللہ اور تہجد میں مشغول ہو جائیں۔ یہاں ذِکْرُ اللہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے عذاب وثواب کو یاد کرو تاکہ خوف ورَجاء کے درمیان رہو۔ علامہ طیبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث میں مذکور لفظ ”رَاجِفَه“ سے مراد پہلی بار صور پھونکنا ہے جس سے تمام مخلوق ہلاک ہوجائے گی، اور رَاجِفَه ایک تیز چیخ ہے جس میں تَرَدُّد اور اِضطراب ہو گا جیسا کہ بجلی کی چمک میں ہوتا ہے اور ”رَادِفَه“ سے مراد دوسری بار صُور پھونکنا ہے۔ یہ الفاظ بیان کر کے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں کو قربِ قیامت سے ڈرایا ہے تا کہ وہ اس کی تیاری سے غافل نہ ہو جائیں۔“[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”(رات کے آخری تہائی حصے میں) اپنے خاص خُدّام خاص گھر والوں کو بھی جگانا چاہیے اور عبادت کی ترغیب کے لیے انہیں ڈرانا یا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے اُمید دلانا بہت اچھا ہے۔“[2]

قیامتِ صُغریٰ اور قیامتِ کُبریٰ:

عَلَّامَه مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”موت اپنی تمام سختیوں سمیت آگئی ہے یعنی ان تمام تر سختیوں سمیت آگئی ہے جو حالتِ نزع، قبر اور بعد میں پیش آنے والی ہیں۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص مر گیا اس پر قیامت قائم ہوگئی کہ یہ موت قیامتِ صُغریٰ ہے جو قیامتِ کُبریٰ پر دلالت کرتی ہے۔“[3] مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”موت ہر شخص کی چھوٹی قیامت ہے اور بڑی قیامت کی دلیل، اس کی تکالیف بیان سے باہر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے، اَعمال میں جلدی کرو۔ اَعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا:

اُترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اُجالی ہے[4]

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، الفصل الثانی، ۹/ ۲۱۱، ۲۱۲، تحت الحدیث: ۵۳۵۱ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۷۔

3 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب البکاء والخوف، الفصل الثانی، ۹/ ۲۱۱، ۲۱۲، تحت الحدیث: ۵۳۵۱ ملخصاً۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۵۷۔

ارے یہ بھیڑیوں کا بَن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لا اُبالی ہے
اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دِل اکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

درودِ پاک دِین و دُنیا کی مشکلات کا حل:

مُفَسِّر شہیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”(اگر تم اپنا سارا وقت درود خوانی میں صَرف کروگے) تو تمہاری دین و دنیا دونوں سنبھل جائیں گی، دنیا میں رنج و غم دفع ہوں گے، آخرت میں گناہوں کی معافی ہوگی۔ اسی بنا پر علماء فرماتے ہیں کہ جو تمام دعائیں وظیفے چھوڑ کر ہمیشہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہوں گی۔ اس سے پتہ لگا کہ حضور پر درود پڑھنا در حقیقت ربّ سے اپنے لیے بھیک مانگنا ہے، ہمارے بھکاری ہمارے بچوں کو دعائیں دے کر ہم سے مانگتے ہیں، ہم ربّ کے بھکاری ہیں اس کے حبیب کو دعائیں دے کر اس سے بھیک مانگیں، ہمارے درود سے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا بھلا نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اپنا بھلا ہوتا ہے۔“[1]

درودِ پاک تمام مقاصد کے پورا ہونے کا سبب:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنا تمام مقاصد کے پورا ہونے کا سبب اس لیے قرار دیا گیا ہے کہ بندہ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے حبیب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پسندیدہ کام کو اپنے نفس پر ترجیح دیتا ہے تو ایسا شخص لازمی طور پر جزائے کامل اور فیضِ خاص کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے درودِ پاک تمام مہمات و مشکلات کے لیے کفایت کرتا ہے۔“ مزید فرماتے ہیں: ”جب میرے شیخ حضرت سَیِّدُنا عبد الوہاب

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۱۰۳ ملخصاً۔

متقی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مجھے مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے رخصت فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور یاد رکھو کہ اس راہ میں ادائے فرض کے بعد کوئی عبادت آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر درودِ پاک پڑھنے کے برابر نہیں ہے۔ لہٰذا تم ادائے فرض کے بعد اپنے اوقات کو اسی مقدس کام میں صرف کرو کسی اور کام میں مشغول نہ رہو۔ میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا: یاسیدی! اس کے لیے کوئی تعداد مقرر فرما دی جائے کہ میں اتنی تعداد میں درودِ پاک پڑھ لیا کروں۔ تو فرمایا: اس کے لیے تعداد مقرر کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اتنی کثرت کے ساتھ پڑھو کہ تم اس سے رطب اللسان ہو جاؤ اور اس کے رنگ میں رنگ جاؤ۔"[1]

مدنی گلدستہ

"درود" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) رات کے آخری پہر میں عبادت الٰہی کے لئے کھڑا ہونا بہت مبارک عمل ہے اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے۔

(2) موت ہر شخص کے سر پر کھڑی ہے اس سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

(3) حضرت سَیِّدُنا اُبی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کثرت سے درودِ پاک پڑھا کرتا تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنا تمام وقت حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر درودِ پاک پڑھنے کے لیے خاص کر لیا۔

(4) جو شخص حضور پُر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر کثرت سے درود شریف پڑھے تو اسے بغیر مانگے سب کچھ ملے گا اور دین و دنیا کی مشکلیں خود بخود حل ہو جائیں گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں موت کو یاد کرنے، آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے، فرائض و نوافل وغیرہ دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ کثرت سے درود پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی وفضلہا، ۱ / ۴۳۹۔

باب نمبر:66

زیارتِ قُبور کے مُستَحَب ہونے کا بیان

مَردوں کے لیے زیارتِ قبور کے مستحب ہونے کا بیان اور اس بات کا بیان کہ قبور کی زیارت کرنے والا کیا کہے؟

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! انسان کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرے اور ہر وہ کام کرے کہ جو اس کی آخرت کے لیے فائدہ مند ہو اور اسے آخرت کی تیاری کا ذہن دیتا ہو۔ قبروں کی زیارت بھی فکر آخرت پیدا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے کیونکہ زیارت قبور سے موت یاد آتی ہے اور انسان کو عبرت حاصل ہوتی ہے کہ قبر والے بھی کبھی ہماری طرح چلتے پھرتے کھاتے پیتے تھے اور دنیا کے تمام کام کرتے تھے لیکن آج یہ اپنی قبروں میں بے بس ولاچار ہیں، ایک دن ہماری بھی یہی حالت ہوگی۔ جب یہ تمام چیزیں انسان کے پیشِ نظر ہوتی ہیں تو اس پر دنیا کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ دنیا سے نفرت کرنے لگتا ہے اور نیک اعمال کی بجاآوری میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس نیک کام سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ زیارتِ قبور کے لیے جانے والا شخص مُردوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہے اور اسی بہانے اس کے عزیز جو ہمیشہ کے لیے اس سے جدا ہو گئے ہیں اسے دیکھ کر خوشی و مسرت محسوس کرتے ہیں بلکہ جب وہ فاتحہ خوانی کر کے تمام مسلمانوں کو ایصال ثواب کرتا ہے تو قبرستان کے تمام مُردے اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ الغرض قبروں کی زیارت کرنا دنیا و آخرت کے بے شمار فوائد و منافع کا جامع ہے۔ اسی لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ زیارتِ قبور کو اپنی زندگی کے معمولات میں شامل کرے تاکہ دِینی و دنیاوی برکتوں سے مستفید ہو سکے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"مَردوں کے لیے زیارتِ قبور کے مستحب ہونے اور قبور کی زیارت کرنے والا کیا کہے؟"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام ابُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 اَحادیثِ مُبارَکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:581

قبروں کی زیارت کیا کرو!

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: کُنْتُ نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا.[1]

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبي صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ص ۴۷۷، حدیث: ۲۲۶۰۔

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا بُریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب تم ان کی زیارت کیا کرو۔“

زیارتِ قبور سنت ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”تمام اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ زیارتِ قبور سنت ہے کیونکہ اس سے زائر کو اپنی موت یاد آتی ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو کر آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے توجہی حاصل ہوتی ہے۔ زیارتِ قبور میں زائر کو بھی فائدے ہیں اور میت کو بھی۔ زائِر کو ثواب، آخرت کی یاد، دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے اور میت کو زائر سے اُنس اور اُس کے اِیصالِ ثواب سے نفع میسر ہوتا ہے۔“[1]

پہلے قبروں کی زیارت کیوں منع تھی؟

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”شروعِ اسلام میں زیارتِ قبور مسلمان مَردوں عورتوں کو منع تھی کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے، اندیشہ تھا کہ بُت پرستی کے عادی ہونے کی وجہ سے اب قبر پرستی شروع کردیں، جب اُن میں اِسلام راسخ ہوگیا تو یہ ممانعت منسوخ ہوگئی، جیسے جب شراب حرام ہوئی تو شراب کے برتن استعمال کرنا بھی ممنوع ہوگیا تاکہ لوگ برتن دیکھ کر پھر شراب یاد نہ کرلیں، جب لوگ ترکِ شراب کے عادی ہوگئے تو برتنوں کے استعمال کی ممانعت منسوخ ہوگئی۔“[2]

فکرِ آخرت پیدا کرنے کا ذریعہ:

قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت پیدا کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: ”قبروں کی زیارت کیا کرو کہ وہ دنیا میں بے رغبتی کا سبب ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔“[3] حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۲۔

3 ... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی زیارۃ القبور، ۲/ ۲۵۲، حدیث: ۱۵۷۱۔

قبروں کی زیارت کا حکم اس لیے دیا تاکہ فکر آخرت پیدا ہو اور عبرت حاصل کی جائے۔ زیارتِ قبور کا حکم باہم فخر کرنے اور مقابلہ کرنے کے لیے نہیں دیا اور نہ ہی اس لیے دیا گیا ہے کہ وہاں جاکر نوحہ خوانی اور ماتم کیا جائے جیسا کہ حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "قبروں کی زیارت کرو اور کوئی بے ہودہ بات نہ کہو۔"[1]

زیارتِ قبور کے لیے عورتوں کو جانا منع ہے:

مذکورہ حدیثِ پاک میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبروں کی زیارت کرنے کا حکم دیا ہے، یہ حکم مرد و عورت دونوں کے لیے تھا لیکن اِس زمانے میں جبکہ بے حیائی عام ہو چکی، فتنہ فساد عروج پر ہے اور معاشرے میں عورت کے لیے اپنی عِفَّت و پارسائی کی حفاظت کرنا مشکل ہوتا جارہا ہے ایسے حالات میں عورتوں کو زیارتِ قبور کے لیے گھروں سے نکلنے سے روکا جائے گا نیز جب عورتیں قبروں پر حاضر ہوں گی تو اس بات کا اندیشہ رہے گا کہ وہاں رونا پیٹنا کریں گی یا تعظیم میں حد سے بڑھ جائیں گی اور یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ ہاں البتہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے روضۂ اَطہر کی زیارت کرنا عورتوں کیلئے ممنوع نہیں۔ **مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "(اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو) یہ اَمر اِستحبابی ہے، حق یہ ہے کہ اس حکم میں عورتیں بھی شامل ہیں کہ انہیں بھی زیارتِ قبور کی اجازت دی گئی، لیکن اب عورتوں کو زیارتِ قبور سے روکا جائے یعنی گھر سے زیارتِ قبور کے لیے نہ نکلیں، سوائے روضۂ اَطہر حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر اَنور کے کسی قبر کی زیارت کو نہ جائیں، ہاں اگر کہیں جارہی ہوں اور راستہ میں قبر واقع ہو تو زیارت کرلیں جیسا کہ اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے (اپنے بھائی) حضرت سَیِّدُنا عبدالرحمٰن کی قبر کی زیارت کی اور اگر کسی گھر میں ہی اتفاقًا قبر واقع ہو تو زیارت کرسکتی ہیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے گھر میں حضورِ اَنور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی قبر شریف تھی جہاں آپ مجاورہ منتظمہ تھیں۔"[2]

صَدْرُ الشَّرِیْعَہ بَدْرُ الطَّرِیْقَہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم... الخ، ۳/۴۵۲، تحت الحدیث: ۹۷۷۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/۵۲۲ ملخصاً۔

ہیں: ”عورتوں کے لیے بعض علماء نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع (یعنی رونا پیٹنا) کریں گی، لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع اور اَسلم (یعنی مناسب) یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔“[1]

نفس و شیطان کے بعض ہتھیار:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آج کے اس پُر فتن دور میں مسلمانوں کی ایک بھاری اکثریت اس فانی دنیا کے حصول میں حد درجہ منہمک ہونے کی وجہ سے قبرستان کی حاضری سے محروم ہے جبکہ ہوٹلوں، پارکوں، شاپنگ سینٹروں اور سینما گھروں میں مسلمانوں کا ایک جم غفیر دکھائی دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنی عاقبت سے بے خوف ہو کر طرح طرح کے لایعنی کاموں میں مشغول ہو کر اپنی آخرت کو تباہ کرنے میں مصروفِ عمل ہیں، ایسے میں نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر بعض لوگ مسلمانوں کو بزرگانِ دین و اولیاء کاملین کے مزارات پر حاضری سے منع کرتے ہیں نیز ان **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنا کر ربّ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں، منّتیں اور مُرادیں مانگنے والوں کی راہ میں شدید رُکاوٹ بنتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے ناپاک عزائم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے جُہلاء کی طرف سے بیان کی جانے والی اِن خرافات کا سہارا لیتے ہیں کہ مزارات پر فلاں فلاں ناجائز کام ہوتے ہیں لہٰذا درگاہوں اور مزارات پر حاضری نہیں دینی چاہیے۔ تمام مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے بچنا چاہیے اور ان کی اسلام کے خلاف ایسی بے ہودہ باتوں پر کوئی توجہ نہیں دینی چاہیے کیونکہ حضور نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ قبروں پر حاضری دی جائے تاکہ فکرِ آخرت پیدا ہو اور دنیا سے بے رغبتی ہو اور خاص طور پر اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی جائے کہ ان نُفُوسِ قُدْسِیَّہ کے مَقابِر دینی اور دُنیاوی برکتوں کا سرچشمہ ہیں اور قبولیت دعا کا ایک

[1] ... بہار شریعت، ۱/ ۸۴۹، حصہ ۴۔

خاص مقام ہیں کہ یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ،

مزارات پر دعائیں قبول ہوتی ہیں:

اشعۃ اللمعات میں ہے: حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی فرماتے ہیں: ”حضرت موسیٰ کاظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر قبولیتِ دعا کے لیے مُجرَّب تریاق ہے۔“ حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے ان سے بعد وفات بھی مدد مانگنا جائز ہے۔“ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”میں نے چار مشائخ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور سے دنیا میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یا اس سے زیادہ۔ حضرت سیدنا معروف کرخی اور حضرت سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا انہیں میں سے ہیں۔“ اور ان چار میں حصر مقصود نہیں جو کچھ ان بزرگ نے خود دیکھا اور پایا اس کا بیان کر دیا۔[1]

ناجائز کام کو روکو، نیک کام کو ترک نہ کرو:

نیز جہاں تک جاہل لوگوں کی طرف سے مزارات پر کئے جانے والی غیر شرعی افعال کا معاملہ ہے تو یہ بات یاد رکھیے کہ کسی ناجائز کام کی وجہ سے نیک اور جائز کام کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اس ناجائز کام کی روک تھام کی جاتی ہے۔ مثلاً کسی کا بیٹا گھر میں شراب نوشی وغیرہ ناجائز کام کرتا ہے تو یقیناً وہ شخص اپنا گھر نہیں چھوڑے گا بلکہ اپنے بیٹے کی اصلاح کی کوشش کرے گا، مساجد میں بعض اوقات چپل یا دیگر سامان وغیرہ چوری ہو جاتا ہے، موبائل فونز میں میوزک ٹونز بجتی رہتی ہیں تو کوئی بھی شخص مسجد جانا نہیں چھوڑے گا بلکہ ایسے قبیح افعال کا سدِّ باب کرے گا، نکاح جیسی عظیم سنت میں آج کل ہمارے یہاں کیا کیا خرافات نہیں ہوتیں تو کیا نکاح کرنا چھوڑ دیا جائے؟ ہر گز نہیں! بلکہ اِن خرافات کو بند کیا جائے۔ اِسی طرح اگر مزارات پر جہلاء غیر شرعی افعال کے مُرتکب ہوتے ہیں تو اُن جُہلاء کو غیر شرعی اَفعال کے اِرتکاب سے روکا جائے گا نہ کہ لوگوں کو مزارات کی حاضری سے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ۱ / ۷۶۲۔

رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”خیال رہے کہ زُوْرُوْا (یعنی زیارت کرو) مطلق امر ہے لہٰذا مسلمانوں کو زیارتِ قبر کے لیے سفر بھی جائز ہے۔ جب ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کرکے جاسکتے ہیں تو مزاراتِ اولیاء پر بھی سفر کرکے جاسکتے ہیں کہ ان کی قبور روحانی ہسپتال ہیں، نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبور نہ چھوڑے، ہوسکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ زُوْرُوْا (یعنی زیارت کرو) مطلق ہے، دیکھو حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہجرت سے پہلے بُتوں کی وجہ سے کعبہ نہ چھوڑا بلکہ جب موقع ملا تو بُت نکال دیئے۔ آج بھی نکاح میں لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کئے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت۔ نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارت قبور بھی سنت مطلقہ۔ نکاح و زیارت قبور دونوں کے لیے سفر بھی درست ہے اور ناجائز اُمور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں۔“[1] البتہ خود ان ناجائز کاموں میں حصہ نہ لے۔

مدنی گلدستہ

”غوث پاک“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) زیارتِ قبور سنت ہے نیز قبروں کی زیارت کرنے سے فکر آخرت پیدا ہوتی اور دنیا سے بے رغبتی حاصل ہوتی ہے۔

(2) قبر پرستی کے خدشے کی وجہ سے شروع اسلام میں قبروں کی زیارت کرنا ممنوع تھا لیکن جب اسلام لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوگیا تو اس کی اجازت دے دی گئی۔

(3) عورتوں کو زیارتِ قبور کے لیے گھر سے نکلنا منع ہے، ہاں اگر کہیں جاتے ہوئے راستے میں کسی عزیز کی قبر ہے یا کسی کے گھر میں ہی قبر ہے تو اس کی زیارت کرنے کی اجازت ہے۔

(4) بزرگانِ دین کے مزارات پر دعائیں قبول ہوتی ہیں، نیز جن بزرگوں سے زندگی میں مدد مانگ سکتے

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۲۔

ہیں ان سے بعد وفات بھی مدد مانگنا جائز ہے۔

(5) اگر کسی نیک کام میں ناجائز امور خلط ہو جائیں تو اس نیک کام کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ناجائز اُمور کی روک تھام کی جائے گی۔

(6) خاص زیارتِ قبور کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے نیک بندوں کے مزارات کی حاضری نصیب فرمائے اور دنیا سے بے رغبتی وفکرِ آخرت حاصل کرنے نیز مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کرنے کی غرض سے قبروں کی زیارت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 582 جَنَّتُ الْبَقِیْع والوں کیلئے مغفرت کی دعا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں: جس رات **رسولُ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے ہاں قیام فرماتے تو رات کے آخری حصے میں بقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے: "اے مؤمن قوم کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، تمہارے پاس وہ چیز آچکی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، تمہیں (مقررہ وقت تک) مہلت دی گئی اور اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، اے **اللہ**! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔"

روزانہ قبرستانِ مدینہ کی زیارت:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا نے فرمایا کہ جس رات حضور عَلَیْہِ السَّلَام

[1] ... مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، ص ۳۷۶، حدیث: ۲۲۵۵۔

کا قیام اُن کے ہاں ہوتا اس رات کے آخری حصے میں آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جنت البقیع تشریف لے جاتے۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم روزانہ آخری شب میں بقیع یعنی قبرستانِ مدینہ کی زیارت فرماتے تھے، (حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا) اپنی باری کا ذکر اس لیے فرماتی ہیں کہ آپ کے علم میں یہ ہی آیا۔“[1]

بقیعِ غرقد کا تعارف:

بقیع مدینہ منورہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا کا قبرستان ہے اس میں اہل مدینہ کی قبور ہیں، بقیع درخت والے میدان کو کہتے ہیں چونکہ یہاں **غَرْقَد** نامی درخت ہوا کرتے تھے اس لیے اس کا نام بقیع غرقد ہو گیا۔[2] بقیع کی زیارت سنت ہے، اس قبرستان میں قریب دس (10) ہزار صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم مدفون ہیں اور تابعین و تبع تابعین واولیا و علما و صلحا وغیرہم کی گنتی نہیں۔[3] حدیث پاک میں اس قبرستان میں مدفون حضرات کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول **اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ روزِ قیامت اس بقیع اور اس حرم سے ستر ہزار شخص ایسے اٹھائے گا جو بے حساب جنت میں جائیں گے اور ان میں ہر ایک ستر ہزار کی شفاعت کرے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔“[4]

اَعمال کا ثواب قیامت میں ملے گا:

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جب بقیع تشریف لے جاتے تو فرماتے: ”اے مؤمنین کی قوم! تم پر سلامتی ہو، تمہارے پاس وہ چیز آچکی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، تمہیں (مقررہ وقت تک) مہلت دی گئی۔“ مرآۃ المناجیح میں ہے: یعنی تمہارا وعدۂ موت پورا ہو چکا اور تم کو موت آچکی، اَعمال کا ثواب کل قیامت میں ملے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۵۔

2 ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ۴/ ۲۵۴، تحت الحدیث: ۱۷۶۶۔

3 ... بہار شریعت، ۱/ ۱۲۲۸، حصہ ۶ ملتقطاً۔

4 ... کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الثامن فی فضائل الامکنۃ والازمنۃ، ۶/ ۱۱۷، ۱، حدیث: ۳۴۹۵۵، الجزء الثانی عشر۔

گا ہماری ابھی موت بھی باقی ہے اور اجر و ثواب بھی۔[1]

حضور کی اہلِ بقیع کے لیے دعا:

مذکورہ حدیث پاک کے آخری حصہ میں ہے کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے اہل بقیع کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما۔" اس دعا کی وجہ سے بعض مومن بقیع میں دفن ہونے کی تمنا کرتے ہیں تاکہ اس خصوصی دعا میں وہ بھی شامل ہو جائیں۔ دعا یہ ہے کہ الٰہی تمام بقیع والے مدفونوں کی مغفرت فرما۔ رب تعالیٰ اس پاک سرزمین میں دفن ہونا نصیب کرے۔[2] آمین

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور میں اس بات پر دلیل ہے کہ قبروں کی زیارت کرنا، اہل قبور کو سلام کرنا، ان کے لیے دعا کرنا اور ان کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرنا مستحب ہے۔"[3]

مزاراتِ اولیاء کی برکتیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک کی شرح میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام روزانہ جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ زیارتِ قبور کو اپنا معمول بنائیں کیونکہ زیارتِ قبور سے فکر آخرت پیدا ہوتی ہے، بندہ نیک اعمال کی کوشش کرتا ہے۔ قبروں اور اولیاء اللہ کے مزارات کی حاضری سے اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے، دینی اور دنیاوی حاجات پوری ہوتی ہیں، انسان شر و فساد سے امن میں رہتا ہے بلکہ جس جگہ ان پاکباز ہستیوں کے مقابر ہوتے ہیں وہ جگہیں بھی فتنہ و فساد سے محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا احمد بن عباس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "میں بغداد سے نکلا تو ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی جس پر عبادت کے آثار نمایاں تھے۔ اُس نے پوچھا: "آپ کہاں سے آرہے ہیں؟" میں نے جواب دیا: "بغداد سے بھاگ کر آرہا ہوں کیونکہ میں نے وہاں فساد دیکھا ہے، مجھے خوف ہے کہ کہیں اہل بغداد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۵۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۵۔

3 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، ۴/ ۴۱، الجزء السابع۔

کو زمین میں دھنسانہ دیا جائے۔ ”اُس بزرگ نے فرمایا: ”آپ واپس چلے جائیے اور ڈریئے مت، کیونکہ بغداد میں چار ایسے اولیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کی قبریں ہیں جن کی برکت سے اہلِ بغداد تمام بلاؤں اور مَصائب سے محفوظ ہیں۔ ”میں نے پوچھا: ”وہ کون ہیں؟“ جواب دیا: ”وہ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل، حضرت سیِّدُنا معروف کرخی، حضرت سیِّدُنا بشر حافی اور حضرت سیِّدُنا منصور بن عمار رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن ہیں۔“ چنانچہ میں واپس آگیا اور ان مردانِ حق کی قبروں کی زیارت کی اور اس سال بغداد معلّٰی سے باہر نہ گیا۔“[1]

مدنی گلدستہ

”بقیع“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اکثر رات کے آخری پہر جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے۔

(2) جنت البقیع میں تقریباً 10 ہزار صحابہ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اور بے شمار اولیائے عظام مدفون ہیں۔

(3) جنت البقیع میں مدفون حضرات کے لیے حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے مغفرت کی دعا فرمائی ہے۔

(4) قبروں کی زیارت کرنا، اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قبروں کی زیارت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جنت البقیع میں مدفن نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

قبرستان جانے کی ایک دعا

حدیث نمبر: 583

عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَلِّمُہُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَی الْمَقَابِرِ اَنْ یَّقُوْلَ قَائِلُہُمْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَہْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ، اَسْاَلُ

[1] . . . تاریخ بغداد، باب ماذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ بالعلماء والزھاد، ۱/ ۱۳۳۔

اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا بُرَیدہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انہیں تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں: ''اے مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، اِنْ شَآءَ اللّٰه ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں، ہم اللّٰه تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔''

اہلِ قبور سلام کا جواب دیتے ہیں:

مذکورہ حدیثِ پاک میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو دعا سکھائی کہ جب تم قبرستان جاؤ تو یہ کہو: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ، اَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔'' عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''درست بات یہ ہے کہ میت بھی اہلِ خطاب میں سے ہے کیونکہ رُوح اگرچہ اَعْلٰی عِلِّیِّیْن (یعنی سب سے اعلیٰ جنت) میں ہو تب بھی اُس کا تعلق قبر کے ساتھ رہتا ہے اور وہ اس بات کو جانتی ہے کہ اس کی قبر پر کون آتا ہے اور کون نہیں آتا۔'' جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ''جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی قبر سے گزرے جسے وہ دنیا میں جانتا ہو تو اسے سلام کرے کہ وہ قبر والا اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔''[2]

مُردہ قبر پر آنے والے کو دیکھتا اور پہچانتا ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جاکر پہلے سلام کرنا پھر یہ عرض کرنا (یعنی اوپر ذکر کی گئی دعا پڑھنا) سنت ہے، اس کے بعد اہلِ قبور کو ایصالِ ثواب کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مُردے باہر والوں کو دیکھتے پہچانتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں ورنہ انہیں سلام جائز نہ ہوتا کیونکہ جو سنتا نہ ہو یا سلام کا جواب نہ دے سکتا ہو اسے

---

1 . . . مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا، ص ۴۸۷، حدیث: ۲۲۵۷۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی استحباب زیارۃ القبور للرجال، ۳/ ۴۲۱، تحت الحدیث: ۵۸۲۔

سلام کرنا جائز نہیں، دیکھو سونے والے اور نماز پڑھنے والے کو سلام نہیں کرسکتے۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یقیناً اہل قبور اپنی قبر پر آنے والے کو دیکھتے بھی ہیں، پہچانتے بھی ہیں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرتِ سیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق سے منقول ہے، بعض نے کہا ہے کہ ابنِ مُوَفَّق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "میں اپنے والد صاحب کی قبر کی اکثر زیارت کیا کرتا تھا، ایک دن میں ایک جنازہ کے ہمراہ اس قبرستان کی طرف گیا جس میں میرے والد مدفون تھے، مجھے کوئی کام تھا جس کی وجہ سے میں نے واپسی میں جلدی کی اور اپنے والد کی قبر کی زیارت نہ کرسکا، رات خواب میں والد صاحب کو دیکھا، انہوں نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! کل تو قبرستان آیا تھا لیکن میرے پاس نہ آیا۔" میں نے کہا: "ابا جان! کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس آیا تھا؟" تو انہوں نے فرمایا: "جی ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تو میرے پاس آتا ہے تو میں تجھے لگاتار دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تو راستے میں آنے والا ٹیل پار کرکے میرے پاس پہنچتا ہے اور میرے پاس بیٹھتا ہے، پھر کھڑا ہوتا ہے تو واپسی میں بھی میں تمہیں دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ تو ٹیل پار کر جاتا ہے۔"[2]

فوت شدہ والدین واَقارِب کو ہمیشہ یاد رکھیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حکایت سے ان لوگوں کو درسِ عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ جو اپنے والدین وعزیز واَقارِب کی قبروں پر نہیں جاتے۔ ابن مُوَفَّق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے والد صاحب کی قبر پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے لیکن ایک بار اس قبرستان میں آنے کے باوجود کسی مجبوری کے تحت والد صاحب کی قبر پر نہ جاسکے تو والد صاحب نے خواب میں آکر آپ سے اس بات کا گلہ کیا کہ تم قبرستان میں آنے کے باوجود میری قبر پر نہیں آئے۔ لیکن اب تو حالات بہت ناگفتہ بہ ہوچکے ہیں، کئی لوگ ایسے ہیں جنہیں اپنے والدین بہن بھائیوں اور عزیز واَقارب کو دفن کرنے کے بعد ان کا کچھ خیال ہی نہیں رہتا، نہ ان کی قبروں کی زیارت کے لیے کبھی قبرستان میں قدم رکھتے ہیں، نہ کبھی دعائے مغفرت کرتے ہیں، نہ صدقہ وخیرات اور

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۴۔

[2] ...الروض الفائق، المجلس الثالث فی ذکر الموت وزیارۃ القبور... الخ، ص ۲۷۔

نیاز و فاتحہ کے ذریعے کبھی ایصال ثواب کرتے ہیں، نہ ان کے لیے کبھی قرآن خوانی کراتے ہیں، نہ محتاجوں کو کھانا کھلا کر اور کپڑا پہنا کر ان کی روحوں کو ثواب پہنچاتے ہیں، نہ چہلم نہ ششماہی نہ برسی پر انہیں یاد رکھ کر ان کی فاتحہ دلاتے ہیں۔ بلکہ اب تو بعض بدمذہب اور بے دین لوگوں نے یہ غضب ڈھایا کہ زیارتِ قبور اور نیاز و فاتحہ کو قبر پرستی اور بدعت قرار دے کر مسلمانوں کا اپنے مُردہ عزیزوں سے بالکل ہی رشتہ و تعلق کاٹ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اپنے ماں باپ اور بزرگوں کو اس طرح بھول گئے کہ کبھی بھولے سے بھی ان کو یاد نہیں کرتے۔ اِحسان فراموشی اور مطلب پرستی کی اس سے زیادہ گھناؤنی مثال اور کیا ہو گی کہ ماں باپ اور بھائیوں بہنوں کے وارث بن کر ان کی جائیدادوں پر تو قابض ہو کر مزے اُڑا رہے ہیں مگر ان بزرگوں اور عزیزوں کو کبھی یاد کر کے ان کی روحوں کو کسی قسم کا ثواب نہیں پہنچاتے۔ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے باپ داداؤں نے کتنی محنت و مشقت اٹھا کر ان مکانوں اور جائیدادوں کو بنایا ہو گا جو ہمیں مُفت میں دے کر دنیا سے چلے گئے تو ہم ان کا شکریہ اس طرح ادا کرتے رہیں کہ ان کی قبروں پر حاضر ہو کر کبھی کبھی فاتحہ پڑھتے اور دعائے مغفرت کرتے رہیں۔ قرآنِ مجید میں خداوند قدوس کا فرمان ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ﴿۶۰﴾ (پ ۲۷، الرحمن: ۶۰) ترجمہ: یعنی احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے۔

ماں باپ اور بزرگوں کا احسان تو یہ ہوا کہ انہوں نے ہم کو پالا پھر وہ ہم کو مکان و جائیداد دے گئے تو ہمیں بھی لازم ہے کہ اُن کے اِحسانوں کا بدلہ دیں کہ اُن کو بھلائی کے ساتھ یاد رکھیں اور ان کے لیے دعا و استغفار کرتے رہیں اور فاتحہ کے ذریعے ان کو ایصالِ ثواب اور ان کی روحوں کو ثواب پہنچاتے رہیں۔ بہر حال ہر مسلمان کا یہ لازمی کارنامہ ہونا ہی چاہیے کہ وہ اپنے ماں، باپ، دادی، دادا اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہمیشہ یاد رکھیں اور کبھی بھی اُن کی قبروں کی زیارت اور اُن کی فاتحہ و ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت و استغفار سے ہرگز ہرگز غافل نہ رہیں۔ [1]

مُردہ ایصالِ ثواب کا منتظر رہتا ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جس طرح والدین کی زندگی میں ان کی زیارت کرنے کا شرف حاصل

---

(1) ... آئینہ عبرت، ص ۱۱۹ ملخصاً۔

کرتے ہیں ایسے ہی ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں پر حاضری دینے کا معمول بنالیجئے کہ جس طرح انسان اپنی حیات میں عزیز واَقارب سے ملاقات کرنے اور ان کے تحائف کا خواہاں ہوتا ہے ایسے ہی بعدِ وفات قبر میں بھی اپنے پیاروں کے دیدار اور ایصالِ ثواب کا منتظر رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ ”قبر میں میت ڈوبنے والے فریاد کرنے والے آدمی کی طرح ہے، مُردوں کو قبر میں ہر وقت اپنے والد یا والدہ یا بھائیوں یا دوستوں کی طرف سے ہدیہ (یعنی فاتحہ اور ایصالِ ثواب) کا انتظار رہتا ہے اور جب ہدیہ آجاتا ہے تو اس کو دنیا بھر کی نعمت پاجانے سے بڑھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔“[1] اور بالخصوص اپنے والدین کی قبر پر حاضری دیجئے کہ یہ مغفرت اور بھلائی کا پیش خیمہ ہے۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے: ”جو اپنے والدین دونوں یا ایک کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرے گا اُس کی مغفِرت ہو جائے گی اور وہ نیکوکار لکھا جائے گا۔“[2]

والدین کی وفات کے بعد تین کام کرو:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بہتر ہے کہ ہر جمعہ کے دن والدین کی قبور کی زیارت کیا کرے، اگر وہاں حاضری میسر نہ ہو جیسے کہ یہ فقیر اب پاکستان میں ہے اور میرے والدین کی قبریں ہندوستان میں۔ تو ہر جمعہ کو ان کے لیے ایصالِ ثواب کیا کرے۔ علماء فرماتے ہیں کہ والدین کی وفات کے بعد تین کام کرو: **(1)** ایک یہ کہ ہر جمعہ کو ان کی قبروں کی زیارت کرو، ان کے لیے دعا ختم وغیرہ پڑھو۔ **(2)** دوسرے یہ کہ ان کے قرض ادا کرو، ان کے وعدے پورے کرو۔ **(3)** تیسرے یہ کہ والد کے دوستوں اور والدہ کی سہیلیوں کو اپنا باپ وماں سمجھو اور ان کی خدمت کرو۔“[3]

مُردے کو تکلیف دینا حرام ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب بھی والدین یا کسی عزیز کی قبر پر ایصالِ ثواب فاتحہ یا دعائے مغفرت وغیرہ کے لیے جانے کی سعادت نصیب ہو تو وہاں دیگر قبور پر چلنے، ان پر پاؤں رکھنے، بیٹھنے یا سونے وغیرہ سے

1 . . . شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتھما، ۶ / ۲۰۳، حدیث: ۷۹۰۵۔
2 . . . شعب الایمان، باب فی بر الوالدین، فصل فی حفظ حق الوالدین بعد موتھما، ۶ / ۲۰۱، حدیث: ۷۹۰۱۔
3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲ / ۵۲۶ ملتقطاً۔

سختی سے بچیے اور دوسروں کو بھی بچائیے کیونکہ قبر پر چلنا، بیٹھنا اور سونا حرام ہے کہ یہ مُردوں کی ایذا رسانی کا سبب ہے اور مسلمان کو ایذا دینا ناجائز و حرام ہے۔ حدیث پاک میں قبر پر چلنے اور بیٹھنے کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: **(1)** "مجھے آگ کی چنگاری پر یا تلوار پر چلنا یا میرا پاؤں جُوتے میں سی دیا جانا زیادہ پسند ہے اس بات سے کہ میں کسی مسلمان کی قَبر پر چلوں۔"[1] **(2)** "تم میں سے کسی ایک آدمی کا آگ کی چنگاری پر بیٹھے رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے کو جلا کر اس کی کھال تک پہنچ جائے، یہ زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ کسی قَبر پر بیٹھے۔"[2]

جب بھینس کا پاؤں قبر پر پڑا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جب قبر والوں کو کسی سے تکلیف پہنچتی ہے تو بعض اوقات وہ اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن نے اپنے پیر بھائی حضرتِ ابو الحسن نوری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے شہر "مارہرہ مُطَہَّرہ" (ہند) کے قریب ایک جنگل میں ایک بڑی قبر ہے جس میں بہت سارے شہید مدفون ہیں، ایک شخص اپنی بھینس کو اس اجتماعی قبر کے اوپر سے لے جا رہا تھا، ایک جگہ زمین نرم تھی، یکایک بھینس کا پاؤں زمین میں چلا گیا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے، اسی اثنا میں قبر سے آواز آئی: "اے شخص! تو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔"[3]

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن قبرستان میں جانے کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قبر پر نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں (یعنی کسی عزیز کی قبر تک) پہنچنا ہو، اور اگر بے اس کے (یعنی قبر پر پاؤں رکھے بغیر) وہاں تک نہ جا سکے تو قبر کے نزدیک تلاوت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جا سکتا ہے، تلاوت کرے۔"[4] نیز (قبرستان میں

1. ... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی النہی عن المشی علی القبور والجلوس علیہا، ۲/ ۲۴۹، حدیث: ۱۵۶۷۔
2. ... مسلم، کتاب الجنائز، باب النہی عن الجلوس علی القبر والصلاۃ علیہ، ص ۳۷۵، حدیث: ۲۲۴۸۔
3. ... فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۴۵۳ ملخصاً۔
4. ... فتاویٰ رضویہ، ۹/ ۵۲۵۔

قبریں مٹا کر) جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اُس پر چلنا حرام ہے۔[1] بلکہ نئے راستے کا صرف گمان ہو تب بھی اُس پر چلنا ناجائز و گناہ ہے۔[2]

اولیاء و شہداء کرام کے مزار پر سلام کا طریقہ:

حدیث پاک کے آخری حصے میں بیان ہوا کہ حضور عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: ''اَسْاَلُ اللہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ''عوام مسلمین کی قبروں پر بعد سلام یہ الفاظ کہے جائیں (یعنی اَسْاَلُ اللہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ)، اولیاء اللہ کے مزارات پر یوں عرض کرے: سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا کَسَبْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اور شہداء کے مزارات پر یوں عرض کرے: سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ۔''[3]

مدنی گلدستہ

''اولیاءُ اللہ'' کے 10 حروف کی نسبت سے حدیث مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) جو شخص کسی جاننے والے کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے سلام کرے کہ وہ قبر والا اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

(2) قبر والا اپنی قبر پر آنے والے کو دیکھتا بھی ہے اور پہچانتا بھی ہے۔

(3) اہلِ قبور کو اپنے والدین بہن بھائیوں اور دوست احباب کی طرف سے ایصالِ ثواب کا انتظار رہتا ہے اور جب انہیں ایصالِ ثواب پہنچتا ہے تو انہیں دنیا بھر کی نعمت پا جانے سے بڑھ کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔

(4) جو ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبر کی زیارت کرے گا اس کی مغفرت کی بشارت ہے۔

(5) جو شخص کسی مجبوری کی وجہ سے اپنے والدین کی قبر پر حاضر نہیں ہو سکتا اسے چاہیے کہ ہر جمعہ کو ان

---

1 . . . ردالمحتار، کتاب الطھارۃ، فصل الاستنجاء، ۱/ ۶۱۲۔

2 . . . درمختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، ۳/ ۱۸۳۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۵۲۴۔

کے لیے ایصال ثواب کیا کرے۔

(6) جو اپنے والدین کا نافرمان تھا اور اسکے والدین وفات پا گئے تو اسے چاہیے کہ فوراً توبہ کرے اور ان کے لیے ہمیشہ دعاو استغفار کرتا رہے امید ہے کہ رحمتِ الٰہی سے اس کا نافرمانی والا گناہ معاف ہو جائے گا اور وہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا لکھا جائے گا۔

(7) مسلمان کی قبر پر چلنا، بیٹھنا، سونا اور پیشاب وغیرہ کرنا حرام ہے۔

(8) اگر کسی رشتہ دار کی قبر تک جانے کے لیے دوسری قبروں پر سے گزرنا پڑے تو وہاں جانا حرام ہے اُسے چاہیے کہ قبروں پر چلے بغیر جس قدر قریب جاسکتا ہے جائے اور وہیں سے فاتحہ خوانی کرے۔

(9) قبرستان میں قبریں مٹا کر جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے بلکہ اگر نئے راستے کا گمان بھی ہو تب بھی اُس پر چلنا جائز نہیں۔

(10) جب بھی قبرستان جائیں قبر والوں کے ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی دعا کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں قبروں کی زیارت کرنے اور اپنے والدین و عزیز و اقارب کی قبروں پر جانے اور ان کے لیے ایصال ثواب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:584

قبر والوں کو سلام کرنے کا طریقہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِمْ بِوَجْہِہٖ فَقَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ، یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ، اَنْتُمْ سَلَفُنَا، وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مدینہ طیبہ کی قبروں کے پاس سے گزرے تو اُن کی طرف مُتوجہ ہو کر فرمایا: "اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم سے پہلے آگئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔"

1 . . . ترمذی، کتاب الجنائز، باب ما یقول الرجل اذا دخل المقابر، ۲ / ۳۲۹، حدیث: ۱۰۵۵۔

قبر کی زیارت کرنے کا طریقہ:

حدیثِ پاک میں مذکور ہوا کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب قبرستان کے قریب سے گزرے تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سلام فرمایا۔ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا قبروں کی طرف رُخ کرکے انہیں سلام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اہلِ قبور کو سلام پیش کرے تو اس کے لیے مُسْتَحَب ہے کہ اس وقت اس کا چہرہ میت کے چہرے کے سامنے ہو اور اسی طرح جب دعا کرے تو میت کے سامنے بیٹھے یا کھڑا ہو۔“ علامہ مظہر رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”صاحبِ قبر کی زیارت کرنا ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اس کی زیارت کرنا لہٰذا جب قبر پر جائے تو اپنے چہرے کا رُخ میت کی جانب رکھے اور جس طرح زندگی میں اس کے ادب و آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتا تھا اب بھی اسی طرح کا معاملہ رکھے یعنی اگر زندگی میں اس کی قدر و منزلت کی وجہ سے اس سے دور بیٹھتا تھا تو اب بھی قبر سے دور بیٹھے اور اگر زندگی میں اس کے قریب بیٹھتا تھا تو اب بھی قبر کے قریب بیٹھے۔“ اور جب قبر کی زیارت کرے تو سورۂ فاتحہ پڑھے، تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اور میت کے لیے دعا کرے اور قبر کو نہ ہاتھ لگائے اور نہ بوسہ دے۔[1]

زیارتِ قبور سے متعلق 13 مدنی پھول:

(1) زیارتِ قبور مستحب ہے ہر ہفتہ میں ایک دن زیارت کرے، جمعہ یا جمعرات یا ہفتہ یا پیر کے دن مناسب ہے، سب میں افضل روزِ جمعہ وقتِ صبح ہے۔ اولیائے کرام کے مزاراتِ طیبہ پر سفر کرکے جانا جائز ہے، وہ اپنے زائر کو نفع پہنچاتے ہیں۔[2] **(2)** مُتَبَرَّک راتوں میں زیارتِ قبور افضل ہے، مثلاً شبِ براءت، شبِ قدر، اسی طرح عیدین کے دن اور عشرۂ ذی الحجہ میں بھی بہتر ہے۔[3] **(3)** قبر کی زیارت کو جانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنے مکان میں دو رکعت نمازِ نفل پڑھے، ہر رکعت میں بعدِ فاتحہ آیَۃُ الْکُرْسِی ایک بار اور قُلْ هُوَاللّٰه تین بار پڑھے اور اس نماز کا ثواب میت کو پہنچائے، اللّٰہ تعالٰی میت کی قبر میں نور پیدا کریگا اور

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، ۴/ ۲۵۳، تحت الحدیث: ۱۷۶۵ ملخصاً۔

2 . . . بہار شریعت، ۱/ ۸۴۸، حصہ ۴۔

3 . . . بہار شریعت، ۳/ ۶۴۱، حصہ ۱۶۔

اس شخص کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا، اب قبرستان کو جائے راستے میں لایعنی (فضول) باتوں میں مشغول نہ ہو جب قبرستان پہنچے جوتیاں اُتار دے اور قبر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور میت کے چہرہ کی طرف منہ اور اس کے بعد یہ کہے: اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ یَا اَھۡلَ الۡقُبُوۡرِ یَغۡفِرُ اللہُ لَنَا وَلَکُمۡ اَنۡتُمۡ لَنَا سَلَفٌ وَنَحۡنُ بِالۡاَثَرِ اور سورۂ فاتحہ و آیَۃُ الۡکُرۡسِی و سورۂ اِذَا زُلۡزِلَتۡ واَلۡھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھے، سورۂ ملک اور دوسری سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔[1] **(4)** قبر کو ہاتھ نہ لگائیں، نہ ہی بوسہ دیں۔[2] علماء فرماتے ہیں کہ مزارِ اکابر سے کم از کم چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہوں۔ **(5)** شبِ براءت میں یا کسی بھی حاضری کے موقع پر بعض لوگ اپنے عزیز کی قبر پر بلا مقصدِ صحیح محض رسمی طور پر پانی چھڑکتے ہیں یہ اسراف و ناجائز ہے، اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے میت کی قبر میں ٹھنڈک ہو گی تو اسراف کے ساتھ ساتھ نِری جہالت بھی ہے، ہاں میت کی تدفین کے بعد چھڑکنے میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔ اِسی طرح اگر قبر پر پودے وغیرہ ہیں اس لیے پانی ڈالا جب بھی حرج نہیں۔ **(6)** قبر پر پھول ڈالنا مستحب ہے کہ جب تک تَر رہیں گے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور میت کا دل بہلاتے رہیں گے۔[3] **(7)** رات کو تنہا قبرستان نہ جانا چاہیے۔[4] **(8)** قبر کا طوافِ تعظیمی منع ہے۔[5] **(9)** قبر کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے اور اگر عبادت کی نیت ہو تو کفر ہے۔[6] **(10)** قبر کے اوپر "اگر بتی" نہ جلائی جائے کہ اس میں بے ادبی و بد فالی ہے اور اس سے میت کو تکلیف ہوتی ہے، ہاں اگر حاضرین کو خوشبو پہنچانے کے لیے لگانا چاہیں تو قبر کے پاس خالی جگہ ہو وہاں لگائیں کہ خوشبو پہنچانا محبوب یعنی پسندیدہ ہے۔[7] **(11)** قبر پر چراغ یا جلتی موم بتّی وغیرہ نہ رکھے کہ یہ آگ ہے، اور قبر پر آگ رکھنے سے میت کو اَذِیّت ہوتی ہے، ہاں اگر آپ کے پاس چارجنگ ٹارچ یا ٹارچ والا موبائل فون نہ ہو، گورنمنٹ کی بتیاں بھی نہ ہوں یا بند ہوں اور رات کے

---

1 ... بہار شریعت، ۳/ ٦۴۱، حصہ ١٦۔
2 ... فتاوی رضویہ، ۹/ ۵۲٦، ۵۲۸ ملخصاً۔
3 ... فتاوی رضویہ، ۹/ ۴۸۳ ملخصاً۔
4 ... فتاوی رضویہ، ۹/ ۵۲۳ ملخصاً۔
5 ... بہار شریعت، ۱/ ۸۵۰، حصہ ۴۔
6 ... فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۴۲۳ ماخوذاً۔
7 ... فتاوی رضویہ، ۹/ ۵۲۵ ملخصاً۔

اندھیرے میں راہ چلنے یا دیکھ کر تلاوت کرنے کے لیے روشنی مقصود ہو، تو قبر کے ایک جانب خالی زمین پر موم بتی یا چراغ رکھ سکتے ہیں، جبکہ وہ خالی جگہ ایسی نہ ہو کہ جہاں پہلے قبر تھی اب مٹ چکی ہے۔**(12)** بزرگانِ دین اولیا وصالحین کے مزاراتِ طیبہ پر غلاف ڈالنا جائز ہے، جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحبِ مزار کی وقعت نظرِ عوام میں پیدا ہو، ان کا ادب کریں ان کے برکات حاصل کریں۔[1] **(13)** جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اُس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبرِ مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب، اور قبرِ کافر کی زیارت حرام ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر۔[2]

قبورِ شہدائے اُحد کی زیارت:

اس باب میں بیان کی گئی اَحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں کی زیارت کے لیے پابندی سے جاتے رہنا چاہیے۔ انسان پر اس کے والدین واَقارب کا حق ہے کہ ان کی قبور پر جایا جائے لہٰذا والدین واَعِزّا کی قبروں پر جایئے اور ان کے لیے ایصالِ ثواب کیجئے تاکہ انہیں قبر میں راحت نصیب ہو۔ بزرگانِ دین واولیاءاللہ کے مزارات پر حاضری کا بھی معمول بنالیجئے۔ ہر سال **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ولیوں کے عرس کے موقع پر ان کے مزارات پر حاضری دیجئے۔ خود حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شُہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کے بعد حضرتِ سَیِّدُنا ابو بکر صدیق وحضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شہداءِ اُحد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا: ”یا **اللہ**! تیرا رسول گواہ ہے کہ اس جماعت نے تیری رضا کی طلب میں جان دی ہے، پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت تک جو مسلمان بھی ان شہیدوں کی قبروں پر زیارت کے لیے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا تو یہ شہداءِ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اس کے سلام کا جواب دیں گے۔“

شہید کی قبر سے سلام کا جواب:

چنانچہ حضرت فاطمہ خُزاعیّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا بیان ہے کہ میں ایک دن اُحد کے میدان سے گزر رہی تھی حضرت سَیِّدُنا حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی قبر کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا: ”اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاعَمَّ رَسُوْلِ

---

1 . . . بہار شریعت، ۳/ ۶۴۲، حصہ ۱۶۔

2 . . . فتاوی رضویہ، ۹/ ۵۳۳۔

اللہ "(اے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا! آپ پر سلام ہو) تو میرے کان میں یہ آواز آئی وَعَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَكَاتُہٗ (یعنی تم پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں)۔[1]

مدنی گلدستہ
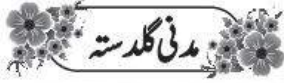
"سَیِّدُ الشُّھَدَاء" کے 10 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 10 مدنی پھول

(1) اہلِ قبور کو سلام کرتے ہوئے ان کی طرف چہرہ کرنا مستحب ہے۔

(2) قبر والے کا ادب و احترام اسی طرح کرے جس طرح اس کی زندگی میں کرتا تھا۔

(3) زیاراتِ قبور کے وقت قبر کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے سے بچنا چاہیے۔

(4) جمعہ کے دن صبح کے وقت، شبِ براءت اور عیدین میں زیارتِ قبور مستحب ہے۔

(5) کافر کی قبر کی زیارت کرنا حرام ہے اور کافر کو ایصالِ ثواب کرنا کفر ہے۔

(6) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرات شَیْخَیْنِ کَرِیْمَیْن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا شہداءِ اُحد کی قبروں پر جایا کرتے اور انہیں سلام کرکے دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔

(7) جس قبر کا معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اُس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں۔

(8) قبر کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے اور اگر عبادت کی نیت ہو تو کفر ہے۔

(9) قبر پر پھول یا کوئی تر چیز ٹہنی یا کوئی اور سبزہ ڈالیں کہ جب تک تر رہیں گے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تسبیح کرتے رہیں گے اور میت کا دل بہلاتے رہیں گے۔

(10) رات کو تنہا قبرستان نہیں جانا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شرعی طریقے کے مطابق قبرستان جانے کی اور قبر والوں کو اِیصالِ ثواب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... مدارج النبوۃ، قسم سوم، باب چہارم، ۲/۱۳۵ ملتقطاً۔

باب نمبر:67

کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا

کسی مصیبت کے پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے البتہ دین میں کسی فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! زندگی میں بہت سی پریشانیاں اور مشکلات آتی ہیں، اگر بندہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے ثواب کی نیت سے مصائب پر صبر کرے تو اس کے لئے بھلائی ہی بھلائی ہے۔ صبر کی برکت سے گناہ مٹتے، درجات بلند ہوتے اور ثواب کا عظیم خزانہ ملتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہوں کا مٹنا نیکیوں کا بڑھنا انسان کے لئے بہت بڑی بھلائی ہے کیونکہ مصیبت وقتی ہوتی ہے دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا اثر اس کا درد زائل ہو جاتا ہے جبکہ آخرت کا عذاب باقی رہنے والا اور بہت دردناک ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ صبر کے ذریعے مصیبت کا مقابلہ کرے آخرت کے فائدے کی طرف نظر رکھے اور دنیاوی مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ موت کی تمنا کرنا اچھا بھی ہے اور بُرا بھی اگر دِینی نقصان، یا دُنیاوی فتنوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا کی جائے تو اچھا ہے اور اگر دُنیوی تکالیف سے گھبرا کر موت کی تمنا کی جائے تو بُرا ہے اور موت کی یاد بہترین عبادت ہے جبکہ اس کے ساتھ اس کی تیاری کر لی جائے۔ یہ باب بھی **"کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 3 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:585

کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَمَنَّى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ يَزْدَادُ وَاِمَّا مُسِيْئًا فَلَعَلَّهُ يَسْتَعْتِبُ.[1] وَهٰذَا اللَّفْظُ الْبُخَارِي. وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَتَمَنَّى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُ اِنَّهُ اِذَا مَاتَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ وَاِنَّهُ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهُ اِلَّا خَيْرًا.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

---

1 . . . بخاری، کتاب التمنی، باب مایکرہ من التمنی، ۴/۴۸۶، حدیث: ۷۲۳۵۔

2 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔الخ، باب کراھة تمنی الموت لضر نزل به، ص ۱۱۰۵، حدیث: ۲۸۱۹۔

نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے نیک شخص اس وجہ سے کہ شاید وہ نیکیاں بڑھالے اور گناہ گار اس وجہ سے کہ شاید وہ (توبہ کرکے) اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے۔“ (یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔) مسلم کی روایت میں اس طرح ہے حضرتِ سیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی بھی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل مُنقطع ہوجاتا ہے اور مومن کی عمر تو بھلائی ہی میں اضافہ کرتی ہے۔“

لمبی عمر نیکیوں میں زیادتی کا سبب ہے:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو خیر و بھلائی میں زیادتی کی جو اس کی امیدیں ہوتی ہیں وہ ختم ہوجاتی ہیں اور مومن کی عمر زیادہ ہونے سے خیر ہی زیادہ ہوتی ہے یعنی بندۂ مومن جب بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے، تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتا ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اُس کے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَحکام کی فرمانبرداری کرتا ہے تو اُس کا ثواب بڑھتا ہی جاتا ہے۔“[1]

زندگی کا زمانہ بیج بونے کا ہے:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان ”مومن کی عمر بھلائی ہی بڑھاتی ہے۔“ کے تحت لکھتے ہیں: ”زندگی کا زمانہ تخم بونے کا زمانہ ہے جو کچھ بوئے گا آگے چل کر کاٹے گا۔ بدکار اگر توبہ کرے گا تو اسی زندگی میں، نیک کار نیکیاں بڑھائے گا تو اسی زندگی میں۔ خیال رہے کہ بعض مؤمن قبر میں بھی نمازیں پڑھتے ہیں، تلاوتِ قرآن بھی کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں صرف روحانی لذت ہے جیسے فرشتوں کے اعمال پر ثواب نہیں بلکہ ان سے ان کی بقا اور لذت ہے۔“[2]

---

1. ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الجنائز، باب تمنی الموت وذکرہ، ۲/۲۶، تحت الحدیث: ۱۵۹۹ ملخصا۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۲/۳۶۔

لمبی عمر کے متعلق تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "موت کی تمنا مت کیا کرو کیونکہ اُخروی زندگی کی ابتدا بہت سخت ہے اور بندے کی عمر کا طویل ہونا اور اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے توبہ کی توفیق ملنا خوش بختی ہے۔"[1] **(2)** ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: **یَا رَسُوْلَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں بہتر کون ہے؟ فرمایا: "جس کی عمر طویل اور عمل اچھا ہو۔" پوچھا: اور لوگوں میں بُرا کون ہے؟ فرمایا: "جس کی عمر لمبی اور عمل بُرا ہو۔"[2] **(3)** "کیا میں تمہیں تمہارے سب سے بہتر آدمی کی خبر نہ دوں؟ تم میں سے بہتر وہ ہے جس نے لمبی عمر گزاری ہو اور اچھے کام کیے ہوں۔"[3]

حدیث نمبر:586

موت کی تمنا کرنا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ اَصَابَہُ فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَلْیَقُلْ: اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِیْ.[4]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کے پہنچنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کرنا ضروری ہو تو یوں کہے: اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک میرے حق میں زندگی بہتر ہے اور مجھے اس وقت وفات دے جس وقت میرے حق میں موت بہتر ہو۔"

تقدیر پر راضی رہے:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ کسی مرض، فقر وفاقہ، دشمن کے خوف یا اس جیسی دوسری دُنیوی مشقّتوں کی وجہ سے موت کی

1. . . . مسند امام احمد، مسند جابر بن عبد اللہ، ۵/ ۸۷، حدیث: ۱۴۵۷۰۔
2. . . . ترمذی، کتاب الزھد، باب ۲۲، ۴/ ۱۴۸، حدیث: ۲۳۳۷۔
3. . . . کنز العمال، کتاب الاخلاق قسم الاقوال، ۲/ ۲۱، حدیث: ۵۳۸۲، الجزء الثالث۔
4. . . . بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۴/ ۱۳، حدیث: ۵۶۷۱۔

تمنا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جب دینی نقصان یا کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو اس صورت میں موت کی تمنا ممنوع نہیں اور ہمارے بہت سے اَسلاف رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام نے اپنے دِین میں فتنے کے خوف سے موت کی تمنا کی ہے، اگر کسی کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ مرض کی وجہ سے جس مصیبت میں مبتلا ہے وہ اس پر صبر نہیں کرسکے گا تو وہ ارشادِ نبوی کے مطابق یوں دعا کرے: "یااللہ! جب تک میرے حق میں زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرا مرنا بہتر ہو تو مجھے موت دیدے۔" اور افضل یہی ہے کہ وہ صبر کرے اور تقدیر پر راضی رہے۔[1]

بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه فرماتے ہیں: "کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اس مصیبت سے اس کے دین اور دنیا میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے یا پھر اس مصیبت سے اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ حضور عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام ایک بوڑھے شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جبکہ اسے بخار تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "کوئی حرج نہیں اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ یہ بخار تمہیں پاک کرنے والا ہے۔" اور بسا اوقات ایک ہی مرض میں کئی منافع بھی ہوتے ہیں ان میں سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ بندہ اس مرض کی وجہ سے ان گناہوں سے بچ جاتا ہے جنہیں وہ حالتِ صحت میں کیا کرتا تھا یا یہ مرض اُس سے اور اس کے مال سے بلاؤں کو دور کر دیتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندۂ مومن کے حال کو خوب جاننے والا ہے بندے کو چاہیے کہ وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مرض اور صحت میں راضی رہے اور اس کی تقدیر پر تہمت نہ لگائے، کسی بیماری میں مبتلا ہونے کے وقت اس سے تنگ آکر یا دنیاوی معاملات سے پریشان ہو کر موت کا سوال نہ کرے۔[2]

موت کی تمنا کی جائز و ناجائز صورتیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! رنج و مصیبت سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔ ہاں شوقِ وصلِ الٰہی (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ملنے کے شوق)، صالحین سے ملنے کے اِشْتِیاق (شوق)، دِینی نقصان یا فتنے میں پڑنے کے

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الذکر والدعاء۔۔۔ الخ، باب کراھة تمنی الموت لضر نزل به، ۹/ ۷، الجزء السابع عشر۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الدعاء، باب الدعاء بالموت والحیاة، ۱۰/ ۱۱۱ ملخصاً۔

خوف سے موت کی تمنا کرنا جائز ہے، رَئِیْسُ الْمُتَکَلِّمِیْن حضرت علامہ مولانا نقی علی خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا جائز ہے حضورِ اَقدس صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے منقول ہے: اِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ (اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تو کسی قوم کے ساتھ عذاب و گمراہی کا ارادہ فرمائے (ان کے اعمالِ بد کے سبب) تو مجھے بغیر فتنے کے اپنی طرف اٹھا)۔ حدیثِ پاک میں ہے: تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے مگر جب کہ نیکی کرنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو۔" سرکار اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "خلاصہ یہ کہ دُنیوی مضرتوں (نقصانات) سے بچنے کے لئے موت کی تمنا نا جائز ہے اور دینی مضرت (دینی نقصان) کے خوف سے جائز۔"[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** "بیماری و آزاری (تکلیف) سے گھبرا کر موت نہ مانگے اور جس طریقہ سے دعا کی اجازت دی گئی ہے نہایت ہی پیارا طریقہ ہے، کیونکہ اس خیر وشر میں دین و دنیا کی خیر وشر شامل ہے۔ گویا موت کی تمنا کہہ بھی لی مگر قاعدے سے۔ خیال رہے کہ یہ کہنا جائز ہے: خدایا مجھے شہادت کی موت دے، خدایا مجھے مدینہ پاک میں موت نصیب کر! چنانچہ عمر فاروق (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) نے دعا کی تھی کی مولا! مجھے اپنے حبیب کے شہر میں شہادت نصیب کر، حضرتِ حفصہ (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا) نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہوسکے گا تو آپ نے فرمایا: اِنْ شَآءَ الله ایسے ہی ہوگا۔ چنانچہ مسجد نبوی محراب النّبی نماز کی حالت میں مُصَلّائے مصطفٰے پر آپ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ کو کافر مجوسی ابولُولُو نے شہید کیا، دعا کیا تھی کمان سے نکلا ہوا تیر تھا کہ جو کہا تھا وہی ہوا، کیوں نہ ہو رب کی یہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔"[2] بہارِ شریعت میں ہے: "مرنے کی آرزو کرنا اور اس کی دعا مانگنا مکروہ ہے، جبکہ کسی دُنیوی تکلیف کی وجہ سے ہو، مثلاً تنگی سے بسر اوقات ہوتی ہے یا دشمن کا اندیشہ ہے، مال جانے کا خوف ہے اور اگر یہ باتیں نہ ہوں بلکہ لوگوں کی حالتیں خراب ہوگئیں معصیت میں مبتلا ہیں اسے بھی اندیشہ ہے کہ گناہ میں پڑ جائے گا تو آرزوئے موت مکروہ نہیں۔"[3]

---

1. . . فضائل دعا، ص ۱۸۲، ۱۸۳۔
2. . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۳۶۔
3. . . بہارِ شریعت، ۳/ ۶۵۸، حصہ ۱۶۔

حدیث نمبر:587

بیماری کے سبب موت کی تمنا کرنا

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَعُودُهُ وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ فَقَالَ: إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُصْهُمُ الدُّنْيَا وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى وَهُوَ يَبْنِي حَائِطًا لَهُ فَقَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُؤْجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا التُّرَابِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا قیس بن ابو حازم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم خباب بن اَرَت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس بیمار پُرسی کے لیے گئے انہوں نے (جسم کو) سات داغ لگائے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ”بیشک ہمارے ساتھی جو ہم سے پہلے گزر گئے دنیا نے ان کا عمل کم نہیں کیا اور ہم نے دنیا میں اتنا مال پایا ہے کہ مٹی (یعنی تعمیرِ عمارت) کے سوا اس کو رکھنے کی جگہ نہیں پاتے۔ اگر نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں موت کی دعا کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اس کی دعا ضرور کرتا۔ راوی کہتے ہیں پھر ہم دوبارہ ان کے پاس گئے تو اس وقت آپ اپنی ایک دیوار بنا رہے تھے فرمانے لگے: ”مسلمان کو ہر اس چیز میں اجر دیا جاتا ہے جس کو وہ خرچ کرتا ہے سوائے اس شے کے جس کو وہ مٹی میں رکھتا ہے (یعنی عمارت کی تعمیر)۔

بیماری کے سبب داغ لگوانا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حضرتِ سَیِّدُنا خباب بن ارت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ داغ اپنے پیٹ پر لگوائے ہوئے تھے اور جس حدیث میں داغ لگوانے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ شفا داغ لگوانے سے ہی حاصل ہو گی اسے داغ لگوانا منع ہے جبکہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شفا دینے والی ذات صرف اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی ہے تو اسے داغ لگوانے میں کوئی حرج نہیں ہے یا ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو دوا استعمال کرنے پر قادر ہو اور جو دوا استعمال کرنے پر قادر نہ ہو اسے داغ لگوانے میں حرج نہیں۔[2]

---

1 . . . بخاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۴/ ۱۳، حدیث: ۵۶۷۲۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب المرضی، باب تمنی المریض الموت، ۱۴/ ۲۶۳، تحت الحدیث: ۵۶۷۲ ملخصا۔

دنیاوی مال ومتاع ثواب میں کمی کرتا ہے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرتِ خباب بن ارت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تواضُع وانکساری کرتے ہوئے کہا کہ جو حضرات سَرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیاتِ طیبہ میں وفات پاگئے اور دنیاوی مال ومتاع سے سرفراز نہ ہوئے اور تنگ زندگی گزارتے ہوئے دنیا سے کوچ کرگئے دنیا نے ان کا عمل کم نہیں کیا اور جو حضرات ان کے بعد زندہ رہے فتوحات کے باعث مَغانم کثیرہ کے مالک ہوئے انہیں دنیاوی مال ومتاع بہت مُیَسَّر ہوا جو آخرت کے ثواب میں کمی کرتا ہے۔ اسی لیے حضرت خباب نے کہا ہم نے دنیا میں اتنا مال پایا کہ اس کے رکھنے کی جگہ نہیں پاتے ہیں اور مکانات بنانے کے سوا اس کا کوئی مَصرف نظر نہیں آتا۔ معلوم ہوا مال کو عمارات میں صَرف کرنا مذموم ہے، لیکن وہ عمارات جو ذاتی ضرورت تک محدود ہیں وہ مذموم نہیں، کیوں کہ ان سے اِستغنا بہت مشکل ہے۔ [1]

مدنی گلدستہ

”کعبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) دُنیوی تکالیف اور مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے۔

(2) بندے کی عمر کا طویل ہونا اور اسے توبہ کی توفیق ملنا خوش بختی کی علامت ہے۔

(3) کسی فتنہ یا دین کے ضائع ہونے کے خوف کے سبب موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔

(4) بُرا ہے وہ شخص جس کی عمر لمبی اور اعمال بُرے ہوں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس وقت تک زندہ رکھے جب تک ہمارے حق میں زندگی بہتر ہو اور ہمیں موت دے جس وقت ہمارے حق میں موت بہتر ہو۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... تفہیم البخاری، ۸/ ۶۴۶۔

باب نمبر:68

تقویٰ اور ترکِ شُبہات کا بیان

تمام نیکیوں کی اصل تقویٰ ہے۔ جس میں جتنا زیادہ تقویٰ ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ نیک ہو گا، اہلِ تقویٰ دنیا وآخرت میں کامیاب ہیں۔ انہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نصرت، عزت، علم وحکمت، گناہوں کی معافی، اجر وثواب کی کثرت، پروانۂ مغفرت، آسانی وسہولت، غم ومشقت سے عافیت، رِزق میں وُسعت، عذابِ آخرت سے حفاظت، نیکیوں کی سعادت، عفت وعِصمت، تکمیلِ اِرادت، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی محبت، صدقات کی قبولیت، دل کی طہارت، توفیقِ عبادت، چشموں والی جنت میں سکونت، غموں سے راحت اور ان سب سے بڑھ کر دیدارِ ربُّ العِزت جیسی عظیم نعمتیں تقویٰ وپرہیزگاری کی بدولت نصیب ہوں گی۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"تقویٰ وترکِ شُبہات"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیاتِ مُقدَّسہ اور 9 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور ان کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

(1) بہتان تراشی بہت بڑا گناہ ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ﴿۱۵﴾ (پ۱۸، النور: ۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اسے سہل سمجھتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

غزوۂ بنی مُصطلِق سے واپسی پر جب منافقینِ سیاہ باطن نے اَوہامِ فاسدہ پھیلائے اور اُمّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیِّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا پر گھناؤنا الزام لگایا تو بعض مسلمان بھی ان کے دام فریب میں آگئے اور ان سے بھی کوئی کلمہ بے جا سرزد ہوا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی شانِ پاک میں اٹھارہ آیات نازل فرما کر اُن کی پاکدامنی پر مہر ثبت فرمائی، منافقینِ بداَطوار کے لئے بڑے عذاب کی وعید بیان فرمائی اور مومنوں کو ایسی بے بنیاد باتوں میں پڑنے سے منع کیا گیا اور انہیں سمجھایا گیا کہ یہ بے بنیاد الزام سنتے ہی تمہیں چاہئے تھا کہ اپنوں پر نیک گمان کرتے اور کہتے کہ یہ کُھلا بہتان ہے، صریح جھوٹ ہے جس میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں۔ سید الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زوجہ محترمہ پر

ایسا گھناؤنا الزام کوئی معمولی بات نہیں بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک یہ بہتان بڑا گناہ ہے۔

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے: اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بارے میں تم جو الزام تراشی کرتے ہو اور اسے آسان سمجھتے ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بڑا جرم ہے۔ جب کسی عام پاکدامن عورت پر بہتان تراشی بہت بڑا گناہ ہے تو خاتَمُ الْاَنبیاء، سَیِّدُ الْمُرسَلِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زوجۂ محترمہ کے بارے میں ایسا گھناؤنا الزام اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک کتنا بڑا جرم ہو گا۔ جب اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے کسی بھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی زوجہ کے لئے ایسا گناہ مقدر نہ فرمایا اور ہرگز نہ فرمایا تو دنیا اور آخرت میں اولادِ آدم کے سردار کی زوجۂ محترمہ جو تمام نبیوں کی ازواج کی سردار ہیں ان کے لئے یہ گناہ کیسے گوارہ ہوتا، اسی لئے فرمایا گیا کہ تم جس بہتان کو ہلکا سمجھتے ہو وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔(1)

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے کچھ پوشیدہ نہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ (پ۳۰، الفجر: ۱۴) ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے: یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ مجرموں کو یقیناً دیکھ رہا ہے کوئی مجرم اس سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کے اعمال کو جانتا اور دیکھتا ہے۔ انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ بندوں کو اس سے کوئی جائے فرار نہیں کہ جہاں جا کر چھپ جائیں۔ جیسے مجرموں کو پکڑنے والے محافظ و نگران اور محصول لینے والوں سے کوئی راہ گیر بچ کر نہیں نکل سکتا ایسے ہی بلا تمثیل اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محاسبہ اور گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ یہاں یہ مثالیں فقط سمجھانے کے لئے ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا کاشفی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ سب کو دیکھتا ہے سب کی سنتا ہے اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔ وہ پوشیدہ سے پوشیدہ تر کو بھی جاننے والا ہے۔(2)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

---

1 . . . تفسیر ابن کثیر، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۱۵، ۶/۲۷۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ۳۰، الفجر، تحت الآیۃ: ۱۴، ۱۰/۴۲۷۔

حدیث نمبر:588

حلال حرام اور مُشْتَبَہ اُمور

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم يَقُوْلُ: اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَاَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا نعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُما سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور اُن کے درمیان مشکوک چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ تو جو اِن مشکوک چیزوں سے بچا اس نے اپنا دِین اور اپنی عزت محفوظ کرلی اور جو ان مشکوک چیزوں میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا۔ جیسے وہ چرواہا جو ممنوعہ چراہ گاہ کے قریب بکریاں چَراتا ہو تو قریب ہے کہ وہ جانور اس چراہ گاہ میں بھی چرنے لگیں۔ خبردار! ہر بادشاہ کی چراہ گاہ ہوتی ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مقرر کردہ چراہ گاہ اس کی حرام کردہ اَشیاء ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ سنو! وہ ٹکڑا دل ہے۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں مشکوک اَشیاء سے بچنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اشیاء حرام کی طرف لے جاسکتی ہیں۔ جو مشکوک اشیاء سے پرہیز کرتا ہے وہ حرام سے بچا رہتا ہے۔ حدیثِ مذکور میں طبیبِ ربانی نے دل سے متعلق ایک بہترین اصول بیان فرمایا کہ جسم کی سلامتی دل کی سلامتی پر موقوف ہے۔ جس کا دل بیماریوں سے محفوظ ہو اس کا پورا جسم بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔

شُبہات سے بچے:

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: یعنی شبہات سے بچنے والا اپنے

1 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرء لدینہ، ۱ / ۳۳، حدیث: ۵۲۔

دِین کی حفاظت چاہتا ہے اور اپنی عزت بھی محفوظ کرلیتا ہے کیونکہ اگر وہ مُشتبہ چیزیں ترک نہ کرے گا تو بے وقوفوں کو اس کی غیبت اور الزام تراشی کا موقع ملے گا۔ اسی لئے تو مسلمانوں کو تہمت والی جگہ کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "جو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ تہمت کی جگہ نہ کھڑا ہو۔" حضرت سَیِّدُنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم سے مروی ہے: "جس چیز کے انکار کی طرف دل سبقت کریں اس سے بچو اگرچہ تمہارے پاس کوئی عذر ہو کیونکہ بہت سے سننے والے ایسے ہوتے ہیں جنہیں تم عذر سنانے کی طاقت نہیں رکھتے۔" (جو شبہات میں پڑا وہ حرام میں پڑ گیا) اس فرمانِ عالی میں دو اِحتمال ہیں: یا تو یہ کہ شبہات میں پڑنے والا حرام میں پڑ جاتا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی یا پھر یہ مراد ہے کہ شبہات میں پڑنے والا حرام کے قریب پہنچ جاتا ہے کیونکہ نفس جب مخالفت میں پڑ جائے تو بتدریج ایک بُرائی سے دوسری برائی کی طرف بڑھتا ہے جو پہلے سے بڑی ہوتی ہے۔ قرآنِ کریم میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۟ (پ ۴، آل عمران: ۱۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے یہ اس لیے کہ نافرماں بردار اور سرکش تھے۔

یعنی ان کی نافرمانی انہیں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کے قتل جیسے بھیانک جرم کی طرف لے گئی۔ حدیثِ پاک میں ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ چور پر لعنت فرمائے کہ وہ انڈا چوری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے، وہ رسی چوری کرتا ہے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔" یعنی انڈے اور رسی کی چوری اسے اس چوری کی طرف لے گئی جس کی سزا میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ (دل ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے) یعنی جب دل ڈرتا ہے تو سب اعضاء ڈرتے ہیں، وہ سرکشی کرتا ہے تو اعضاء سرکشی کرتے ہیں، وہ خراب ہو جائے تو اعضاء خراب ہو جاتے ہیں۔ جسمِ انسانی میں دل کی حیثیت حاکم کی سی ہے، اگر حاکم ٹھیک ہو جائے تو رعایا ٹھیک ہو جاتی ہے، حاکم بگڑ جائے تو رعایا بگڑ جاتی ہے۔ دل کی سلامتی واصلاح امراضِ باطنیہ سے بچنے میں ہے۔ حسد، بخل، تکبر، مذاق مسخری، ریاکاری، مکر و فریب، حرص، تقدیر پر راضی نہ رہنا وغیرہ یہ سب باطنی امراض ہیں۔ دل کی اصلاح کے لئے ان سب اور دیگر باطنی امراض سے بچنا ضروری ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ان امراض سے سلامتی عطا فرمائے اور ہمیں

ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے جنہیں قلبِ سلیم کی دولتِ بے بہا مُیَسَّر ہے۔[1]

اَصلِ اُصولِ دِین:

مرآۃ المناجیح میں ہے: یہ حدیث اصل اصول دین ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چیزیں تین قسم کی ہیں: ❁ **بالکل حلال** جن کی حِلَّت منصوص ہے۔ ❁ **بالکل حرام** جن کی حُرمت مَنصوص ہے، جیسے محرمات و فَوَاحِش۔ اور ❁ **مشتبہات** جن میں حلت و حرمت کے دلائل متعارض ہیں یا حلت و حرمت کی دلیل نہیں۔ اصل حلال پر عمل کرو، اصل حرام سے ضرور بچو اور مُشتبہات سے احتیاطاً پرہیز کرو کہ شاید حرام ہوں۔ مگر جن میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ نہیں، انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے۔ جو شخص مشتبہات سے پرہیز نہ کرے گا وہ آخر کار محرمات میں بھی پھنس جائے گا اس لئے مشتبہات سے بچو۔ شاہی چراگاہ میں جانور چَرانا سخت جرم ہوتا ہے۔ ہوشیار چرواہے شاہی چراگاہ سے دور ہی رہتے ہیں تاکہ کوئی جانور بے قابو ہو کر اس چراگاہ میں نہ گھس جائے اور ہم مجرم ہو جائیں، مگر بے احتیاط چرواہے وہاں قریب پہنچ جاتے ہیں اور آخر کار ان کا جانور وہاں گھس جاتا ہے اور یہ مجرم ہو کر پکڑے جاتے ہیں۔ ایسے ہی مُشتبہات میں واقع ہونے والا کبھی حرام میں بھی گرفتار ہو جائے گا۔ تم چرواہے ہو، نفس بے سمجھ جانور، محرماتِ شرعیہ شاہی چراگاہ ہے، مشتبہات اس چراگاہ کے مُتَّصِل زمین۔[2] (دل کی اصلاح ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔) دِل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا جیسے بادشاہ کے درست ہو جانے سے تمام ملک ٹھیک ہو جاتا ہے ایسے ہی دل سنبھل جانے سے تمام جسم ٹھیک ہو جاتا ہے۔ دل ارادہ کرتا ہے جسم اس پر عمل کی کوشش۔ دل میں بُرے ارادے نہ پیدا ہوں اس لیے صوفیائے کرام دل کی اصلاح پر بہت زور دیتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کو اپنی منزلوں میں رکھو، اس کی منزل فرض، واجب، سنت، مستحب، آداب، مباح ہیں، اِن حدود میں رہا تو خیر ہے، اگلی منزلیں خطرناک ہیں اُدھر نہ جانے دو، اگلی منزلیں مکروہِ تنزیہی، مکروہِ تحریمی، حرام و کفر ہیں۔ مکروہِ تنزیہی سے بچاؤ تاکہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ کرے۔[3]

---

1 ... شرح الاربعین النوویۃ، الحدیث السادس، ص ۴۶ تا ۴۸ ملخصاً۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۲۹ ملخصاً۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۳۰۔

راہِ نجات:

حضرت سیّدنا سہل بن **عبداللہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ''نجات تین چیزوں میں ہے: **(1)** حلال کھانے میں **(2)** فرائض کی ادائیگی میں اور **(3)** نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں کی اتباع میں۔''[1]

دمشق کے پھل کبھی نہ کھائے:

حضرت سَیِّدُنا امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے تقویٰ کا یہ عالَم تھا کہ دمشق کے پھل کبھی نہ کھاتے، جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: یہاں کے اکثر باغات اوقاف اور ان اَملاک سے متعلق ہیں جن میں ہر کسی کو تَصَرُّف کی اجازت نہیں ہوتی اور یہ پھل شُبہ سے خالی نہیں ہوتے پھر میرا دل کیسے گوارہ کر سکتا ہے کہ میں انہیں کھاؤں۔[2]

''حلال میں برکت ھے'' کے 13 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 13 مدنی پھول

(1) حلال وحرام واضح ہے اور ان کے درمیان شک والی چیزیں ہیں۔

(2) **حلال** وہ اشیاء ہیں جن کے حلال ہونے پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو۔ **حرام** وہ ہیں جن کی حرمت پر کوئی شرعی دلیل موجود ہو۔

(3) جن اشیاء میں حلت کی اصل موجود ہو وہ مشتبہ نہیں، انہیں حرام سمجھنا محض باطل وہم ہے۔

(4) جو حلال کھائے، فرائض کی پابندی کرے اور سنت کی پیروی کرے وہ نجات پا جاتا ہے۔

(5) جو مشکوک اشیاء کی طرف جائے اس کے حرام میں پڑنے کا بہت زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

(6) مشکوک اشیاء سے بچنے والوں کا دین اور عزت محفوظ رہتی ہے۔

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۲، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۱۶۸، ۱ / ۱۵۹، الجزالثانی۔

2 . . . منہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی ملحق تہذیب الاسماء واللغات، ۱ / ۱۳۔

(7) ہر مسلمان کو تہمت کی جگہوں سے بچنا چاہئے کہ اس میں دین و دنیا کی بھلائی ہے۔

(8) مکروہِ تنزیہی سے بھی بچنا چاہیے تاکہ مکروہِ تحریمی وحرام کی طرف جانے کی ہمت ہی نہ ہو۔

(9) جو ناجائز اُمور سے بچنا چاہے اسے چاہیے کہ فرائض وواجبات، سُنن و مُستحبات اور مُباح اُمور کی حُدود میں رہے ان سے تجاوز نہ کرے۔

(10) جسمِ انسانی میں دِل کی حیثیت حاکم کی طرح ہے۔

(11) جسم کی اِصلاح کے لئے دِل کی اصلاح ضروری ہے۔

(12) دل کی سلامتی واصلاح اَمراضِ باطنیہ سے بچنے میں ہے۔

(13) دِل خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ سے معمور ہو تو تمام اعضاء خوف وخشیت اور سنت نبوی کے مظہر ہوتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حرام میں ڈالنے والے شُبہات اور مُباح اُمور سے تجاوز کرنے سے بچائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:589

اِحتیاطِ نبوی کی ایک ایمان افروز جھلک

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ: اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَجَدَ تَمْرَۃً فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ: لَوْلَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَۃِ لَاَکَلْتُھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے راستے میں ایک کھجور پائی تو فرمایا: "اگر مجھے اس کے صدقہ سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسے ضرور کھاتا۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بارگاہِ الٰہی میں جو زیادہ مقبول ہو اس کی زندگی اتنی ہی زیادہ محتاط ہوتی ہے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بارگاہِ الٰہی کی سب سے مقبول ترین ہستی ہیں اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سب سے زیادہ احتیاط فرمانے والے ہیں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر

[1] ...بخاری، کتاب فی اللقطۃ، باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق ۲/ ۱۲۱، حدیث: ۲۴۳۱ بتغیر۔

مخلوق کا ذرہ ذرہ منکشف فرمادیا تھا اس کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شبہہ والی اشیاء سے بچتے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو۔

فتویٰ اور تقویٰ میں فرق:

مُفَسِّرِشہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (اگر مجھے اس کے صدقہ سے ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسے ضرور کھاتا) یعنی خطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو، اس لیے ہم اسے نہیں کھاتے، اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو ہم اسے کھالیتے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ❁ **ایک** یہ کہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اور آپ کی اولاد پر تاقیامت زکوۃ لینا حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ ومال کا میل ہے، ان ستھروں کو کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ ❁ **دوسرے** یہ کہ لُقطہ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو، جس کی تلاش مالک نہ کرے گا تو نہ اس کے مالک کو ڈھونڈنا ضروری ہے نہ اس کے سنبھالنے اور اعلان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ لقطہ کی احادیث قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے۔ ❁ **تیسرے** یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے۔ فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات سے بھی بچے، مگر شبہہ اور وہم میں فرق ہے۔ وہمیات کا اعتبار نہیں۔ ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں شبہہ کرنا کہ یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہوں گے تقویٰ نہیں وہم ہے۔ صحابہ کرام (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) غنیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے اور بے تکلف استعمال کرتے تھے۔ حضور انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لیے اور استعمال فرمائے۔ خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لیے یہ ارشاد ہے کہ متشابہات سے بچو ورنہ حضور تو ہر ایک چیز کی حقیقت واصلیت سے خبردار ہیں۔[1]

سادات کیلئے صدقات حلال نہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

❶ ... مرآۃ المناجیح، ۳/ ۴۵ ملخصا۔

وَسَلَّم صدقہ کی اشیاء نہیں کھاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقاتِ واجبہ وزکوٰۃ وغیرہ لوگوں کے مال کا میل ہوتے ہیں اس لئے یہ ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی اولادِ اَطہار کے لئے حلال نہیں۔ اس ضمن میں دو احادیث ملاحظہ کیجئے: **(1)** حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا حسن بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے (چھوٹی عمر میں) صدقہ کے چھوہاروں میں سے ایک چھوہارا اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں تھوکنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: **تمہیں معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔**[1] **(2)** حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ کو کھانے کا حکم فرماتے اور خود نہ کھاتے اور اگر عرض کی جاتی کہ ہدیہ ہے تو ان کے ساتھ کھاتے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عبادت کی مقبولیت، راہِ راست پر استقامت اور دل کی اصلاح کے لئے حرام و مشتبہ اشیاء سے بچنا بے حد ضروری ہے۔ حرام غذا کھانے والا عبادت کی لذت نہیں پا سکتا۔ بسا اوقات ایک خراب لقمہ برسوں تک نیک اعمال کی سعادت سے محروم کر دیتا ہے۔ چنانچہ،

ایک خراب لقمے کا وبال:

حضرت سَیِّدُنا مَعروف کَرخی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''صِرف ایک خراب لُقمہ بعض اوقات دل کی کیفیت کو اس قَدَر تباہ کر دیتا ہے کہ پھر عُمر بھر دل راہِ راست پر نہیں آتا اور بعض اَوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ وُہی خراب لقمہ تہجُّد کی نعمت سے آدمی کو محروم کر دیتا ہے۔ نیز بعض اوقات ایک بار بد نگاہی کرنے والا قرآنِ پاک کی ایک سورت کی تلاوت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔''[3]

مشتبہ کھانے سے حفاظت:

حضرتِ سَیِّدُنا ابو علی دقّاق عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الرَّزَّاق سے منقول ہے کہ جب بھی حضرت سَیِّدُنا حارِث مُحاسِبی عَلَیْہِ

---

1 . . . بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ما یذکر فی الصدقۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/ ۵۰۳، حدیث: ۱۴۹۱ ملخصا۔

2 . . . بخاری، کتاب الھبۃ۔۔۔الخ، باب قبول الھدیۃ، ۲/ ۱۶۸، حدیث: ۲۵۷۶ ملخصا۔

3 . . . منہاج العابدین، الفصل الخامس: فی البطن وحفظہ، ص ۷۹۔

رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی کسی مُشْتَبہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی اُنگلی کی ایک رَگ پھڑک اُٹھتی اور آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سمجھ جاتے یہ کھانا جائز نہیں ہے۔[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

”مغفرت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بارگاہِ الٰہی میں جو جتنا زیادہ مقبول ہو اس کی زندگی اتنی ہی زیادہ محتاط ہوتی ہے۔

(2) گری پڑی معمولی چیز جس کی کوئی قیمت نہ ہو تو اسے اٹھانے والا اپنے استعمال میں لا سکتا ہے جیسے گندم یا کھجور کا ایک دانہ وغیرہ۔

(3) نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور آپ کی اَولادِ اَطہار کے لئے صدقاتِ واجبہ حلال نہیں۔

(4) بدنگاہی سے ہمیشہ بچنا چاہیے کیونکہ بدنگاہی ایسی بُری خصلت ہے کہ بسا اوقات ایک بار بدنگاہی کرنے والا عرصۂ دراز تک تلاوتِ قرآن کی سعادت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(5) حرام لقمے سے بچنا چاہیے کہ بسا اوقات اس کی وجہ سے عمر بھر دِل راہِ راست پر نہیں آتا اور بندہ تہجد کی نعمت سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ حلال رزق کھانے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

نیکی اور گناہ کی پہچان

حدیث نمبر: 590

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قَالَ: اَلْبِرُّ

[1] ... رسالہ قشیریۃ، باب الورع، ص ۱۴۸۔

حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا نَوّاس بن سَمعان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''نیکی اچھے اخلاق ہیں اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ اس سے واقف ہوں۔''

اچھے اَخلاق سے مراد:

دلیل الفالحین میں ہے: نیکیوں کا بڑا حصہ حُسنِ اَخلاق پر مشتمل ہے۔ اچھے اَخلاق سے مراد خندہ پیشانی سے ملاقات، ایذا نہ دینا، سخاوت، دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو۔ بعض نے فرمایا کہ اَحکام و معاملات میں عدل و انصاف، بحث و تکرار میں نرمی، خوشحالی میں احسان و سخاوت اور تنگدستی میں ایثار جیسی اچھی صفات کا نام حُسنِ اَخلاق ہے۔ ''گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے۔'' اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں ایسی بے چینی، بے قراری اور نفرت و کراہیت ہو کہ اطمینان حاصل نہ ہو۔ اسی لئے تو اس پر کسی کا واقف ہونا ناپسند ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں پختہ ناپسندیدگی مراد ہے عارضی نہیں جیسے کوئی پیدل چلنے والوں کے درمیان بطور عاجزی سوار ہونا ناپسند کرے تو ایسی ناپسندیدگی گناہ نہیں۔[2]

دِل کا سچے کام و کلام سے مطمئن ہونا:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: مؤمن کامل کا دِل سچے کام و سچے کلام سے مطمئن ہوتا ہے اور مشکوک اَشیاء سے قدرتی طور پر مُتَرَدِّد ہوتا ہے۔ جب آیتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہو تو حدیث کی طرف رُجوع کرو اور اگر حدیثیں بھی متعارض نظر آئیں تو اَقوالِ علماء کو تلاش کرو اور اگر ان میں بھی تعارض نظر آئے تو اپنے دِل سے فتویٰ لو اور احتیاط پر عمل کرو، یہ سارے اَحکام صاف دِل اور پاکیزہ نفوس کے لیے ہیں۔ اگر کسی کو جھوٹ سے اطمینان ہو اور گناہ سے خوشی ہو، نیکیوں سے دل گھبرائے تو وہ دل کی آواز نہیں بلکہ نفس امارہ کی شرارت ہے۔ نفس اگر دل پر غالب آجائے تو بہت پریشان کرتا ہے اور اگر دِل

---

1 . . . مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب البر والاثم، ص ۱۰۲۱، حدیث: ۶۵۱۷۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الورع وترک الشبہات، ۳/ ۳۲، تحت الحدیث: ۵۸۹ ملخصاً۔

نفس پر غالب ہو تو سُبْحٰنَ الله۔ یہ ہی حال عقل کا ہے۔ الله تعالیٰ دل کو نفس و عقل پر غالب رکھے۔[1]

دوسروں کے حقوق کا اِحساس:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! پرہیزگاروں کے دل لمحہ بھر کے لئے بھی کسی ناجائز بات کی طرف تو دور کی بات ہے جس میں ایسا شبہہ بھی ہو اس پر بھی مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ان کے دلوں میں فوراً وہ بات کھٹک جاتی ہے اور اس طرح وہ کسی ناجائز امر کے مرتکب نہیں ہوتے۔ چنانچہ **(1)** منقول ہے کہ ایک نیک خاتون اپنے گھر میں آٹا گوندھ رہی تھی کہ اسی دوران اسے اس کے شوہر کی موت کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً آٹے سے ہاتھ اٹھالئے اور کہا: اب اس میں دوسروں کا حق بھی شامل ہو گیا ہے۔ یعنی اب یہ میراث بن چکا ہے اور ورثاء کی اجازت کے بغیر یہ ہمارے لئے جائز نہیں۔[2] **(2)** اسی طرح ایک عورت کو اس کے شوہر کے انتقال کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً چراغ بجھاتے ہوئے کہا: اب اس میں دوسروں کا حق بھی شامل ہو گیا ہے۔[3] **(3)** حضرت سیدنا ابو صالح حمدون عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللهِ الْقَیُّوْم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ وہ ایک دوست کے پاس گئے، وہ حالت نزع میں تھا، جب اس کا انتقال ہو گیا تو آپ رَحْمَۃُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فوراً چراغ بجھا دیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ”اب تک چراغ کے تیل کا مالک یہ خود تھا لیکن اب سے یہ وارثوں کا ہو گیا۔“[4] (ان کی اجازت کے بغیر ہمارے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔)

حُسنِ اَخلاق کے فضائل:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں نیکی، حُسنِ اَخلاق کو قرار دیا گیا ہے، حُسنِ اخلاق وہ نعمت ہے جس کے ذریعے بغیر مال کے صدقہ کرنے والوں کے مقام تک پہنچا جا سکتا ہے۔ جو جتنا زیادہ اچھے اخلاق کا حامل ہو گا اسے بروزِ قیامت اتنا ہی زیادہ قُربِ مصطفےٰ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نصیب ہو گا۔ حُسنِ اخلاق سے

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۳۵ملخصا۔

2 . . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۲۲، رقم: ۱۵۱۔

3 . . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۲۲، رقم: ۱۵۲۔

4 . . . رسالہ قشیریۃ، باب الورع، ص ۱۴۹۔

متعلق 3 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ فرمایئے: **(1)** میزانِ عمل میں حُسنِ اَخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں۔[1] **(2)** کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا اَخلاق اچھا ہے۔[2] **(3)** حُسنِ اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح سورج برف کو پگھلا دیتا ہے۔[3]

مدنی گلدستہ
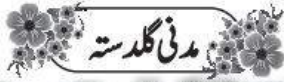
”نیکی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) جو چیز دل میں کھٹکے اور لوگوں کا اس پر مطلع ہونا پسند نہ کیا جائے اسے حدیث پاک میں گناہ کہا گیا ہے لہٰذا اس سے بچنے ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

(2) پرہیز گاروں کے دل لمحہ بھر کے لئے بھی کسی ناجائز بات پر مطمئن نہیں ہوتے۔

(3) کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔

(4) میزانِ عمل میں حُسن اَخلاق سے وزنی کوئی اور عمل نہیں ہو گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حسن اخلاق کا پیکر بنائے اور گناہوں کے مرض سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:591

دلی اطمینان نیکیوں میں ہے

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فَقَالَ: جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ؟ قُلْتُ: نَعَمْ فَقَالَ: اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ، اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِی النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِی الصَّدْرِ، وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ وَاَفْتَوْكَ.[4]

---

1 . . . الادب المفرد، باب حسن الخلق، ص ۹۱، رقم: ۲۷۳۔

2 . . . مکارم الاخلاق للطبرانی، باب ماجاء فی حسن الخلق ص ۳۱۵، رقم: ۹۔

3 . . . شعب الإیمان، باب فی حسن الخلق، ۶/ ۲۴۷، حدیث: ۸۰۳۶۔

4 . . . مسند امام احمد، مسند الشامیین، ۶/ ۲۹۲، حدیث: ۱۸۰۲۳ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا وابِصہ بن مَعْبَد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تو نیکی کے بارے میں سوال کرنے آیا ہے؟" میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: "اپنے دل سے سوال کر، نیکی وہ ہے جس پر نفس اور دل مطمئن ہوں اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تیرے سینے میں شبہ ہو۔ اگرچہ لوگ تجھے فتویٰ دیں، اگرچہ وہ تجھے فتویٰ دیں۔

غیب داں نبی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں کے دلی حالات سے باخبر ہیں جبھی تو سائل کو بتا دیا کہ تم اپنے دل میں یہ سوال لے کر آئے ہو۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: "یہ غیبی خبر ہے کہ حضرت وابصہ جو سوال دل میں لے کر آئے تھے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے بغیر عرض کئے ہوئے ارشاد فرمادیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دلوں کے حال پر مطلع فرمایا ہے کیوں نہ ہو! انہیں تو پتھروں کے دلوں پر اطلاع ہے کہ فرماتے ہیں: "اُحُد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔" (نیکی وہ ہے جس پر دل اور نفس مطمئن ہوں اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے) یعنی آج سے اے وابصہ! گناہ اور نیکی کی پہچان یہ ہے کہ جس پر تمہارا دل و نفسِ مطمئنہ جمے وہ نیکی ہوگی اور جسے تمہارا دل و نفسِ مطمئنہ قبول نہ کرے وہ گناہ ہوگا۔ عام لوگوں کے فتویٰ کا تم اعتبار نہ کرنا اپنے دل و نفس کا فتویٰ قبول کرنا کہ تمہارے دل کا فتویٰ ہمارا فیصلہ ہوگا۔[1]

دِلی سکون چلا گیا:

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سَیِّدَتُنَا رابعہ عدویہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہَا کو ایک عرصہ تک بہت زیادہ بے چینی ہوئی، دلی سکون چلا گیا۔ جب غور و فکر کیا تو پتا چلا کہ انہوں نے شاہی مشعل کی روشنی میں اپنی قمیص کا چاک سی لیا تھا بس یہ خیال آتے ہی فوراً سِلا ہوا حصہ پھاڑ ڈالا، تب جا کر دِل کو قرار و سکون ملا۔[2]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۳۵ ملخصاً۔

2 ... رسالہ قشیریۃ، باب الورع، ص ۱۵۰ ملخصاً۔

گھی کے چالیس مٹکے بہادیئے:

حضرت سَیِّدُنا ابنِ سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن نے ایک مرتبہ چالیس مٹکے گھی خریدا، ان میں سے کسی ایک مٹکے سے غلام نے مرا ہوا چوہا نکالا، تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: یہ کس مٹکے سے نکلا ہے؟ غلام نے لاعلمی کا اِظہار کیا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے تمام مٹکے بہادیئے۔[1] (تاکہ کسی مسلمان تک شبہ والا مال نہ پہنچے۔)

پرہیزگار گھرانہ:

حضرت سَیِّدُنا بِشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی ہمشیرۂ محترمہ حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس آئیں اور عرض کی: ہم اپنے مکان کی چھت پر سوت کاتتے ہیں توبسا اوقات شاہی مشعلوں کی روشنی ہم پر پڑتی ہے تو ہمارے لئے اس روشنی میں سوت کاتنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ سن کر حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ کہا: میں بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَافِی کی بہن ہوں۔ اس پر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ رو پڑے اور فرمایا: سچی پرہیزگاری تمہارے گھر ہی سے تو نکلی ہے، تم ان مشعلوں کی روشنی میں سوت نہ کاتا کرو۔[2] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو! آمین
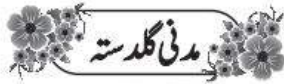
"صالحین" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) نیکیوں پر مطمئن اور گناہوں سے بے چین وہی دل ہوتا ہے جو خواہشات کی گندگیوں سے ملوث نہ ہو۔

(2) جس چیز کی حلت وحرمت میں شک ہو تو علماء سے راہنمائی لئے بغیر اسے ہر گز استعمال نہ کیا جائے۔

(3) نیک لوگ غلطی سے اگر کوئی مشکوک شے استعمال کرلیں تو جب تک اس کا ازالہ نہ کریں انہیں دلی سکون نہیں ملتا۔

---

1. ... رسالہ قشیریۃ، باب التقوی، ص ۱۴۳۔
2. ... رسالہ قشیریۃ، باب الورع، ص ۱۴۸۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے نہ تو خود شبہ والی اشیاء استعمال کرتے ہیں نہ ہی دوسروں کے لئے اسے روا رکھتے ہیں، اگرچہ اس کے لئے انہیں کتنے ہی مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔

(5) بعض چیزیں فتویٰ کے اعتبار سے جائز ہوتی ہیں لیکن بطورِ تقویٰ ان سے بچنے ہی میں عافیت ہوتی ہے۔

(6) اولیائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بہت زیادہ احتیاط برتتے ہیں جن کی طرف عام لوگ توجہ بھی نہیں کرتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیکیوں پر مطمئن اور گناہوں سے بے چین ہونے والا دل عطا فرمائے، شبہات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر: 592

رضاعت سے متعلق احتیاط

عَنْ اَبِیْ سِرْوَعَۃَ عُقْبَۃَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ تَزَوَّجَ ابْنَۃً لِاَبِیْ اِھَابِ بْنِ عَزِیْزٍ فَاَتَتْہُ امْرَاَۃٌ فَقَالَتْ: اِنِّیْ قَدْ اَرْضَعْتُ عُقْبَۃَ وَالَّتِیْ قَدْ تَزَوَّجَ بِھَا فَقَالَ لَھَا عُقْبَۃُ: مَا اَعْلَمُ اَنَّكِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَرَكِبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِالْمَدِیْنَۃِ فَسَاَلَہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: كَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ؟ فَفَارَقَھَا عُقْبَۃُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَیْرَہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سِروعہ عُقبہ بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میں نے عقبہ اور جس سے اس نے شادی کی ہے اسے دودھ پلایا ہے۔ حضرت سیدنا عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس عورت سے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھے دودھ پلایا اور نہ ہی تو نے مجھے اس کی خبر دی۔ یہ کہہ کر آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سوار ہو کر حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر گئے اور اس مسئلے کے بارے میں دریافت کیا۔ نبی کریم، رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ یہ بات کہی گئی ہے؟" پس حضرت سَیِّدُنا عقبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس عورت سے جدائی اختیار کرلی اور اس عورت نے کسی اور مرد سے شادی کرلی۔

[1] . . . بخاری، کتاب العلم، باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ وتعلیم اھلہ، ۱ / ۵۰، حدیث: ۸۸۔

مقامِ تہمت سے بچیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں فرمانِ نبوی پر اپنی پسندیدہ شے ترک کرنے اور مشکوک امر سے بچنے کی ایک بہترین ایمان افروز جھلک ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنی زوجہ کو صرف اس لئے چھوڑ دیا کہ پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اس کے ساتھ رہنا پسند نہ فرمایا حالانکہ وہ عورت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر حرام نہ تھی کیونکہ کسی ایک عورت کی گواہی سے حُرمَتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اس سے نکاح درست تھا لیکن اس معاملے میں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر یہ تہمت لگ سکتی تھی کہ دیکھو رضاعی بہن کو بیوی بنا کر رکھا ہوا ہے! لہٰذا حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بات پسند نہ فرمائی کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے صحابی پر ایسی کوئی تہمت لگے، اس لئے تقویٰ واحتیاط کے پیشِ نظر ان دونوں میں تفریق کو پسند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ چاہے کوئی کتنا ہی پاک دامن وپرہیز گار ہو لیکن اسے پھر بھی تہمت والی جگہوں سے بچنا چاہیے۔

ایک عورت کی گواہی:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "جمہور علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام کا مذہب ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیدنا عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ان کی زوجہ سے علیحدگی کا حکم بطورِ احتیاط دیا تھا تاکہ وہ کسی مشکوک معاملے میں مبتلا نہ ہوں۔ اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسے معاملات میں ایک عورت کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی۔"[1]

ایک عورت کی گواہی پر بھی تفریق افضل ہے:

حضرت سَیِّدُنا عقبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نوفل ابن عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ فتحِ مکہ کے دن اسلام لائے، آپ کا شمار اہلِ مکہ میں ہوتا ہے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ صحابی ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر احناف بھی کہتے ہیں کہ صرف ایک عورت کی خبر پر عورت کو علیحدہ کر دینا افضل ہے مگر رضاعت کا ثبوت 2 مرد یا ایک مرد 2 عورتوں کی گواہی

[1] ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب البیوع، باب تفسیر المشبہات، ۶/ ۱۹۵ ملخصا۔

سے ہو گا۔اس حدیث میں حُرمت کا فتویٰ نہیں بلکہ تقویٰ و احتیاط کا مشورہ ہے۔فقہائے کرام(رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام) فرماتے ہیں: کوئی عورت بِلاوجہ ہر بچہ کو دودھ نہ پلائے اور جس کو پلائے اسے مشہور کردے تاکہ آئندہ نکاح میں احتیاط رہے۔جب حضرت سیدنا عقبہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے علیحدگی کا حکم دیا تو فرمانِ نبی پر لبیک کہتے ہوئے فوراً اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔ پھر اس عورت نے عدت گزار کر دوسری جگہ شادی کرلی۔[1]
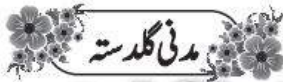
مدنی گلدستہ

”رحمت“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) صحابہ کرام عَلَیْهِمُ الرِّضْوَان کو بارگاہ رسالت سے جو حکم ہوتا اس کی بجاآوری کے لئے وہ اپنی سب سے پیاری چیز ترک کرنے میں بھی کسی قسم کا تَرَدُّد نہ کیا کرتے۔

(2) حصولِ علمِ دِین کے لئے سفر کرنا سنتِ صحابہ ہے۔

(3) چاہے کوئی کتنا ہی پرہیز گار وپاکدامن ہو لیکن اسے پھر بھی تہمت والی جگہ سے بچنا چاہیے۔

(4) رضاعت کا ثبوت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نیک بنائے اور تقویٰ و پرہیز گاری عطا کرے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:593 مشکوک چیزیں چھوڑنے کا حکم

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم، دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یَرِیْبُکَ.[2] مَعْنَاہُ: اُتْرُکْ مَا تَشُکُّ فِیْهِ وَخُذْ مَالَا تَشُکُّ فِیْهِ.

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۷ ملخصاً۔

2 ... ترمذی، کتاب صفة القیامة والرقائق والورع، باب ۶۰، ۴/ ۲۳۲، حدیث: ۲۵۲۶۔

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا امام حَسَن بن علی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فرماتے ہیں: میں نے **رسولُ الله** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے یہ فرمان یاد کیا: ''جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر غیر مشکوک کو اختیار کر۔''

اِمَام نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: معنی یہ ہے کہ جس چیز میں تجھے شک ہو اسے چھوڑ دے اور جس میں شک نہ ہو اسے اختیار کر۔

مومن کا دل صحیح کام پر مطمئن ہوتا ہے:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد بِنْ عَبْدُالله طِیْبِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''جب تمہارا نفس کسی کام کے بارے میں شک کرے تو وہ کام چھوڑ دو کیونکہ مومن کا نفس سچی بات پر ہی مطمئن ہوتا ہے۔ کسی کام پر نفس کا مطمئن نہ ہونا اُسکے باطل ہونے کی دلیل ہے اور کسی کام پر نفس کا مطمئن ہو جانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ہمیشہ وہی کام کرنا چاہئے جس پر نفس مطمئن ہو لیکن یہ حکم ان نفوسِ قُدسِیہ کے ساتھ خاص ہے جن کے دل گناہوں کی گندگی اور بُرائیوں کے میل سے پاک ہوں۔''[1]

سمجھدار بچے کا حدیث سننا معتبر ہے:

مُفَسِّرِ شہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ (حضرتِ سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) نے بِلا واسطہ حضور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) سے یہ (فرمان) سنا اور یاد کیا، کیونکہ حضورِ انور (صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کی زندگی شریف میں امام حَسَن (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) قدرے سمجھدار تھے، بچوں کا حدیث سننا معتبر ہے جبکہ کچھ سمجھدار ہوں اور ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا ہو۔ (جو چیز شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو) یعنی جو کام یا کلام تمہارے دل میں کھٹکے کہ نہ معلوم حرام ہے یا حلال، اسے چھوڑ دو اور جس پر دل گواہی دے کہ یہ ٹھیک ہے اسے اختیار کرو، مگر یہ ان حضرات کے لئے ہے جو امام حَسَن (رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ) جیسی قوتِ قُدسِیہ و علمِ لَدُنِّی والے ہوں جن کا فیصلۂ قلب کتاب و سنت کے مطابق ہو عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وَہمیات میں پھنسے ہوں اُن کے لئے یہ قاعدہ نہیں، بعض لاپروا لوگ قطعی

[1] . . . شرح الطیبی، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال، ۶/ ۲۰، تحت الحدیث: ۲۷۷۳ ملخصاً۔

حراموں میں کوئی تردُّد نہیں کرتے اور بعض وَہم پرست جائز چیزوں کو بلاوجہ حرام و مشکوک سمجھ لیتے ہیں ان کے لئے یہ قاعدہ نہیں ہے۔[1] شرح اربعین نوویہ میں ہے: ''ہر متقی شخص کو چاہیے کہ شبہے والے مال سے اس طرح بچے جیسے حرام سے بچتا ہے اور ایسا کھانا استعمال کرے جس پر اس کا قلب و نفس مطمئن ہو۔''[2]

مشکوک اَشیاء سے بچنے کی اہمیت:

❁ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ **فرماتے ہیں:** ''میرے نزدیک ایک مشکوک درہم لینے سے رُک جانا چھ لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔''[3] ❁ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **فرماتے ہیں:** ''ہم ستر قسم کی حلال و جائز چیزوں کو حرام میں پھنسنے کے خوف سے چھوڑ دیتے ہیں۔''[4]

قیمتی جانور چھوڑ دیا:

منقول ہے کہ حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے ایک قیمتی جانور کو مسجد کے باہر باندھ کر ظہر کی نماز ادا کرنے گئے۔ وہ کھل کر شاہی چراگاہ میں چلا گیا، آپ نے وہ جانور چھوڑ دیا اور اس پر سواری نہ کی۔[5]

مشکوک برتن واپس نہ لیا:

حضرت سَیِّدُنا امام احمد بن حنبل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مکہ مکرمہ میں ایک سبزی فروش کے پاس اپنا تانبے کا ایک برتن گروی رکھ کر کچھ قرض لیا۔ پھر جب قرض واپس کرنے گئے تو وہ ایک جیسے دو برتن لے آیا اور کہا: ان میں سے جو آپ کا ہے وہ لے لیجئے! آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنا برتن نہ پہچان سکے تو لینے سے انکار

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۳۴ ملخصاً۔
2. ...شرح الاربعین النوویۃ، الحدیث الحادی عشر، ص ۲۲ ملخصاً۔
3. ...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۳۲، رقم: ۲۰۶ ملخصاً۔
4. ...قوت القلوب، الفصل الثامن والاربعون، ۲/ ۴۸۶ ملخصاً۔
5. ...رسالہ قشیریہ، باب الورع، ص ۱۵۰۔

کر دیا۔اس نے کہا: میں آپ کو آزمانا چاہتا تھا، لیجئے! یہ آپ کا برتن ہے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یہ مشکوک ہو گیا ہے اب میں اسے نہیں لے سکتا۔ یہ کہہ کر اس کا قرض بھی لوٹا دیا اور برتن بھی واپس نہ لیا۔[1]
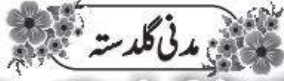
مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مشکوک چیز چھوڑ کر قابلِ اطمینان شے اختیار کرنی چاہئے۔

(2) عام لوگ یا جو نفسانی و شیطانی وہمیات میں پھنسے ہوں انہیں کسی شے کی حلت و حرمت میں تردد ہو تو دلی فیصلوں کے بجائے علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے رہنمائی لینی چاہئے۔

(3) اہلِ تقویٰ کے نزدیک ایک مشکوک درہم سے بچ جانا لاکھوں درہم صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

(4) ظالموں کے مال سے دور رہنا چاہئے کہ ان کا مال شبہہ سے کم ہی خالی ہوتا ہے۔

(5) چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے بھی بچنا چاہئے کیا خبر کہ کوئی چھوٹی غلطی ہی عتاب کا باعث بن جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مشکوک اشیاء چھوڑ کر تقویٰ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:594

اِحتیاطِ صدیقی

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قالت : کَانَ لِاَبِیْ بَکْرٍ الصِّدِّیقِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ غُلَامٌ یُخْرِجُ لَہُ الْخَرَاجَ وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ یَاْکُلُ مِنْ خَرَاجِہٖ فَجَاءَ یَوْمًا بِشَیْءٍ فَاَکَلَ مِنْہُ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ لَہُ الْغُلَامُ : تَدْرِی مَا ھٰذَا ؟ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ : وَمَا ھُوَ؟ قَالَ : کُنْتُ تَکَھَّنْتُ لِاِنْسَانٍ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ وَمَا اُحْسِنُ الْکَھَانَۃَ اِلَّا اَنِّیْ خَدَعْتُہُ فَلَقِیَنِیْ فَاَعْطَانِیْ بِذٰلِکَ ھٰذَا الَّذِی اَکَلْتَ مِنْہُ فَاَدْخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ یَدَہُ فَقَاءَ کُلَّ شَیْءٍ فِیْ بَطْنِہٖ.[2] اَلْخَرَاجُ : شَیْءٌ یَجْعَلُہُ السَّیِّدُ

---

1 . . . رسالہ قشیریۃ، باب الورع، ص ۱۴۹ ملخصاً۔

2 . . . بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاھلیۃ، ۲ / ۵۷۱، حدیث: ۳۸۴۲۔

عَلَى عَبْدِهٖ يُؤَدِّيْهِ اِلَى السَّيِّدِ كُلَّ يَوْمٍ وَبَاقِيْ كَسْبِهٖ يَكُوْنُ لِلْعَبْدِ.

ترجمہ: اُمّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میرے والدِ محترم حضرت سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک غلام ان کے لئے کما کر لاتا اور آپ اس سے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی (میٹھی) چیز لایا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اس میں سے کھایا۔ اس نے عرض کی: آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟ پوچھا: کیا تھی؟ کہا: میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی کے لئے کہانت کی تھی (فال کھولی تھی) حالانکہ مجھے کہانت کا صحیح علم نہ تھا بلکہ میں نے اسے دھوکہ دیا تھا۔ اب وہ مجھے ملا تو اس نے مجھے یہ چیز دی جو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کھائی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منہ میں ہاتھ ڈال کر جو کچھ پیٹ میں تھا سب کی قے کر دی۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: آقا اپنے غلام پر جو چیز لازم کرے کہ مزدوری کرکے روزانہ مجھے اتنا دے دیا کرو بقیہ تم لے لیا کرو تو آقا کو ملنے والی یہ رقم خَراج کہلاتی ہے۔

صدیق اکبر کا کمال تقویٰ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کمالِ تقویٰ و پرہیز گاری کا بیان ہے کہ جیسے ہی شبہ والی شے کا علم ہوا فوراً بتکلف قے کر دی تاکہ مشکوک شے جزوِ بدن نہ بنے۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی! اور کیوں نہ ہو کہ یہ حضرات اس نبی آخر الزماں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے تربیت یافتہ تھے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ متقی و پرہیز ہیں، جن کی نظرِ فیض اثر نے ناجائز و حرام کھانے والوں کو ایسا حلال و طیب کھانے والا بنایا کہ وہ حرام تو حرام شبہ والی اشیاء سے بھی کوسوں دور رہنے والے بن گئے۔ حضرت سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اتنی شدت سے قے کی تھی کہ دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوا کہ شاید آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی جان نکل جائے گی۔ قے کرنے کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: ''اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو کچھ رگوں نے روک لیا اور آنتوں میں مل گیا میں اس سے تیری بارگاہ میں معذور ہوں۔'' ایک روایت میں ہے کہ جب صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ واقعہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ صدیق

اپنے پیٹ میں پاکیزہ شے ہی ڈالتا ہے۔“[1]

مرآۃ المناجیح میں ہے:(سیدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے ایک غلام کی کمائی سے کھاتے تھے)اہل عرب اپنے غلاموں کو کاروبار کی اجازت دے دیتے تھے اور ماہواریا روزانہ کچھ پیسے مقرر کر دیتے تھے جو غلام مولیٰ کو ادا کرتا رہتا تھا خواہ وہ کمائی کرتا یا نہ کرتا، زیادہ کرتا یا کم جیسا کہ آج کل لوگ تانگہ و گاڑیاں ٹھیکے پر دے دیتے ہیں، اسے خَراج کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہے۔(صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے غلام کی لائی ہوئی مٹھائی کھالی)اور غلام سے پوچھا نہیں کہ کہاں سے لایا ہے؟ کیونکہ وہ ہمیشہ ہی لاتا تھا اور آپ کھاتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تحقیق ضروری نہیں جس چیز کی حلت کا گمان غالب ہو اسے کھالے، صحابہ کرام جنگوں میں کفار کے مال و اسباب بلکہ پہنے ہوئے کپڑوں پر قبضہ کرلیتے تھے اوران کی تحقیق نہ فرماتے تھے، یہ عمل خلاف تقویٰ نہیں۔(غلام کی لائی ہوئی وہ مٹھائی)دو طرح سے حرام تھی:ایک یہ کہ کہانت یعنی فال کھولنے کی اجرت ہے اور فال کھولنا بھی حرام ہے،اس کی اُجرت بھی حرام۔دوسرے یہ کہ دھوکا کی شیرنی ہے جیسے کوئی غیر طبیب کسی کو دھوکا دے کر طبیب بنے،اس کی اجرت لے یہ حرام ہے۔غالب یہ ہے کہ غلام نے دیدہ دانستہ یہاں جرم کی نیت نہ کی تھی بلکہ اسے دھوکا یہ لگا کہ میں نے یہ کہانت اسلام سے پہلے کی تھی جب مجھ پر احکام شرعی جاری نہ تھے کیونکہ یہ اسی کا معاوضہ ہے اس لیے حلال ہے، اب مسلمان ہو کر نہ کہانت کروں گا،نہ اجرت لوں گا،اسی خیال پر اس نے جناب صدیق اکبر(رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ)کو پہلے بتایا بھی نہیں۔(صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فوراً قے کر دی)یہ حضرت صدیق اکبر(رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ)کا انتہائی تقویٰ ہے کہ جو شے واقعی حرام تھی اور بے علمی میں کھالی گئی اسے قے کے ذریعہ پیٹ سے نکال دیا۔اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو جناب صدیق کی خلافت کو غلط اور آپ کو خائن و غاصب کہتے ہیں جو ہستی ناجائز مٹھائی اپنے پیٹ میں نہ رہنے دے وہ ناجائز طور پر خلافت پر کیوں کر قابض ہو سکتی ہے۔اس حدیث کی بناء پر بعض شوافع فرماتے ہیں کہ جو بے خبری میں بھی ناجائز چیز کھالے وہ قے کر دے مگر ہمارے(اَحناف کے)ہاں یہ خصوصی تقویٰ تھا نہ کہ عمومی فتویٰ۔حرام چیز کھانا حرام ہے،قے کرنا واجب نہیں۔اس حدیث سے معلوم

[1] . . . احیاء العلوم، کتاب الحلال والحرام، الباب الاول، ۲/۱۱۵۔

ہوا کہ حرام لعینہٖ قبضہ کے بعد بھی ملکیت میں نہیں آتا اور نہ وہاں تبدّلِ ملک کے اَحکام جاری ہوں۔[1]

دینار کی تلاش:

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا ابو عبدُ اللہ کَہْمَس رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا ایک دینار گم ہوگیا، آپ اسے تلاش کرنے لگے تو لوگوں نے بھی تلاش شروع کردی، کچھ ہی دیر میں ایک دینار مل گیا، آپ کو پیش کیا گیا تو یہ کہتے ہوئے لینے سے انکار کر دیا کہ ممکن ہے یہ کسی اور کا ہو میرا نہ ہو۔[2]

بیت المال کا سیب:

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز بیت المال سے لوگوں میں سیب تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ کے ایک کم سن شہزادے نے بھی ایک سیب اٹھایا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس سے لے کر واپس رکھ دیا۔ وہ روتا ہوا اپنی والدۂ محترمہ کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی ذاتی رقم سے کچھ سیب منگوا کر اسے دیئے اور آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے لئے بھی رکھ دیئے۔ جب آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گھر تشریف لائے اور سیب دیکھے تو فرمایا: یہ کہاں سے آئے؟ زوجۂ محترمہ نے صورتحال واضح کی تو فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے! میرا بھی سیب کھانے کو بہت جی چاہ رہا تھا۔[3]

بیت المال کے درہم کی واپسی:

امیرُ المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں بیت المال کے نگران نے بیت المال میں پڑا ہوا ایک درہم امیر المومنین کے کم سن شہزادے کو دے دیا۔ آپ نے اس نگران کو بلا کر فرمایا: تیری خرابی ہو! کیا تجھے مجھ سے کوئی دشمنی ہے؟ اس نے عرض کی: حضور! مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی؟ آپ نے وہی درہم دکھا کر فرمایا: کیا تو یہ چاہتا ہے کہ کل بروزِ قیامت ساری امت مجھ سے اس درہم

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۴/ ۲۴۱، ۲۴۲ ملخصاً۔
2. ...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۲۳، رقم: ۱۵۷ ملخصاً۔
3. ...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۳۵، رقم: ۲۲۳ ملخصاً۔

کے بارے میں جھگڑا کرے؟ یہ کہہ کر آپ نے وہ درہم واپس کر دیا۔[1]
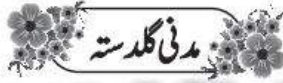
مدنی گلدستہ

’’مُلْتَزَم‘‘ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر چیز کی تحقیق ضروری نہیں جس کے حلال ہونے کا غالب گمان ہو اسے کھالینا جائز ہے۔

(2) کہانت یعنی فال کھولنا اور اس کی اجرت لینا دونوں حرام ہیں۔

(3) اگر غلطی سے کوئی حرام چیز کھالی تو پیٹ میں پہنچنے کے بعد اس کی قے کرنا ضروری نہیں۔ سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عمل کمال تقویٰ پر مبنی تھا۔

(4) حرام بِعَیْنِہٖ قبضہ کے بعد بھی ملک میں نہیں آتا اور اس میں تبدیلیِ مِلک کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

(5) غیر طبیب کسی کو دھوکا دے کر طبیب بن جائے اور لوگوں کا علاج کرے تو اس کام پر اسے اُجرت لینا ناجائز و گناہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں لقمۂ حرام سے بچائے اور بزرگانِ دین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن کے طریقے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:595

فاروقی تقسیم

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ كَانَ فَرَضَ لِلْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ وَفَرَضَ لِابْنِهٖ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ وَخَمْسَ مِائَةٍ فَقِيْلَ لَهُ: هُوَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَلِمَ نَقَصْتَهُ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا هَاجَرَ بِهٖ اَبُوْهُ يَقُوْلُ: لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَاجَرَ بِنَفْسِهٖ.[2]

---

[1] . . . موسوعة ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/۲۳۶، رقم: ۲۲۹ ملخصا۔

[2] . . . بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔الخ، ۲/۵۹۷، حدیث: ۳۹۱۲ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا نافع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مہاجرین اولین کے لئے چار ہزار درہم اور اپنے صاحبزادے کے لئے ساڑھے تین ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا۔ عرض کی گئی: ''وہ بھی تو مہاجرین میں سے ہیں، آپ نے ان کا وظیفہ کم کیوں رکھا ہے؟'' فرمایا: ''اس کے ساتھ اس کے باپ نے بھی ہجرت کی تھی۔ یعنی وہ ان کی طرح نہیں جنہوں نے اکیلے ہجرت کی۔''

بیٹے کو کم وظیفہ دینے کی وجہ:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک بہترین احتیاطی پہلو بیان کیا گیا ہے کہ انہوں اپنے شہزادے کے لئے دوسرے صحابہ سے کم وظیفہ مقرر فرمایا فقط اس لئے کہ ان کے صاحبزادے نے اکیلے ہجرت نہ کی بلکہ اپنے والد کے ساتھ کی تھی جبکہ دیگر مہاجر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اپنا گھر بار واہل وعیال چھوڑ کر اکیلے ہجرت کی، انہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی قربانیاں بھی زیادہ ہیں اس لئے ان کا وظیفہ بھی زیادہ ہونا چاہیے۔ دلیل الفالحین میں ہے: ''امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مہاجرین اولین کے لئے چار چار ہزار وظیفہ مقرر فرمایا جبکہ اپنے بیٹے کے لئے ساڑھے تین ہزار مقرر فرمایا حالانکہ وہ بھی مہاجرین میں شامل تھے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بطورِ احتیاط ایسا کیا اور فرمایا کہ میرے بیٹے نے تو اپنے والدین کے ساتھ ہجرت کی ہے گویا کہ وہ تو اپنے والدین کے سائے میں تھے لہٰذا وہ ان لوگوں کی طرح نہیں جنہوں نے بذاتِ خود ہجرت کر کے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ہجرت کے وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے صاحبزادے حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی عمر گیارہ سال تھی۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شریعت اسلامیہ میں حقوق العباد کی ادائیگی اور ایک دوسرے سے خیر خواہی کی بہت زیادہ تاکید واہمیت ہے۔ حقیقی مسلمان اگرچہ کتنا ہی طاقتور اور اثر و رُسوخ کا مالک ہو ہرگز کسی کا حق مارتا ہے نہ کسی پر ظلم کرتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان حکمرانوں نے عدل وانصاف اور رعایا کی خبر

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الورع وترک الشبہات، ۳/۳۹، تحت الحدیث: ۵۹۴ ملخصاً۔

گیری وخیر خواہی کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ دوسری قومیں ان کے ہزارویں حصے تک بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ وہ مسلمان حکمران ہی تو تھے کہ آدھی سے زیادہ دنیا پر حکمرانی کے باوجود ہاتھ کا تکیہ لگا کر زمین پر بغیر بستر کے سو جاتے۔ ان کے دربار میں نہ کوئی دربان ہوتا نہ غریبوں کے لئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ۔ وہ خود بھوکے رہ کر رعایا کو کھلاتے، ایک عام انسان ان کے دربار میں بلا جھجک خلیفۂ وقت سے وضاحت طلب کر سکتا تھا۔ غریب ولاچار عورت کے لئے اپنی پیٹھ پر اناج لاد کر لے جانے اور پھر خود کھانا تیار کر کے اس کے بھوکے بچوں کو کھلا کر خوشی محسوس کرنے والے کوئی اور نہیں مسلمان حکمران ہی تھے۔ وہ مسلمان ہی تھے جن کے دورِ حکومت میں ایسا امن وعدل تھا کہ شیر و بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ لیکن افسوس! صد افسوس! آج مسلمانوں کی حالت زار ایسی ہو چکی ہے کہ اسلام دشمن یہود ونصاریٰ ان کی حالت پر ہنستے ہیں، مسلمان مغلوب اور غیر مسلم غالب ہیں۔ وہ قوم جس کے چند افراد ہزاروں کا منہ موڑ دیا کرتے تھے آج کروڑوں کی تعداد میں ہو کر بھی ہزاروں سے مَرعُوب ومَغلُوب ہیں۔ یہ سب تباہ کاریاں اپنے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اِسلامی اَحکامات کو چھوڑنے کا وبال ہے، قرآن وسنت سے رُوگردانی کی سزا ہے۔ اگر آج بھی مسلمان اپنے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل پیرا ہو جائیں، اَحکاماتِ اِسلامیہ کی دل وجان سے پیروی کریں، تقویٰ وپرہیز گاری کا لباس پہن لیں تو وہ دن دُور نہیں کہ مسلمان دنیا میں ایک مرتبہ پھر طاقتور قوم بن کر اُبھریں اور ساری دنیا میں اِسلام کا پرچم لہلہانے لگے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کو اُن کی کھوئی ہوئی شان وشوکت عطا فرمائے، قرآن وسنت کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

صدقے کے دودھ سے بچنا:

حضرت سَیِّدُنا زید ابن اسلم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا، پلانے والے سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کی: ایک گھاٹ پر گیا تھا وہاں صدقے کے جانور پانی پی رہے تھے اُن کا دودھ دوہا گیا تو میں بھی لے آیا یہ وہی دودھ ہے۔ یہ سن کر امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کر دی۔[1]

---

(1) ... شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، ۵/ ۶۰، حدیث: ۵۷۷۱ ملخصا۔

بیت المال میں شیرِ خدا کی اِحتیاط:

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم بیت المال کی لونگوں کی ایک ڈھیری کے پاس موجود تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک لونڈی نے عرض کی: اے امیر المومنین! مجھے اپنی بچی کے لئے ان میں سے کچھ دانے دے دیجئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: قیمت ادا کر کے لے لو کیونکہ یہ مسلمانوں کا مال ہے یا پھر میرا حصہ ملنے کا انتظار کرو میں تمہیں اس میں سے دے دوں گا، اس کے علاوہ تمہیں ان میں سے کچھ نہیں مل سکتا۔[1]

غنیمت کی کستوری نہ سونگھی:

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْعَزِیْز کی بارگاہ میں غنیمت کی کستوری لائی گئی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اپنی مبارک ناک بند کرتے ہوئے فرمایا: اس کی خوشبو ہی سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اکیلا اسے سونگھوں (کیونکہ یہ غنیمت کی کستوری ہے اس میں اوروں کا بھی حق ہے)۔[2] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

"مُتَّقِی" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حاکم اسلام پر لازم ہے کہ بیت المال سے صرف حق داروں ہی کو دے۔

(2) اگر بزرگوں کی کوئی بات سمجھ نہ آ رہی ہو تو ادب کے دائرے میں رہ کر وضاحت طلب کر سکتے ہیں۔

(3) راہِ خدا میں آنے والی سختیاں برداشت کرنے سے دنیا و آخرت میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے۔

(4) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے اس قدر تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں کہ عام انسان اس بارے

---

1 . . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۱۷، رقم: ۱۳۰ ملتقطا۔

2 . . . موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب الورع، ۱/ ۲۰۹، رقم: ۸۸ ملخصا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بزرگوں کے طریقوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:596

اَہلِ تقویٰ کی احتیاطیں

عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ عُرْوَةَ السَّعْدِيِّ الصَّحَابِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِهٖ حَذَرًا لِمَا بِهٖ بَاْسٌ.[1]

ترجمہ: صحابیِ رسول حضرت سَیِّدُنا عطیہ بن عروہ سعدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے **فرمایا:** ”کوئی بندہ اس وقت تک متقیوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جب تک حرج والی چیزوں سے بچنے کے لئے بغیر حرج والی چیزوں کو نہ چھوڑے۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں متقیوں کے مقام تک رسائی کے لئے ایک لازمی عمل بتایا گیا کہ حرج والی اشیاء سے بچنے کے لئے بغیر حرج والی چیزوں کو بھی چھوڑ دیا جائے۔ یعنی حرام و گناہ سے بچنے کے لئے مکروہات و مشتبہ اشیاء کو چھوڑ دیا جائے۔

تقویٰ کا تیسرا درجہ:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ”یعنی حرام میں پڑنے کے خوف سے فضول حلال اشیاء کو بھی چھوڑ دینا اور یہ تقویٰ کے درجات میں تیسرا درجہ ہے۔ امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم حرام میں پڑنے کے خوف سے حلال کے دس حصوں میں سے نو حصے چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض بزرگوں کی یہ عادت تھی جب کسی کا حق دینا ہوتا تو کچھ زائد دیتے اور جب کسی سے لینا ہوتا تو اپنے حق سے کچھ کم لیتے تاکہ لینے دینے میں کسی قسم کا کوئی

[1] ... ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب ۱۹، ۴/۲۰۴، حدیث: ۲۴۵۹۔

شبہہ نہ رہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے دنیا کی زیب وزینت کو اس لئے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ اسے دیکھ کر ان کا دل دنیا کی طرف مائل نہ ہو۔[1]

زوجہ کو طلاق دے دی:

احیاء العلوم میں ہے: ”حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ جب خلیفہ بنے تو اپنی ایک محبوب زوجہ کو اس خوف سے طلاق دے دی کہ کہیں وہ کسی ناجائز کام میں سفارش نہ کر دے اور آپ اس کی رضاجوئی کے لئے اس کی بات نہ مان لیں۔ یہ وہ درجہ ہے جس میں حرج میں پڑنے کے خوف سے ایسی چیز کو چھوڑ دیا جاتا ہے جس میں حرج نہیں ہوتا۔ اکثر جائز چیزیں گناہوں کی طرف لے جانے والی ہوتی ہیں، مثلاً زیادہ کھانا، غیر شادی شدہ شخص کا زیادہ خوشبو استعمال کرنا کیونکہ یہ شہوت کو بھڑکاتی ہیں پھر شہوت خیال کو دعوت دیتی ہے اور خیال دیکھنے پر ابھارتا ہے اور دیکھنا گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح امیر لوگوں کے گھروں اور ان کی خوبصورتی کو دیکھنا جائز ہے مگر یہ دیکھنا ان جیسی اشیاء کے حصول پر ابھارتا ہے اور یہ حرام میں ڈال سکتا ہے۔ اسی طرح تمام جائز چیزوں کا معاملہ ہے اگر ان کے نقصانات پہچان کر بقدرِ ضرورت اختیار نہ کی جائیں تو ان کا انجام خطرے سے بہت کم خالی ہوتا ہے اور ایسے ہی ہر وہ چیز جو خواہش کے سبب حاصل کی جائے وہ خطرے سے کم ہی خالی ہوتی ہے۔“[2]

تقویٰ کی تکمیل:

حضرت سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: ”تقویٰ کی تکمیل سے یہ بھی ہے کہ انسان ذرّہ بھر مقدار میں بھی پرہیز گاری اختیار کرے حتی کہ حرام کے خوف سے اس بعض کو چھوڑ دے جسے وہ حلال سمجھتا ہے، تاکہ وہ اس کے اور جہنم کے درمیان حجاب (رکاوٹ) بن جائے۔“[3]

---

1 . . . التیسیر، حرف لا، ۲/ ۵۰۲ ملخصاً۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب الحلال والحرام، امثلۃ الدرجات الاربع فی الورع وشواھدھا، ۲/ ۱۲۲۔

3 . . . احیاء العلوم، کتاب الحلال والحرام، امثلۃ الدرجات الاربع فی الورع وشواھدھا، ۲/ ۱۲۱۔

متقی کیسے بنے؟

امام ابو حامد محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”متقی بننے کے لئے ان چیزوں سے بچنا بھی لازم ہے جن میں لوگ چشم پوشی کر جاتے ہیں اگرچہ فتویٰ کی رُو سے وہ حلال ہوتی ہیں لیکن خوف ہوتا ہے کہ کہیں اس کے غیر میں پڑ جانے کا دروازہ نہ کھل جائے کیونکہ نفس تو یہی پسند کرتا ہے کہ آسانیاں اپنائے اور پرہیز گاری چھوڑ دے۔ حضرت سیِّدُنا امام احمد بن حنبل عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَوَّل سے سوال کیا گیا: ایک شخص کا کاغذ کہیں گر گیا جس میں کچھ احادیث تحریر تھیں پھر وہ کاغذ کسی دوسرے کو ملا تو کیا اسے جائز ہے کہ نقل کرکے لکھ لے، پھر مالک کو واپس کر دے؟ فرمایا: ”نہیں بلکہ پہلے اس سے اجازت لے پھر لکھے۔“ کیونکہ کاغذ کے مالک کا اس پر راضی ہونا یا نہ ہونا مشکوک ہے۔ متقین کی پرہیز گاری میں سے یہ بھی ہے کہ زیب وزینت کو ترک کیا جائے کیونکہ اس سے ڈر ہوتا ہے کہ یہ گناہ کی طرف نہ لے جائے اگرچہ فی نفسہٖ زینت اختیار کرنا مباح (یعنی جائز) ہے۔“[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! نیک لوگ بسا اوقات جائز باتوں کو بھی اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ جائز کاموں کی خواہشات کو پورا کرنے سے ناجائز کاموں میں پڑنے کا خوف ہوتا ہے کیونکہ نفس جائز وناجائز دونوں کی ایک جیسی خواہش کرتا ہے اور جب نفس خواہشات میں چشم پوشی کا عادی بن جائے تو وہ آگے بڑھتی ہیں، اس لئے تقویٰ ان تمام سے اجتناب کا تقاضا کرتا ہے۔

تقویٰ کے بارے میں بہترین کلام:

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”تقویٰ کی یہ باریک باتیں اُن کے لئے ہیں جو آخرت کے راستے پر گامزن ہیں۔ اس میں تحقیق یہ ہے کہ تقویٰ کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا۔ ابتدائی درجہ کا تقویٰ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچا جائے جو فتویٰ کی رو سے حرام ہے اور یہ عادل لوگوں کا تقویٰ ہے اور تقویٰ کا انتہائی درجہ صدیقین کا تقویٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچا جائے جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے نہ ہو جیسے نفسانی خواہش سے کچھ حاصل کرنا یا کوئی چیز اختیار کرنا جس کی وجہ سے کسی مکروہ میں

---

[1] . . . احیاء العلوم، کتاب الحلال والحرام، امثلۃ الدرجات الاربع فی الورع وشواھدھا، ۲/ ۱۲۱، ۱۲۲ ملتقطاً۔

پڑنے کا خوف ہو یا اس کا حصول کسی مکروہ پر مشتمل ہو۔ ان سب سے بچنا انتہائی درجے کا تقویٰ ہے اور ان دونوں درجوں کے درمیان احتیاط کے درجات ہیں۔ الغرض انسان اپنے نفس پر جتنی زیادہ سختی کرے گا قیامت کے دن اس کی کمر اتنی ہی ہلکی ہوگی، وہ پل صراط کو جلد عبور کرلے گا اور اس کی نیکیوں کا پلڑا گناہوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔ آخرت کی منزلیں پرہیز گاری کے درجات کے مختلف ہونے سے مختلف ہوں گی جیسے خباثت میں حرام کے درجات مختلف ہونے کی وجہ سے گناہ گاروں کے حق میں دوزخ کے طبقات مختلف ہوں گے۔ پس جب اصل حقیقت کو پہچان لیا تو تمہیں اختیار ہے کہ احتیاط کرو یا رخصت پر عمل کرو۔ احتیاط میں تمہارا اپنا فائدہ اور رُخصت پر عمل کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہے اور سلامتی ماننے والے کے لئے ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”مُتَّقِین“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو چیز نفسانی خواہش کی وجہ سے حاصل کی جائے وہ خطرے سے کم ہی خالی ہوتی ہے۔

(2) تقویٰ کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ ہر اس چیز سے بچا جائے جو فتوی کی رو سے ناجائز ہو۔

(3) دنیا میں اپنے نفس پر جو جتنی زیادہ جائز سختی کرے گا آخرت میں اسے اتنی ہی آسانی رہے گی۔

(4) آخرت کی منزلیں تقویٰ کے درجات کے مطابق ہوں گی جو جتنا زیادہ متقی ہوگا اس کا مقام اتنا ہی بلند ہوگا۔

(5) اپنے کاموں میں احتیاط برتنے والا فائدے میں رہتا ہے جبکہ لاپرواہی کرنے والا نقصان اٹھاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے نفرت اور تقویٰ و پرہیز گاری کی دولت عطا کرے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ۔۔۔ احیاء العلوم، کتاب الحلال والحرام، امثلۃ الدرجات الاربع فی الورع وشواھدھا، ۲ / ۱۲۲ ملخصا۔

باب نمبر:69

گوشہ نشینی کے مُستَحَب ہونے کا بیان

لوگوں اور زمانہ کے فساد کے وقت، دین میں فتنہ اور حرام وشبہات میں پڑنے کے خوف سے گوشہ نشینی اختیار کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بندے کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا حاصل کرنے، تقویٰ وپرہیز گاری کے درجات میں ترقی کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لیے اپنے گھر یا کسی مخصوص مقام پر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر اس طرح مُعْتَدِل انداز میں نفلی عبادت کرنا "گوشہ نشینی" کہلاتا ہے کہ حُقُوقُ اللہ (یعنی فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ) اور شریعت کی طرف سے اس پر لازم کیے گئے تمام حقوق کی ادائیگی، والدین، گھر والوں، آل اَولاد و دیگر حقوق العباد (بندوں کے حقوق) کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔ اس طرح کی گوشہ نشینی کے کثیر فوائد ہیں اور ایسی گوشہ نشینی مستحب ہے۔ ریاضُ الصالحین کا یہ باب بھی **"فسادِ زمانہ کے وقت گوشہ نشینی اختیار کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 5 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیت مبارکہ اور اُس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

گوشہ نشینی کی طرف بھاگو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۚ(۵۰) (پ۲۷، الذّٰریٰت: ۵۰)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اللہ کی طرف بھاگو بے شک میں اس کی طرف سے تمہارے لئے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

اِس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی تفسیر نورالعرفان میں فرماتے ہیں: "کفر سے بھاگو ایمان کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، گناہ سے توبہ کی طرف، ناراضگی سے رضا کی طرف، غیر میں مشغولیت سے معزولیت (گوشہ نشینی) کی طرف، غرض یہ کہ اس کی بہت سی تفسیریں ہیں۔"[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... تفسیر نورالعرفان، پ۲۷، الذّٰریٰت، تحت الآیۃ: ۵۰۔

حدیث نمبر:597

گوشہ نشینی کی فضیلت

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاص رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اللہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ میں نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”**اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت فرماتا ہے جو متقی، مستغنی اور خفی (گوشہ نشین) ہو۔**“

متقی، غنی اور خفی سے مراد:

ان کی وضاحت کرتے ہوئے عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”مُتَّقِی وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچے یا اپنے مال کو لہو ولعب میں خرچ نہ کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ متقی وہ شخص ہے جو حرام اور شبہات سے بچے نیز نفسانی خواہشات اور مباح چیزوں سے بھی پرہیز کرے۔ غَنِی سے مراد دِل کا غنی ہونا ہے یا مراد شکر گزار غنی ہے۔ خَفِی یعنی وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت کے لئے لوگوں سے الگ تھلگ ہو اور اپنے نفس کے امور میں مشغول ہو۔“[2]

گوشہ نشینی اختیار کرنے کے اَحکام:

عاشقانِ رسول کی مدنی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 312 صفحات پر مشتمل کتاب **”نجات دِلانے والے اعمال کی معلومات“** ص144 پر ہے: **(1)** مطلقاً خلوت رِضائے الٰہی پانے، خود کو نیکیوں میں لگانے، گناہوں سے بچانے اور جنت میں لے جانے والا کام ہے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ رضائے الٰہی کے حُصُول اور عبادات میں پختگی حاصل کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ وقت خلوت اختیار کرے، البتہ مختلف اَفراد کے مختلف اَحوال کی وجہ سے اس کے اَحکام بھی مختلف ہیں، بعض کے لیے خلوت

---

1 . . . مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر، ص ۱۲۱۲، حدیث: ۲۹۶۵۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب استحباب المال والعمر للطاعۃ، ۹/ ۱۳۳، تحت الحدیث: ۵۲۸۴ ملتقطاً۔

افضل اور بعض کے لیے جلوت (یعنی لوگوں میں رہنا) افضل۔ (2) ایسا عالم دین جس سے لوگ علم دِین حاصل کرتے ہوں اور اگر یہ خلوت اختیار کرلے تو لوگ شرعی مسائل سے محروم ہو کر گمراہی میں جا پڑیں گے تو ایسے عالم کے لیے کُلِّیَۃً خلوت اِختیار کرنا ناجائز و ممنوع ہے البتہ ایسا صاحبِ علم شخص جس کے پاس اپنی ضرورت کا علم موجود ہے اور اس کے خلوت اختیار کرنے سے لوگوں کا بھی کوئی نقصان نہیں تو ایسے شخص کے لیے خلوت اختیار کرنا جائز ہے۔ (3) ایسا شخص جو ضروریاتِ دِین (فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ) سے ناواقف ہو، اگر علم حاصل نہ کرے گا تو نفس وشیطان کے بہکاوے میں آکر گمراہی کے گڑھے میں گر جائے گا ایسے شخص کے لیے خلوت اختیار کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ فرض علوم کو حاصل کرے۔ (4) اگر کسی شخص کو اچھی صحبت میسر نہیں ہے اور وہ خلوت اختیار نہیں کرے گا تو گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ حقوق اللہ وحقوق العباد (اللہ تعالٰی اور بندوں کے حقوق) کی ادائیگی کرتے ہوئے بقدرِ ضرورت خلوت اختیار کرے اور خود کو گناہوں سے بچا کر عبادت میں مصروف ہو جائے۔ مرآۃ المناجیح میں ہے: صوفیائے کرام (رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام) فرماتے ہیں کہ ”اب اس زمانہ میں جلوت (لوگوں میں رہنے) سے خلوت افضل ہے، بری صحبت سے تنہائی افضل۔“[1] (5) اگر خلوت اختیار کرنے میں کسی بھی طرح حقوق اللہ یا حقوق العباد کی تلفی ہوتی ہو تو ایسی خلوت اختیار کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ مثلاً کوئی شخص گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اس طرح ذکر واذکار وعبادت وغیرہ میں مصروف ہو جائے کہ جماعت بھی ترک کردے، جمعہ وعیدین میں بھی سستی ہو جائے، کسبِ حلال ترک کردے اور اسے یا اس کے گھر والوں کو اس خلوت کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے تو ایسی خلوت ناجائز و حرام ہے۔

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مسلمان دو قسم کے ہیں: ایک وہ جنہیں خلوت بہتر ہے، بعض وہ جن کے لیے جلوت افضل، ان دونوں میں جلوت والے افضل ہیں کیونکہ خلوت والے صرف اپنی اِصلاح کرتے ہیں اور جلوت والے دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ حضرت علی (كَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم) فرماتے ہیں کہ ”تم دنیا میں اپنے دوست زیادہ بناؤ کہ

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۷۔

کل قیامت میں مومن دوست شفاعت کریں گے اور کفار اپنے لیے شفیع اور دوست نہ ملنے پر افسوس کریں گے۔“مگر خیال رہے کہ بعض لوگوں کے لیے بعض حالات میں بعض مقامات پر خلوت افضل ہوتی ہے، اگر جلوت میں خود اپنے آپ گناہوں میں مشغول ہو جانے کا اندیشہ ہو تو خلوت بہتر۔ حضرت وہب (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) فرماتے ہیں کہ حکمت دس حصے ہیں: نو خاموشی میں، ایک خلوت میں۔ بہتر یہ ہے کہ کبھی خلوت اختیار کرے کبھی جلوت: خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا (سب سے بہتر کام میانہ روی والا ہوتا ہے) عربی میں تنہائی کو عُزْلَۃ کہتے ہیں، عارفین فرماتے ہیں کہ عُزْلَۃ میں اگر علم کا ”عین“ نہ ہو تو ذلت ہے اور اگر زہد کی ”ز“ نہ ہو تو نری علت ہے یعنی خلوت وہ اختیار کرے جس کے پاس علم بھی ہو زُہد بھی۔“[1] اعلیٰ حضرت امامِ اہلسنت مولانا شاہ اِمام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے جب خلوت نشینی کے متعلق سوال ہوا تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے ارشاد فرمایا: ”آدمی تین قسم کے ہیں: (1) مُفِید (2) مُسْتَفِید (3) مُنْفَرِد۔ مفید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے، مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے، منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچاسکتا ہو۔ مفید اور مستفید کو عزلت گزینی (یعنی خلوت و گوشہ نشینی) حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔“[2]

گوشہ نشینی کے آداب:

گوشہ نشینی اختیار کرنے والے کے لیے کچھ آداب بھی ہیں۔ چنانچہ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”گوشہ نشینی اختیار کرنے والا دین کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو، نماز روزے اور حج زکوۃ کے احکام جانتا ہو، لوگوں سے کنارہ کشی اِختیار کرنے میں اُن سے اپنا شر دور کرنے کا نظریہ رکھے، نمازِ باجماعت کی پابندی کرے اور نمازِ جمعہ میں حاضر ہو، نمازِ جنازہ میں شرکت اور مریضوں کی عیادت کرتا رہے، لوگوں کی گفتگو میں دلچسپی نہ لے اور ان کے اُن معاملات کے متعلق سوال نہ کرے جو اس کے دل میں فساد و بگاڑ کا سبب بنیں، اس کا نفس لوگوں سے عطیات و بخشش وغیرہ کے حصول کی لالچ نہ کرے یہاں تک کہ

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦ / ٦٤٧ ملخصاً۔

2 ... ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ٣٧٣۔

اپنے پڑوسیوں کا بھی کسی معاملے میں محتاج نہ ہو۔ اپنے اوقات کو اس طرح تقسیم کرے کہ یا تو نماز پڑھے اور سیکھنے سکھانے کا سلسلہ جاری رکھے تاکہ فائدہ پائے یا اپنے پاس موجود کتب میں غور و فکر کر کے علم حاصل کرے یا آرام کرے تاکہ آفات (یعنی گناہوں) وغیرہ سے محفوظ رہے۔ ذِکرِ الٰہی کی عادت ڈالے، کثرت سے شکرِ الٰہی بجالاتا رہے یہاں تک کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے اور اگر اس کے بیوی بچے ہوں تو ان کے ساتھ گفتگو کرے اور تنہائی میں کوشش کرتا رہے یہاں تک کہ گوشہ نشینی کے درجہ کو پہچان لے۔[1]

مدنی گلدستہ

”طیبہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اللہ تعالٰی متقی، غنی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے والے بندے کو پسند فرماتا ہے۔

(2) ایسا عالمِ دِین جس سے لوگ علمِ دِین حاصل کرتے ہوں اور اگر یہ خلوت اختیار کرلے تو لوگ شرعی مسائل سے محروم ہو کر گمراہی میں جا پڑیں گے تو ایسے عالم کے لیے بالکل گوشہ نشین ہو جانا ناجائز و ممنوع ہے۔

(3) بُرے لوگوں کی صحبت سے خلوت افضل اور خلوت سے اچھے لوگوں کی صحبت افضل ہے۔

(4) خلوت اختیار کرنے میں کسی بھی طرح حقوقُ اللہ یا بندوں کے حقوق تلف ہوتے ہوں تو ایسی خلوت اختیار کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں گناہوں سے کنارہ کشی کی توفیق عطا فرمائے اور بُرے لوگوں کی صحبت سے بچائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... آدابِ دین، ص ۲۲۔

سب سے افضل کون؟

حدیث نمبر:598

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ: اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ مُؤْمِنٌ مُجَاهِدٌ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ، قَالَ:ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ:ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِیْ شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ رَبَّهٗ.[1] وَفِیْ رِوَایَةٍ :یَتَّقِی اللہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهٖ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”وہ مومن مرد جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے۔“ اُس شخص نے عرض کی: پھر کون؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”وہ شخص جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں تنہا بیٹھ کر اپنے رب کی عبادت کر رہا ہو۔“ ایک روایت میں ہے کہ ”وہ جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرے اور اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔“

فتنوں سے دُور رہنے میں سلف کا طریقہ:

اِس حدیث پاک کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فتنوں کے ایام میں گوشہ نشینی اختیار کرنا افضل ہے اور سلف صالحین سے یہ بات ثابت بھی ہے کہ وہ فتنوں کے خطرے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے شہروں اپنے علاقوں سے کوچ کر گئے۔ اِس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنوں کے زمانہ میں شہروں اور آباد علاقوں سے نکل کر جنگل اور ویرانوں میں چلے جانا چاہئے لیکن یہ اُس شخص کے لئے جائز ہے کہ جسے فتنہ زائل کرنے پر قدرت نہ ہو اور جسے فتنہ دور کرنے پر قدرت ہو تو وہ فتنہ کو زائل کرنے کی کوشش کرے تو اگر یہ شخص پورے شہر میں اکیلا ہے تب تو اُس پر فرضِ عین ہے اور اگر اُس جیسے اور بھی لوگ موجود ہیں تو پھر اُس پر فرضِ عین نہیں۔[3]

---

1. . . . مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد والرباط، ص ٨٠٧، حدیث: ٤٨٨٦ بتغیر۔
2. . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب افضل الناس مؤمن یجاهد بنفسه۔۔۔الخ، ٢/ ٢٤٩، حدیث: ٢٧٨٦۔
3. . . . عمدة القاری، کتاب الایمان، باب من الدین الفرار من الفتن، ١/ ٢٢٨، ٢٢٩، تحت الحدیث: ١٩ ملخصاً۔

افضلیت کی اَحادیث میں مطابقت:

اِس حدیث پاک میں جب نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرے۔ جبکہ ایک اور روایت میں فرمایا: تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ تو ان دونوں احادیث میں مطابقت یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَحوال، اَوقات اور اَقوام کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔[1] (یعنی جہاں یہ فرمایا کہ جو اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے وہ سب سے افضل ہے تو یہ شخص اپنے اعتبار سے افضل ہے اور جہاں یہ فرمایا کہ جو قرآن سیکھے اور سکھائے وہ سب سے افضل ہے تو وہ اپنے اعتبار سے افضل ہے۔) عمدۃ القاری میں ہے: ”حدیث مذکور میں جو فرمایا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللّٰہ کی راہ میں جہاد کرے تو یہاں پر لوگوں سے مراد عام لوگ ہیں، صِدِّیْقِیْن اور عُلَمَاء اِس سے خارج ہیں کہ وہ اُن سے افضل نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کی افضلیت پر کثیر اَحادیث موجود ہیں۔“[2]
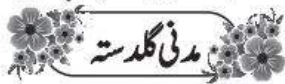
مدنی گلدستہ

”عِلم“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللّٰہُ الْمُبِیْن فتنوں کے خطرے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے شہروں اور علاقوں سے کوچ کر جاتے تھے۔

(2) جو شہر یا علاقہ میں ہونے والے فتنے کو دور کرنے پر قادر ہو تو وہ فتنے کو زائل کرے اور جو فتنے کو دور کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ اس علاقہ سے کوچ کر جائے۔

(3) جو اپنے مال اور جان سے جہاد کرے تو وہ صِدِّیْقِیْن اور عُلَمَاء کے علاوہ عام لوگوں سے افضل ہے۔

---

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب العزلۃ راحۃ۔۔۔الخ، ١٥/ ٥٦٧، تحت الحدیث: ٦٤٩٤ ملخصاً۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجہاد والسیر، باب افضل الناس مؤمن یجاہد بنفسہ ومالہ۔۔۔الخ، ١٠/ ٨٤، تحت الحدیث: ٢٧٨٦ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہر طرح کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

دین بچانے کیلئے گوشہ نشینی

حدیث نمبر:599

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یُوْشِكُ اَنْ یَکُوْنَ خَیْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ یَتْبَعُ بِھَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ یَفِرُّ بِدِیْنِہٖ مِنَ الْفِتَنِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "عنقریب (ایسا زمانہ آئے گا کہ) مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کے مقامات پر اپنے دِین کو فتنوں سے بچانے کے لئے چلا جائے گا۔"

بکریاں چَرانے کی فضیلت

حدیث نمبر:600

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا بَعَثَ اللہُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ فَقَالَ: اَصْحَابُہٗ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ کُنْتُ اَرْعَاھَا عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَھْلِ مَکَّۃَ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جتنے نبیوں کو معبوث فرمایا سب نے بکریاں چَرائی ہیں۔" آپ کے اصحاب نے عرض کی: کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: "ہاں! میں چند قیراط کے عوض اہلِ مکہ کی بکریاں چَراتا تھا۔"

حدیث پاک کا مطلب:

فقیہِ اَعظم حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق اَمجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کُفر و مَعاصی کا اِتنا غلبہ ہوجائے گا کہ

1 ... بخاری، کتاب الایمان، باب من الدین الفرار من الفتن، ۱/ ۱۸، حدیث: ۱۹۔

2 ... بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، ۲/ ۲۳، حدیث: ۲۲۶۲۔

دینداروں کو آبادی میں رہنا سخت دشوار ہو گا مجبور ہو کر اس زمانہ میں دیندار گوشہ نشینی اختیار کرلیں گے۔ یہ گوشہ نشینی کہیں بھی ہو پہاڑ کی چوٹیوں کا ذِکر بطورِ تمثیل ہے یوں ہی غنم کا بھی۔ مراد یہ ہے کہ دیندار دِین بچانے کے لئے کہیں بھی گوشہ نشین ہو جائیں گے۔"[1] علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "فتنہ و فساد عام ہو جائے اور دِین پر قائم رہنا مشکل ہو جائے تو ایسے نازک وقت میں گوشہ نشین ہو جانا بہتر ہے تاکہ اِنسان اپنے دِین کو سلامت رکھ سکے۔ اِس حدیث میں حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دی ہے جو آپ کا معجزہ ہے یعنی ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مؤمن کو دِین کی حفاظت کے لئے پہاڑوں کی چوٹی پر پناہ گزین ہونا پڑے گا۔"[2]

دونوں اَحادیث میں مطابقت:

پہلی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ کفر و معاصی کا اتنا غلبہ ہو جائے گا کہ دینداروں کو آبادی میں رہنا سخت دشوار ہو گا، وہ مجبور ہو کر اپنا دِین بچانے کیلئے بکریاں لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چلے جائیں گے اور گوشہ نشین ہو جائیں گے، یعنی بکریاں چَرا کر بھی گوشہ نشینی اختیار کی جائے گی اور دوسری حدیث میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بکریاں چَرانے کا ذکر ہے جس سے بکریاں چَرا کر گوشہ نشینی اختیار کرنے کی اشارۃً ترغیب دلائی گئی ہے۔ اسی وجہ سے امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے ان دونوں احادیث کو اس باب میں ایک ساتھ بیان فرمایا۔

"صبر" کے 3 حروف کی نسبت سے اَحادیثِ مذکورہ اور اُن کی وضاحت سے مِلنے والے 3 مدنی پھول

(1) فتنے کے وقت لوگوں سے علیحدگی اختیار کرنے میں ایمان کی سلامتی ہے اور فتنے کا زمانہ نہ ہو تو اُس

1 ... نزہۃ القاری، ١/ ٣٣٠۔

2 ... فیوض الباری، ١/ ٢٠١۔

وقت گناہوں سے بچتے ہوئے سب کے ساتھ مل کر رہنا افضل ہے۔

(2) حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عطا سے مستقبل میں ہونے والے واقعات کی غیبی خبریں دیا کرتے تھے۔

(3) ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کُفر و مَعاصی کے غلبے کے سبب نیک لوگوں کے لئے آبادی میں رہنا دشوار ہو جائے گا اور وہ گوشہ نشینی کے ذریعے اپنا دِین بچائیں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کی سلامتی عطا فرمائے، فتنوں سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:601

سب سے اچھی زندگی گزارنے والا کون؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: مِنْ خَیْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ یَطِیْرُ عَلٰی مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَیْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَیْهِ یَبْتَغِی الْقَتْلَ اَوِ الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ اَوْ رَجُلٌ فِیْ غُنَیْمَةٍ فِیْ رَاْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ اَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْاَوْدِیَةِ یُقِیْمُ الصَّلَاةَ وَیُؤْتِی الزَّكَاةَ وَیَعْبُدُ رَبَّهٗ حَتّٰی یَاْتِیَهُ الْیَقِیْنُ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ اِلَّا فِیْ خَیْرٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنَا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہی مَروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”لوگوں کے لئے سب سے اچھی زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر اُس کی پشت پر سوار ہو کر تیز رفتاری میں جا رہا ہے تو جب کبھی وہ دشمن کی آواز سنتا ہے تو اسے مارنے یا خود مر جانے کے لئے گھوڑے کو دوڑا کر دشمن کے قریب پہنچ جاتا ہے یا اس شخص کی اچھی زندگی ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی اِن چوٹیوں میں سے کسی ایک چوٹی کے سِرے پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں نکل جائے اور وہاں نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور موت کے آنے تک اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت

---

[1] . . . مسلم، کتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والرباط، ص ۸۰۷، حدیث: ۴۸۸۹۔

کرتا ہے اور حال یہ ہو کہ بھلائی کے سوا لوگوں کے کسی بھی معاملے میں نہ پڑے۔"

کامیاب زندگی گزارنے والے دو شخص:

مذکورہ حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ویسے تو (ایسا شخص) لوگوں سے بے نیاز رہتا ہے مگر جب مسلمانوں کو اس کی جانی مدد کی ضرورت ہوتی ہے یا مسلمانوں پر کفار ٹوٹ پڑیں یا ڈاکو حملہ کریں اسے خبر لگے کہ فلاں جگہ مسلمان کمزور ہیں مصیبت میں ہیں تو فوراً وہاں پہنچ جائے پرندہ کی طرح یا اڑ کر وہاں پہنچ جائے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو یہ وہاں پہنچ جائے اسلام کی خدمت، مسلمانوں کی مدد کے لیے۔ وہ اسلام کا ایسا فدائی ہو مسلمانوں کا ایسا مددگار ہو کہ خدمتِ اسلام و مسلمین میں قتل ہو جانا یا مر جانا جینے سے بہتر سمجھے، خطرناک موقعوں کی تلاش میں رہتا ہو جہاں لوگ جاتے ہوئے گھبراتے ہوں یہ وہاں شوق سے پہنچتا ہو بہادر جانباز ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اول نمبر کامیاب زندگی والا تو وہ پہلا شخص ہے اس کے بعد نمبر دوم کا اعلیٰ زندگی والا وہ ہے۔ خیال رہے کہ عرب میں بکریاں بہترین ذریعہ معاش تھیں اور بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے۔ کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے تھے، بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے، فتنوں سے الگ رہتے، اب بھی بعض جگہ ایسے بدو دیکھے جاتے ہیں اس لیے بکریوں کا ذِکر فرمایا ورنہ جو شخص فتنوں سے بچنے کے لیے آبادی سے دور رہے، گزارہ کے لیے کوئی چیز پنشن جانور زمین وغیرہ اختیار کرے وہ بھی اِس فرمانِ عالی میں داخل ہے۔ اگرچہ عبادات میں نماز و زکوٰۃ بھی داخل تھیں مگر چونکہ نماز و زکوٰۃ اعلیٰ درجہ کی عبادات ہیں اس لیے خصوصیت سے ان کا ذکر علیحدہ فرمایا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض زاہدین نے فرمایا کہ گوشہ نشینی افضل ہے، جلوت سے خلوت بہتر مگر حق یہ ہے کہ خلوت سے جلوت افضل، حضرات انبیاء کرام لوگوں میں رہے، تبلیغ کرتے رہے، نیز جس رہنے سے جمعہ عیدین نمازِ باجماعت نصیب ہوتی ہے، جنگل میں یہ نعمتیں کہاں، شہر میں علم ہے، ذِکر کے حلقے ہیں، اچھوں کی صحبتیں ہیں۔ حدیث فتنوں کے ظہور کے زمانہ کے متعلق ہے جب شہروں میں امن نہ رہے یا اُس

کمزور آدمی کے لیے ہے جو بستی اور اختلاط کی تکالیف پر صبر نہ کرسکے۔"[1]

حاصِلِ حدیث:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اِس حدیث کا حاصل دِین کے دشمنوں کے خلاف جہاد، نفس وشیطان کے مقابلہ کے لیے مجاہدہ، خواہشوں اور لذتوں میں ڈوب جانے سے اِعراض کی ترغیب اور اِس بات پر تنبیہ ہے کہ اگر لوگوں سے میل جول رکھے تو دِین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لیے رکھے ورنہ علیحدگی اختیار کرے اور گوشہ نشین ہو جائے۔ اِس حدیث میں میل جول کی نسبت گوشہ نشینی کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن دونوں صورتوں میں اصل دار و مدار فوائد اور نقصانات پر ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"جنت" کے 3 حروف کی نسبت سے مذکورہ حدیث اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) ایسا مومن بہتر زندگی والا ہے جو لوگوں سے بے نیاز ہو لیکن جب مسلمانوں کو اس کی ضرورت پڑے تو فوراً ان کی مدد کے لیے کمربستہ ہو جائے۔

(2) بعض متقی حضرات دنیا کے جھگڑے سے بچنے کے لیے شہر سے دور جنگل میں ڈیرہ ڈال لیتے تھے، کسی پانی والے سرسبز مقام پر رہنے سہنے لگتے اور بکریوں کے دودھ پر گزارا کرتے یوں وہ فتنوں سے الگ رہتے۔

(3) لوگوں سے میل جول دِین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لیے ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھی زندگی گزارنے والا بنائے اور بُروں کی صحبت سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۱۴، ۴۱۵ملتقطاً۔

2 . . . لمعات التنقیح، کتاب الجهاد، ۶/ ۵۳۹، تحت الحدیث: ۳۷۹۶۔

باب نمبر:70

لوگوں سے میل جول رکھنے کا بیان

اِسلام ایک ایسادِین فِطرت ہے کہ جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کرتا ہے، عبادت ہو یا معاملات، تجارت ہو یا سیاست، گھر داری ہو یا حُسنِ مُعاشرت، زندگی گزارنے کے تمام راہنما اصولوں سے گلشن اسلام آراستہ و مزین ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی بات اور ہر بڑے سے بڑے معاملے کا حل اسلام میں موجود ہے۔ اس کے قواعد وضوابط معاشرے کے ہر طبقے کو احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اسلام کے بیان کردہ اصولوں میں ایک بنیادی اصول یہ بھی ہے کہ مسلمان باہمی تعلقات کو بہتر بنائیں، ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں اور مصیبت و پریشانی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور معاشرے کی فلاح و بہبود بھی اسی میں ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے عمدہ میل ملاپ رکھیں۔ نیز ضرورت بھی اس بات کی طرف داعی ہے کہ انسان ایک دوسرے سے اچھے تعلقات رکھے کیونکہ اس دنیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مختلف انسانوں کو مختلف خصلتوں اور خصوصیات سے متصف فرمایا ہے اور انسانوں کی ضروریات کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیا ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کسی نہ کسی معاملے میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ جیسا کہ بیمار انسان کو علاج کے لیے ڈاکٹر وطبیب کی حاجت ہے اور ڈاکٹر کو اپنے مکان کی تعمیر کے لیے مزدوروں کی ضرورت ہے اور مزدوروں کو کام کرنے کے لیے جو آلات درکار ہیں اُن میں وہ صانع کے محتاج ہیں الغرض انسان اپنی زندگی کا پہیّا چلانے میں دوسروں کا محتاج ہے۔ لہٰذا ہر شخص پر لازم ہے کہ لوگوں سے بہتر انداز میں میل جول رکھے تاکہ ضرورت کے وقت لوگ اس کے کام آسکیں اور کسی بھی ملک یا ریاست کے استحکام کے لیے بہت ضروری ہے کہ اُس کے افراد میں اجتماعیت ہو اور کسی بھی قوم میں اجتماعیت آدابِ زندگی کو ملحوظِ خاطر رکھنے سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں حُسنِ معاشرت کا لحاظ کرتے ہوئے اسلام کے وہ سنہری اصول بیان فرمائے ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ایک اچھا معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے اور ساتھ ہی آپ نے وہ اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں کہ جن کا تعلق خود اپنی ذات سے ہے، اگر انسان اِن اَوصاف سے خود کو متصف کرلے تو دنیا و آخرت میں کامیابی اُس کے قدم چومے گی۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں دس اوصاف اختیار کرنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے

یہ وہ اوصاف ہیں کہ جن کا تعلق انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے ساتھ ہے:(1)لوگوں کے ساتھ میل جول کرنا۔(2)جمعہ اور فرض نمازوں کی جماعت میں شریک ہونا۔(3)نیک کاموں اور مجلس ذکر میں حاضر ہونا۔(4)بیماروں کی عیادت کرنا۔(5)جنازوں میں شریک ہونا۔(6)محتاجوں کی غم خواری کرنا۔(7) جاہلوں کی راہنمائی کرنا۔(8)نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے پر قدرت رکھنے والوں کے لیے مصلحتیں بیان کرنا۔(9)اپنے آپ کو ایذا رسانی سے بچانا۔(10)تکالیف پر صبر کرنا۔ یہ وہ خصلتیں ہیں جن کو اختیار کر کے انسان اپنی زندگی کو اجتماعی اور انفرادی طور پر بہتر بنا سکتا ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِن اَوصاف کو ذِکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جان لو!لوگوں سے میل جول رکھنے کا جو طریقہ میں نے بیان کیا ہے یہی پسندیدہ ہے اور رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، تمام انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام، خلفاء راشدین رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور اُن کے بعد آنے والے صحابہ کرام اور تابعین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اور اُن کے بعد والے علماء مسلمین اور نیک لوگ اسی طریقے پر کار بند تھے۔ اکثر تابعین اور اُن کے بعد کے لوگوں کا یہی مذہب ہے۔ نیز امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ اَجْمَعِیْن اسی کے قائل ہیں۔[1] اس باب میں امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے صرف 1 آیتِ مبارکہ ذکر کی ہے اور اس آیت سے مذکورہ تمام اَوصاف پر استدلال کیا ہے۔

نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ (پ۶، المآئدۃ:۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمیشہ بھلائی اور نیکی پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ تعاون کا معنی ہے ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ مدد عام ہے خواہ مال سے کی جائے، زبان سے کی جائے، اعضا سے کی جائے یا جانی مدد کی جائے، مسلمانوں کو جس قسم کی مدد درکار ہو قدرت ہوتے ہوئے اس طرح کی مدد کرنی چاہیے۔ مذکورہ آیت میں بِرّ اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاوُن کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بِرّ سے

[1] ۔۔۔ریاض الصالحین، باب فضل الاختلاط بالناس۔۔۔الخ، ص ۱۸۲۔

مراد ہر نیکی ہے اور تقویٰ سے مراد ہر گناہ سے بچنا۔[1] یعنی اے مسلمانو! ہر نیک کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ہر گناہ سے بچنے میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے مذکورہ آیت مبارکہ سے باب میں مذکور دس اوصاف پر استدلال کیا ہے۔ ان اوصاف میں ایک وصف لوگوں سے اچھا میل ملاپ بھی ہے۔ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی لوگوں سے میل جول رکھنے والے کی تعریف بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے: ”وہ مؤمن جو لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور اُن کے تکلیف دینے پر صبر کرتا ہے، اُس مؤمن سے افضل ہے جو لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا اور اُن کے تکلیف پہنچانے پر صبر نہیں کرتا۔“[2] اور باب میں بیان کیے گئے اوصاف کا تعلق لوگوں سے اچھا میل ملاپ سے ہے۔ اسی لیے سب سے پہلے لوگوں سے اچھے تعلق رکھنے کو بیان کیا جائے گا اور پھر دیگر تمام اوصاف ترتیب وار بیان کیے جائیں گے۔

(1) لوگوں سے میل ملاپ رکھنا

مسلمانوں سے اچھے تعلقات رکھنے کا شریعت نے حکم دیا ہے۔ بہت سے دینی اور دنیاوی فوائد ایسے ہیں جن کا حصول لوگوں سے اختلاط کیے بغیر ممکن نہیں جیسے علمِ دِین سیکھنا اور سکھانا، ادب سیکھنا اور سکھانا، اُنسیت حاصل کرنا اور دوسروں کو اُنسیت پہنچانا، حقوق العباد ادا کرکے ثواب پانا اور لوگوں کے احوال کا مشاہدہ کرکے تجربات حاصل کرنا اور ان سے عبرت حاصل کرنا۔ یہ تمام فوائد ایسے ہیں کہ جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھ کر ہی حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

میل جول کے چند آداب:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لوگوں سے اچھا میل جول رکھنا بلاشبہ ایک اچھا کام ہے لیکن اس کے بھی آداب ہیں جن پر عمل کرکے مسلمانوں کے ساتھ میل ملاپ کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ چند آداب پیشِ خدمت ہیں: لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے والے کو چاہیے کہ ❁ جب کسی اجتماع یا محفل میں جائے تو سلام

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ٦، المائدۃ، تحت الآیۃ:٢، ٦/٤٧ ملخصاً۔

2 ... ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ٤/٣٧٥، حدیث: ٤٠٣٢۔

کرے اور ❁ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ ❁ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ ❁ جب بیٹھے تو اپنے قریب والے کو خاص طور پر سلام کرے۔ ❁ اگر عام لوگوں کی مجلس میں بیٹھے تو لوگوں کی جھوٹی خبروں افواہوں اور ان میں جاری بُری باتوں کی طرف توجہ نہ دے۔ ❁ بغیر کسی سخت مجبوری کے عام لوگوں سے میل جول کم رکھے۔ ❁ کسی کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اِس سے بہتر ہو۔ ❁ دنیادار ہونے کی وجہ سے کسی کو تعظیمی نگاہوں سے نہ دیکھے کیونکہ دُنیا اور جو کچھ اس میں ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اس کی کچھ اہمیت نہیں۔ ❁ لوگوں سے دُنیا حاصل کرنے کے لیے اپنے دِین کو داؤ پر نہ لگائے کیونکہ ایسا کرنے سے لوگوں کی نظروں میں اس کی قدر و منزلت ختم ہو جائے گی۔ ❁ لوگوں سے دُشمنی نہ رکھے کہ اُن کے دِل میں بھی دُشمنی پیدا ہو جائے گی۔ ❁ کسی سے عداوت رکھے تو محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر رکھے۔ ❁ ان کے بُرے افعال سے نفرت کرے۔ ❁ لوگوں کے پاس موجود چیز کو حاصل کرنے میں حرص و لالچ نہ کرے کہ اس طرح وہ اُن کے سامنے ذلیل ہو جائے گا اور اپنا دِین ضائع کر بیٹھے گا اور ❁ اُن پر بڑائی نہ چاہے۔ ❁ لوگوں کی حق بات سننے والا بن جائے اور غلط باتیں سننے سے بہرہ ہو جائے۔"[1] بعض حکماء نے یہ آداب بھی بیان کیے ہیں: ❁ اپنے دوست و دُشمن کو ذلیل و رُسوا کیے بغیر خندہ پیشانی سے اُن کے ساتھ ملاقات کرے۔ ❁ ان پر بڑائی و برتری کی تمنّا کیے بغیر ان کی تعظیم و توقیر کرے۔ ❁ اپنے تمام اُمور میں میانہ روی اختیار کرے۔ ❁ غرور و تکبر نہ کرے۔ ❁ بکثرت اِدھر اُدھر توجہ کرنے سے بچے۔ ❁ اپنی انگلیوں کو چٹخانے ❁ اپنی انگوٹھی کے ساتھ کھیلنے ❁ دانتوں کا خلال یعنی صفائی کرنے ❁ ناک میں انگلی ڈالنے ❁ بار بار تھوکنے اور کھنکارنے ❁ چہرے سے مکھیاں اُڑانے ❁ کثرت سے انگڑائی اور ❁ جماہی لینے سے بچے۔ ❁ کثرت سے سرمہ لگانے اور بالوں میں تیل ڈالنے میں اِسراف کرنے سے بچے۔ ❁ کسی سے اپنی حاجات پوری کرنے کیلئے اِصرار نہ کرے۔ ❁ جب کسی سے تلخ کلامی ہو جائے تو اپنے کلام میں وقار اختیار کرے اور جہالت سے بچے۔ ❁ دوران گفتگو ہاتھوں سے زیادہ اشارے نہ کرے۔ ❁ جب غصہ ختم ہو جائے تب کلام کرے۔ ❁ نہ تو کسی عقلمند سے مذاق مسخری کرے کہ وہ حسد کرنے لگ جائے اور ❁ نہ ہی کسی بے وقوف کا مذاق اڑائے کہ وہ اس پر ہی جرأت کر بیٹھے، کیونکہ ہنسی مذاق رُعب و دبدبے کو دُور کرتا، مقام

[1] . . . رسائل امام غزالی، الادب فی الدین، آداب المعاشرۃ، ص ۴۱۳ ملخصاً۔

و مرتبے کو گرا دیتا، چہرے کی رونق اور آب و تاب ختم کرتا، غم کا سبب بنتا، محبت کی مٹھاس ختم کرتا، سمجھ دار کی عقل و فہم کو عیب دار کرتا، بیوقوف کو جری کرتا، عقل و دماغ کو فنا کرتا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور کرتا، مذمت و برائی کا باعث بنتا، ضبط و تحمل ختم کرتا، نیتوں میں فتور ڈالتا، دِلوں کو مُردہ کرتا، گناہوں کی کثرت کا سبب بنتا اور خامیوں کو ظاہر کرتا ہے۔[1] ❁ ایسے لوگوں کے ساتھ میل جول رکھے جو نیک اَعمال میں رغبت کرنے والے ہوں، علمِ دِین اور ادب و آداب سے مزین و آراستہ ہوں۔ چنانچہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: ”اس شخص کیلئے خوشخبری ہے جو محتاج نہ ہونے کے باوجود عاجزی کرے، اپنا مال گناہوں میں خرچ نہ کرے، محتاج و مسکین پر رحم کرے اور فقہاء و اہلِ علم سے میل جول رکھے۔“[2]

(2) جمعہ اور جماعت میں شریک ہونے کی فضیلت

جمعہ کا دن تمام دِنوں کا سردار ہے اور بہت شرف و فضیلت کا حامل ہے۔ اس دن تمام مخلوقات وجود میں مجتمع ہوئی کہ تکمیلِ خلق اسی دن ہوئی، حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی مٹی اس دن ہی جمع ہوئی، نیز اس دن میں لوگ نمازِ جمعہ جمع ہو کر ادا کرتے ہیں اِن وُجوہ سے اُسے جمعہ کہتے ہیں۔ نمازِ جمعہ فرض ہے، شِعارِ اسلام میں سے ہے، اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔[3] اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۲۸، الجمعۃ: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

نمازِ جمعہ کے لیے پیشتر سے جانا اور مسواک کرنا اور اچھے اور سفید کپڑے پہننا اور تیل اور خوشبو لگانا اور پہلی صف میں بیٹھنا مستحب ہے اور غسل سنت۔[4] جمعہ کی فضیلت پر دو فرامین مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ

---

1 . . . وسائل امام غزالی، الادب فی الدین، آداب جامعة، ص ۲۱۶ ملخصا، احیاء العلوم، کتاب آداب الالفة۔۔۔الخ، الباب الثانی۔۔۔الخ، ۲/ ۲۳۹۔

2 . . . معجم کبیر، رکب المصری، ۵/ ۷۱، حدیث: ۴۶۱۶ ملتقطا۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۲/ ۳۱۷، ملتقطا۔

4 . . . بہارِ شریعت، ۱/ ۷۷۴، حصہ ۴۔

فرمایئے: **(1)** بے شک جمعہ کے دن اور رات میں چوبیس ساعتیں (گھنٹے) ہیں اور ہر ساعت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چھ لاکھ افراد کو جہنم سے نجات عطا فرماتا ہے۔[1] **(2)** جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور خطبہ توجہ سے سنا اور خاموش رہا تو اس کے اگلے جمعہ اور اس کے بعد تین دن تک (یعنی دس دن) کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔[2]

باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عاقل، بالغ، حُر (آزاد)، قادر شخص پر جماعت واجب ہے۔ جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے۔[3] جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا تنہا نماز پڑھنے سے کئی گنا افضل ہے۔ چنانچہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نماز تنہا پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔[4] ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ "جس نے کامل وضو کیا، پھر فرض نماز کے لیے چلا اور امام کے ساتھ نماز پڑھی، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔"[5] لہٰذا ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی سعادت حاصل کیجئے اور اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے مزین کیجئے۔ حدیث پاک میں جماعت سے نماز ادا کرنے کی اور بھی کئی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ "جس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے چالیس دِن تکبیر اولیٰ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کی تو اُس کیلئے دو آزادیاں لکھ دی جائیں گی، ایک نار سے، دوسری نفاق سے۔"[6]

(3) مجالس ذِکر اور نیک کاموں میں شرکت کی فضیلت

اللہ کے ذِکر کی برکتیں:

مجالس ذِکر اور نیک کاموں میں شرکت کرنا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کا ایک بہترین

1 . . . الترغیب والترھیب، کتاب الجمعۃ، الترغیب فی صلاۃ الجمعۃ والسعی الیھا۔۔۔الخ، ۱/ ۳۲۷، حدیث: ۱۰۵۰۔

2 . . . مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل من استمع وانصت فی الخطبۃ، ص ۳۲۳، حدیث: ۱۹۸۸۔

3 . . . بہار شریعت، ۱/ ۵۸۲، حصہ ۳ ملتقطاً۔

4 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ۱/ ۲۳۲، حدیث: ۶۴۵۔

5 . . . ابن خزیمۃ، کتاب الصلاۃ، باب فضل المشی إلی الجماعۃ متوضیا۔۔۔الخ، ۲/ ۳۷۳، حدیث: ۱۴۸۹۔

6 . . . ترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی فضل التکبیرۃ الاولی، ۱/ ۲۷۴، حدیث: ۲۴۱۔

ذریعہ ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر سے دل روشن ہوتا ہے۔ دل پر انوار و تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ چہرہ بارونق ہو جاتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنا ذکر کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر ہی روح کی غذا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد ہی دلوں کو آباد رکھنے کا ذریعہ ہے۔ دلوں کا چین **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر میں ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (پ۱۳، الرعد:۲۸) ترجمۂ کنزالایمان: ”سن لو **اللہ** کی یاد ہی میں دِلوں کا چین ہے۔“ اسی لیے انسان کو چاہیے کہ کسی بھی وقت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی یاد سے غافل نہ ہو، انفرادی اور اجتماعی طور پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرتا رہے۔ اجتماعی طور پر **ذِکرُ اللہ** کرنے کا بھی اپنا ہی لطف ہے۔ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندے مل کر رحمٰن و رحیم عَزَّوَجَلَّ کو یاد کرتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، ان کی خطائیں نیکیوں میں بدل جاتی ہیں اور وہ مغفرت کا پروانہ لے کر لوٹتے ہیں۔ احادیث کریمہ میں **ذکرُ اللہ** کے حلقے قائم کرنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ذِکر کے حلقوں کی فضیلت پر تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** ”جو قوم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے فرشتوں کے سامنے ان کا ذکر فرماتا ہے۔“[1] **(2)** ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ایک قوم کو اٹھائے گا جن کے چہروں پر نور ہوگا اور وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے، لوگ ان پر رشک کریں گے حالانکہ نہ تو وہ انبیاء ہونگے نہ ہی شہداء۔“ ایک اَعرابی نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر عرض کیا: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہمیں ان کا حلیہ بیان فرمائیے تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں۔“ ارشاد فرمایا: ”وہ مختلف قبائل اور مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے جو ذِکرُ اللہ کی محفل میں جمع ہو کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ذِکر کریں گے۔“[2] **(3)** ”جو قوم صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لیے ذکر کرنے کے لیے بیٹھے تو ان کے اُٹھنے سے پہلے آسمان سے ایک منادی انہیں ندا کرتا ہے کہ مغفرت یافتہ ہو کر کھڑے ہو جاؤ کہ تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں۔“[3]

---

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ص ۱۱۱۱، حدیث: ۲۸۵۵۔

2 . . . مجمع الزوائد، کتاب الاذکار، باب ماجاء فی مجالس الذکر، ۱۰/۷۷، حدیث: ۱۶۷۷۰۔

3 . . . مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ۳/۴۰۸، حدیث: ۴۱۲۷۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یاد رہے تلاوتِ قرآن، حمد و ثنا، مناجات و دعا، درود و سلام، نعت اور درس و بیان وغیرہ سب ذِکْرُ اللہ میں شامل ہیں۔ لہٰذا کتنے خوش نصیب ہیں وہ اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں جو اپنی زبان کو نیکی کی دعوت، سنتوں بھرے بیان اور ذکر و دُرُود میں لگائے رکھتے ہیں اور وہ اسلامی بھائی بھی بہت خوش قسمت ہیں کہ جو دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار اور دیگر سنتوں بھرے اجتماعات میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ بھی ذِکْرُ اللہ کے حلقوں میں شرکت کرنے والے شمار کیے جائیں گے اور رحمتِ الٰہی سے ان فضائل کے حقدار ٹھہریں گے جو ذِکر کے حلقوں میں شرکت کرنے والوں کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔

(4) عیادت کرنے کی فضیلت

مریض کی عیادت کرنا حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اور مسلمان کے حقوق میں شامل ہے کہ اس کی عیادت کی جائے۔ عیادت کرنے میں فاسق و متقی کی کوئی تخصیص نہیں، دونوں کی عیادت کی جائے گی۔[1] نیز معمولی بیماری میں بھی بیمار پُرسی کرنا سنت ہے جیسے آنکھ یا کان یا ڈاڑھ کا درد کہ یہ اگرچہ خطرناک نہیں مگر بیماری تو ہیں۔[2] عیادت کے بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ 2 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** ”جس نے مریض کی عیادت کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر پچھتر (75) ہزار ملائکہ کے ذریعے سایہ فرمائے گا اور گھر واپس آنے تک اس کے ہر قدم اٹھانے پر اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کے ہر قدم رکھنے پر اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا، جب وہ مریض کے ساتھ بیٹھے گا تو رحمت اسے ڈھانپ لے گی اور گھر واپس آنے تک رحمت اسے ڈھانپے رہے گی۔“[3] **(2)** ”جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کے لیے صبح کو جائے تو شام تک اس کے لیے ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور شام کو جائے تو صبح تک ستّر ہزار فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔“[4]

1... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۰۳ ملخصاً۔

2... مرآۃ المناجیح، ۲/ ۴۱۵۔

3... الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز، الترغیب فی عیادۃ المرضی۔۔۔ الخ، ۴/ ۱۶۳، حدیث: ۵۳۴۸ ملتقطاً۔

4... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، ۲/ ۲۹۰، حدیث: ۹۷۱۔

عیادت کے آداب:

بیمار پُرسی کے وقت بیمار کے سرہانے بیٹھنا سنت ہے۔[1] جب عیادت کرے تو مریض کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کی مزاج پُرسی کرے۔ حضرت **ابو امامہ** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ اس کی پیشانی پر یا فرمایا: ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھے کہ مزاج کیسا ہے۔"[2] اگر معلوم ہے کہ عیادت کو جائے گا تو اس بیمار پر گراں گزرے گا ایسی حالت میں عیادت نہ کرے۔ عیادت کو جائے اور مرض کی سختی دیکھے تو مریض کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ تمہاری حالت خراب ہے اور نہ سر ہلائے جس سے حالت کا خراب ہونا سمجھا جاتا ہے، اُس کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہئیں جو اس کے دل کو بھلی معلوم ہوں۔[3] حدیث پاک میں ہے کہ "جب مریض کے پاس جاؤ تو درازیٔ عمر کی بات کر کے اس کا غم دور کرو کیونکہ یہ گفتگو تقدیر کو رَد نہ کرے گی اور اُس کا دل خوش ہو جائے گا۔"[4] حضرت سَیِّدُنَا **عبداللہ** بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: "بیمار پُرسی میں مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنا اور شور نہ کرنا سنت ہے۔"[5] مریض سے اپنے لیے دعا بھی کروالیجئے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں بیمار شخص کی دعا قبول ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "مریض جب تک تندرست نہ ہو جائے اس کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔"[6] ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ "جب تم کسی مریض کے پاس آؤ تو اس سے اپنے لیے دعا کی درخواست کرو کیونکہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہے۔"[7] اور جب کسی بیمار کی بیمار پُرسی کریں تو اس کی صحت یابی کے لیے بھی دعا کر دیجئے۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس نے کسی ایسے مریض کی عیادت کی جس کی موت

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ٢/٣٢٦۔
2. ... ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب۔۔۔الخ، باب ماجاء فی المصافحۃ، ٤/٣٣٤، حدیث: ٢٧٤٠۔
3. ... بہار شریعت، ٣/٥٠٥، حصہ ١٦۔
4. ... ترمذی، کتاب الطب، باب ٣٥، ٤/٢٥، حدیث: ٢٠٩٤۔
5. ... مشکاۃ المصابیح، کتاب الجنائز، باب عیادۃ المریض۔۔۔الخ، ١/٣٠٢، حدیث: ١٥٨٩۔
6. ... الترغیب والترہیب، کتاب الجنائز، الترغیب فی عیادۃ المرضی۔۔۔الخ، ٤/١٢٥، حدیث: ٥٣٤٤۔
7. ... ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، ٢/١٩١، حدیث: ١٤٤١۔

کا وقت قریب نہ آیا ہو اور عیادت کرنے والا اس مریض کے پاس سات مرتبہ یہ الفاظ کہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مریض کو اس مرض سے شفا عطا فرمائے گا: ''اَسْئَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَكَ یعنی میں عظمت والے، عرش عظیم کے مالک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے تیرے لیے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔''[1]

(5) جنازے میں شریک ہونے کی فضیلت

نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بریُ الذِّمَّہ ہو گئے، ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گنہگار ہوا۔[2] جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے، ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے، حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سعد بن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا جنازہ اٹھایا۔[3] حدیث پاک میں جنازے میں شریک ہونے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''جو نماز ادا کرنے تک جنازے میں شریک رہا اس کے لیے ایک قیراط ثواب ہے اور جو تدفین تک شریک رہا اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے۔'' عرض کیا گیا: دو قیراط کیا ہیں؟ فرمایا: ''دو عظیم پہاڑوں کی مثل۔''[4] ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ ''بندے کو اپنی موت کے بعد سب سے پہلے جو جزا دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے جنازے میں شریک تمام افراد کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''[5] جب بھی جنازے میں شریک ہوں تو ہنسی مذاق کرنے اور دنیاوی باتوں میں مشغول ہونے سے گریز کریں اور اپنی موت، قبر و حشر کے معاملات اور اُخروی مصائب کے بارے میں غور و فکر کریں اور جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے کلمہ طیّبہ کا ورد کریں اور جنازے کو دیکھ کر سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ پڑھیں۔ منقول ہے کہ حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: **اللہ** تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ میرا تو ایک ہی کلمہ **اللہ** تعالیٰ کو پسند آگیا اور اسی پر میری مغفرت

---

1 . . . ابوداود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عند العیادة، ٣/ ٢٥١، حدیث: ٣١٠٦۔

2 . . . بہار شریعت، ١/ ٨٢٥، حصہ ٤۔

3 . . . بہار شریعت، ١/ ٨٢٢، حصہ ٤۔

4 . . . بخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن، ١/ ٤٤٦، حدیث: ١٣٢٥۔

5 . . . مسند بزار، طاؤس عن ابن عباس، ١١/ ٨٦، حدیث: ٤٧٩٦۔

ہوگئی اور وہ کلمہ وہی ہے جو حضرت سیِّدُنا عثمانِ غنی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ ہر جنازہ دیکھ کر پڑھا کرتے تھے: سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ (پاک ہے وہ ذات جو ہمیشہ سے ہے اور اس کے لیے کبھی موت نہیں ہے)۔[1]

(6) محتاجوں کی غم خواری کرنے کی فضیلت

تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم: **(1)** ”جو کسی غمزدہ شخص سے تعزیت (یعنی غم خواری) کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے تقوٰی کا لباس پہنائے گا اور روحوں کے درمیان اس کی روح پر رحمت فرمائے گا اور جو کسی مصیبت زدہ سے تعزیت کریگا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُسے جنت کے جوڑوں میں سے دو ایسے جوڑے پہنائے گا جن کی قیمت (ساری) دنیا بھی نہیں ہو سکتی۔“[2] **(2)** ”جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اسے مصیبت زدہ کے برابر اجر ملے گا۔“[3] **(3)** ”جو بندۂ مؤمن اپنے کسی مصیبت زدہ بھائی کی تعزیت کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔“[4] ❁ محتاج اور غمزدہ مسلمانوں کی غم خواری کرنے کے کئی دِینی و دُنیاوی فوائد ہیں۔ مثلاً: جس شخص سے تعزیت و غم خواری کی جائے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے اور اسے فائدہ پہنچتا ہے اور کسی کو نفع پہنچانا بہترین وصف ہے۔ حدیث پاک میں ہے: ”خَیْرُ النَّاسِ اَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ یعنی بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو سب سے بڑھ کر فائدہ پہنچائے۔“[5] غمخواری کرنے سے اُس کے دل میں الفت پیدا ہو گی اور آپ اس کے اہل محبت افراد کی فہرست میں شامل ہو جائیں گے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انسان خوشیوں میں شریک ہونے والے کو تو بھول سکتا ہے لیکن غم میں شریک ہونے والے کو فراموش نہیں کر سکتا۔ نیز ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ جب کبھی غمخواری کرنے والا مصیبت و پریشانی سے دوچار ہو گا تو جس سے غمخواری کی ہو گی وہ بھی اس کے غم میں شریک ہو گا، رضائے الٰہی و اجر و ثواب کے اُخروی فوائد اِس سے جدا ہیں۔

---

1 ... احیاء العلوم، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، الباب الثامن، بیان منامات المشائخ، ۵/۲۶۲۔

2 ... معجم اوسط، من اسمه هاشم، ۶/۴۲۹، حدیث: ۹۲۹۲۔

3 ... ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا، ۲/۳۳۸، حدیث: ۱۰۷۵۔

4 ... ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا، ۲/۲۶۸، حدیث: ۱۶۰۱۔

5 ... معجم اوسط، من اسمه محمد، ۴/۲۲۲، حدیث: ۵۷۸۷۔

(7) جاہلوں کی رہنمائی کرنے کی فضیلت

علم سکھانے کی فضیلت پر تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: (1) ”بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتے اور زمین وآسمان والے لوگوں کو بھلائی سکھانے والے پر درود بھیجتے ہیں یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بِلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کیلئے دعا کرتی ہیں۔“[1] (2) ”جو کوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فرائض سے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی طرح یاد کرلے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا۔“[2] (3) ”جس نے علم کا ایک باب اس لیے سیکھا کہ لوگوں کو سکھائے گا تو اسے ستّر (70) صدیقین کا ثواب دیا جائے گا۔“[3]

(8) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے کے لیے حکمتیں

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا دِین کا مرکزی ستون ہے، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا اس اُمّت کی فضیلت میں بیان فرمایا گیا ہے، لیکن نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے منع کرنے والے کیلئے بھی چند آداب اور حکمتیں ہیں جنہیں ملحوظ خاطر رکھا جائے تو کماحقہ اس کے فوائد حاصل ہوں گے۔ چند آداب یہ ہیں: (1) مبلغ باعمل ہو کیونکہ باعمل کی بات جلد اثر کرتی ہے۔ (2) علمائے اہلسنت کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں۔ (3) جب کسی کو نیکی کی دعوت دیں تو محبت سے پیش آئیں اور گناہ کرتے دیکھیں تو نہایت ہی نرمی کے ساتھ اسے منع کریں اور محبت کے ساتھ سمجھائیں۔ (4) بے جا جذباتی نہ بنیں، نہ جھڑک کر سمجھائیں اس سے اُلٹا ضد پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس طرح لوگ آپ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ (5) اگر کوئی غلطی کردے تو اسے سب کے سامنے ہرگز نہ ٹوکیں۔ اس سے آپ کی بات بے اثر ہو جائے گی اور اس کی دل آزاری ہو جانے کا بھی قوی امکان ہے لہٰذا موقع پا کر اُسے اکیلے میں محبت کے ساتھ سمجھائیں گے تو قوی امید ہے کہ وہ اپنی غلطی کی اصلاح کرلے گا۔ (6) کوئی گناہ کر رہا ہے اور ہمارا گمان غالب ہے کہ اگر ہم سمجھائیں گے تو برائی سے باز آجائے گا تو ایسی صورت میں امر بالمعروف و نہی

---

1 ۔۔۔ ترمذی، کتاب العلم، باب فضل الفقہ علی العبادۃ، ۴/ ۳۱۳، حدیث: ۲۶۹۴۔

2 ۔۔۔ الترغیب والترھیب، کتاب العلم، الترغیب فی العلم۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۹، حدیث: ۱۲۰۔

3 ۔۔۔ الترغیب والترھیب، کتاب العلم، الترغیب فی العلم۔۔۔ الخ، ۱/ ۶۸، حدیث: ۱۱۹۔

عن المنکر واجب ہے اگر نہ کیا تو گناہگار ہوں گے۔(7) مبلغ کا با اخلاق اور ملنسار اور باکردار ہونا بے حد ضروری ہے۔(8) مبلغ صابر اور بُردبار بھی ہو، ہو سکتا ہے جس کو سمجھایا جارہا ہے وہ بپھر جائے یا گالی وغیرہ بک دے، مبلغ کے لیے یہ موقع امتحان کا ہوتا ہے اگر دامن صبر ہاتھ سے جاتا رہا اور آپ نے بھی خدانخواستہ غصہ کا مظاہرہ کیا تو آپ بازی ہار گئے۔(9) مبلغ کے مزاج میں بے جا غصہ ہو ہی نہ، نرمی ہی نرمی ہونی چاہیے۔(10) نیکی کی دعوت دینے کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات، تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کریں اور احیائے سنت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے اپنے آپ کو تیار رکھیں۔(11) مبلغین کو چاہیے کہ وہ بحث ومباحثہ اور جدل ومناظرہ میں نہ پڑیں بلکہ ایسے موقع پر علمائے حقہ کی طرف رجوع کریں کہ یہ انہیں حضرات کا شعبہ ہے۔البتہ !اپنے عقائد واعمال میں پختہ ضرور رہیں۔ والدین یا بڑے بہن بھائی اگر خطا کے مرتکب ہوں تو ہرگز ان پر شدت نہ کریں بلکہ نہایت عاجزی اور نرمی کے ساتھ اصلاح کی درخواست کریں، ان سے الجھا نہ کریں۔[1]

(9) اپنے آپ کو ایذاء رسانی سے بچانے کا بیان

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾(پ۲، البقرۃ:۱۹۵) ترجمۂ کنزالایمان:"اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔" دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ﴾ (پ۵، النساء: ۲۹) ترجمۂ کنزالایمان:"اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔" **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان نے اس آیت کے کئی معانی بیان فرمائے ہیں:(1) مسلمانو! آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو کیونکہ تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں تو ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا گویا خود کو قتل کرنا ہے۔(2) خودکشی کر کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ (3) حرام مال لے کر اور گناہ کر کے عذاب کے مستحق نہ بنو اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (4) جان کا خطرہ ہوتے ہوئے مال کی ہوس میں تجارت کے لیے دشمن کے ملک میں نہ جاؤ۔(5) ایسے غیر ضروری کام نہ کرو جس میں ہلاکت غالب ہو۔ (6) ایسے کام نہ کرو جس سے قتل کیے جاؤ جیسے زنا، ڈکیتی اور کسی کو مار ڈالنا۔ (7) تجارت میں دھوکہ بازی کر کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کہ اس سے تمہارا اعتبار اٹھ جائے گا اور تمہاری

---

[1] ... حکایتیں اور نصیحتیں، پیش لفظ، ص۶تا۸ ملخصاً۔

تجارت تباہ ہو جائے گی۔ تجارت کی تباہی قوم کی ہلاکت ہے۔[1] ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: ”شیر کے منہ میں جانا، سانپ سے اپنے کو کٹوانا، زہر پینا غرضکہ کسی بھی طرح خود کو ہلاکت میں ڈالنا ممنوع ہے۔ خطرہ کی جگہ بلا احتیاط، بلا ضرورت جانا جیسے بے ہتھیار میدانِ جنگ میں جانا منع ہے کہ یہ بھی اپنے کو ہلاک کرنا ہے۔ بھوک ہڑتال کرنا حرام ہے کہ اس میں اپنی ہلاکت کا سامان خود مہیا کرنا ہے۔ نیز جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ کیونکہ اس میں بھی اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے مگر جہاں تم ہو اور طاعون آجائے وہاں سے نہ بھاگو۔“[2]

(10) تکالیف پر صبر کرنے کی فضیلت

تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی بندے کو صبر سے بہتر اور وسعت والی کوئی بھلائی عطا نہیں فرمائی۔“[3] **(2)** نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”قیامت کے دن جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب دیا جائے گا تو دنیا میں عافیت کے ساتھ رہنے والے تمنا کریں گے کہ کاش! ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا جاتا۔“[4] **(3)** ”مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے حتی کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کی وجہ سے یا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کا کوئی ایسا گناہ مٹا دیتا ہے جس کا مٹانا اسی مصیبت پر موقوف تھا یا اسے کوئی بزرگی عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس مصیبت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اس تک نہ پہنچ پاتا۔“[5] یاد رکھیے مذکورہ احادیث میں مصیبت سے مراد وہ مصیبت ہے جس پر صبر کیا جائے۔ محض مصیبت کے آنے سے یہ فضیلتیں حاصل نہ ہوں گی بلکہ ان پر صبر کرنا بھی ضروری ہے۔

نوٹ: صبر کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے ”فیضان ریاض الصالحین جلد اول“ کے باب نمبر 3 کا مطالعہ کیجئے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... تفسیر نعیمی، پ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۲۹، ۵/ ۳۵ ملخصاً۔

2 ... تفسیر نعیمی، پ۲، البقرہ، تحت الآیۃ: ۱۹۵، ۲/ ۲۶۰ ملتقطاً۔

3 ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستعفاف عن المسالۃ، ۱/ ۴۹۶، حدیث: ۱۴۶۹۔

4 ... ترمذی، کتاب الزھد، باب ۵۹، ۴/ ۱۸۰، حدیث: ۲۴۱۰۔

5 ... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب المرض والکفارات، ۴/ ۲۹۳، حدیث: ۲۴۲۔

باب نمبر:71

تواضع اور اچھا سلوک کرنے کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اسلام تواضع وعاجزی کا درس دیتا ہے۔عاجزی وانکساری میں دنیاو آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ عقل و فہم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ دنیاو آخرت کی بلندی کے لئے انسان جیتے جی پیوندِ زمین ہوجائے اور عاجزی واِنکساری کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے اور بلا امتیاز لوگوں سے میل جول رکھے کسی امیر یا غریب کا فرق کیے بنا ان سے اچھا سلوک کرے کہ یہ چیز انسان کے تکبر کو توڑ کر اسے مُنْکَسِرُ المزاج بناتی ہے، جب انسان ان صفات کا حامل ہوجاتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے دنیاو آخرت میں عظمت وبلندی عطا فرماتا ہے۔لہٰذا ہمیں بھی عاجزی وانکساری اپنانی چاہیے اور غرور وتکبر سے بچنا چاہیے۔ریاض الصالحین کا یہ باب بھی "**تواضع اور مؤمنین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے**" کے بارے میں ہے، اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 5 آیاتِ مبارکہ اور 10 اَحادیثِ طیبہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) رحمت کا بازو

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ (پ ١٩، الشعراء: ٢١٥)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو (تابع) مسلمانوں کے لیے۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: "یعنی ان کے لیے نرمی فرمائیں اور انہیں اپنی صحبت میں لائیں اور ان کی غلطیوں سے در گزر فرمائیں، ان کے بُرے احوال سے چشم پوشی فرما کر ان کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کریں، اگر وہ محروم رکھیں تو انہیں عطیات سے نوازیں اگر وہ آپ پر ظلم کریں، آپ کی حق تلفی کریں تو انہیں معاف کر دیں اور ان کے لئے بخشش مانگیں اور رشتہ داروں کے ساتھ عاجزی، تواضع اور اِنکساری سے پیش آئیں یعنی ان پر مہربانی فرمائیں۔"(1)

---

(1) . . . تفسیر روح البیان، پ ١٩، الشعراء، تحت الآیۃ: ٢١٥، ٦/ ٣١١۔

(2) مسلمانوں پر نرم اور کفار پر سخت

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ (پ ۶، المائدۃ: ۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ اُن کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔

تفسیر قرطبی میں ہے: "یہ قرآن اور حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ہے کہ مُرْتَدْ ہونے والوں کی پہلے ہی خبر دے دی۔ فرمایا: اللہ ایسے لوگ لائے گا جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہونگے۔ یعنی وہ مؤمنین سے نرمی کا برتاؤ کریں گے اور کفار کے لئے سخت ہونگے اور ان کے دشمن ہوں گے۔" حضرت سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا: "وہ مسلمانوں کے لئے ایسے نرم ہوں گے جیسے باپ بیٹے کے لئے ہوتا ہے اور آقا غلام کے لئے اور کفار پر ایسے سخت ہونگے جیسے شیر اپنے شکار پر ہوتا ہے۔"[1]

(3) زیادہ عزت والا کون؟

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (پ ۲۶، الحجرات: ۱۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

خوش نصیب غلام:

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۶، المائدۃ، تحت الآیۃ: ۵۴، ۳/ ۱۳۰، الجزء السادس ملتقطا۔

ہے جو زیادہ متقی و پرہیز گار ہے، اگرچہ وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ اگر تم فخر کرنا چاہتے ہو تو تقویٰ، فضلِ الٰہی اور اس کی رحمت بلکہ اس کی ذات سے فخر کرو، کیا تم نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشادِ گرامی نہیں سنا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَ لَا فَخْرَ یعنی میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور اس پر میں فخر نہیں کرتا یعنی مجھے سیادت ورسالت کا فخر نہیں بلکہ عبودیت (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا بندہ ہونے) پر فخر ہے کیونکہ یہی حقیقی بزرگی ہے اور اسی عَبدیّت کے شرف کی وجہ سے کلمۂ شہادت میں لفظ ”عَبْدُہٗ“ کو لفظ ”رَسُوْلُہٗ“ پر مقدم کیا گیا ہے جیسے ”اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ“۔ مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بازارِ مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے، اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے ہر نماز میں ملاحظہ فرماتے، پھر وہ غیر حاضر ہو گیا، حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے عرض کی: وہ بیمار ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، پھر کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ وہ نزع کے عالم میں ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے تو اس کا انتقال ہو گیا، حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے غسل دیا اور اس کی تدفین کی، اس بات پر مہاجرین وانصار کو بہت تعجب ہوا کہ ایک حبشی غلام کے لئے اتنا اہتمام، اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔“[1]

(4) اپنی بڑائی بیان کرنے سے بچو!

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ (۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ

[1] ... تفسیر روح البیان، پ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ: ۱۳، ۹/ ۹۱۔

(پ۲۷، النجم:۳۲) بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: سَیِّدُنا حسن رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ہر شخص کے بارے میں علم ہے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا کرے گا، لہٰذا تم اپنے بارے میں یہ نہ کہو کہ ہم گناہوں سے بالکل پاک ہیں اور نہ ہی اپنے اچھے اعمال کی تعریف کرو کیونکہ اعمال کی زینت بھی وہی معتبر ہے جو خالص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ تمہارے احوال واعمال کو خوب جانتا ہے۔ یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو عبادت کرنے کے بعد کہتے تھے کہ ہماری نماز، ہمارے روزے، ہمارا حج۔ خیال رہے کہ اپنی عبادت کا تذکرہ اس وقت ممنوع ہے جب اپنی بڑائی یا ریاکاری مقصود ہو اور اگر اس بات کا اظہار مقصود ہو کہ میرے یہ اعمال اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے ادا ہوئے ہیں تو یہ ممنوع نہیں کیونکہ طاعتِ الٰہی پر خوش ہونا بھی نیکی ہے اور شکر ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔[1]

(5) مسلمانوں کو حقیر جاننے والے کفار کا انجام

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ نَادٰۤی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِیْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (۴۸) اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَیْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (۴۹)

(پ۸، الاعراف:۴۸، ۴۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہیں کیا کام آیا تمہارا جتھا اور وہ جو تم غرور کرتے تھے کیا یہ ہیں وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ ان کو اپنی رحمت کچھ نہ کرے گا ان سے تو کہا گیا کہ جنت میں جاؤ نہ تم کو اندیشہ نہ کچھ غم۔

اَعراف والے کون ہیں؟

تفسیر صراط الجنان میں ہے: جب اَعراف والوں کی آنکھیں جہنمیوں کی طرف پھیر دی جائیں گی اس

[1] ... تفسیر روح البیان، پ۲۷، النجم، تحت الآیۃ: ۳۲، ۹/ ۲۴۴ ملخصاً۔

وقت کفار جو کہ دنیا میں تو سردار تھے اور قیامت میں جہنم کے باسی، ان کی پیشانیوں پر جہنمی ہونے کی علامات موجود ہوں گی جس سے اَعراف والے انہیں پہچانتے ہوئے پکاریں گے: ”تمہاری جماعت اور جو تم تکبر کرتے تھے وہ تمہیں کام نہ آیا۔“ اَعراف والے غریب جنتی مسلمانوں کی طرف اشارہ کرکے مشرکوں سے کہیں گے کہ کیا یہی وہ غریب مسلمان ہیں جنہیں تم دنیا میں حقیر سمجھتے تھے اور جن کی غریبی فقیری دیکھ کر تم قسمیں کھاتے تھے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر رحمت نہیں فرمائے گا، اب خود دیکھ لو کہ وہ جنت کے دائمی عیش و راحت میں کس عزت واحترام کے ساتھ ہیں اور تم کس بڑی مصیبت میں مبتلا ہو۔[1]

غریبوں کی غربت کا مذاق اڑانے سے بچا جائے:

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے دھوکا نہ کھانا چاہیے نیز کسی غریب کی غربت کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے۔ غریبوں کی بے کسی کا مذاق اڑانا کافروں کا طریقہ ہے۔ قرآنِ پاک میں کئی جگہ موجود ہے کہ کفار مسلمانوں کو غریب ہونے کی وجہ سے طعنے دیتے تھے۔ مسلمان کو غربت کے طعنے دینا ایذاءِ مسلم اور حرام فعل ہے۔ ایذاءِ مسلم کے مُرتکب لوگوں کو اِس حدیثِ مبارک سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا تم جانتے ہو کہ مُفلِس کون ہے؟“ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس درہم اور ساز و سامان نہ ہو۔ ارشاد فرمایا: ”میری اُمّت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ (وغیرہ اعمال) لے کر آئے اور اس کا حال یہ ہو کہ اس نے (دنیا میں) اِسے گالی دی، اُسے تہمت لگائی، اِس کا مال کھایا، اُس کا خون بہایا، اُسے مارا۔ اِس کی نیکیوں میں سے کچھ اُس مظلوم کو دے دی جائیں گی اور کچھ اِس مظلوم کو، پھر اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں (اس کے پاس سے) ختم ہو جائیں تو ان مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“[2]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... تفسیر صراط الجنان، پ۸، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۸، ۴۹، ۳ / ۳۳۰، ۳۳۱۔

2 ... تفسیر صراط الجنان، پ۸، الاعراف، تحت الآیۃ: ۴۹، ۳ / ۳۳۱۔

حدیث نمبر:602

تواضع اختیار کرو

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ وَلَا يَبْغِيْ اَحَدٌ عَلٰى اَحَدٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عیاض بن حِمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تواضُع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر زیادتی کرے۔"

عجز و اِنکساری کے دِینی و دُنیاوی فوائد:

عَلّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حضرت سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا فرمان ہے کہ تواضع یہ ہے کہ جب انسان گھر سے نکلے تو ملنے والے ہر مسلمان کو خود سے افضل جانے۔ حضرت سَیِّدُنا ابو زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ "جب تک انسان یہ گُمان رکھے کہ مخلوق میں اس سے کمتر بھی کوئی موجود ہے تو وہ متکبر ہے۔" علامہ قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قول ہے کہ انکساری اور عاجزی کا نام تواضُع ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی ایسا ہو جس کے سامنے وہ تواضع کرے اور وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ذات ہے اور وہ لوگ ہیں جن کے لئے تواضع اختیار کرنے کا حکم خود اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دیا ہے جیسے، امامُ الانبیاء، محمد مُصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، حاکم، عالم، امام اور والد وغیرہ۔ یہی وہ قابلِ تعریف تواضع ہے جو دونوں جہاں میں بلندی وعظمت کا باعث بنتی ہے۔ رضائے الٰہی کے لئے مسلمانوں کے سامنے عاجزی کرنا محمود و مُستحب ہے اور جو اس طرح تواضع کرے گا اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کے دِلوں میں اِس کی قدر و منزلت پیدا فرمادے گا، اس کا اچھا تذکرہ ہو گا اور آخرت میں اس کا مقام بلند ہو گا۔ خیال رہے کہ کسی دنیادار اور ظالِم کے سامنے عاجزی کرنا ذِلّت و ناکامی ہے جو ایسا کرے گا وہ ہر معاملے میں نقصان اٹھائے گا اور آخرت میں اس کی رُسوائی ہو گی۔ منقول ہے کہ "جس نے کسی مالدار کے لئے اس کی مالداری کی وجہ سے تواضع اختیار کی اس

[1] ... مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب الصفات التی یعرف بھا۔۔۔ الخ، ص ۱۱۷۳، حدیث: ۷۲۰۷۔

کے دِین کا تہائی حصہ ضائع ہو گیا۔“[1]

کفار پر فخر کرنا عبادت ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یعنی عجز واِنکساری اختیار کرو تاکہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے نہ مال میں نہ نسب وخاندان میں نہ عزت یا جتھہ میں اور کوئی مسلمان کسی بندے پر ظلم نہ کرے نہ مؤمن پر نہ کافر پر ظلم سب پر حرام ہے مگر کبر وفخر مسلمان پر حرام ہے کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمتِ ایمان کا شکر ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) تواضع یہ ہے کہ جب انسان گھر سے نکلے تو ملنے والے ہر مسلمان کو خود سے افضل سمجھے۔

(2) جب تک انسان یہ گمان کرے کہ مخلوق میں اس سے کمتر انسان ہیں تو وہ متکبر ہے۔

(3) تواضع کرنے والے کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ لوگوں کے دلوں میں مقام ومرتبہ پیدا فرما دیتا ہے اور لوگوں میں اس کا اچھا تذکرہ ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو بلند مقام عطا فرمائے گا۔

(4) دنیادار اور ظالم کے لئے تواضع اختیار کرنے والا دنیا وآخرت میں ذِلت وخواری اٹھائے گا۔

(5) کوئی شخص اپنے اچھے اَخلاق اور اچھی خوبیوں کی وجہ سے کسی دوسرے پر فخر نہ کرے کہ اصل کے لحاظ سے تمام انسان برابر ہیں۔

(6) جس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے عجز واِنکساری کو اختیار کیا گویا کہ اس نے اپنے اور ظلم وفساد اور عِناد کے درمیان رُکاوٹ کھڑی کر دی۔

(7) کفار پر فخر کرنا عبادت ہے کہ یہ نعمتِ ایمان کا شکر ہے۔

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی التواضع وخفض الجناح للمؤمنین، ۳/ ۵۳، تحت الحدیث: ۶۰۱۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۵۰۶۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عجز وانکساری اختیار کرنے اور غرور و تکبر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

صدقہ، عفوو درگزر اور تواضع کی فضیلت

حدیث نمبر: 603

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: مَا نَقَصَتْ صَدَقَۃٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللہُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَهُ اللہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور درگزر کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت میں اضافہ ہی فرماتا ہے اور جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔"

دنیا و آخرت میں بلندی:

عَلَّامَہ اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا۔" اس کی دو وجہیں ہیں: ❁ ایک معنٰی یہ کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے مال میں برکت عطا فرماتا ہے اور نقصان دینے والی چیزوں کو اُس سے دُور فرماتا ہے اور مال میں ہونے والی ظاہری کمی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پوشیدہ برکت کے ذریعے پوری فرما دیتا ہے۔ ❁ دوسرا معنٰی یہ کہ صدقہ کرنے سے مال میں جو کمی واقع ہوئی اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے بدلے آخرت میں ثواب عطا فرما کر اس کمی کو پورا فرما دے گا۔ "درگزر کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔" اس کی بھی دو جہتیں ہیں: ❁ ایک تو اس کا ظاہری معنٰی ہے کہ جس شخص کی خطا کو معاف کیا جائے اس کے دل میں معاف کرنے والے کے لئے عزت و احترام بڑھ جاتا ہے ❁ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ معاف کرنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ آخرت میں اجر و ثواب دے گا اور اُس کی عزت آخرت میں بڑھائے گا۔ "جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضع اختیار کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔" اس میں بھی دو جہتیں ہیں: ❁ ایک یہ کہ دنیا میں

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ص ۱۰۷۱، حدیث: ۲۵۹۲۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلند فرمائے گا اور تواضع کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی قدر و منزلت بلند فرمائے گا۔ ❁ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے آخرت میں ثواب اور بلندی عطا فرمائے گا۔“[1]

خودداری کے ساتھ انکساری:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: **(صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا)** خیرات مال کم نہیں کرتی بلکہ مال بڑھاتی ہے، زکوۃ دینے والے کی زکوۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے۔ تجربہ ہے جو کسان کھیت میں بیج پھینک آتا ہے وہ بظاہر بوریاں خالی کرلیتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھرلیتا ہے، گھر کی رکھی بوریاں چوہے، سُسری وغیرہ آفات سے ہلاک ہوجاتی ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں سے صدقہ نکلتا رہے اس میں سے خرچ کرتے رہو ان شآءاللہ بڑھتا ہی رہے گا، کنوئیں کا پانی بھرے جاؤ تو بڑھے ہی جائے گا۔ **(اور درگزر کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ عزت میں اضافہ فرماتا ہے)** یعنی جو بدلہ پر قادر ہو پھر مجرم کو معافی دے دے تو اس سے مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے۔ فتحِ مکہ کے دن کی عام معافی سے سارے کفار مسلمان ہو کر حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مطیع فرمان ہوگئے، معافی سے دلوں پر قبضے ہوجاتے ہیں مگر معافی اپنے حقوق میں چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں۔ قومی، ملکی، دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو اپنے مجرم کو معاف کردو۔ (جو شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے) انکساری جو خودداری کے ساتھ ہو وہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام بلندئ درجات ہے مگر بے غیرتی کی انکساری، انکساری نہیں بلکہ اِحساسِ پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت ہے، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا ثواب (فرمانِ باری تعالیٰ ہے:) ﴿ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ (پ٢٦، الفتح: ٢٩) (ترجمۂ کنزالایمان: کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔)[2]

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، ٨/ ١٤١، الجزء السادس عشر۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ٣/ ٩٣ ملخصاً۔

مدنی گلدستہ

”مدینہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) صدقات وخیرات سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے اور اس میں برکت دے دی جاتی ہے۔

(2) جو عَفْو ودرگُزر سے کام لے اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا وآخرت میں اس کی عزت بڑھاتا ہے۔

(3) معاف کرنے سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے لیکن معافی اپنے حقوق میں ہونی چاہیے نہ کہ شرعی حقوق میں۔

(4) دینی، قومی مجرموں کو اُن کے جرم کی شرعی سزا ضرور ملنی چاہیے تاکہ جرائم کا خاتمہ ہو۔

(5) رضائے الٰہی کے لئے اپنے مسلمان بھائی کے سامنے عاجزی اختیار کرنا بلندئ درجات کا باعث ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں صدقہ وخیرات کرنے، اپنے مسلمان بھائیوں کو معاف کرنے اور عاجزی وانکساری اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:604

بچوں کو سلام کرنا

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ مَرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَیْھِمْ، وَقَالَ: کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَفْعَلُہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بچوں کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا اور فرمایا: ”حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی یوں ہی کیا کرتے تھے۔“

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی اِنکساری:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ حَسنہ اور تواضع واِنکساری کا بیان ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو خود انہیں

[1] ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ۴/ ۱۷۰، حدیث: ۶۲۴۷۔

سلام کرتے۔ شہنشاہِ کائنات، فخرِ موجودات اور تمام مخلوق میں سب سے افضل ہونے کے باوجود خود آگے بڑھ کر سلام کرنا وہ بھی بچوں کو، یہ بہت عظیم عاجزی وانکساری اور بچوں پر انتہائی شفقت کی علامت ہے۔ اِس حدیثِ پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ہر عمل کو بغور دیکھتے اور پھر اُس پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش کرتے۔

بچوں کو آدابِ شریعت سکھاؤ:

عَلَّامَہ اَبُو الْعَبَّاس شَہَابُ الدِّیْن اَحْمَد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کو آدابِ شریعت سکھانے کے لئے اُنہیں سلام کیا کرتے تھے اور بچوں کو سلام کرنے میں تواضع، اِنکساری اور نرمی بھی ہے۔ اگر بچے کو سلام کیا تو اُس بچے پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں کیونکہ نابالغ بچہ مُکَلَّف نہیں ہوتا اور اگر ایک جماعت پر سلام کیا اور اُس میں بچے بھی ہیں اور سلام کا جواب بچوں نے دیا تو بقیہ جماعت پر سے سلام کا جواب ساقط نہ ہوگا اور بچے نے کسی بالغ کو سلام کیا تو اُس پر سلام کا جواب دینا واجب ہے۔“[1]

بچوں کے ساتھ خوش طبعی:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بچوں کو سلام کرنا یہ آپ کے اچھے اخلاق میں سے ہے اور اس میں بچوں کے لئے سنتوں و آدابِ شریعت کی تعلیم ہے کہ وہ سیکھیں اور عمل کریں۔[2] عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: ”کبھی کبھی نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کے ساتھ خوش طبعی فرمایا کرتے تھے اور بچوں کے ساتھ مزاح وخوش طبعی کرنے سے اِنسان کا نفس تواضع کرنے پر تابع ہوتا اور تکبر کی نفی کرتا ہے۔“[3]

---

1 . . . ارشاد الساری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ١٣ / ٢٩٢، تحت الحدیث: ٦٢٤٧۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ١٥ / ٣٦٢، تحت الحدیث: ٦٢٤٧۔

3 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ٩ / ٢٧۔

شہنشاہِ رسالت کی شانِ تواضع کاعالم:

حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم جب فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہونے لگے تو آپ اپنی مبارک اونٹنی ”قصواء“ پر سوار تھے۔ سیاہ رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ آپ کے ایک جانب حضرت ابو بکر صدیق اور دوسری جانب اُسید بن حُضَیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تھے اور آپ کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں میں ڈوبا ہوا لشکر تھا۔ اِس شان وشوکت کو دیکھ کر ابو سفیان نے حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا کہ اے عباس! تمہارا بھتیجا تو بادشاہ ہوگیا۔ حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا کہ اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ نبوت ہے۔ اس شاہانہ جلوس کے جاہ وجلال کے باوجود شہنشاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ تواضع کا یہ عالَم تھا کہ آپ ”سورۂ فتح“ کی تلاوت فرماتے ہوئے اس طرح سر جھکائے ہوئے اونٹنی پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کا سر اونٹنی کے پالان سے لگ جاتا تھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ کیفیتِ تواضع، خداوندِ قدوس کا شکر ادا کرنے اور اس کی بارگاہِ عظمت میں اپنے عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنے کے لئے تھی۔[1]

لفظ ”اللّٰہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بچوں کو آدابِ شریعت سکھانے کے لئے انہیں سلام کیا کرتے تھے۔

(2) حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بچوں کو سلام کرنا آپ کے اچھے اخلاق سے ہے۔

(3) بچوں کے ساتھ مِزاح وخوش طبعی کرنے سے انسان کا نفس تواضع کرنے پر تابع ہوتا اور تکبر کی نفی کرتا ہے۔

---

1 . . . سیرت مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ص ۴۳۳۔

(4) بچوں کو دینِ اسلام کی تربیت دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کو عمل کر کے دکھایا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شریعتِ مُطَہَّرہ پر عمل کرنے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 605

خُلقِ عظیم

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: اِنْ كَانَتِ الْاَمَةُ مِنْ اِمَاءِ الْمَدِيْنَةِ لَتَاْخُذُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَنْطَلِقُ بِهٖ حَيْثُ شَاءَتْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ "مدینہ منورہ کی کوئی لونڈی حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دست مبارک پکڑ لیتی اور وہ جہاں چاہتی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو (اپنے کام کاج کے لئے) لے جاتی۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو: حدیثِ مذکور میں حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ کریمانہ کا بیان ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دونوں جہاں کی بادشاہی سے نوازا اس کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس قدر تواضع پسند اور منکسِرُ المزاج تھے کہ اگر کوئی لونڈی یعنی معمولی سے معمولی انسان بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کسی کام کا کہتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم انکار نہ فرماتے بلکہ اس کی حاجت روائی فرماتے۔

حد درجہ تواضع:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "**رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے خُلقِ عظیم کا یہ مرتبہ تھا کہ اگر کسی لونڈی کو مدینہ طیبہ کی کسی بھی جگہ کوئی حاجت پیش آتی اور اس حاجت کو پورا کرنے کے لئے کسی کی مدد درکار ہوتی اور وہ بارگاہِ رسالت میں حاجت روائی کی درخواست کرتی تو حضور

[1] ... بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، ۴/۱۱۸، حدیث: ۶۰۷۲۔

نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی وہ حاجت پوری فرمادیتے۔ مدینہ طیبہ کی لونڈیوں میں سے کوئی بھی لونڈی آتی اور حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہاتھ پکڑتی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے تھے یہاں تک کہ وہ لونڈی جہاں چاہتی (کام کاج کے لئے) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو لے جاتی۔ یہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حد درجہ تواضع اور تکبر کی تمام اقسام سے براءت کی دلیل ہے۔[1]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "ہاتھ پکڑنے سے مراد ہے اپنی حاجت براری کے لیے عرض کرنا یا کہیں لے جانا اور اگر ظاہری معنی مراد ہوں تب بھی مضائقہ نہیں کہ ساری اُمّت حضور کی اولاد ہے، حضور انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اُمّت کے باپ ہیں مہربان باپ کا ہاتھ اولاد پکڑ لیتی ہے۔ یعنی اگر معمولی سے معمولی آدمی حتی کہ مدینہ کی لونڈی بھی کچھ التجا کے لیے حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضور اس سے ہاتھ چھڑاتے نہ تھے بلکہ اس کی حاجت روائی کردیتے تھے۔ خواہ اپنے گھر لے جاتی یا کسی اور جگہ حضورِ انور منع نہ فرماتے تھے۔"[2]

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَخلاقِ حسنہ:

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ **758** صفحات پر مشتمل کتاب **"سیرتِ رسولِ عربی"** کے صفحہ 340 تا 341 پر ہے: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اَہلِ خانہ و خُدّام اور اَصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے، اپنے دولت خانہ میں اَہلِ خانہ کے کاروبار (کام) کیا کرتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا، خواہش ہوتی تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ حضرت اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دس سال تک آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کی اس عرصہ میں آپ نے کبھی اُن کو اُف نہ کہا اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نمازِ فجر سے فارغ ہوتے تو اہلِ مدینہ کے خادم پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے، آپ ان میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے تاکہ اُن کو شفاء اور برکت ہو۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلتے اور ان کی حاجت بر آری فرماتے۔ اہل

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب البر والصلة، باب الکبر، ۱۵ / ۲۲۴، تحت الحدیث: ۶۰۷۲ ملتقطا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۸ / ۷۱۔

مدینہ کی لونڈیاں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ہاتھ مبارک پکڑتیں اور اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازے کے پیچھے چلتے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے، دراز گوش پر سوار ہوتے اور اپنے پیچھے اَوروں کو بٹھالیتے۔ چنانچہ بنی قُرَیظہ کی لڑائی کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے جس کی مہار (نکیل) اور پالان (گدی) پوستِ خُرما (کھجور کی چھال) کا تھا۔ حجۃ الوداع میں جس کجاوے پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سوار تھے جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو اَزروئے تواضُع سر مبارک کو اِس قدر جھکالیا کہ کجاوے سے آلگا۔

اِنکساری اور اچھے اَخلاق:

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے جو اپنی قوم کے سردار تھے اور غنیمت میں سے حسبِ قاعدۂ جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے، جب اُن کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بِعثت کی خبر پہنچی تو وہ بھاگ کر ملکِ شام کو چلے گئے۔ ان کی بہن پیچھے رہ گئی اور گرفتار ہو کر بارگاہِ رسالت میں آئی، اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ پر اِحسان کیجئے خدا تعالٰی آپ پر احسان کرے گا۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرمادیا۔ وہ شام میں اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بادشاہ ہیں یا پیغمبر، بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضرِ خدمت ہو کر دیکھ آؤ۔ چنانچہ عدی یوں بیان کرتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مسجد میں تشریف رکھتے تھے، میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے۔ اچانک ایک مسکین بڑھیا کسی حاجت کے لئے حاضرِ خدمت ہوئی وہ کہنے لگی: ٹھہریئے! چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ٹھہر گئے اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی، یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں، پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مجھے اپنے گھر لے گئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا میری طرف پھینکا اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ! میں نے کہا: نہیں آپ اس پر تشریف رکھئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہی اس پر

بیٹھو۔ چنانچہ حسب الارشاد میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زمین پر بیٹھ گئے یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ کا یہ حال نہیں ہوا کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا: عدی بن حاتم! کیا تم رَکوسی (نصارٰی اور صابئین کے درمیان ایک فرقہ یا قوم) نہیں ہو؟ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر فرمایا: کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ یہ تمہارے دِین میں جائز نہیں۔ میں اس سے پہچان گیا کہ آپ پیغمبرِ مُرسَل ہیں۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ عدی! شاید تم اس لئے دِینِ اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور تعداد میں تھوڑے ہیں اور ان کے دشمن بہت اور صاحبِ ملک وسلطنت ہیں، مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی وہ کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا اور تم عنقریب سن لوگے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر قادسیہ سے مکہ میں پہنچ کر بیتُ اللہ کا حج کیا کرے گی اور اسے کسی کا ڈر نہ ہوگا اور تم عنقریب سرزمینِ بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لوگے۔ یہ سن کر میں اسلام لایا۔ حضرت عدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ ان تین پیشگوئیوں میں سے دوسری اور تیسری پوری ہو چکی ہے اور پہلی بھی پوری ہو کر رہے گی۔"[1]

مدنی گلدستہ

"بقیع" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِس قدر تواضع پسند اور مُنْکَسِرُ الْمِزَاج تھے کہ اگر کوئی معمولی انسان بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کسی کام کا کہتا تو آپ اِنکار نہ فرماتے۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے اَہلِ خانہ، خُدّام واَصحاب سے نہایت تواضُع سے پیش آیا کرتے۔

(3) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ مسلمان کو اچھے اَخلاق والا ہونا چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو اچھائی میں دوسروں کے کام آئے۔

---

[1] ... سیرت رسول عربی، ص ۳۳۹۔

(4) جب کوئی بڑا عہدہ یا منصب ملے تو اس پر اترانے اور تکبر میں مبتلا ہونے کے بجائے عاجزی و انکساری اور شکر گزاری سے کام لینا چاہیے کہ یہ اُس نعمت کو زوال سے بچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی حضور نبیٔ رحمت شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ کے صدقے اخلاقِ حسنہ کی دولت نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:606

گھر کے کاموں میں ھاتھ بٹانا

عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِيْ بَيْتِهِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مِهْنَةِ اَهْلِهِ ،يَعْنِيْ: خِدْمَةَ اَهْلِهِ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، خَرَجَ اِلَى الصَّلَاةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اسود بن یزید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا گیا کہ حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گھر میں کیا مشغولیت ہوتی تھی؟ فرمایا: ”شہنشاہِ دوعالم، نورِ مجسّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھریلو کاموں میں اپنے اہلِ خانہ کا ہاتھ بٹایا کرتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔“

کمالِ تواضع:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم، رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم گھر کے کام کاج میں اہلِ خانہ کا ساتھ دیا کرتے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کپڑے خود دھولیتے، کپڑوں اور جوتوں کو پیوند لگالیتے، اونٹ کو باندھتے، بکریوں کا دودھ دوہتے، خادموں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور بازار سے اپنا سامان خود اٹھا کر لاتے۔ یہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فضل اور کمالِ تواضع ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِن اُمور میں اُس وقت مشغول ہوتے جب اُن سے اہم کوئی اور کام نہ ہوتا، اگر اُن سے اہم کوئی اور کام ہوتا تو اسے انجام دیتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تو نماز کے لئے

[1] ... بخاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجة اھله ... الخ، ۱ / ۲۴۱، حدیث: ۶۷۶ ملخصا۔

تشریف لے جاتے۔“[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام اپنا کام خود کیا کرتے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے کام خود کر لیا کرتے تھے، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہ کبھی کسی غلام پر ہاتھ اٹھایا اور نہ کسی زوجہ پر۔“[2] عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں تواضع اختیار کرنے، تکبر سے بچنے اور اپنے اہل وعیال کی خدمت کرنے کی ترغیب ہے۔“[3]

نماز کے لئے ہر حال میں تیار رہو:

”گھر کے کاروبار (کام کاج) میں مشغولیت ترکِ جماعت کے لئے عذر نہیں، جب نماز کا وقت ہو جائے تو گھر کے کاروبار چھوڑ دے مگر جب کھانا موجود ہو اور نفس اس کی طرف مائل بھی ہو اور نماز کے لئے اِقامت ہو جائے تو اگر نماز کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو کھانا کھا کر نماز پڑھے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر حال میں آدمی نماز کے لئے تیار رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آئمۂ کرام اپنے کام خود کریں اور یہ صالحین کی عادت ہے۔“[4]

گھر کا کام کرنا صالحین کا طریقہ ہے:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات (یعنی صحابہ و تابعین کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) حضورِ انور کی بیرونی اور اندرونی زندگی کے حافظ ہونا چاہتے تھے اور اُمّت تک پہنچانا چاہتے تھے اس لیے بیرونی زندگی شریف صحابۂ کرام سے پوچھتے تھے اور

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی التواضع وخفض الجناح للمؤمنین، ۳/۵۶، ۵۷، تحت الحدیث: ۶۰۵ ملخصا۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ اهله۔۔۔ الخ، ۴/۲۷۹، ۲۸۰، تحت الحدیث: ۶۷۶ ملتقطا۔

3 . . . فتح الباری، کتاب الاذان، باب من کان فی حاجۃ اهله۔۔۔ الخ، ۳/۱۴۲، تحت الحدیث: ۶۷۶۔

4 . . . تفہیم البخاری، ۱/۱۰۲۷ ملتقطا۔

اندرونی زندگی اَزواجِ پاک سے خصوصًا اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا) سے۔ حضورِ انور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اپنے گھر کے کسی کام میں تکلف نہیں کرتے تھے، بکری دوھ لیتے، اپنے کپڑے دھو لیتے تھے، پھٹے کپڑے، پھٹی نعلین شریف میں پیوند لگا لیتے تھے۔ معلوم ہوا کہ گھر میں کام کر لینا صالحین کا طریقہ ہے کسی جائز کام میں تکلف نہیں چاہیئے۔ (جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز کے لئے تشریف لے جاتے) یعنی جب نمازِ جماعت کا وقت آتا تو سارے کام چھوڑ دیتے گھر بار سے منہ موڑ لیتے جیسے کسی کو جانتے ہی نہیں اور مسجد تشریف لے جاتے یہ ہی سنت ہے، اللہ ایسی زندگی نصیب فرمائے۔ شعر:

اپنے کپڑے خود دھو لینا خاک کے بستر پر سو لینا
سادہ سادہ نیک طبیعت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم[1]

❁ امیر المؤمنین سَیِّدُنا مولا علی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم فرماتے ہیں: ”اگر کوئی کامل شخص اپنے گھر والوں کے لئے کوئی چیز اٹھا کر لے جائے تو اِس سے اُس کے کمال میں کوئی کمی نہیں آتی۔“ ❁ ایک رات امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْعَزِیْز نے خود اٹھ کر اپنے چراغ میں تیل بھر کر اسے روشن کر دیا اور فرمایا: ”میں جب اس کام کے لئے گیا تب بھی عمر تھا اور جب واپس لوٹا ہوں تو اب بھی عمر ہی ہوں، میرے اس کام سے میرے مقام و مرتبے میں کوئی فرق نہیں پڑا اور لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں عاجزی کرنے والا ہو۔“ ❁ ”ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے امیر المؤمنین، حضرتِ سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کو دیکھا کہ آپ کَرَّمَ اللّٰہُ تعالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم نے ایک دِرہم کا گوشت خریدا اور اسے اپنی چادر میں اٹھا لیا، میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! میں اٹھا کر لے جاتا ہوں۔ فرمایا: ”نہیں، عِیال دار آدمی کو اپنا سامان خود اُٹھانا مناسِب ہے۔“[2] ❁ صدر الشریعہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ گھر کے کام کاج سے عار محسوس نہ فرماتے، گھر میں ترکاریاں چھیلتے، کاٹتے اور دوسرے کام بھی کر دیا کرتے تھے۔“[3]

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۷ ملتقطا۔
2 ... احیاء العلوم، ۳/ ۱۰۴۹، ۱۰۵۰ ملخصا۔
3 ... تکبر، ص ۸۱۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان سب پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

مدنی گلدستہ

”شیرِ خدا“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ازروئے تواضع گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے، گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور اپنے کام خود کر لیا کرتے۔

(2) تواضُع، اِنکساری اور خدمت کرنے سے مقام و مرتبہ کم نہیں ہوتا بلکہ عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(3) اپنے کام خود کر لینا اور گھریلو کاموں میں اہلِ خانہ کی مدد کرنا یہ صالحین کا معمول رہا ہے۔

(4) صحابہ و تابعین کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی یہ بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ وہ نبی کریم رءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اندرونی و بیرونی معمولات سے باخبر رہیں تاکہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہر ہر ادا کی پیروی کی جاسکے۔

(5) وہ لوگ کہ جنہیں معاشرے میں کمتر سمجھا جاتا ہے ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے تکبر ختم ہوتا اور عجز و انکساری پیدا ہوتی ہے۔

(6) کام کے دوران نماز کا وقت آجائے تو سارے کام کاج چھوڑ کر نماز کے لئے جانا سنتِ مبارکہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تواضع و اِنکساری، خدمتِ خلق اور نماز کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

خطبہ چھوڑ کر سائل کو جواب دیا

حدیث نمبر: 607

عَنْ اَبِی رِفَاعَةَ تَمِیْم بن اُسَیْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: اِنْتَهَیْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَخْطُبُ، فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ، رَجُلٌ غَرِیْبٌ جَاءَ یَسْاَلُ عَنْ دِیْنِهٖ لَا یَدْرِیْ مَا دِیْنُهٗ؟ فَاَقْبَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، وَتَرَكَ خُطْبَتَهٗ حَتّٰی انْتَهٰی اِلَیَّ، فَاُتِیَ بِكُرْسِیٍّ، فَقَعَدَ عَلَیْهِ، وَجَعَلَ یُعَلِّمُنِیْ مِمَّا عَلَّمَهُ

اللهُ، ثُمَّ اَتٰى خُطْبَتَهُ فَاَتَمَّ اٰخِرَهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو رِفَاعہ تمیم بن اُسید رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: "میں حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، میں نے عرض کیا: یارسولَ الله صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! ایک غریب شخص آیا ہوا ہے جو اپنے دِین کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے، وہ دِین کے بارے میں کچھ نہیں جانتا؟ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ میرے قریب آگئے، ایک کرسی لائی گئی آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اس پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے وہ چیز سکھائی جس کی الله عَزَّوَجَلَّ نے آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو تعلیم فرمائی تھی، پھر آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم خطبہ کے لئے تشریف لے گئے اور اسے مکمل فرمایا۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی تبلیغِ دِین، کمالِ تواضع، کمالِ شفقت اور حُسنِ سلوک کا بیان ہے۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم منبر پر کھڑے خطبہ ارشاد فرمارہے ہیں اسی دوران ایک شخص خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر دورانِ خطبہ سوال کرتا ہے آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ناراض ہونے کے بجائے صبر و تحمل اور تواضع کا مظاہرہ کرتے ہوئے خطبہ چھوڑ کر اس کے قریب تشریف لاکر انتہائی نرمی و شفقت سے اسے دِین کی تعلیم دیتے ہیں جب وہ مطمئن ہو جاتا ہے تو دوبارہ منبرِ اقدس پر تشریف لاکر خطبہ مکمل فرماتے ہیں۔ سُبْحٰنَ الله!

تری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں
ہوں سلامِ عاجزانہ مدنی مدینے والے

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ مذکور سے معلوم ہوا کہ سائل کو جلدی جواب دینا چاہیے اور اَہم چیز کو مُقدَّم رکھنا چاہیے، علمائے کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص ایمان کے بارے میں پوچھنے آئے یا اِسلام میں داخل ہونے آئے تو اُسے فی الفَور اِسلام میں داخل کرنا اور اِسلام کی تعلیم دینا واجب ہے۔"[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الجمعة، باب حدیث التعلیم فی الخطبة، ص ۳۲۸، حدیث: ۲۰۲۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی التواضع، ۳/۵۸، تحت الحدیث: ۶۰۲۔

دورانِ خطبہ دینِ اسلام کی تعلیم دینا:

حَافِظْ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ واجبات کی ادائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اس لیے جب حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دِین کے بارے میں سوال ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خطبہ چھوڑ کر فوراً سائل کو جواب دیا، ہوسکتا ہے وہ سائل مسلمان ہونے آیا ہو اور اس کا سوال ایمان سے متعلق ہو، اس صورت میں اگر اسے فوراً جواب نہ دیا جاتا تو ہوسکتا ہے کہ ایمان لانے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو جاتا اس لئے دورانِ خطبہ ہی اسے فوراً جواب دیا گیا تاکہ ایمان کے معاملے میں تاخیر نہ ہو۔ اِس حدیث پاک میں کُرسی پر بیٹھنے کا ثبوت بھی ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

لفظ ”اللہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اگر کوئی اہم سوال بے موقع پوچھ لیا جائے تب بھی سائل کو جھڑکنے اور اس پر ناراض ہونے کے بجائے سوال کی اہمیت کے پیشِ نظر سنت پر عمل کی نیت سے اگر جواب آتا ہو تو فوراً جواب دے دینا چاہیے۔

(2) حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ اہم چیز کو مُقدَّم رکھا جائے۔

(3) جو مسلمان ہونے آئے، یا ایمان وکفر سے متعلق سوال کرے تو اسے فوراً جواب دینا چاہیے تاکہ اس کے ایمان کی حفاظت ہو۔

(4) نمایاں جگہ کھڑے ہو کر یا کرسی پر بیٹھ کر تبلیغ کرنی چاہیے تاکہ سامعین کو دیکھنے اور سننے میں آسانی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حکمتِ عملی کے ساتھ دِین متین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الجمعۃ، باب حدیث التعلیم فی الخطبۃ، ۳/ ۲۸۱، تحت الحدیث: ۸۷۶۔

حدیث نمبر:608

کھانے کے آداب

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم كَانَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا، لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ قَالَ: وَقَالَ: اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى، وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَاَمَرَنَا اَنْ نُسْلُتَ الْقَصْعَةَ، قَالَ: فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَیِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کھانا تناوُل فرماتے تو اپنی انگلیوں کو تین بار چاٹتے۔ حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا لُقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ گردو غبار صاف کر کے اسے کھالے اور شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔" اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ہمیں پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔"

انگلیاں چاٹنے کا طریقہ:

عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "یہاں کھانے سے مراد وہ کھانا ہے جو انگلیوں سے چمٹ جاتا ہے۔ چاٹنے کی ابتدا درمیانی انگلی سے کی جائے کہ اس پر زیادہ کھانا لگتا ہے، پھر شہادت کی انگلی اور پھر انگوٹھا چاٹا جائے۔ یہاں ان لوگوں کا رد ہے جو دولت کے نشے میں آکر انگلیاں چاٹنے کو ناپسند کرتے ہیں ایسے لوگ راہِ سنت سے دور ہیں اور اگر سنت سے نفرت کرنے کی وجہ سے انگلیاں چاٹنا پسند نہیں کرتے تو کافر ہیں۔"[2]

گرا ہوا لقمہ شیطان کے لئے مت چھوڑو:

امام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "گرا ہوا لقمہ اٹھا کر صاف کرنے کے بعد کھانا سنت ہے جبکہ وہ لقمہ نجاست کی جگہ نہ گرا ہو اگر نجاست کی جگہ گر گیا تو اسے جانوروں کو کھلا دیں یونہی شیطان کے لئے نہ چھوڑیں۔ **"تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔"** یعنی

1 . . . مسلم، کتاب الاطعمة، باب استحباب لعق الاصابع والقصعة۔۔۔ الخ، ص ۸۶۵، حدیث: ۵۳۰۶۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی التواضع، ۳/۵۸، ۵۹، تحت الحدیث: ۶۰۷ ملخصاً۔

کھانے میں برکت تو ہے لیکن انسان نہیں جانتا کہ کھانے کے کس حصے میں ہے، جو کھالیا اس میں ہے، بچے ہوئے میں ہے، انگلیوں پر لگے ہوئے اجزا میں ہے یا گرنے والے لقمے میں؟ پس انسان کو چاہیے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے تمام کھانے کی حفاظت کرے۔"(1)

انگلیاں چاٹنے کا حکم تواضع کے لئے ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنّان فرماتے ہیں: "منکرین انگلیاں اور رِکابی چاٹنے سے نفرت کرتے ہیں۔ تعلیمِ تواضع کے لیے یہ حکم صادر ہوا۔ عیسائی اور اُن کی دیکھا دیکھی بعض مغرب زدہ لوگ تو انگلیوں سے کھانا بھی ناپسند کرتے ہیں وہ چُھری کانٹے اور چمچہ وغیرہ سے ہی کھاتے ہیں، عیسائی تو اِس عمل پر مجبور ہیں کیونکہ وہ ناخن کٹواتے نہیں اور ہاتھ دھوتے نہیں، پانی سے استنجا کرتے نہیں کاغذ سے ہی پونچھتے ہیں، اِن وجوہ سے اُن کے ناخن زہریلے بھی ہوتے ہیں اور اُن میں میل بھی بھرا رہتا ہے وہ انگلیوں سے کیسے کھائیں ان کے ناخنوں میں تو نجاست گندگی میل سب کچھ بھرا ہے۔ مسلمان یہ عمل کیوں کریں وہ ناخن کٹواتے ہیں، ہر وقت وضو وغیرہ میں ہاتھ دھوتے ہیں، استنجا ڈھیلے پھر پانی سے کرتے ہیں، لمبے ناخن ہوتے ہی نہیں اور پورے زہریلے نہیں، بڑے بڑے ناخنوں کے اندر کا میل نجاست زہریلے ہیں۔ ہمارے اَسلاف ہمیشہ انگلیوں سے کھاتے رہے نہ (اس سبب سے) فوت ہوئے، نہ بیمار پڑے۔ ہم سے زیادہ قوی و توانا تھے اور زیادہ عمر پاتے تھے۔ اَوَّلاً آنکھیں کھانا ٹیسٹ کرتی ہیں کہ اِس میں کوڑا کچرا تو نہیں ہے، پھر انگلیاں اُسکی سردی گرمی کا پتہ لگاتی ہیں، پھر ناک اس کی خوشبو بدبو محسوس کرتی ہے، پھر زبان اس کا ذائقہ تازہ یا باسی ہونا، اچھا بُرا، گلا سڑا ہونا محسوس کرتی ہے، پھر دانت اس کا صاف یا کَرکَرا ہونے کا پتہ لگاتے ہیں، اتنی جگہ کھانا ٹیسٹ ہو کر گلے سے اترتا ہے، چُھری کانٹے چمچے سے کھانے سے دوسری ٹیسٹ ختم ہو جاتی ہے لہٰذا ضَرَر کا اندیشہ ہے اس لیے حتی الامکان انگلیوں سے ہی کھانا چاہیے۔ "تم نہیں جانتے کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔" لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اس کھانے میں برکت ہو جو انگلیوں یا پیالے میں لگا رہ گیا ہے، اگر انگلیاں ویسے ہی دھو دی گئیں تو ہم برکت سے محروم رہ گئے۔"(2)

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب استحباب لعق الاصابع والقصعۃ... الخ، ۷/ ۲۰۴، ۲۰۶، الجزء الثالث عشر ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۱۰۔

کھانے کی برکتیں حاصل کرنے کا طریقہ:

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب **"آداب طعام"** کے صفحہ 97 پر شیخ طریقت، امیر اہلسنّت مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رَضَوی دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ فرماتے ہیں: "افسوس صد کروڑ افسوس! آج کل مسلمانوں کے کھانے کا انداز دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ بہت کم ہی خوش نصیب ایسے ہوں گے جو سُنّت کے مطابِق کھانا کھاتے اور اُس کی بَرکتیں پاتے ہوں۔ بیان کردہ حدیثِ مبارَک میں فرمایا گیا: "تمہیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں بَرکت ہے۔" لہٰذا ہمیں کوشِش کرنی چاہیے کہ کھانے کا ایک ذَرّہ بھی ضائع نہ ہو، ہڈّی وغیرہ کو اِس قَدَر چُوس چاٹ لینا چاہیے کہ اِس پر بوٹی کا کوئی جُز اور کسی قسم کے غذائی اَثرات باقی نہ رہیں، ضَرورتاً رِکابی میں ہڈّی کو جھاڑ لیجئے تاکہ کوئی دانہ وغیرہ اَٹکا ہو تو باہر آجائے اور کھایا جاسکے، اگر ہوسکے تو کھانے میں پکے ہوئے گرم مَصالحے مَثَلاً اِلائچی، کالی مِرچ، لونگ، دار چینی، وغیرہ بھی کھالیجئے اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ فائدہ ہی ہو گا۔ اگر نہ کھاسکیں تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ بریانی وغیرہ سے ثابِت ہری مرچیں نکال کر پھینک دینے کے بجائے ممکِن ہو تو کھانا شُروع کرنے سے پہلے ہی انہیں چُن کر محفوظ کر لیجئے اور آئندہ کسی کھانے میں پیس کر ڈال دیجئے۔ اکثر لوگ مچھلی کی کھال بھی پھینک دیتے ہیں اِس کو بھی کھالینا چاہیے۔ اَلغَرَض کھانے کے تمام اَجزاء پر غور کر لیا جائے اور اس کی ہر بے ضَرر چیز کھالی جائے۔ نیز اُنگلیاں اور برتن اِس قَدَر چاٹیں کہ ان میں کھانے کے اَجزاء باقی نہ رہیں۔

حوروں کا مہر:

سیِّدُنا امام محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: کہا گیا ہے کہ جو کھانے کا برتن چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پیے تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے اور گرے ہوئے لقمے اٹھانا حوروں کا مہر ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

جنت کے 8 دروازوں کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

1 . . . احیاء العلوم، کتاب آداب الاکل، الباب الاول، القسم الثالث مایستحب بعد الطعام، ۲/ ۸۔

(1) کھانے کے دوران اگر لقمہ گِر جائے تو اُسے صاف کر کے کھالینا چاہیے کہ اِس سے انسان میں تواضع پیدا ہوتی ہے۔

(2) انگلیاں چاٹنے میں پہلے درمیان والی انگلی چاٹے پھر شہادت کی انگلی اور پھر انگوٹھا۔

(3) کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا سنتِ مبارکہ ہے لہٰذا نہ تو اِس فعل سے کراہیت کرنی چاہیے اور نہ ہی اس پر عمل کرنے میں عار محسوس کرنی چاہیے۔

(4) سنت سے نفرت کرنے سے مَعَاذَاللہ انسان کافر ہو جاتا ہے۔

(5) اگر لقمہ نجاست کی جگہ گِر جائے تو اسے دھو کر جانوروں کو کھلا دینا چاہیے کہ کسی بھی صورت شیطان کے لئے نہ چھوڑیں۔

(6) معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے اس لئے کھانے کا کوئی بھی قابلِ استعمال جزء ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

(7) ہاتھ سے کھانا کھانے کے کئی فوائد ہیں چمچ وغیرہ سے کھانے سے یہ فوائد حاصل نہیں ہوسکتے۔

(8) گِرے ہوئے ٹکڑے اٹھا کر کھالینے چاہییں کہ یہ ٹکڑے حوروں کا مہر ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سنتوں پر عمل کرنے، سنتیں عام کرنے اور سنتوں سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارا ایمان سلامت رکھے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:609

بکریاں چَرانا مبارک عمل ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا بَعَثَ اللهُ نَبِیًّا اِلَّا رَعَی الْغَنَمَ قَالَ اَصْحَابُهُ: وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰی قَرَارِیْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ

1 . . . بخاری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، ۲ / ۶۳، حدیث: ۲۲۶۲۔

کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی ؟ فرمایا: "ہاں! میں چند قیراط کے عوض اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔"

انبیاء کی تواضع وانکساری:

حدیثِ مذکور میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور امامُ الانبیاء محمد مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بکریاں چرانے اور ان کی نگہبانی کرنے کا ذِکر ہے، اس میں انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور امام الانبیاء صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی حد درجہ تواضع وانکساری ہے کہ دونوں جہاں کے مالک و مختار ہونے کے باوجود آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بکریاں چرائیں، گویا کہ ہمیں یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ دنیا میں چاہے کتنے ہی بڑے عہدے پر فائز ہو مگر تواضع وانکساری کا دامن نہ چھوڑنا۔

بکریاں چرانے کی حکمتیں:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: بکریوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے، انہیں چراگاہ میں جمع کرنے اور درندوں سے ان کی حفاظت کرنے سے انسان کے حِلْم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی لئے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اعلانِ نبوت سے قبل بکریاں چرانے کا حکم دیا گیا تاکہ مختلف طبیعتوں کے لوگوں تک دین پہنچانے کی انہیں جو ذمہ داری دی گئی ہے اسکی اچھی طرح سے مشق ہو جائے اور تبلیغ کرنے میں آسانی ہو۔[1] مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "بکریاں چرانے سے طبیعت میں حِلم و بُردباری، محنت کا شوق، ملکی انتظام کی قابلیت اور رِعایا پروری پیدا ہوتی ہے کہ بکریاں ہر وقت محافظ کی حاجت مند ہوتی ہیں اور ان میں انتظام نہیں ہوتا، ہر ایک جِدھر منہ اُٹھا چل دیتی ہے، جو انہیں سنبھال لے گا، وہ اِنْ شَآءَ اللہ تعالٰی رِعایا کو بھی سنبھال لے گا، تبلیغ خوب کر سکے گا، عام طور پر رِعایا کو بکریوں سے اور بادشاہ کو چرواہے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔"[2]

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الاجارۃ، باب رعی الغنم علی قراریط، ۵/ ۳۸۰، تحت الحدیث: ۲۲۶۲ ملتقطاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۳۳۴۔

نبوت تواضع کرنے والوں کو عطا کی گئی:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی علامہ خطابی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے نبوت بادشاہوں اور امیروں میں نہ رکھی بلکہ بکریوں کی دیکھ بھال کرنے والوں اور تواضع کرنے والوں کو عطا فرمائی۔ حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام سلائی کا کام اور حضرت زکریا عَلَیْہِ السَّلَام لکڑی کا کام کرتے تھے۔“(1)

مدنی گلدستہ
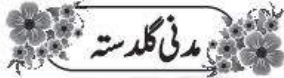
”حطیم“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بکریاں چَرانا بہت مبارک عمل ہے، تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام نے اور خود امام الانبیاء محمد مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی بکریاں چَرائیں۔

(2) بکریاں چَرانے سے طبیعت میں حِلم وبُردباری، محنت کا شوق، ملکی انتظام کی قابلیت اور رِعایا پروری کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

(3) نبوت امیروں اور بادشاہوں میں نہ رکھی گئی بلکہ تواضع اختیار کرنے والوں میں رکھی گئی۔

(4) انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو اعلان نبوت سے قبل بکریاں چَرانے کا حکم دیا گیا تاکہ مختلف طبیعتوں کے لوگوں تک دِین پہنچانے کی اچھی طرح سے مشق ہو جائے اور تبلیغِ دِین میں آسانی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سچی عاجزی وانکساری اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:610

بکری کے کُھر کی دعوت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ اَوْ ذِرَاعٍ لَاَجَبْتُ، وَلَوْ

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب البیوع، باب الاجارہ، ۲/۲۸۔

أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ أَوْ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ.[1]

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اگر مجھے بکری کے کُھر یا بازو (کے گوشت) کی دعوت دی جائے تو میں ضرور قبول کروں گا اور اگر مجھے کُھر یا بازو کا تحفہ دیا جائے تو اسے بھی قبول کروں گا۔"

کم قیمت تحفے کو حقیر نہ جانو:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک میں ہدیہ دینے، صلہ رحمی کرنے، دِلوں کو جوڑنے اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے پیش آنے کی ترغیب ہے۔ حضور نبی رحمت شفیعِ اُمَّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کی دعوت یا تحفے کو حقیر نہ جانتے بلکہ قبول فرمالیتے۔ یہاں اس بات کی تعلیم ہے کہ کسی مسلمان کے تحفے یا دعوت کو حقیر سمجھ کر رد نہ کیا جائے۔"[2]

دعوت میں جانا کب سنت ہے؟

صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو و لعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصے میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے۔ پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو صبر کرے، یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو اور اگر مقتدیٰ و پیشوا ہو، مثلاً علما و مشائخ، یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدیٰ ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اُس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں۔"[3]

---

1 . . . بخاری، کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا، باب القلیل من الھبة، ۲/ ۱۶۶، حدیث: ۲۵۶۸۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الھبة وفضلھا والتحریض علیھا، باب القلیل من الھدیة، ۷/ ۸۷۔

3 . . . بہار شریعت، ۳/ ۳۹۲، حصہ ۱۶۔

کس کا ہدیہ قبول کرے؟

بہارِ شریعت میں ہے: ”جس نے ہدیہ بھیجا اگر اس کے پاس حلال و حرام دونوں قسم کے اَموال ہوں مگر غالب مال حلال ہے تواُس کے قبول کرنے میں حرج نہیں۔ یہی حکم اُس کے یہاں دعوت کھانے کا ہے اور اگر اس کا غالب مال حرام ہے تو نہ ہدیہ قبول کرے اور نہ اس کی دعوت کھائے، جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ چیز جو اُسے پیش کی گئی ہے حلال ہے۔“[1]

خُلوص کی دعوت روز قبول کروں:

مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 97 صفحات پر مشتمل رسالہ ”تکبر“ کے صفحہ 81 پر اعلیٰ حضرت، اِمامِ اہلسنت، مُجَدِّدِ دِین وملت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کا ایک غریب صاحبزادے کی طرف سے دی گئی پر خلوص دعوت کا واقعہ یوں منقول ہے کہ ایک کمسن صاحبزادے نہایت ہی بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ اعلیٰ حضرت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: میری بُوا (یعنی بوڑھی والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے، کل صبح کو بلایا ہے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے بڑی اپنائیت و شفقت سے اُن سے دریافت فرمایا: مجھے دعوت میں کیا کھلائیے گا؟ اِس پر اُن صاحبزادے نے اپنے کُرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے پھیلا دیا، جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں۔ کہنے لگے: دیکھئے نا! یہ دال لایا ہوں۔ حُضور نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا میں اور (خادمِ خاص حاجی کفایتُ اللہ صاحِب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) یہ کل دس بجے آئیں گے اور حاجی صاحِب سے فرمایا مکان کا پتہ دریافت کر لیجئے۔ غرض صاحبزادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ دوسرے دن جب وقتِ مقررہ پر اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحِب سے فرمایا: چلئے۔ (تو) انہوں نے عرض کی: کہاں؟ فرمایا: ان صاحبزادے کے یہاں دعوت کا جو وعدہ کیا ہے، آپ کو مکان کا پتہ معلوم ہو گیا ہے یا نہیں؟ عرض کی: ہاں حُضور! ملوک پور میں ہے اور ساتھ ہو لئے۔ جس وقت مکان پر پہنچے تو وہ صاحبزادے دروازے پر

---

[1] ... بہارِ شریعت، ۳/ ۳۹۴، حصہ ۱۶۔

کھڑے انتظار میں تھے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت کو دیکھتے ہی یہ کہتے ہوئے مکان کے اندر کی طرف بھاگے: مولوی صاحِب آ گئے۔ دروازہ کے باہر ایک چھپّر بنا ہوا تھا۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ وہاں کھڑے ہو کر انتظار فرمانے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈَھلیا میں موٹی موٹی باجرہ کی روٹیاں اور مٹّی کی رکابی میں ماش کی دال جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے، لا کر رکھ دی گئی اور وہ صاحبزادے کہنے لگے: کھائیے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے فرمایا: بہت اچھا! کھاتا ہوں، ہاتھ دھونے کے لئے پانی لے آیئے۔ اُدھر وہ پانی لانے کو گئے اور اِدھر حاجی صاحِب نے کہا کہ حضور! یہ مکان نقارچی (یعنی نقارہ بجانے والے) کا ہے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت یہ سن کر کَبیدہ خاطر (یعنی رنجیدہ) ہوئے اور طنزاً فرمایا: ابھی کیوں کہا، کھانا کھانے کے بعد کہا ہوتا! اِتنے میں وہ صاحبزادے پانی لے کر آ گئے۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے دریافت فرمایا: آپ کے والِد صاحب کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں؟ دروازہ کے پردے کے پیچھے سے ان صاحبزادے کی والِدہ صاحِبہ نے عرض کی: حضور! میرے شوہر کا انتِقال ہو گیا، وہ کسی زمانے میں نَوبت (یعنی نقّارہ) بجاتے تھے، اِس کے بعد توبہ کر لی تھی، اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت نے یہ سُن کر دعائے خیر وبَرکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دُھلوائے اور خود بھی ہاتھ دھو کر شریکِ طعام ہو گئے مگر دل ہی دل میں یہ سوچتے رہے کہ اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت کو کھانے میں بہت احتیاط ہے، غذا میں سوجی کے بِسکُٹ کا اِستعمال ہے، یہ روٹی اور وہ بھی باجرے کی اور اِس پر ماش کی دال، کس طرح تناوُل فرمائیں گے؟ مگر قربان اِس اَخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لئے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ میں جب تک کھاتا رہا، اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت بھی برابر تناوُل فرماتے رہے وہاں سے واپسی میں پولیس چوکی کے قریب میرے شبہے کو دُور کرنے کے لئے اِرشاد فرمایا: "اگر ایسی خُلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔"
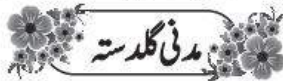
مدنی گلدستہ

"صدیق" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کوئی دعوت دیتا یا تحفہ پیش کرتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبول فرمالیتے۔

(2) کسی غریب کی دعوت کو حقیر سمجھ کے ٹھکرانا نہیں چاہیے اور نہ ہی کسی کے تحفے کو کم قیمت سمجھتے ہوئے لوٹانا چاہیے۔

(3) دعوت میں جانا اُس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات ہیں تو نہ جائے۔

(4) جس نے ہدیہ بھیجا اگر اس کے پاس حلال وحرام دونوں قسم کے اَموال ہوں مگر غالب مال حلال ہے تو اس کے قبول کرنے میں حرج نہیں ورنہ ہدیہ قبول نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے اور آپس میں ایک دوسرے کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:611

ہر دُنیاوی عُروج کو زوال ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، قَالَ: کَانَتْ نَاقَۃُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ، اَوْ لَا تَکَادُ تُسْبَقُ، فَجَاءَ اَعْرَابِیٌّ عَلٰی قَعُوْدٍ لَہُ، فَسَبَقَھَا، فَشَقَّ ذٰلِکَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی عَرَفَہُ، فَقَالَ: حَقٌّ عَلَی اللہِ اَنْ لَا یَرْتَفِعَ شَیْءٌ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا وَضَعَہُ۔ [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عضباء نامی ایک اونٹنی تھی، کوئی اونٹ اس سے آگے نہیں نکل سکتا تھا، ایک اَعرابی اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور اس سے آگے نکل گیا، یہ بات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر گراں گزری، حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ دنیا کی جو بھی چیز بلند

---

1 . . . بخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲ / ۲۷۴، حدیث: ۲۸۷۲۔

ہوتی ہے اسے پست فرما دیتا ہے۔‘‘

حُسنِ خُلق و تواضع کی ترغیب:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ’’اس حدیث پاک میں سواری کے لئے اونٹ لینے اور اس پر دوڑ کا مقابلہ کرنے کی دلیل ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز بلندی کے بعد پستی کا شکار ہوتی ہے، نیز اس حدیثِ پاک میں تواضع کی بھی ترغیب ہے اور حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حُسنِ خُلق، تواضع اور صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے دِلوں میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت کا ذکر ہے۔‘‘[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب اعرابی کا اونٹ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اونٹنی سے آگے نکل گیا تو یہ بات صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان پر گراں گزری، حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جان گئے کہ صحابۂ کرام کو یہ بات ناگوار گزری ہے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کے اس غم و غصہ کو دور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: اَعرابی کے اُونٹ کا جیت جانا قضائے الٰہی سے تھا کہ دنیا کی جو بھی چیز بلند ہوتی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے گرا دیتا ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ دنیا کی جو بھی چیز مال، عزت یا کوئی اور دُنیوی آسائش اور ہر وہ چیز جس کی طرف انسان کی نظر اٹھتی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے نیچا فرما دیتا ہے۔ حدیثِ پاک میں دنیا کی آسائش و زیبائش سے نفرت اور دنیا سے بے رغبتی کی ترغیب دلائی گئی ہے۔[2]

عضباء کے پیچھے رہنے کی وجہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ’’حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز بلند ہوتی ہے اسے پست فرما دیتا ہے۔‘‘ ’’یعنی اللہ تعالٰی کی عادتِ کریمہ یہ ہے کہ جو چیز دنیا میں ہمیشہ سب سے اونچی رہتی ہو اسے کبھی کسی سے نیچا بھی کرا دے تاکہ فخر ٹوٹ جائے رب تعالٰی کی کبریائی پر نظر رہے اسی قانون کے مطابق یہ اونٹنی آج پیچھے رہ گئی اس پر رنج نہ کرو۔‘‘[3] مروی ہے کہ آپ کی اونٹنی ’’عضباء‘‘

---

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الجھاد والسیر، باب ناقۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۰/ ۱۹۴، تحت الحدیث: ۲۸۷۲۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی التواضع، ۳/ ۲۱، ۲۲، تحت الحدیث: ۶۱۰ ملخصا۔

3 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۴۷۱۔

نے آپ کی وفات کے بعد غم میں نہ کچھ کھایا اور نہ پیا اور وفات پا گئی اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اسی اونٹنی پر سوار ہو کر حضرت بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا میدانِ محشر میں تشریف لائیں گی۔[1]

مدنی گلدستہ

"فاروق" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) دنیا میں بلند ہونے والی ہر چیز کو رب تعالیٰ کبھی نہ کبھی پست فرما دیتا ہے تاکہ انسان متکبر نہ ہو جائے اور اس کی نظر رب تعالیٰ کی کبریائی پر ہی رہے۔

(2) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اِس قدر محبت کرتے تھے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اونٹنی کا دوڑ میں پیچھے رہ جانا صحابہ کرام پر شاق گزرا۔

(3) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی اونٹنی کے پیچھے رہ جانے پر غم و غصہ کا اظہار نہ فرمایا بلکہ اِس موقع پر صحابہ کرام کو تواضع، اِنکساری اور دنیا سے بے رغبتی کا درس دیا۔

(4) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے وصال مبارک کے بعد آپ کی عضباء نامی اونٹنی نے آپ کی جدائی کے غم میں کھانا پینا چھوڑ دیا۔

(5) خاتونِ جنت، بی بی فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بروزِ محشر حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر میدانِ محشر میں تشریف لائیں گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تکبر سے بچنے، تواضع اختیار کرنے اور دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... عجائب القرآن مع غرائب القرآن، ص ٣٣٢۔

باب نمبر: 72

تکبُّر اور خود پسندی کی حُرمَت کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غرور و تکبر وہ مہلک باطنی مرض ہے جس کے سبب دیگر کئی باطنی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس میں یہ مرض ہو وہ دوسروں کو حقیر جانتا ہے، چھوٹے بڑے کی تمیز کھو دیتا ہے، حق بات سننے، حق ماننے سے محروم رہتا ہے، ظلم و ستم کا عادی ہو جاتا ہے، اِصلاح قبول نہیں کرتا، عاجزی و انکساری جیسی نعمت سے محروم رہتا ہے، لوگوں کی دِل آزاری کرتا ہے اور غضبِ اِلٰہی کو دعوت دیتا ہے جس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"تکبر اور خود پسندی کے حرام ہونے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 4 آیاتِ مقدسہ اور 9 احادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) پرہیز گار ہی کامیاب ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ﴿۸۳﴾ (پ ۲۰، القصص: ۸۳)

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیز گاروں ہی کی ہے۔

عَارِف بِاللہ حضرت سیدنا شیخ ابو محمد صدرُالدین رُوزبِہان بن ابو نصر بقلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی "تفسیر عَرائس البیان" میں فرماتے ہیں: "اِس فرمانِ عالی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اس کا قُرب و وِصال اور جنت میں اس کے دیدار کی نعمت سے وہی مشرف ہو گا جس کے دل میں سرکاری عہدوں کی محبت اور حُبِّ جاہ نہ ہو اور وہ نفس کی خوشی اور خواہشات کی راہ پر نہ چلتا ہو۔ پس جو اِن درجاتِ عالیہ کے لئے خاص کئے گئے اُن سے ایسے ریاکاروں اور شہرت کے طالبوں کے سے اعمال سرزد نہیں ہوتے جنہوں نے دِین کو دنیا کی وجہ سے چھوڑ دیا اور جنہوں نے اپنی مکاری اور ناموری کی خاطر زمین میں فساد برپا کیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں برباد کر دیا اور وہ جہنم میں شیطان کے ساتھی ہوں گے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہمیں گناہوں کی نحوست سے محفوظ رکھے۔ ❁ حضرت سیدنا یحییٰ بن معاذ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب فرماتے ہیں: "دنیا ابلیس کی تیار کردہ شراب ہے جس

نے اس میں سے تھوڑی سی بھی پی لی وہ قیامت کے دن ہی ہوش میں آئے گا۔'' ❁ حضرت سیدنا عطاء رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: آیتِ مبارکہ میں عُلُوًّا سے مراد اپنے آپ کو اچھا سمجھنا اور فساد سے مراد دنیا کی طرف مائل ہونا ہے۔[1] ❁ حضرت سیدنا ابن جریج رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ میں عُلُوًّا سے مراد اپنے آپ کو بڑا جاننا اور ظلم کرنا ہے اور ''فساد'' سے مراد اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہے۔ ❁ حضرتِ سیدنا عکرمہ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه آیتِ مذکور کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''(یعنی) ہم جنت صِرف انہیں دیں گے جو زمین میں تکبر نہیں کرتے، بادشاہوں کے ہاں شرف و مَنزِلت کے طالب نہیں ہوتے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں کرتے اور کسی کا مال ناحق نہیں لیتے۔''[2]

(2) اِترا کر چلنے کی ممانعت

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۳۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور زمین میں اِتراتا نہ چل۔

حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جب میری امت مغرورانہ چال چلے گی اور روم وفارس ان کی خدمت کریں گے تو ان میں سے بعض بعض پر مسلط کر دیئے جائیں گے۔'' حضرت سیدنا ابنِ عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نے ایک شخص کو اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''بے شک! شیطان کے بھائی بھی ہوتے ہیں۔'' حضرت سیدنا خالد بن مَعدان رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه فرماتے ہیں: ''ہاتھ ہلاتے ہوئے اکڑ اکڑ کر چلنے سے بچو بے شک! بسا اوقات آدمی کے اَعضاء میں سے صرف اس کا ہاتھ منافقت کرتا ہے۔''[3]

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

---

1 . . . تفسیر عرائس البیان، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۸۳، ۳/ ۹۷۔

2 . . . تفسیر درمنثور، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۸۳، ۶/ ۴۴۳۔

3 . . . تفسیر درمنثور، پ ۱۵، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۷، ۵/ ۲۸۷۔

وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ (پ ۲۱، لقمٰن: ۱۸)

ترجمۂ کنزالایمان: اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں اِتراتا نہ چل بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اِتراتا فخر کرتا۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے: "لوگوں سے سلام وکلام اور ملاقات کے وقت عاجزی کرتے ہوئے اپنے پورے چہرے کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو، ان سے منہ نہ موڑ کیونکہ لوگوں کو حقارت سے دیکھنا بالخصوص فقراء ومساکین کو اور ان پر غصہ کرنا مغروروں کی عادت ہے۔ تمہارے نزدیک حُسنِ معاملہ میں غنی وفقیر سب برابر ہونے چاہئیں اور جب تجھے بہت زیادہ خوشی حاصل ہو تو بلاوجہِ شرعی جاہلوں اور دنیا پرستوں کی طرح اِتراتا ہوا اکڑ اکڑ کر نہ چل کیونکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ متکبرانہ چال چلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا بلکہ اُن سے ناراض ہوتا ہے۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ دورِ جاہلیت میں ایک شخص اچھا لباس پہن کر متکبرانہ انداز میں چل رہا تھا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے زمین سے فرمایا کہ اسے پکڑ لے۔ چنانچہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔ پس نہ تو چھوٹے بچوں کی طرح اُچھل کود کر، نہ عورتوں کی طرح ناز ونخرے سے چل، بلکہ عاجزی اختیار کر کے مردِ حق آگاہ بن جا۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ "اگر تجھے اپنے گھوڑے پر ناز ہے تو حسن ورونق گھوڑے کی ہے نہ کہ تیری، اگر تجھے کپڑوں اور سامان پر تکبر ہے تو حسن وخوبی کپڑوں اور سامان میں ہے نہ کہ تجھ میں، اسی طرح اگر تجھے اپنے آباء واَجداد کی بزرگی پر ناز ہے تو یہ بھی بے فائدہ ہے۔ تو ایسا کمال پیدا کر جو تیرا اپنا ہو، اگر یہ چیزیں بول سکتیں تو تجھے کہتیں کہ ہماری وجہ سے تیرا غرور وتکبر کیسا؟ یہ حسن وخوبی تو ہماری ہے تیری نہیں۔"[1] دلیل الفالحین میں ہے: مُخاطَبِین (یعنی جن سے بات کی جارہی ہے اُن) کی طرف توجہ نہ کرنا اُس وقت منع ہے جب تکبر کی وجہ سے ہو اور اگر انہیں ادب سکھانے، کسی بُرے کام سے روکنے یا نیک کام ترک کرنے پر تنبیہ کرنا مقصود ہو تو ممنوع نہیں بلکہ شریعت کو مطلوب ہے۔ ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے اِعراض فرمایا۔ فرمانِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہے: "جس نے کسی سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۱، لقمان، تحت الآیۃ: ۱۸، ۷ / ۸۴، ۸۵ ملخصاً۔

کی، اسی کی خاطر غصہ کیا، اسی کی خاطر دیا اور اسی کی خاطر روکا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ ”[1]

(4) قارون زمین میں دھنسا دیا گیا

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ہے:

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَیْهِمْ ۪ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْنَ ۝ وَ ابْتَغِ فِیْمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا وَ اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْؕ اَوَ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًاؕ وَ لَا یُسْــٴَـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَیْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَیْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًاۚ وَ لَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر اس نے ان پر زیادتی کی اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زورآور جماعت پر بھاری تھیں جب اس سے اس کی قوم نے کہا اترا نہیں بیشک اللہ اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو مال تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر طلب کر اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول اور احسان کر جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں فساد نہ چاہ، بے شک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ بولا یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے وہ سنگتیں (قومیں) ہلاک فرمادیں جن کی قوتیں اس سے سخت تھیں اور جمع اس سے زیادہ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں تو اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کسی طرح ہم کو بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو ملا بیشک اس کا بڑا نصیب ہے اور بولے وہ جنہیں علم دیا گیا خرابی ہو تمہاری اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کے لئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور یہ انھیں کو ملتا ہے جو صبر والے ہیں۔ تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں

[1] ... دلیل الفالحین، باب تحریم الکبر والاعجاب، ۳/ ۶۳، تحت الباب۔

دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ دھنسادیا تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے بچانے میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔ (پ ۲۰، القصص: ۷٦ تا ۸۱)

صدرُ الافاضِل مولانا مفتی نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”قارون حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے چچا یَصْھر کا بیٹا تھا، نہایت خوب صورت شکیل آدمی تھا، اسی لئے اس کو مُنَوَّر کہتے تھے اور بنی اسرائیل میں توریت کا سب سے بہتر قاری تھا۔ ناداری کے زمانہ میں نہایت متواضع و باَخلاق تھا، دولت ہاتھ آتے ہی اس کا حال متغیر ہوا اور سامری کی طرح منافق ہو گیا۔ کہا گیا ہے کہ فرعون نے اس کو بنی اسرائیل پر حاکم بنا دیا تھا۔ قارون اور اس کے گھر کے دھنسانے کا واقعہ علماءِ سِیَر واَخبار نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار لے جانے کے بعد مذبح کی ریاست حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو تفویض کی۔ بنی اسرائیل اپنی قربانیاں حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس لاتے اور وہ مذبح میں رکھتے، آگ آسمان سے اُتر کر ان کو کھالیتی، قارون کو حضرت ہارون کے اِس منصب پر رشک ہوا، اس نے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے کہا کہ رِسالت تو آپ کی ہوئی اور قربانی کی سرداری حضرت ہارون کی، میں کچھ بھی نہ رہا باوجود یکہ میں توریت کا بہترین قاری ہوں میں اس پر صبر نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ یہ منصب حضرت ہارون کو میں نے نہیں دیا، اللہ نے دیا ہے۔ قارون نے کہا: خدا کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہ کروں گا جب تک آپ اس کا ثبوت مجھے دکھا نہ دیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے رؤساءِ بنی اسرائیل کو جمع کر کے فرمایا کہ اپنی لاٹھیاں لے آؤ۔ ان سب کو اپنے قبہ میں جمع کیا، رات بھر بنی اسرائیل ان لاٹھیوں کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو حضرت ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کا عصا سرسبز و شاداب ہو گیا، اس میں پتے نکل آئے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے قارون! تو نے یہ دیکھا؟ قارون نے کہا: یہ آپ کے جادو سے کچھ عجیب نہیں۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اس کی مُدارات (خاطر تواضُع) کرتے تھے اور وہ آپ کو ہر وقت ایذا دیتا تھا اور اس کی سرکشی اور تکبُّر اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ساتھ عداوت دم بدم ترقی پر تھی، اس نے ایک مکان بنایا جس کا دروازہ سونے کا تھا اور اس کی دیواروں پر سونے کے تختے نَصب کئے، بنی اسرائیل صبح و شام اس کے پاس آتے، کھانے کھاتے، باتیں بناتے، اسے

ہنساتے، جب زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا تو قارون موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا تو اس نے آپ سے طے کیا کہ درہم و دینار و مویشی وغیرہ میں سے ہزارواں حصہ زکوٰۃ دے گا لیکن گھر جا کر حساب کیا تو اس کے مال میں سے اتنا بھی بہت کثیر ہوتا تھا، اس کے نفس نے اتنی بھی ہمّت نہ کی اور اس نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ تم نے موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ہر بات میں اطاعت کی اب وہ تمہارے مال لینا چاہتے ہیں کیا کہتے ہو؟

انہوں نے کہا: آپ ہمارے بڑے ہیں جو آپ چاہیں حکم دیجئے۔ کہنے لگا کہ فلانی بد چلن عورت کے پاس جاؤ اور اس سے ایک معاوضہ مقرر کرو کہ وہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تہمت لگائے، ایسا ہوا تو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ قارون نے اس عورت کو ہزار اشرفی اور ہزار روپیہ اور بہت سے مواعید (وعدے) کر کے یہ تہمت لگانے پر طے کیا اور دوسرے روز بنی اسرائیل کو جمع کر کے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بنی اسرائیل آپ کا انتظار کر رہے ہیں کہ آپ انہیں وعظ و نصیحت فرمائیں حضرت تشریف لائے اور بنی اسرائیل میں کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! جو چوری کرے گا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، جو بہتان لگائے گا اس کو اَسی 80 کوڑے لگائے جائیں گے اور جو زنا کرے گا اس کے اگر بی بی نہیں ہے تو سو 100 کوڑے مارے جائیں گے اور اگر بی بی ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے گا یہاں تک کہ مر جائے۔ قارون کہنے لگا کہ یہ حکم سب کے لئے ہے خواہ آپ ہی ہوں؟ فرمایا: خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ کہنے لگا کہ بنی اسرائیل کا خیال ہے کہ آپ نے فلاں بدکار عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: اسے بلاؤ! وہ آئی تو حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اس کی قسم جس نے بنی اسرائیل کے لئے دریا پھاڑا اور اس میں رستے بنائے اور توریت نازل کی! سچ کہہ دے۔ وہ عورت ڈر گئی اور اللہ کے رسول پر بہتان لگا کر انہیں ایذاء دینے کی جرأت اسے نہ ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اس سے توبہ کرنا بہتر ہے اور حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے عرض کیا کہ جو کچھ قارون کہلانا چاہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم یہ جھوٹ ہے اور اس نے آپ پر تہمت لگانے کے عوض میں میرے لئے بہت مالِ کثیر مقرر کیا ہے۔ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اپنے ربّ کے حضور روتے ہوئے سجدہ میں گرے اور یہ عرض کرنے لگے: یاربّ! اگر میں تیرا رسول ہوں تو میری وجہ سے قارون پر غضب فرما! اللہ تعالیٰ نے

آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے زمین کو آپ کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا ہے آپ اس کو جو چاہیں حکم دیں۔

حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اے بنی اسرائیل! **اللہ** تعالیٰ نے مجھے قارون کی طرف بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا، جو قارون کا ساتھی ہو اس کے ساتھ اس کی جگہ ٹھہرا رہے جو میرا ساتھی ہو جدا ہو جائے، سب لوگ قارون سے جدا ہو گئے اور سوائے دو شخصوں کے کوئی اس کے ساتھ نہ رہا، پھر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے زمین کو حکم دیا کہ انہیں پکڑ لے! تو وہ گھٹنوں تک دھنس گئے، پھر آپ نے یہی فرمایا تو کمر تک دھنس گئے آپ یہی فرماتے رہے حتی کہ وہ لوگ گردنوں تک دھنس گئے، اب وہ بہت منّت و لَجاجت کرتے تھے اور قارون آپ کو **اللہ** کی قسمیں اور رشتہ و قرابت کے واسطے دیتا تھا مگر آپ نے اِلتفات نہ فرمایا، یہاں تک کہ وہ بالکل دھنس گئے اور زمین برابر ہو گئی۔ (حضرت سیدنا) قتادہ (رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے کہا کہ وہ قیامت تک دھنستے ہی چلے جائیں گے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے قارون کے مکان اور اس کے خزائن واَموال کی وجہ سے اس کے لئے بددعا کی، یہ سن کر آپ نے **اللہ** تعالیٰ سے دعا کی تو اس کا مکان اور اس کے خزانے واَموال سب زمین میں دھنس گئے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:612

مغرور جنت میں داخل نہ ہو گا

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنْ کِبْرٍ. قَالَ رَجُلٌ: اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَکُوْنَ ثَوْبُہٗ حَسَناً، وَنَعْلُہٗ حَسَنَۃً؟ قَالَ: اِنَّ اللہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ، اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔" ایک شخص نے عرض کی: کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اور جوتے اچھے ہوں (تو

1 ... تفسیر خزائن العرفان، پ۲۰، القصص، تحت الآیۃ، ص۷۶ تا ۸۱ ملخصا۔

2 ... مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ص ۶۱، حدیث: ۲۶۵۔

کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ فرمایا: ''بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جمیل ہے، جمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر تو حق کو جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔''

رائی کے دانے برابر تکبر:

حدیثِ مذکور میں فرمایا گیا کہ ''جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔'' حکیم الامت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''اس فرمانِ عالی کے چند معنٰی ہو سکتے ہیں: ❁ **ایک** یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی برابر کفر ہو وہ جنت میں ہر گز نہ جاوے گا۔ کِبْر سے مراد **اللہ** و رسول کے سامنے غرور کرنا یہ کفر ہے۔ ❁ **دوسرے** یہ کہ دنیا میں جس کے دل میں رائی کے برابر غرور ہو گا وہ جنت میں اوّلاً نہ جائے گا۔ ❁ **تیسرے** یہ کہ جس کے دل میں رائی برابر غرور ہو گا وہ غرور لے کر جنت میں نہ جائے گا پہلے ربّ تعالیٰ اس کے دل سے تکبر دور کر دے گا پھر اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝﴾ (پ۱۴، الحجر: ۴۷) (ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لئے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔) (مزید فرماتے ہیں) خیال رہے کہ آگ میں کِبْر و غرور ہے خاک میں عجز و انکساری، دیکھ لو باغ، کھیت خاک میں لگتے ہیں آگ میں نہیں لگتے، ایسے ہی ایمان و عرفان کا باغ خاک جیسے عاجِز و منکسر دل میں لگتے ہیں آگ جیسے متکبر دل میں نہیں لگتے ہیں۔''[1]

اللہ جمیل ہے:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''شارِحین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں: ❁ بعض کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا ہر حکم حسین و جمیل ہے، اس کے سب نام اچھے ہیں اس کی سب صفات جمال و کمال والی ہیں۔ ❁ بعض نے فرمایا: جمیل بمعنی مُجْمِل ہے یعنی جمال عطا فرمانے والا جیسے کریم بمعنی مُکْرِم یعنی کرم کرنے والا اور سمیع بمعنی مُسْمِع یعنی سنانے والا

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۵۷۔

ہے۔ ❁ حضرت سیدنا امام قُشَیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جمیل بمعنیٰ جلیل ہے۔ ❁ علامہ خطابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: جمیل کا معنیٰ ہے جمال کا مالک۔ ❁ ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اَفعال جمیل ہیں، وہ تم پر لُطف و کرم فرماتا ہے، تم پر تھوڑے کام لازم کرتا ہے، ان کی ادائیگی میں بھی تمہاری مدد فرماتا ہے اور پھر بہت زیادہ اَجر عطا فرماتا ہے۔"[1] مرآۃ المناجیح میں حدیث پاک کے اِس حصے "اللہ عَزَّ وَجَلَّ جمیل ہے۔" کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ ربّ تعالیٰ ذات و صفات میں اچھا ہے، جمیل ہے۔ مخلوق اس کی صفات کی مَظْہر ہے تو مسلمان کو چاہیے کہ اپنی عادات، صورت، لباس، اعمال اچھے رکھے تا کہ ربّ تعالیٰ کی صفتِ جمیل کا مَظْہر بنے، نیز اس لباس میں رب تعالیٰ کی نعمت کا اِظہار ہے جو محبوب ہے۔[2]

تکبر و متکبر کی مذمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مغرور شخص نہ دنیا میں معزز ہے نہ آخرت میں جبکہ عاجزی وانکساری کرنے والا دنیا میں بھی معزز ہوتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی عزت افزائی ہو گی۔ جو دنیا میں لوگوں کو حقیر جانتے ہیں بروزِ قیامت انہیں ایسی ذلت و رُسوائی کا سامنا ہو گا کہ لوگ انہیں قدموں سے روندتے ہونگے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں ان کا کوئی مرتبہ و مقام نہ ہو گا۔ چنانچہ ❁ منقول ہے کہ بروزِ قیامت متکبرین کو انسانی شکل والی چیونٹیوں کی صورت میں اٹھایا جائے گا، ہر طرف سے ان پر ذِلّت طاری ہو گی، انہیں جہنم کے "بُولَس" نامی قید خانے کی طرف ہانکا جائے گا اور بہت بڑی آگ انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر ان پر غالب آجائے گی، انہیں "طِیْنَۃُ الْخَبَال" یعنی جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔[3] ❁ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے ہاں ان کی کوئی قدر و منزلت نہ ہو گی اس لئے لوگ انہیں اپنے قدموں تلے روندتے ہوں گے۔[4] ❁ حضرت سیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے جب جنتِ عدن کو پیدا فرمایا تو اس کی طرف دیکھ

---

1. ...شرح مسلم للنووی، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ، ۱/ ۹۰، الجزء الثانی۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۵۸۔
3. ...ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، ۴/ ۲۲۱، حدیث: ۲۵۰۰۔
4. ...موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، باب فی الکبر، ۳/ ۵۷۸، حدیث: ۲۲۴ ملتقطاً۔

کر فرمایا: ”تو ہر متکبر شخص پر حرام ہے۔“[1] ❁ حضرت سیِّدُنا نُعمان بن بشیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ”بے شک! شیطان کے بہت سے پھندے اور جال ہیں جن میں سے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی نعمتوں پر اِترانا، اس کے انعامات پر فخر کرنا، بندگانِ خُدا پر تکبُّر کرنا اور غیرُاللہ کے لئے خواہش کے پیچھے چلنا بھی ہے۔“[2]

عاجزی کی فضیلت:

تکبر کی ضد عاجزی ہے۔ ❁ آقائے دو جہان، رحمتِ عالَمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تعلیمِ اُمَّت کے لئے وقتاً فوقتاً عاجزی کا اظہار فرماتے اور اپنے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کو بھی عاجزی و اِنکساری کا درس دیتے۔ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جو شخص عاجزی کرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے بلندی عطا فرماتا ہے اور جو تکبر کرے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اسے ذلیل کرتا ہے۔“[3] ❁ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ارشاد فرمایا: ہر شخص کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جسے ایک فرشتہ تھامے ہوتا ہے، اگر وہ تواضع کرتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے: ”اس کی قدر ومنزلت کو بلند کردو۔“ اور جب وہ تکبر کرتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے: ”اس کی قدر ومنزلت کو پست کردو۔“[4]
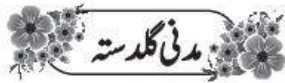
مدنی گلدستہ

”اِنکساری“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) تکبر جنت سے دوری کا باعث ہے۔

(2) ایمان وعرفان عاجز ومنکسر دلوں میں ہی آتا ہے متکبر دلوں میں نہیں۔

(3) جو حق بات جھٹلائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے وہ متکبر ہے۔

---

1 ... احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان ذم الکبر، ۳/۴۱۵۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان ذم الکبر، ۳/۴۱۵۔

3 ... موسوعۃ ابن ابی الدنیا، کتاب التواضع والخمول، ۳/۵۵۲، حدیث: ۷۷ ملتقطا۔

4 ... معجم کبیر، یوسف بن مہران، ۱۲/۱۶۹، حدیث: ۱۲۹۳۹۔

(4) بروزِ قیامت متکبرین چیونٹیوں کی شکل میں لائے جائیں گے اور لوگ انہیں قدموں سے روندتے ہوں گے۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں پر اِترانا، انعامات پر فخر کرنا اور اس کے بندوں پر تکبُّر کرنا شیطان کے جال ہیں۔

(6) جو عاجزی کے مقام پر تکبر کرے تو وہ عزت والے مقام پر بھی ذلیل ورُسوا کر دیا جاتا ہے۔

(7) متکبرین جہنم میں ''بولَس'' نامی قید خانے میں ہوں گے جہاں انہیں جہنمیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تکبر سے محفوظ فرمائے اور عاجزی وانکساری عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:613

تکبُّر کا وبال

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَكَلَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ: كُلْ بِيَمِيْنِكَ، قَالَ: لَا اَسْتَطِيْعُ، قَالَ: لَا اسْتَطَعْتَ، مَا مَنَعَهُ اِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا اِلٰى فِيْهِ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا سَلَمہ بن اَکْوَع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی موجودگی میں اُلٹے ہاتھ سے کھانا کھایا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''سیدھے ہاتھ سے کھا۔'' اس نے کہا: ''میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔'' فرمایا: ''تو کبھی طاقت نہ رکھے۔'' (راوی فرماتے ہیں کہ) تکبر نے اسے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حکم ماننے سے منع کیا تھا۔ پھر وہ کبھی اپنا سیدھا ہاتھ منہ کی طرف نہ اُٹھا سکا۔

تکبر کا وبال:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: اس شخص کا نام بُسر بن راعی العیر تھا۔ کئی علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے انہیں صحابی شمار کیا ہے۔ قاضی عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں

1 . . . مسلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھما، ص ۱۱۲۰، حدیث: ۵۲۶۸۔

کہ ”حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بات تکبر کی وجہ سے نہ ماننا اس کے منافق ہونے پر دلیل ہے۔“ لیکن اُن کا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ محض تکبر اور حکمِ نبی کی خلاف ورزی سے کفر یا نفاق ثابت نہیں ہوتا، ہاں! یہ گناہ ضرور ہے۔ حدیثِ مذکور میں بلا عذر حکمِ شرعی کی مخالفت کرنے والے کے لئے بد دعا کا جواز ہے۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر حال میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا چاہیے، کھانے کے دوران بھی بوقت ضرورت نیکی کی دعوت دینی چاہیے۔ اگر کوئی کھانے کے آداب کا لحاظ نہ رکھ رہا ہو تو اسے آداب سکھانا مستحب ہے۔“[1] حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”حدیثِ مذکور میں دعائے نبوی کی قبولیت اور حکمِ نبی کی مخالفت کی دُنیوی سزا کا بیان ہے۔ چونکہ اس شخص نے فرمانِ عالی سن کر تابعداری اور عاجزی کرنے کے بجائے تکبر سے کام لیا اس لئے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کے لئے دعائے ضَرَر فرمائی۔“[2]

اعضاء بھی زیرِ فرمان ہیں:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: زمانۂ جاہلیت میں سردار لوگ الٹے ہاتھ سے کھاتے تھے، معمولی آدمی داہنے ہاتھ سے۔ یہ شخص کوئی سردار تھا جو اس متکبرانہ عادت سے الٹے ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ اس نے شرمندگی مٹانے کے لئے کہا کہ میرا داہنا ہاتھ بیمار ہے منہ تک نہیں پہنچتا۔ اسی پر یہ جواب ارشاد ہوا یعنی اب تک تو منہ تک آتا تھا اب نہ آسکے گا۔ معلوم ہوا کہ لوگوں کے اعضاء بھی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے زیرِ فرمان ہیں۔ وہ شخص علاج کرتے کرتے تھک گیا مگر اس کا ہاتھ منہ تک نہ اٹھ سکا۔[3]

تکبر موذی مرض ہے:

حدیثِ مذکور میں ایک شخص کے تکبر (غرور) کا بیان ہے۔ تکبُّر وہ موذی مرض ہے جو اپنے ساتھ دیگر کئی برائیاں لاتا اور کئی اچھائیوں سے محروم کر دیتا ہے۔ چنانچہ حُجَّۃُ الْاِسْلَام حضرتِ سَیِّدُنا امام ابو حامد محمد بن

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، ۷ / ۱۹۲، الجزء الثالث عشر۔

2 . . . اکمال المعلم، کتاب الاشربۃ، باب آداب الطعام والشراب واحکامھا، ۲ / ۴۸۷، تحت الحدیث: ۲۰۲۱۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۸ / ۲۱۲۔

محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”تکبر کرنے والا ان برائیوں میں مبتلا ہوتا ہے: جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند نہیں کر سکتا، عاجزی اختیار نہیں کرتا حالانکہ یہ تقویٰ و پرہیز گاری کی جڑ ہے، کینہ سے نہیں بچ سکتا، اپنی عزت بچانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، جھوٹی عزت کی وجہ سے غصہ نہیں چھوڑ سکتا، حسد سے نہیں بچ سکتا، کسی سے خیر خواہی نہیں کر سکتا، دوسروں کی نصیحت قبول کرنے سے محروم رہتا ہے، لوگوں کی غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ الغرض غرور کرنے والا اپنا بھرم رکھنے کے لئے ہر بُرائی پر مجبور اور ہر اچھے کام سے محروم رہتا ہے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا سنت مبارکہ ہے۔

(2) بزرگانِ دِین کا حکم ماننے ہی میں عافیت اور دِین و دُنیا کی بھلائی ہے۔

(3) جھوٹے حیلے بہانوں کی وجہ سے انسان خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(4) لوگوں کی عبرت کے لئے عبرتناک واقعات بیان کرنا جائز ہے لیکن بلا وجہِ شرعی کسی مسلمان کی تعیین نہ کی جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ ”ایک شخص نے یہ برائی کی تو اس کا یہ انجام ہوا۔“ یا کوئی اور مناسب حکمت بھرا انداز اختیار کیا جائے۔

(5) تکبر ایسی بُری خصلت ہے جو کئی گناہوں کی جامع اور کتنی ہی نیکیوں سے مانع ہے لہٰذا اس سے کوسوں دور بھاگنا چاہیے اور عاجزی اختیار کرنی چاہیے۔

(6) حسبِ موقع اچھے انداز میں لوگوں کی اِصلاح ضرور کرنی چاہیے۔

(7) بزرگوں کی بے ادبی اور اُن کی بددعا سے بچنا چاہیے ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان حقیقۃ الکبر وآفتہ، ۳/ ۴۲۲ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت و فرمانبرداری اور بزرگانِ دین کا ادب و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اَحکامِ شرعیہ کی بجا آوری میں سُستی و کاہلی سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:614

جہنمیوں کی پہچان

عَنْ حَارِثَۃَ بْنِ وَھْبٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، یقول: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ؟ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَکْبِرٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا حارثہ بن وہب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے سنا: ”کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ (سنو) ہر سخت مزاج، بخیل اور خود کو بڑا سمجھنے والا (جہنمی ہے)۔“

تین برائیوں کی مذمت:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہے: (1) سخت مزاج (2) بخیل (3) متکبر۔ سخت مزاجی، بخل اور تکبر یہ ایسی برائیاں ہیں جو انسان کو جہنم میں دھکیل دیتی ہیں۔ ❁ **سخت مزاجی** کی وجہ سے انسان دوسروں پر بے جا غصہ کرتا ہے، اس کی سختی اسے ظلم و ستم، دِل آزاری، مار پیٹ اور حقوقُ العباد میں کوتاہی پر اُبھارتی ہے اس لئے وہ لوگوں کی نظر میں ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت ہو جاتا ہے کیونکہ جس چیز میں سختی ہو اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نرمی و عاجزی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ ❁ **بخل** (کنجوسی) کی وجہ سے انسان صدقاتِ واجبہ کی ادائیگی، محتاجوں کی امداد اور دیگر خیر کے کاموں سے محروم رہتا ہے، کنجوس نہ خود خوش رہتا ہے نہ اس کے متعلقین (تعلق رکھنے والے)۔ اسے جان سے زیادہ مال کی فکر ہوتی ہے حالانکہ یہی مال اس کے لئے دُنیا و آخرت میں وبال ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بخل کی بیماری سے

[1] ... بخاری، کتاب الادب، باب الکبر، ۴/۱۱۸، حدیث: ۶۰۷۱ ملتقطاً

محفوظ رکھے۔ ۞ **غرور و تکبر** وہ ہلاکت خیز گناہ ہے کہ جس کی وجہ ابلیس بارگاہِ الٰہی سے ہمیشہ کے لئے دھتکار دیا گیا، لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا، بڑے بڑے عبادت گزار تکبر کی وجہ سے ذلیل و رُسوا ہوگئے، تکبر نے انہیں آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں میں پہنچا دیا، تکبر کی وجہ سے جنت میں داخلہ ممنوع ہو جاتا ہے، تکبر غضبِ الٰہی کو دعوت دیتا ہے، تکبر کرنے والا دنیا اور آخرت میں ناکام رہتا ہے۔

تکبر کی مذمت:

تکبر کی مذمت پر تین فرامینِ مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: (۱) بخل جس کی پیروی کی جائے (۲) نفسانی خواہش جس کی اطاعت کی جائے اور (۳) انسان کا خود کو اچھا سمجھنا۔[1] **(2)** "ہر سخت مزاج، اِترا کر چلنے والا، متکبر، خوب مال جمع کرنے والا اور دوسروں کو نہ دینے والا جہنمی ہے جبکہ اہلِ جنّت کمزور اور کم مال والے ہیں۔"[2] **(3)** "بروزِ قیامت تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب اور مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہونگے جن کے اخلاق اچھے ہونگے اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے زیادہ دور وہ ہونگے جو زیادہ بولنے والے، منہ پھٹ اور مُتَفَیْہِقُوْن ہوں گے۔" صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: **یارسولَ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم زیادہ بولنے والے اور منہ پھٹ کو تو جانتے ہیں لیکن یہ مُتَفَیْہِقُوْن کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: "تکبُّر کرنے والے۔"[3]

خود پسندی کی مذمت:

تکبر کی ابتدا خود پسندی سے ہوتی ہے جب انسان اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگے تو پھر وہ دوسروں کو حقیر جاننے لگتا ہے اور یہی تکبر ہے۔ چنانچہ **"احیاء العلوم"** میں ہے: "جب انسان دوسروں کے مقابلے میں خود کو بڑے مرتبے والا سمجھتا ہے تو دوسروں کو حقیر جانتا ہے اور ان کو اپنے آپ سے دور کرتا ہے۔ ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا پسند نہیں کرتا۔ جب تکبر بڑھ جاتا ہے تو اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اس کے

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالی، ۱/ ۴۷۱، حدیث: ۷۴۵۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، ۲/ ۶۷۲، حدیث: ۷۰۳۰۔

3 . . . ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی معالی الاخلاق، ۳/ ۴۰۹، حدیث: ۲۰۲۵۔

سامنے جھک کر کھڑا ہو اور یہ اس کا حق ہے۔ جب تکبر میں مزید اضافہ ہوتا ہے تو ان لوگوں سے خدمت لینے کو بھی باعثِ عار سمجھتا ہے اور ان کو اپنے سامنے کھڑا ہونے کا اہل نہیں سمجھتا بلکہ ان سے چوکیداری کی خدمت لینا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر تکبر کچھ کم ہو تو دوسرے کو اپنے برابر مقام دینا ناپسند کرتا ہے، تنگ راستوں میں اس سے آگے بڑھتا ہے، مجالس میں اس سے اونچی جگہ بیٹھتا ہے اور اس انتظار میں رہتا ہے کہ سلام میں وہ پہل کرے، اگر وہ اس کے کام کاج کرے تو کوتاہی کو ناممکن تصور کرتا ہے، اگر وہ کبھی کوتاہی کر دے تو اس پر تعجب کا اظہار کرتا ہے، اگر وہ اس کے سامنے دلیل پیش کرے یا بحث و مُباحَثہ کرے تو اس کو جواب دینا مناسب نہیں سمجھتا، اگر وہ نصیحت کرے تو قبول کرنا گوارا نہیں کرتا اور اگر خود دوسروں کو نصیحت کرے تو نہایت سختی سے کام لیتا ہے اور اس کی بات کو اگر رد کر دیا جائے تو سخت غصے میں آ جاتا ہے، اگر یہ استاد ہو تو شاگردوں کے ساتھ نرمی نہیں برتتا، ان کو ذلیل جانتا ہے اور جھڑکتا ہے، ان پر احسان جتلاتا اور ان سے خدمت لیتا ہے اور عام لوگوں کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ گدھے ہوں یعنی ان کو جاہل اور حقیر گمان کرتا ہے۔[1]

عاجزی کی وجہ سے بارگاہِ الٰہی میں مقبولیت:

منقول ہے کہ ایک عابد کو خواب میں بتایا گیا کہ فلاں موچی کے پاس جا کر اپنے لئے دعا کراؤ۔ چنانچہ وہ اس موچی کے پاس گیا اور اس سے اس کے عمل کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ دن میں روزہ رکھتا ہے اور محنت مزدوری کر کے رِزقِ حلال کما کر اس کا ایک حصہ صَدَقہ کر دیتا ہے اور ایک حصہ گھر والوں کو کھلا دیتا ہے۔ یہ سن کر عابد واپس آ گیا اور کہنے لگا اچھی بات ہے لیکن یہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے فارغ ہونے کی طرح نہیں ہے۔ اسے دوبارہ خواب میں کہا گیا کہ فلاں موچی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ تمہارا رنگ زَرد کیوں ہے؟ وہ آیا اور اس سے پوچھا تو موچی نے جواب دیا کہ میں جس کو بھی دیکھتا ہوں یہی گمان کرتا ہوں کہ یہ نجات پا جائے گا اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ عابد نے یہ سن کر کہا: یہ شخص اسی وجہ سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔[2] **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رحمت ہو اور اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین

---

1. . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان حقیقۃ الکبر وآفتہ، ۳/۴۲۲۔
2. . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان الطریق فی معالجۃ الکبر۔۔۔الخ، ۳/۴۴۹۔

مدنی گلدستہ

”حدیث“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بخل، سخت مزاجی اور تکبر جہنمیوں کی صفات ہیں۔

(2) جو عاجزی اپناتا ہے اسے عزت ملتی ہے۔

(3) تکبر کی ابتدا خود پسندی سے ہوتی ہے۔

(4) قیامت کے دن قُربِ مصطفےٰ کے زیادہ حقدار وہی ہوں گے جن کے اَخلاق اچھے ہوں گے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تکبر وخود پسندی سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جنّت و دوزخ کا مُناظَرہ

حدیث نمبر:615

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اِحْتَجَّتِ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ النَّارُ: فِیَّ الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَکَبِّرُوْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّۃُ: فِیَّ ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَمَسَاکِیْنُھُمْ. فَقَضَی اللہُ بَیْنَھُمَا: اِنَّکِ الْجَنَّۃُ رَحْمَتِی، اَرْحَمُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ، وَاِنَّکِ النَّارُ عَذَابِی، اُعَذِّبُ بِکِ مَنْ اَشَاءُ، وَلِکِلَیْکُمَا عَلَیَّ مِلْؤُھَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جنت اور جہنم نے مناظرہ کیا تو جہنم نے کہا: مجھ میں جابر اور متکبر لوگ ہیں۔ جنت نے کہا: مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ ہیں۔ پھر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا کہ اے جنت! بے شک! تو میری رحمت ہے، تیرے ذریعے میں (اپنے بندوں میں سے) جس پر چاہوں رحم فرماؤں گا اور اے جہنم! بے شک تو میرا عذاب ہے، تیرے ذریعے میں (اپنی مخلوق میں سے) جس کو چاہوں گا عذاب دوں گا اور

1 . . . مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، باب النار يدخلها الجبارون۔۔۔الخ، ص١٥٢٨، حديث: ٢٨٤٦تا٢٨٤٧ماخوذا۔

تم دونوں کو بھرنا میرا کام ہے۔“

جنت و جہنم کی پیدائش و کیفیتِ مناظرہ:

مرقاۃُ المفاتیح میں ہے: اہلسنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنت اور دوزخ پیدا ہوچکی ہیں۔[1]

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **(جنت اور دوزخ کا مناظرہ ہوا)** یہاں قولی زبانی مناظرہ مراد ہے نہ کہ صرف حال کا، **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے ہر چیز میں حواس و شعورِ کلام پیدا فرمایا ہے: ﴿وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ﴾ (پ ١٥، بنی اسرائیل: ٤٤) (ترجمۂ کنزالایمان: اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی (تعریف کرتی) ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔) **(دوزخ نے کہا: مجھ میں جابر اور متکبر ہیں)** یعنی اے جنت میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آکر رہیں گے بادشاہ، وزراء، متکبرین مالدار کفار اور تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین لوگ ضُعَفَاء تجھ میں رہیں گے۔ دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا؟ خیال رہے کہ ضُعَفَاء (کمزوروں) سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ ہیں۔ **(ربّ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: اے جنت! بے شک تو میری رحمت ہے)** چونکہ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے اور **اللہ** تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لیے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں وہ تو میرے رحم و کرم کا مرکز ہیں بڑے درجے والے ہیں۔ **(دوزخ سے فرمایا: بے شک! تو میرا عذاب ہے۔)** یعنی اے دوزخ! تو میرے غضب و قہر کا مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامتِ اعمال کی وجہ سے میرے غضب و قہر کے مستحق ہوگئے، تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میری صفات کا مظہر ہو۔ عَذَابِی (تو میرا عذاب ہے) سے مراد ہے عذاب کی جگہ، محلِّ عذاب، عدل بھی میری صفت ہے فضل بھی۔ خیال رہے کہ دوزخ صرف بدعقیدگی اور بدعملی سے ملے گی مگر جنت کسبی، وَہبی، عطائی تین طرح ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسبی ہے، کسی نیک کے طفیل ملنا وہبی ہے جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور کے

---

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفتن، باب خلق الجنۃ والنار، ٩ / ١٢١، تحت الباب.

طفیل، یہ قوم جو جنت بھرنے کے لیے پیدا کی جائے گی انہیں جنت عطائی ملے گی محض فضلِ الٰہی سے۔[1]

متکبرین کیلئے جہنم کی وعید:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں متکبرین کے لئے جہنم کی وعید ہے۔ یاد رہے کہ انسان میں تکبر اسی وقت آتا ہے جب وہ اپنی حقیقت کو بھول جائے، تکبر کا وبال اس کے پیشِ نظر نہ ہو، اس پر غفلت کی چادر تنی ہو اور نفسانی خواہشات کا غلبہ ہو۔ سرکار عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا فرمان ہے: "بدتر ہے وہ شخص جو تکبر کرے اور حد سے بڑھے اور سب سے بڑے جبّار عَزَّوَجَلَّ کو بھول جائے، بدتر ہے وہ شخص جو سرکشی کرے اور سب سے بلند اور بڑائی والی ذات کو بھول جائے، بدتر ہے وہ شخص جو غافل ہو اور کھیل کود میں پڑا رہے اور قبر اور اس میں بوسیدہ ہونے کو بھول جائے۔"[2]

تکبر سے بچنے کا انوکھا طریقہ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندے غرور و تکبر سے کوسوں دور رہتے ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنے نفس کو سزا دینے کے لئے اس پر سختی کرتے اور اسے رُسوا کرتے ہیں تاکہ نفس تکبر کی طرف مائل ہی نہ ہو۔ چنانچہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے ایک مرتبہ لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تو آپ سے عرض کی گئی: "اے ابو یُوسُف! آپ کے ہاں کام کرنے کے لئے نوکر چاکر اور بیٹے موجود ہیں تو آپ کو کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "میں اپنے نفس کا اِمتحان لے رہا ہوں کہ یہ اس کام سے انکار تو نہیں کرے گا۔" غور کیجئے! حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سلام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے صرف اپنے نفس کے عزم پر اِکتفانہ کیا بلکہ امتحان بھی لیا کہ وہ جھوٹا ہے یا سچا۔ حدیثِ پاک میں ہے: "مَنْ حَمَلَ الْفَاكِهَةَ اَوِ الشَّیْءَ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الْكِبْرِ یعنی جو شخص پھل یا کوئی چیز اٹھائے وہ تکبر سے پاک ہے۔"[3] جو دوسروں کو حقیر جانے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھے یا کسی بھی طریقے سے ناحق تکبر کرے تو اسے بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۵۵۵ ملتقطا۔

2 ... احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان ذم الکبر، ۳/ ۴۱۴۔

3 ... احیاء العلوم کتاب ذم الکبر، بیان الطریق فی معالجۃ الکبر... الخ، ۳/ ۴۵۰۔

غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ حُسنِ اَخلاق کے پیکر، تمام نبیوں کے تاجْوَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ”جو اپنے آپ کو بڑا جانے یا متکبرانہ چال چلے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس پر غضب فرمائے گا۔“[1]

مدنی گلدستہ
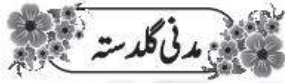
”رحمتِ رب“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جنت اور جہنم کی تخلیق ہو چکی ہے۔

(2) جنت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا و رحمت اور اس کی نعمتوں کی مظہر ہے۔

(3) دوزخ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے عذاب اور قہر کا مظہر ہے۔

(4) بدتر ہے وہ بندہ جو کھیل کود اور غفلت میں پڑ کر قبر و آخرت کو بھول جائے۔

(5) بزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن نفس کو ذلیل و رُسوا کر کے اسے تکبر سے دور رکھتے ہیں۔

(6) بروزِ قیامت متکبر کو غضبِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنی رحمتِ کاملہ سے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:616

نظرِ کرم سے محرومی

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: لَا یَنْظُرُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلٰی مَنْ جَرَّ اِزَارَہٗ بَطَرًا۔[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ

[1] ۔۔۔ مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ۲/ ۲۱ ۶، حدیث: ۶۰۰۲۔

[2] ۔۔۔ بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، ۴/ ۴۶، حدیث: ۵۷۸۸۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت ایسے شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا جو تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند گھسیٹے۔''

روزِ قیامت کی ہولناکی:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! قیامت کا دن ایسا ہولناک ہے کہ قرآنِ کریم میں اسے بڑی گھبراہٹ کا دن کہا گیا ہے، اس دن کی سختی بچوں کو بوڑھا کر دے گی، حمل والیوں کے حمل گرا دے گی، سورج سوا میل پر رہ کر آگ برسا رہا ہوگا، زمین دہکتا ہوا تانبا کر دی جائے گی، انسان اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہونگے، کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی سینے تک، تو کوئی اس میں ڈبکیاں کھا رہا ہوگا۔ سایۂ عرش کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، اس سائے میں انہی خوش نصیبوں کو جگہ ملے گی جن پر ربِّ کریم نظرِ کرم فرمائے گا۔ مگر افسوس کہ متکبر شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نظرِ کرم سے محروم رہے گا۔ پھر اسے جو تکلیف ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ غرور و تکبر سے بچتے ہوئے عاجزی وانکساری اپنائے تاکہ دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عاجزی کی دولت سے مالا مال فرمائے، تکبر سے محفوظ فرمائے۔ آمین

مرتے دم تک چادر ٹخنوں سے نیچے نہ کی:

حضرت سیدنا جُبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس سے ایک شخص گزرا جو اپنی چادر گھسیٹتا ہوا چل رہا تھا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے بُلا کر فرمایا: ''تجھ پر افسوس! کیا تو یہ بات پسند نہیں کرتا کہ بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر نظرِ کرم فرمائے؟'' اس نے عرض کی: کیوں نہیں! میں ضرور ربِّ کریم کی نظرِ کرم کا محتاج ہوں۔ فرمایا: میں نے حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''جو تکبر کی وجہ سے اپنی چادر گھسیٹتا ہوا چلے اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اس پر نظرِ کرم نہیں فرمائے گا۔'' آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی نیکی کی دعوت کا اس نوجوان پر ایسا اثر ہوا کہ پھر مرتے دم تک کبھی اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے نہ کی۔''[1]

---

[1] ۔۔۔شعب الإیمان، باب في الملابس والاواني، فصل في التشديد على جر الثوب خيلاء، ۵/ ۱۴۴، حدیث: ۶۱۲۱۔

دردناک عذاب کے حق دار:

حضرت سیدنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تین قسم کے لوگوں سے بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نہ تو کلام فرمائے گا، نہ ان پر نظرِ کرم فرمائے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ تو رُسوا و برباد ہو گئے، وہ کون ہیں؟ فرمایا: ”(تکبر کرتے ہوئے) اپنی چادر گھسیٹنے والا، اِحسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچنے والا۔“[1]

ناپسندیدہ لوگ:

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس کی چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِس سے ارشاد فرمایا: ”اپنی چادر اوپر کر! بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ چادر لٹکا کر چلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔“ اس نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری پنڈلیاں کمزور ہیں اس لئے چادر سے چھپائی ہوئی ہیں۔ فرمایا: ”چادر لٹکانے کا عیب تیری پنڈلیوں کے عیب سے زیادہ ہے۔“[2]
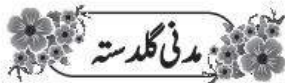
”جنّتِ عدن“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) تین قسم کے لوگوں کو بروزِ قیامت دردناک عذاب ہو گا: چلتے وقت بطورِ تکبر اپنی چادر گھسیٹنے والا، احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا۔

(2) اگر اخلاص و خیر خواہی کی نیت سے نیکی کی دعوت دی جائے تو عموماً قبول کر لی جاتی ہے۔

---

1 . . . شعب الإيمان، باب في الملابس والاوانی، فصل فی التشديد علی جر الثوب خيلاء، ۵/۱۴۵، حديث: ۶۱۲۵۔

2 . . . شعب الإيمان، باب في الملابس والاوانی، فصل فی التشديد علی جر الثوب خيلاء، ۵/۱۴۶، حديث: ۶۱۲۸۔

(3) صِدقِ دل سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی جائے تو مصیبت و پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

(4) اچھا ہے وہ بندہ جو کسی کے سمجھانے سے سمجھ جائے۔

(5) اپنے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی نیکی ہے۔

(6) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو ایسا بندہ پسند نہیں جو بطورِ تکبر اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عاجزی وانکساری عطا فرمائے اور تکبر سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:617

تین طرح کے بدقسمت لوگ

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَلَا یُزَكِّیْهِمْ، وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ: شَیْخٌ زَانٍ، وَمَلِكٌ كَذَّابٌ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تین قسم کے لوگوں سے نہ کلام فرمائے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہوگا: بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ، متکبر فقیر۔"

تین دھتکارے جانے والے لوگ:

دلیل الفالحین میں ہے: اِن تین قسم کے بندوں پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ غضب فرمائے گا، ان سے ایسا کلام نہ فرمائے گا جو انہیں خوش کرے۔ امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ ان سے اہلِ خیر والا کلام نہیں فرمائے گا جو اس کی رضامندی پر دلالت کرے بلکہ ناراضی والا کلام فرمائے گا۔ انہیں پاک نہ کرے گا یعنی ان کے اعمال قبول نہ فرمائے گا یا انہیں گناہوں کی گندگی سے پاک نہ کرے گا، ان کی طرف نگاہِ رحمت نہیں فرمائے گا۔ اور ان کے لئے ایسا عذاب ہوگا جس کی تکلیف دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے گی۔ بوڑھا وہ ہے

[1] ... مسلم، کتاب الایمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار...الخ، ص ۶۲، حدیث: ۲۹۶۔

جس کی عمر پچاس سال یا اس سے زیادہ ہو۔[1] **مفسرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار** خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان حدیثِ مذکور کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **(اللہ عَزَّوَجَلَّ ان سے کلام نہ فرمائے گا)** یعنی ان تین قسم کے لوگوں سے کرم و محبت کا کلام نہ کرے گا غضب و قہر کا کلام کرے گا۔ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ قیامت کے اول وقت جب عدلِ الٰہی کا ظہور ہو گا تب ان سے کلام نہ کرے گا۔ یا مُطلقًا بِلا واسطہ کلام نہ کرے گا بواسطہ فرشتوں کے کرے گا۔ **(انہیں پاک نہ کرے گا)** یعنی ان کے گناہ معاف نہ کرے گا یا ان کی صفائی لوگوں پر ظاہر نہ کرے گا۔ **(انکی طرف نظر نہ فرمائے گا)** یعنی نظر رحمت نہ کرے گا نظر قہر کرے گا۔ **(بوڑھے زانی کے لئے یہ وعید)** اس لئے (ہے) کہ زنا اگرچہ بہر حال بُرا ہے سخت گناہ ہے مگر بڈھا آدمی کرے تو بدترین گناہ ہے کہ اس کی شہوت قریباً ختم ہو چکی ہے وہ مغلوب و مجبور نہیں جوان آدمی گویا معذور ہے۔ **(جھوٹا بادشاہ بھی اس وعید کا حق دار ہے)** کیونکہ بعض لوگ مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، بعض لوگ حاکم کے ڈر یا بادشاہ کے خوف سے جھوٹ بول دیتے ہیں، بعض لوگ تنگدستی سے تنگ آکر جھوٹ کے ذریعے روزی کماتے ہیں بادشاہ کو ان میں سے کوئی مجبوری نہیں وہ جھوٹ بولتا ہے تو بِلا وجہ ہی بولتا ہے۔ **(متکبر فقیر بھی اس وعید کا حق دار ہے کیونکہ)** حکومت والوں، مال والوں کے پاس غرور تکبر کے اسباب موجود ہیں۔ اگر فقیر غرور کرے تو محض دلی خباثت کی وجہ سے ہی کرے گا اس لئے اسکا تکبر بدترین جرم ہے۔ بعض لوگ غریب ہوتے ہوئے معمولی نوکری معمولی کام نہیں کرتے زکوۃ و خیرات قبول نہیں کرتے، خود بھی بھوکے رہتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی بھوکا مارتے ہیں وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں۔ بعض لوگ بہت غریب ہوتے ہیں مگر اپنی لڑکیوں لڑکوں کے لیے بڑے مالدار رشتے تلاش کرتے ہیں اس تلاش میں اولاد بوڑھی ہو جاتی ہے مگر شادی نہیں کرتے جس کے نتیجے بہت برے ظاہر ہوتے ہیں، یہ سب اس فرمانِ عالی میں داخل ہیں۔ درود ہو اس حکیمِ مُطلق محبوبِ کبریا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر، جو ہم پر ہمارے ماں باپ بلکہ خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں۔ **اللہ** تعالیٰ ان کی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے! اس ایک کلمہ میں کیسی ہدایتیں ہیں۔[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الکبر، ۳/ ۷۳، تحت الحدیث: ۶۱۲ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۵۸، ۶۵۹ ملتقطاً۔

تین پسندیدہ اور ناپسندیدہ لوگ:

منقول ہے کہ تین شخص اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہیں اور تین ان سے بھی زیادہ ناپسند ہیں: (1) بدکار شخص ناپسند ہے جبکہ بوڑھا بدکار اس سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔ (2) بخیل ناپسند ہے جبکہ مالدار بخیل اس سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔ (3) مغرور ناپسند ہے جبکہ مفلس مغرور اس سے بھی زیادہ ناپسند ہے۔ اسی طرح تین شخص پسند ہیں اور تین ان سے بھی زیادہ پسند ہیں: (1) متقی پسند ہے مگر جوان متقی اور بھی زیادہ پسند ہے (2) سخی پسند ہے جبکہ ضرورت مند سخی اس سے بھی زیادہ پسند ہے (3) عاجزی کرنے والا پسند ہے جبکہ مالدار عاجز اس سے بھی زیادہ پسند ہے۔ (1)

سب سے پہلے جنت وجہنم میں جانے والے:

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "مجھے سب سے پہلے جنت میں جانے والے اور سب سے پہلے جہنم میں جانے والے تین قسم کے لوگ دکھائے گئے۔ جنتی یہ ہیں: (1) راہِ خدا میں شہید ہونے والا (2) وہ غلام جس نے غلامی میں بھی عبادت ترک نہ کی ہو۔ (3) وہ عیال دار جو کمزوری مفلسی کے باوجود سوال سے بچتا ہو۔ اور جہنم میں سب سے پہلے جانے والے تین شخص یہ ہیں: (1) لوگوں کی چیزیں ظلماً چھین لینے والا حاکم (2) زکوٰۃ نہ دینے والا مالدار (3) غریب متکبر۔ (2)

مدنی گلدستہ
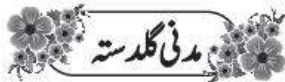
"نظرِ کرم" کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بوڑھا بدکار، مُتکبر فقیر اور جھوٹا بادشاہ یہ لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بہت ناپسند ہیں، بروزِ قیامت انہیں غضبِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(2) مُفلس ونادار شخص کو عاجزی وانکساری اپنانی چاہیے تاکہ اس کی برکت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ رزق میں

---

1 . . . تنبیہ الغافلین، باب الکبر، ص ۹۸۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۳/۱۱۴، حدیث: ۷۴۹۷۔

وُسعت اور کام میں آسانی فرمادے۔

(3) رزقِ حلال کے حُصُول کے لئے معمولی نوکری بھی کرنی پڑے تو کرلینی چاہیے کہ کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔

(4) جیسے ہی کوئی مناسب رشتہ ملے اپنی اولاد کی شادی کردینی چاہیے کہ دولتمند رشتوں کی لالچ اولاد کو اور خود اسے بھی گناہوں بھری زندگی کی طرف لے جاسکتی ہے۔

(5) جو کوئی حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے فرامین کے مطابق زندگی گزارتا ہے وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

(6) جو پچاس سال یا اس سے زیادہ کا ہو جائے اُس کا شمار بوڑھوں میں ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تکبر سے بچا کر جنت میں داخلہ عطا فرمائے اور جہنم سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:618

کبریائی رب ہی کے شایانِ شان ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: قَالَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اَلْعِزُّ اِزَارِی، وَالْكِبْرِیَاءُ رِدَائِی، فَمَنْ یُنَازِعُنِی عَذَّبْتُهُ. (1)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: عظمت میرا اِزار (تہبند) اور کبریائی میری چادر ہے جو اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی مجھ سے جھگڑے گا میں اسے عذاب دوں گا۔"

کبریائی سے مراد:

مُفَسِّرِ شَہِیر، مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن فرماتے ہیں: "کبر

(1) ۔۔۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم الکبر، ص ١٠٨٣، حدیث: ٢٦٢٠ بتغیر قلیل۔

سے مراد ذاتی بڑائی ہے اور عظمت سے مراد صفاتی بڑائی۔ چادر اور تہبند فرمانا ہم کو سمجھانے کے لئے ہے کہ جیسے ایک چادر، ایک تہبند دو آدمی نہیں پہن سکتے یوں ہی عظمت و کبریائی سوائے میرے، دوسرے کے لئے نہیں ہو سکتی۔“[1]

تکبر کی تین اَقسام واَحکام:

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقابلے میں تکبر: تکبر کی یہ قسم کفر ہے جیسے فرعون کا تکبر کہ اس نے کہا تھا: ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾﴾ (پ۳۰، النزعت: ۲۴، ۲۵) ترجمۂ کنزالایمان: ”میں تمہارا سب سے اُونچا رب ہوں تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے عذاب میں پکڑا۔“ فرعون کی ہدایت کے لیے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیِّدُنا موسیٰ کَلِیْمُ اللہ اور حضرت سیِّدُنا ہارون عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھیجا مگر اُس بدبخت نے اُن رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اُسے اور اُس کی قوم کو دریائے نیل میں غرق کر دیا۔[2] مفسرین کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرعون کو مَرے ہوئے بیل کی طرح دریا کے کنارے پر پھینک دیا تاکہ وہ بنی اسرائیل اور دیگر لوگوں لیے عبرت کا نشان بن جائے اور اُن پر یہ بات واضح ہو جائے کہ جو شخص ظالم ہو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جناب میں تکبر کرے اُس کی پکڑ اِس طرح ہوتی ہے کہ اُسے ذِلّت ورُسوائی کی پستی میں پھینک دیا جاتا ہے۔[3]

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رسولوں کے مقابلے میں تکبر: تکبر کی یہ قسم بھی کفر ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ تکبر وجہالت اور بغض وعداوت کی بنا پر کسی رسول عَلَیْہِ السَّلَام کی پیروی نہ کرنا یعنی خود کو عزت والا اور بلند سمجھ کر یوں تصور کرنا کہ عام لوگوں جیسے ایک انسان کا حکم کیسے مانا جائے، جیسا کہ بعض کفارِ مکہ نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں (مَعَاذَ اللہ) حقارت سے کہا تھا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾﴾ (پ۲۵، الزخرف: ۳۱) ترجمۂ کنزالایمان: ”کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ان دو

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ٦/٦٥٩۔
2. ... حدیقۃ ندیۃ، البحث الثانی من المباحث الخمسۃ۔۔۔الخ، ١/٥٣٩۔
3. ... الزواجر، الباب الاول فی الکبائر۔۔۔الخ، ١/٧١۔

شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔“

(3) بندوں کے مقابلے میں تکبر: اس سے مراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور رسولوں کے علاوہ مخلوق میں سے کسی پر تکبر کرنا، یعنی اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو حقیر جان کر اس پر بڑائی چاہنا اور باہم برابری کو ناپسند کرنا۔ یہ صورت اگرچہ پہلی دو صورتوں سے کم تر ہے مگر یہ بھی حرام اور بہت بڑا گناہ ہے، کیونکہ کبریائی اور عظمت بادشاہِ حقیقی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کو لائق ہے، عاجزو کمزور بندے کے لائق نہیں۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تکبر جب بڑھ جائے تو کفر کی طرف بھی لے جاسکتا ہے۔ اگر کفر کی طرف نہ بھی لے جائے پھر بھی حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ غرور و تکبر سے دور رہے اور عاجزی وانکساری کو اپنا شعار بنائے کیونکہ تکبر سے بچ کر عاجزی اختیار کرنا سعادت مندی اور غرور و تکبر بدبختی کی علامت ہے۔ چنانچہ،

سعادت مندی کی علامات:

منقول ہے کہ سعادت مندی کی گیارہ علامات ہیں: (1) دنیا کو چھوڑ کر آخرت میں رغبت رکھنا (2) ہر وقت عبادت اور تلاوت میں مشغول رہنا (3) فضول باتوں سے بچنا (4) نماز پنجگانہ کا پابند ہونا (5) ہر حال میں حرام سے بچنا (6) نیک لوگوں کو محبوب رکھنا (7) تکبر سے بچ کر عاجزی اختیار کرنا (8) سخی و شریف ہونا (9) مخلوق پر رحم کرنا (10) مخلوق کو فائدہ پہنچانا (11) موت کو کثرت سے یاد کرنا۔[2]

بدبختی کی علامات:

بدبختی کی بھی گیارہ علامات ہیں: (1) مال جمع کرنے کی حرص (2) لذاتِ دنیا اور خواہشات میں پھنس جانا (3) فحش گوئی (4) نمازوں میں سُستی (5) حرام اور مشکوک اَشیاء استعمال کرنا، بُروں کی صُحبت اختیار کرنا (6) بداَخلاقی (7) اِترانا اور غُرور و تکبر کرنا (8) لوگوں سے بھلائی روک لینا (9) مسلمانوں پر رحم نہ کرنا (10)

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، بیان المتکبر علیہ۔۔۔الخ، ۳/ ۴۲۲ ملخصا۔

2 . . . تنبیہ الغافلین، باب الاحتکار، ص ۱۰۳۔

کنجوسی (11) موت کو بھول جانا۔[1]

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) عظمت و کبریائی خالق حقیقی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کے لائق ہے عاجز و کمزور بندے کے لائق نہیں۔

(2) بندوں کے مقابلے میں تکبر کرنا حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسولوں کے مقابلے میں تکبر کرنا کفر ہے۔

(4) فرعون بدبخت دریائے نیل میں ڈوب کر ہلاک ہوا پھر اسے مرے ہوئے بیل کی طرح دریا کے کنارے پھینک دیا گیا تاکہ لوگوں کے لئے عبرت بن جائے۔

(5) جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس کی عظمت و کبریائی کے بارے میں جھگڑتا ہے یعنی اس کے مقابلے میں تکبر کرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

(6) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کسی بھی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی توہین کفر ہے۔

(7) اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو حقیر جان کر اس پر بڑائی چاہنا اور باہم برابری کو ناپسند کرنا تکبر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تکبر سے محفوظ فرمائے اور عاجزی عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:619

مُتکبر شخص زمین میں دھنسا دیا گیا

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّم قَالَ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَمْشِی فِی حُلَّةٍ تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ، مُرَجِّلٌ رَاْسَهُ، یَخْتَالُ فِی مِشْیَتِهٖ، اِذْ خَسَفَ اللہُ بِهٖ، فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ فِی الْاَرْضِ اِلٰی

[1] ... تنبیہ الغافلین، باب الاحتکار، ص ١٠٣۔

يَوْمِ الْقِيَامَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ایک شخص عمدہ لباس پہنے، بالوں میں کنگھی کئے اِتراتا ہوا اچل رہا تھا اور خود کو اچھا سمجھ رہا تھا، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اسے زمین میں دھنسا دیا پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔“

زمین میں دھنسنے والا شخص کون تھا؟

دلیل الفالحین میں ہے کہ زمین میں دھنسنے والے اس شخص کا نام ”**ہیزن**“ تھا، جو ترکی النسل فارسی بدو تھا۔ ایک قول کے مطابق وہ **قارون** تھا۔ تفسیر خازن میں حضرت سیدنا قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا تھا، وہ روزانہ انسان کے قد کے برابر زمین میں دھنستا ہے اور قیامت تک دھنستا رہے گا لیکن پھر بھی جہنم کی گہرائی تک نہ پہنچے گا۔ اسے تھوڑا تھوڑا اس لئے دھنسایا جاتا ہے تاکہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے اور تکبر کرنے کی وجہ سے اس کی ذلت ورسوائی میں اضافہ ہوتا رہے۔[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! غرور و تکبر اور خود پسندی ایسی مذموم صفات ہیں کہ یہ انسان کو راہِ حق سے دور اور جہنم سے قریب کر دیتی ہیں۔ مغرور شخص کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ شیطان نے تکبر کیا تو ہمیشہ کے لئے ذِلّت ورُسوائی کا طوق اس کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ نمرود و فرعون کو تکبر نے اس حد تک ہلاکت میں ڈالا کہ وہ مَردود خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے، جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ رہتی دنیا تک عبرت کا نشان بنا دیئے گئے اور جہنم کی دائمی سزا کے حقدار ہوئے۔ الغرض تکبر وہ موذی مرض ہے جو بے شمار ہلاکتوں کا مجموعہ ہے۔

تکبر کی آفات:

غرور و تکبر ایسی آفت ہے جو بالکل ہلاک کر دیتی ہے۔ قرآنِ کریم میں خدائے بزرگ و برتر نے ابلیس

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبہ۔۔۔الخ، ٤/٤٧، حدیث: ٥٧٨٩ ملتقطا۔

مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم التبختر۔۔۔الخ، ص ٨٩٠، حدیث: ٥٤٦٥ ملتقطا۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی تحریم الکبر والاعجاب، ٣/٥٧، تحت الحدیث: ٦١٨ ملتقطا۔

لعین کے بارے میں فرمایا:﴿ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٭ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴾(پ ۱، البقرۃ: ۳۴)ترجمۂ کنزالایمان: ”منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔“ **تکبر** اَعمالِ صالحہ اور فُرُوعَاتِ دِیْنِیَّہ کے لئے تمام آفات سے زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ یہ ایمان واِعتِقاد میں خَلَل انداز ہوتا ہے۔ جب تکبر کا مرض بڑھ جائے تو اس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے۔ متکبر پر کم از کم یہ چار آفات تو ضرور آتی ہیں:(1)**پہلی آفت:** حق و صداقت سے محرومی، آیاتِ الٰہیہ کی معرفت اور اَحکامِ خداوندی کی سمجھ سے دل کا اندھا ہو جانا۔(2)**دوسری آفت:اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے غَضَب و ناراضی کا سامنا۔(3) **تیسری آفت:** دنیا و آخرت میں ذِلَّت و رسوائی۔ حضرت سیدنا حاتِم اَصَمّ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم فرماتے ہیں: تین حالتوں پر مرنے سے بچو!(۱) تکبُّر کرتے ہوئے(۲)لالچ کرتے ہوئے(۳) گھمنڈ کرتے ہوئے۔ کیونکہ مُتکبِّر شخص کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاتا جب تک اسے اس کے کمترین اہل و عَیال اور خادموں سے زیادہ رسوا و ذلیل نہ کر دے اور لالچی کو اللہ تعالٰی اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک اُسے روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک گھونٹ کے لیے نہ ترسا لے اور گھمنڈی کو اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک اسے پیشاب و پاخانہ میں آلودگی کی ذِلَّت نہ دکھا دے۔ (4)**چوتھی آفت:** متکبر آخرت میں جہنم کی آگ میں جلے گا۔ جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے: ”اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَ الْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ نَارَ جَهَنَّمَ یعنی ”بڑائی میری چادر ہے اور عظمت وبزرگی میرا اِزار، توجو شخص ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے لینے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم کی آگ میں داخل کروں گا۔“یعنی بڑائی اور عظمت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی خاص صفات ہیں جو کسی اور کو لائق و مناسب نہیں، جیسا کہ انسان کی چادر اور تہبند اسی کے لئے خاص ہوتے ہے اور بیک وقت ایک چادر اور ایک تہبند کو دو شخص استعمال نہیں کر سکتے۔ تو جو چیز معرفتِ خداوندی زائل کر دے، اَحکامِ الٰہیہ کو سمجھنے سے محروم کر دے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی کا سبب بنے، جس کی وجہ سے دنیا میں ذِلَّت و رسوائی اور آخرت میں جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے، تو ایسی خطرناک اور مُہلِک آفت سے بچنا اور دور رہنا نہایت ضروری ہے، کسی بھی عقلمند و سمجھدار شخص کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسی ہلاکت خیز شے سے بچنے میں غفلت برتے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس آفت سے کوسوں دور رہے اور اس سے بچنے کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ لے۔ بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی گناہوں

سے بچانے والا اور اپنے فضل و کرم سے نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

”جنتِ فردوس“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا۔

(2) مغرور حق وصداقت سے محروم اور احکامِ خداوندی سے نابلد رہتا ہے۔

(3) تکبر، حرص اور گھمنڈ ایسی برائیاں ہیں کہ جن کی سزا دنیا وآخرت دونوں میں ملتی ہے۔

(4) متکبر موت سے پہلے اپنے خادموں اور گھر والوں کی نظر میں ذلیل وخوار کر دیا جاتا ہے۔

(5) حریص کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک اسے ایک ایک لقمے کے لئے نہ ترسایا جائے۔

(6) تکبر کی وجہ سے انسان غضب الٰہی کا حقدار ہو جاتا ہے۔

(7) ہر گناہ سے بچنا ضروری ہے اور جو گناہ جتنا زیادہ ہلاکت خیز ہو اس سے اتنا ہی زیادہ دور رہنا چاہیے۔

(8) ہر گناہ وبرائی سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غرور وتکبر سے بچا کر عاجزی وانکساری کا پیکر بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:620

مُتَکَبِّرُوں کا انجام

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ، فَيُصِيْبُهُ مَا اَصَابَهُمْ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی

[1] ۔۔۔ منہاج العابدین، ص ۶۷ ملخصاً۔

[2] ۔۔۔ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الکبر، ۳/ ۴۰۳، حدیث: ۲۰۰۷۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”بندہ مسلسل تکبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے جَبّارِین (متکبرین) میں لکھ دیا جاتا ہے پھر اسے وہ چیز پہنچتی ہے جو ان متکبرین کو پہنچی۔“

ہلاکت دو چیزوں میں ہے:

حضرت سیدنا ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہلاکت دو چیزوں میں ہے: (1) مایوسی (2) اور خود پسندی۔ یعنی مایوس شخص اعمال کے نفع سے ناامید ہوتا ہے جس کا لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اعمال ہی چھوڑ دیتا ہے۔ اور خود پسندی کا شکار اپنے آپ کو خوش بخت وکامیاب سمجھتا ہے اور عمل سے دور ہو جاتا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠(۳۲)﴾ (پ ۲۷، النجم: ۳۲) ترجمۂ کنزالایمان: ”تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔“[1]

عاجزی وانکساری مفید ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جو شاخ جتنے زیادہ پھلوں والی ہو اس میں اتنا ہی زیادہ جُھکاؤ ہوتا ہے اسی طرح جو بارگاہِ الٰہی میں جتنا زیادہ مقبول ہو اس میں اتنی ہی زیادہ عاجزی وانکساری ہوتی ہے۔ جس عمل کے بعد تکبر پیدا ہو جائے وہ چاہے پہاڑ جتنا بھی ہو قابلِ تعریف نہیں بلکہ باعثِ گرفت ہے جبکہ عاجزی وانکساری کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی فائدہ مند ہے۔ اس ضمن میں دو اَقوال ملاحظہ فرمائیے: **(1)** حضرت سیدنا مُطَرِّف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”اگر میں رات سو کر گزاروں اور صبح کو اس پر ندامت محسوس کروں تو یہ میرے لئے رات بھر عبادت کرنے اور صبح اس پر خوش ہونے سے زیادہ پسند ہے۔“[2] **(2)** حضرت سیدنا بشر بن منصور عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفُوْر نے ایک مرتبہ طویل نماز پڑھی ایک شخص آپ کو دیکھ رہا تھا آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے سلام پھیرا اور فرمایا: ”تم میرے اس عمل پر تعجب نہ کرنا کیونکہ ابلیس نے ایک طویل مدت تک ملائکہ کے ساتھ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کی مگر پھر بھی مَردود ہو گیا۔“[3]

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، الشطر الثانی من الکتاب فی العجب، ۳/ ۵۲۴ مفہوما۔

2 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، الشطر الثانی من الکتاب فی العجب، ۳/ ۵۲۴۔

3 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الکبر والعجب، الشطر الثانی من الکتاب فی العجب، ۳/ ۵۳۴ ملخصا۔

تکبر کے آٹھ اَسباب وعلاج:

(1) **تکبر کا پہلا سبب** علم ہے کہ بعض اوقات اِنسان کثرتِ علم کی وجہ سے بھی تکبر کی آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ مُعَلِّمُ الْمَلَکُوْت کے منصب تک پہنچنے والے شیطان کے انجام کو یاد رکھے کہ اس نے تکبر کرتے ہوئے اپنے آپ کو **حضرت سیِّدُنا آدم** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے **افضل** قرار دیا تھا مگر اسے اس تکبر کے نتیجے میں قیامت تک کی ذلت ورسوائی ملی اور وہ جہنم کا حقدار ٹھہرا کہیں یہ تکبر ہمیں بھی تباہ و برباد نہ کردے۔(2) **تکبر کا دوسرا سبب** عبادت وریاضت ہے کہ بندہ کثیر عبادت وریاضت کے سبب اس مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ سوچے میں اگر بہت زیادہ عبادت کرتا ہوں تو اس میں میرا کیا کمال ہے؟ یہ تو ربّ تعالیٰ کا کرم ہے، نیز عبادت تو وہی مفید ہو گی جس میں نیت درست ہو، تمام شرائط پائی جاتی ہوں، کیا خبر یہ عبادت جس پر میں گھمنڈ کر رہا ہوں وہ میرے اس تکبر کے سبب ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کے بجائے مردود ہو جائے اور جنت میں داخلے کے بجائے جہنم میں داخلے کا سبب بن جائے۔(3) **تکبر کا تیسرا سبب** مال ودولت ہے کہ جس کے پاس کار، بنگلہ، بینک بیلنس اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر ہوں وہ بھی بسا اوقات تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ **اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ اس بات پر یقین رکھے کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ اسے یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کر خالی ہاتھ دنیا سے جانا پڑے گا پھر قبر کو نیکیوں کا نور روشن کرے گا نہ کہ سونے چاندی اور مال ودولت کی چمک دمک۔ لہٰذا اس فانی اور ساتھ چھوڑ جانے والی شے کی وجہ سے تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے ربّ کو کیوں ناراض کیا جائے؟(4) **تکبر کا چوتھا سبب** حسب ونسب ہے کہ بندہ اپنے آباء واجداد کے بل بوتے پر اکڑتا اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ اپنا یہ مدنی ذہن بنائے کہ دوسروں کے کارناموں پر گھمنڈ کرنا عقلمندی نہیں بلکہ جہالت ہے اور آباء واجداد پر فخر کرنے والوں کے لیے جہنم کی وعید ہے۔ چنانچہ نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اپنے فوت شدہ آباء واجداد پر فخر کرنے والی قوموں کو باز آجانا چاہیے کیونکہ وہی جہنم کا کوئلہ ہیں، یا وہ قومیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک گندگی کے اُن کیڑوں سے بھی حقیر ہو جائیں گی جو اپنی ناک سے گندگی کو کریدتے ہیں، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے تم سے جاہلیت کا تکبر اور ان کا اپنے آباء پر فخر کرنا ختم فرمادیا ہے، اب آدمی متقی ومومن ہو گا یا بدبخت وبدکار، سب لوگ حضرت آدم

(عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کی اولاد ہیں اور حضرت آدم (عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔“[1] **(5) تکبر کا پانچواں سبب** عہدہ و منصب ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ اپنا یہ ذہن بنائے کہ فانی پر فخر نادانی ہے کیونکہ عزت و منصب کب تک ساتھ دیں گے؟ جس منصب کے بل بوتے پر آج اکڑتے ہیں، کل کو چھن گیا تو انہی لوگوں سے منہ چھپانا پڑے گا جن سے آج تحقیر آمیز سلوک کرتے ہیں۔ آج جن لوگوں پر چیخ چیخ کر حکم چلاتے ہیں ہو سکتا ہے کل ان سے ہی کوئی ایسا کام پڑ جائے جو ہمارے تکبر کو خاک میں ملا دے۔اس لیے کیسا ہی منصب یا عہدہ مل جائے اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیے۔**(6) تکبر کا چھٹا سبب** کامیابی و کامرانی ہے کہ جب کسی کو پے در پے کامیابیاں ملتی ہیں تو وہ ناکام ہونے والے لوگوں کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ یہ نہ بھولے کہ وقت ایک سا نہیں رہتا، بلندیوں پر پہنچنے والوں کو اکثر واپس پستی میں بھی آنا پڑتا ہے، ہر کمال کو زوال ہے، کامیابی پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنا چاہیے نہ کہ اسے اپنا کمال تصور کرتے ہوئے دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔**(7) تکبر کا ساتواں سبب** حسن و جمال ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ اپنی ابتداء وانتہاء پر غور کرے کہ میرا آغاز ناپاک نطفہ اور انجام سڑا ہوا مردہ ہونا ہے، نیز عمر کے ہر دور میں حسن یکساں نہیں رہتا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی ماند پڑ جاتا ہے، یہ بھی پیش نظر رکھے کہ میرے اسی حسن و جمال والے بدن سے روزانہ پیشاب، پاخانہ، بدبودار پسینہ، میل کچیل اور دیگر گند نکلتا ہے، میں اپنے ہاتھوں سے پاخانہ و پیشاب صاف کرتا ہوں تو کیا ان چیزوں کے ہوتے ہوئے فقط ظاہری حسن و جمال پر تکبر کرنا زیب دیتا ہے؟ یقیناً نہیں۔**(8) تکبر کا آٹھواں سبب** طاقت و قوت ہے کہ جس کا قد کاٹھ اچھا ہو اور سینہ چوڑا ہو تو وہ بسا اوقات کمزور جسم والے کو حقیر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔**اس کا علاج** یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کا یوں محاسبہ کرے کہ طاقت و قوت اور پھرتی تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے بلکہ انسان سے زیادہ ہوتی ہے تو پھر اپنے اندر اور جانوروں میں مشترکہ صفت پر تکبر کرنا کیسا؟ حالانکہ ہمارے جسم کی طاقت و قوت کا تو یہ حال ہے کہ تھوڑا سا بیمار ہو جائیں تو طاقت کا سارا نشہ اتر جاتا ہے، معمولی سی گرمی برداشت نہیں ہوتی، اگر خدانخواستہ اس تکبر کی وجہ سے کل بروزِ قیامت ربّ تعالیٰ ناراض ہو گیا اور جہنم میں شدید آگ کا عذاب دیا گیا تو اُسے کیسے برداشت کریں گے؟[2]

---

1 . . . ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الشام والیمن، ۵/ ۴۹۷، حدیث: ۳۹۸۱۔

2 . . . باطنی بیماریوں کی معلومات، ص۲۷۹ تا ۲۸۳ ملخصاً۔
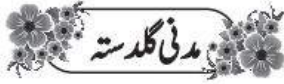
”تکبر سے بچو“ کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) تکبر سے باز نہ آنے والے کو جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے اور انہیں کی طرح عذاب دیا جائے گا۔

(2) عبادت وہی مفید ہے جس میں نیت درست ہو۔

(3) جسے اِیمان کی سلامتی، آخرت کی تیاری اور رضائے الٰہی کی جستجو ہو وہ تکبر جیسی ہلاکت خیز بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

(4) مایوسی اور خود پسندی باعث ہلاکت ہیں کہ ان کے بعد انسان اعمال صالحہ سے رُک جاتا ہے۔

(5) رات بھر سوئے رہنے پر ندامت محسوس کرنا اس شب بیداری سے بہتر ہے جس پر تکبر کیا جائے۔

(6) اپنے علم و مرتبے پر غرور کرنے والے کو ابلیس لعین کے انجام پر غور کرنا چاہیے۔

(7) مسلسل دنیوی کامیابیوں پر غرور نہیں کرنا چاہیے کہ وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا، کیا خبر کل کسی ایسی ناکامی سے واسطہ پڑے کہ جس کے سامنے سابقہ سب کامیابیاں بے کار محسوس ہوں۔

(8) حسن وجمال پر غرور کرنے والا اگر اپنی پیدائش کے مراحل اور مرنے کے بعد قبر میں گلنے سڑنے کو یاد کرے تو تکبر سے نجات پا سکتا ہے۔

(9) جسے اپنی صحت وطاقت پر غرور ہو اسے چاہیے کہ جانوروں کی صحت وطاقت کے بارے میں سوچے کیونکہ جانوروں میں انسانوں سے زیادہ طاقت ہوتی ہے تو پھر ایسی صفت پر کیسا تکبر جو جانوروں میں بھی پائی جاتی ہو۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں غرور و تکبر جیسے تمام کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر: 73

اچھے اَخلاق کا بیان

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اچھے اخلاق دونوں جہاں میں نیک نامی وکامیابی کا باعث ہیں۔ اچھے اخلاق اپنانے والا دنیا میں بھی ہر دل عزیز ہوتا ہے اور آخرت میں بھی بلند وبالا درجات پائے گا۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے اَخلاق سنوارنے کے لئے سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرے، آپ کے اَخلاق کو اپنائے کیونکہ خود ربِّ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ طیبہ کو لوگوں کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ اچھے اخلاق وہی ہیں جو شریعتِ مُطَہَّرہ اور سنّتِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مطابق ہوں، لوگ کسی عادت کو لاکھ پسند کریں اگر وہ شریعت کے خلاف ہے تو ہرگز اچھے اخلاق میں شمار نہ ہوگی اور اگر دنیا والے کسی عادت کو ناپسند کریں مگر وہ اخلاقِ نبوی کے مطابق ہے تو یقیناً وہ اخلاقِ حسنہ میں سے ہے کیونکہ ہر اچھائی اور برائی کا معیار شریعتِ مطہرہ اور سنّتِ مبارکہ ہی ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"اچھے اَخلاق"** کے بارے میں ہے۔ اِمام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیاتِ مقدسہ اور 11 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) عظیم اَخلاق

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ④ (پ ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

اِمام فَخْرُ الدِّیْن رَازِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: "خُلق ایک ایسا ملکہ ہے کہ جو اس سے مُتَّصِف ہو جائے اس کے لئے اچھے اَعمال کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کنجوسی، بخل، غضب اور معاملات میں شدت سے بچنا، قول وفعل میں لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا، قطع تعلقی سے گریز کرنا، خرید وفروخت میں آسانی کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا وغیرہا یہ تمام اُمور اچھے اَخلاق میں داخل ہیں۔"[1]

[1] . . . تفسیر کبیر، پ ۲۹، القلم، تحت الآیۃ: ۴، ۱۰ / ۶۰۱ ملخصاً۔

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّحْمٰن جَلَالُ الدِّیْن سُیُوْطِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا اخلاق سب سے اچھا تھا، صحابۂ کرام یا اہلِ بیت اَطہار میں سے جب بھی کوئی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بلاتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لَبَّیْک فرماتے اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝﴾۔ ابو عبد اللہ جدلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: "میں نے حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاق کے بارے میں پوچھا تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ طبعاً فحش گو تھے نہ تکلفاً اور نہ بازار میں بلند آواز سے باتیں کرتے اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے، بلکہ معاف فرما دیتے اور در گزر فرماتے۔"[1]

(2) غصہ پینا اور درگزر کرنا

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ ترجمۂ کنز الایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ (پ ۴، آل عمران: ۱۳۴)

مُفَسِّرِ شَہِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "رب تعالیٰ نے اس آیت میں متقیوں کی صفتیں بیان فرمائی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ متقی وہ لوگ ہیں جو سخت غصہ کی حالت میں آپے سے باہر نہیں ہو جاتے، بلکہ نفسانی غصہ پی جاتے ہیں کہ باوجود قدرت کے غصہ جاری نہیں کرتے اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں یا دوسروں کی ایذاؤں یا مجرموں کے جرموں کو بخش دیتے ہیں کہ باوجود قادر ہونے کے اپنے نفس کا بدلہ نہیں لیتے، اللہ تعالیٰ ایسے نیک کاروں کو جو مخلوق کے لئے مُضِر نہ ہوں بلکہ مفید ہوں بہت ہی پسند فرماتا ہے کہ ان پر اس احسان کے بدلے احسان فرمائے گا اور انہیں انعام دے گا، یہ لوگ اپنی حیثیت کے لائق نیکیاں کر لیں، رب تعالیٰ اپنی شان کے لائق انہیں انعام دے گا۔"[2] عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہ

---

[1] . . . تفسیر درمنثور، پ ۲۹، القلم، تحت الآیۃ: ۴، ۸/ ۲۴۳ ملتقطاً۔

[2] . . . تفسیر نعیمی، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۴، ۴/ ۱۸۷ ملخصاً۔

رَحۡمَۃُ اللّٰہِ الۡقَوِی فرماتے ہیں: ایک بار حضرت سَیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خادم کے ہاتھ سے پیالہ ایک جانب جھکا تو اس میں سے کچھ حضرت سَیِّدُنا حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ پر گر گیا۔ تو خادم نے کہا: ﴿وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔'' حضرت سَیِّدُنا حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: میں نے معاف کیا۔ خادم نے کہا: ﴿وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۳۴) ترجمۂ کنزالایمان: ''اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔'' آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: ''میں نے تجھے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے آزاد کیا اور تیرا نکاح فلاں لونڈی سے کر دیا اور تمہاری اور اس کی ضروریات ہم پوری کریں گے۔''[1]

صَلُّوۡا عَلَی الۡحَبِیۡب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سب سے اچھے اَخلاق والے

حدیث نمبر: 621

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقاً.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: ''رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔''

کبھی اُف تک نہ فرمایا...

حدیث نمبر: 622

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: مَا مَسِسْتُ دِیْبَاجاً وَلَا حَرِیْراً اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، وَلَا شَمَمْتُ رَائِحَۃً قَطُّ اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم.[3] وَلَقَدْ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَشْرَ سِنِیْنَ، فَمَا قَالَ لِیْ قَطُّ: اُفٍّ، وَلَا قَالَ لِشَیْءٍ فَعَلْتُہُ: لِمَ فَعَلْتَہُ؟ وَلَا لِشَیْءٍ لَمْ اَفْعَلْہُ: اَلَا فَعَلْتَ کَذَا؟[4]

1 ... تفسیر روح البیان، پ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۴، ۲/ ۹۵۔

2 ... بخاری، کتاب الادب، باب الکنیۃ للصبی قبل ان یولد للرجل، ۴/ ۱۵۵، حدیث: ۶۲۰۳۔

3 ... بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ۲/ ۴۸۹، حدیث: ۳۵۶۱ بتغیر۔

4 ... مسلم، کتاب الفضائل، باب کان رسول اللہ احسن الناس خلقا، ص ۹۷۲، حدیث: ۲۰۱۱ بتغیر۔

ترجمہ: حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ”میں نے حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دَستِ مُبارک سے زیادہ نرم کسی ریشمی کپڑے کو نہیں چُھوا اور نہ میں نے کوئی ایسی خوشبو سونگھی جو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے آنے والی خوشبو سے زیادہ اچھی ہو۔ میں نے دس سال تک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کی، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے کبھی ”اُف“ تک نہ فرمایا اور کسی کام کے کرنے پر کبھی یہ نہ فرمایا کہ: یہ کام کیوں کیا؟ اور کوئی کام نہ کرنے پر کبھی یہ نہ فرمایا کہ: یہ کام کیوں نہیں کیا؟“

عظیم حُسنِ اَخلاق:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عظیم حُسنِ اَخلاق کا ذکر ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنی اَزواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ، اپنے احباب و اصحاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُم اپنے رشتہ داروں اور پڑوسیوں، الغرض ہر ایک کے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور ملنساری کا برتاؤ فرماتے کہ سب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاقِ حَسَنہ سے متاثر ہو جاتے۔ حضرت سیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے دس سال تک حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کی سعادت حاصل کی اس طویل عرصے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں جھڑکا، نہ ڈانٹا حتی کہ انہیں کبھی ”اُف“ تک نہیں فرمایا۔ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اعلیٰ کردار اور حُسنِ اَخلاق کی ایک مثال ہے ورنہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پوری زندگی حُسنِ اخلاق کا بہترین عملی نمونہ ہے، اگر سب لوگ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرت مبارکہ پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا میں امن و سکون کی فضا قائم ہو جائے۔ **اللہ** تعالیٰ ہر مسلمان کو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دلیل الفالحین میں ہے: ”حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ دس سال تک تاجدارِ رسالت شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ اَقدس میں رہے، مگر کوئی کام کرنے یا چھوڑنے پر انہیں کبھی نہ ڈانٹا، ڈانٹنا تو درکنار انہیں کبھی اُف تک نہ فرمایا۔ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حُسنِ خلق ہی تھا کہ اتنے

طویل عرصے میں بھی کبھی اپنے خادم سے یہ نہ پوچھا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟"[1]

سراپا رحم وکرم:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حکیمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "حضورِ انور کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے پر حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی عمر آٹھ سال تھی، ان کے والدین اس وقت حضورِ انور کی خدمت میں انہیں لائے اور بولے کہ ہم نے انہیں آپ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ وفات شریف ۱۰ ہجری میں ہوئی، وفات شریف تک حضورِ انور کی خدمت میں رہے، بعد وفات مدینہ سے باہر آگئے، مقام موصل میں آپ کا مزار ہے۔ **(آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی نہ جھڑکا)** یعنی میں کم عمر بھی تھا اور کم سمجھ بھی، مجھ سے قصور بھی ہوتے تھے اور کبھی کچھ نقصان بھی ہو جاتا تھا جیسے کوئی چیز ٹوٹ جانا وغیرہ مگر اس سراپا رحم وکرم نے مجھے کبھی جھڑکا نہیں اور ملامت کے طریقہ پر یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کیوں کر دیا یہ کیوں چھوڑ دیا۔ "اُف" کا ترجمہ اردو میں ہے: "اُفوہ" یہ سرزنش اور ملامت کے وقت بولا جاتا ہے یہاں دُنیاوی کاموں میں اُف نہ فرمانا مراد ہے، شرعی غلطی پر پکڑ کرنا تو اصلاح ہے۔"[2]
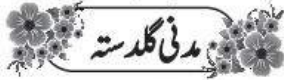
مدنی گلدستہ

"احمد" کے 4 حروف کی نسبت سے احادیثِ مذکورہ اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم لوگوں میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے تھے۔

(2) نبی رحمت، محبوب ربُّ العزت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اپنے خادموں کو نہ تو کبھی جھڑکتے نہ ہی اُن کی غلطیوں پر کبھی ملامت کرتے۔

(3) حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بڑی شان کے مالک ہیں کہ انہوں نے دس سال تک نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت کی سعادت پائی۔

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی حسن الخلق، ۳/ ۷۸، تحت الحدیث: ۶۲۱ ملخصاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۸/ ۶۵۔

(4) اچھے اَخلاق والے کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور اچھے اَخلاق دُخولِ جنت کا سبب ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیرتِ طیبہ پر عمل کرنے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 623

مُسلمانوں کی پریشانی دُور کرنا

عَنِ الصَّعْبِ بِنْ جَثَّامَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: اَهْدَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حِمَارًا وَحْشِيًّا، فَرَدَّهُ عَلَيَّ، فَلَمَّا رَاٰى مَا فِي وَجْهِي، قَالَ: اِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا صَعْب بن جَثَّامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ اقدس میں ایک گورخر (وحشی گدھا) بطورِ ہدیہ پیش کیا۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے واپس لوٹا دیا۔ جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میرے چہرے پر پریشانی دیکھی تو فرمایا: ”ہم نے یہ اس لئے واپس کیا ہے کہ ہم حالتِ احرام میں ہیں۔“

مسلمانوں کی دلجوئی:

عَلَّامَہ شِہَابُ الدِّین اَحْمَد بِنْ مُحَمَّد قَسْطَلَّانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت صَعْب بن جَثَّامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی تسکین یا تسلی کے لئے تحفہ قبول نہ کرنے کی وجہ بیان کی اور فرمایا کہ ہم اِحرام میں ہیں اس لئے تمہارا ہدیہ لوٹا رہے ہیں۔“[2] یہ بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے حُسنِ خلاق میں سے ہے کہ اپنے صحابی کی پریشانی دیکھ کر ان کی دلجوئی فرمائی اور پریشانی دور فرما دی۔ حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر، دو جہاں کے

1 . . . بخاری، کتاب جزاء الصید، باب اذا اھدی للمحرم حمارا وحشیا...الخ، ۱ / ۶۰۳، حدیث: ۱۸۲۵ بتغیر۔

2 . . . ارشاد الساری، کتاب جزاء الصید، باب اذا اھدی للمحرم حمارا وحشیا...الخ، ۴ / ۴۱۱، تحت الحدیث: ۱۸۲۵۔

تاجْوَر، سلطانِ بَحْر وبَرّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے کسی مومن کی دُنیوی پریشانیوں میں سے کوئی ایک پریشانی دور کی، اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کی پریشانیوں میں سے اس کی ایک پریشانی دور فرمائے گا۔“[1]

تحفہ واپس کرنے کی وجہ:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان حدیث مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: ”بعض روایات میں ہے کہ زندہ جانور پیش کیا تھا اور بعض میں ہے کہ ذبح کرکے اس کا کوئی عضو پاؤں سرین وغیرہ، ہوسکتا ہے کہ پہلے زندہ گورخر پیش کیا ہو بعد میں ذبح کرکے اس کا کوئی عضو، لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں، حِمارِ وَحشی کا فارسی میں نام گورخر ہے اردو میں بھی یہی ہے۔ **(جب آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اپنے صحابی کو رنجیدہ دیکھا تو فرمایا کہ ہم احرام میں ہیں)** یعنی جب حضور انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کا شکار واپس کیا تو انہیں رنج ہوا جس کا اثر ان کے چہرے پر محسوس ہوا تب حضور انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان کی تسلی اس ارشاد عالی سے فرمادی۔ اگر زندہ شکار کو واپس فرمایا ہے تب تو حدیث بالکل ظاہر ہے کہ مُحْرِم کو زندہ شکار نہ پکڑنا درست ہے نہ پکڑا ہوا رکھنا یا ذبح کرنا درست ہے اور اگر اس کا گوشت واپس فرمایا ہے تو احناف کے ہاں اس لیے رد فرمایا کہ اس شکار میں کسی محرم نے کوئی مدد کی تھی اور حضور انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو اس کا پتہ تھا، یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے کہ حضورِ انور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم جب ”ابواء“ (کے مقام پر) پہنچے تو حضرت صعب نے حضور کی میزبانی اس طرح کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔“[2]

مدنی گلدستہ
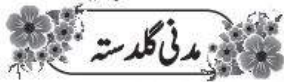
”حسن“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) تحفہ قبول کرنا سنت مبارکہ ہے لیکن عذرِ صحیح کی وجہ سے لوٹانا بھی درست ہے۔

(2) اگر ہمارے کسی قول و فعل سے کسی مسلمان کو اُلجھن یا پریشانی لاحق ہو تو وضاحت کرکے اس کی

---

1 . . . مسلم، کتاب الذکر والدعا۔۔۔ الخ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن۔۔۔ الخ، ص ۱۱۱۰، حدیث: ۲۸۵۳۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۴/ ۱۹۱ ملتقطاً۔

پریشانی دور ی کرنا بھی حسن اخلاق میں سے ہے۔

(3) اپنے متعلقین کی حالت پر نظر رکھیں کسی کو خوش دیکھیں تو خوشی میں اس کا ساتھ دیں، کسی کو پریشان دیکھیں تو بقدرِ وُسعت اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں کہ یہ حُسنِ خُلق کی علامت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنے اور دوسروں کی پریشانی دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:624

نیکی اور گناہ کیا ھیں؟

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِیْ نَفْسِكَ، وَكَرِھْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْہِ النَّاسُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا نواس بن سَمعان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”نیکی حُسنِ اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کا آگاہ ہونا تجھے ناپسند ہو۔“

نیکی حُسنِ اَخلاق ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نیکی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ”نیکی حُسنِ اخلاق کا نام ہے۔“ اگر دیکھا جائے تو نیکیوں کا بڑا حصہ حُسنِ اخلاق پر مشتمل ہے جیسا کہ خندہ پیشانی سے ملنا، دوسروں کو ایذا نہ دینا، سخاوت، دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند ہو، اَحکام و معاملات میں عدل و انصاف، بحث و تکرار میں نرمی، خوشحالی میں احسان و سخاوت اور تنگدستی میں ایثار وغیرہ یہ تمام اچھی صفات حُسنِ اخلاق کی مختلف صورتیں ہیں، گویا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حُسنِ اَخلاق کو نیکی کا نام دے کر ان تمام اچھی صفات کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اور گناہ کے

[1] ... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب البر والاثم، ص ۱۰۶۱، حدیث: ۲۵۱۶۔

متعلق ارشاد فرمایا کہ گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے یعنی آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے گناہ کی تعریف کو قلبی کیفیت پر موقوف فرمایا کہ جس کام کے متعلق دل میں تردد و اضطراب پیدا ہو اور اس کے گناہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بچا جائے۔ **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(نیکی اچھی عادت کا نام ہے) اچھی عادت عام ہے مخلوق کے ساتھ برتاؤ اور خالق سے معاملات سب ہی کو شامل ہے نماز روزہ کی پابندی اچھی عادت ہے، گناہوں سے بچنا اچھی عادت ہے وغیرہ۔ (اور جو چیز دل میں کھٹکے اور اس پر لوگوں کا آگاہ ہونا تجھے پسند نہ ہو وہ گناہ ہے)“ یہ فرمانِ کامل مسلمانوں کے لیے ہے جیسے ہم کو مکھی ہضم نہیں ہوتی فوراً قے ہو جاتی ہے یوں ہی صالحین کو گناہ ہضم نہیں ہوتا فوراً انہیں دِلی قبض روحانی تکلیف محسوس ہوتی ہے عام لوگوں کا یہ حال نہیں۔ بعض تو گناہ پر خوش ہو کر اعلان کرتے ہیں، حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم حکیم مطلق ہیں ہر شخص کو اس کے مطابق دوا عطا فرماتے ہیں۔“[1]

مدنی گلدستہ

اسم جلالت ”اللہ“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اچھی عادتیں نیکیوں میں شمار ہوتی ہیں جیسے لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا، کسی کو ایذا نہ دینا، اَحکام و معاملات میں عدل و انصاف سے کام لینا وغیرہ۔

(2) گناہ تردد و اضطراب اور پریشانی کا باعث ہے جبکہ نیکی میں دلی سکون و اطمینان ہے۔

(3) ہر وہ عمل جس میں **اللہ و رسول** عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی ہو وہ گناہ ہے۔

(4) اولیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہ السَّلَام کے قلوب کبھی بھی گناہ اور غیر شرعی کاموں سے مطمئن نہیں ہوتے اور اچھے برے عمل کو فوراً پہچان لیتے ہیں اور گناہوں سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک کام کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۳۸ تا ۶۳۹۔ اس حدیث پاک کی مزید وضاحت کے لئے اسی جلد پنجم کے باب نمبر 68 کے تحت حدیث نمبر 590 اور اس کی شرح کا مطالعہ کیجئے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:625

بہترین کون؟

عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا قَالَ: لَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَکَانَ یَقُوْلُ: اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقًا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ طبعاً فُحش گو تھے اور نہ ہی تکلُّفاً فُحش کلام کرنے والے اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمایا کرتے تھے کہ: "تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اَخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

حُسنِ خُلق انبیاء و اولیاء کی صفت ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ طبعاً فُحش گو تھے اور نہ ہی تکلفاً فُحش کلام کرنے والے تھے، نہ بازاروں میں شور مچاتے اور نہ ہی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور در گزر فرماتے۔" لوگوں میں بہترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں" اچھائی کو اپنانا اور بُرائی کو ترک کرنا حُسنِ خلق ہے اور یہ تمام انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اولیاء عظام کی صفات ہیں۔"[2] اُمُّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولِ بے مثال، صاحبِ جُود و نَوال، بی بی آمنہ کے لال صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے سب سے بُرا شخص وہ ہو گا جس کی فحش کلامی سے بچنے کے لئے لوگ اسے چھوڑ دیں۔"[3]

[1] ... بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲ / ۴۸۹، حدیث: ۳۵۵۹۔

[2] ... عمدۃ القاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۱ / ۳۰۳، تحت الحدیث: ۳۵۵۹۔

[3] ... بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من اغتیاب اھل الفساد والریب، ۴ / ۱۱۲، حدیث: ۶۰۵۴۔

سیِّدُ الْمُبَلِّغِین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ارشاد ہے: ”بے شک فحش گوئی اور بد اَخلاقی کا اِسلام سے کوئی تعلق نہیں اور لوگوں میں سب سے اچھا اِسلام اس شخص کا ہے جو سب سے اچھے اَخلاق والا ہے۔“[1]

انتہائی اعلیٰ کردار:

”سیرتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّم“ میں ہے: حضورِ اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا زمانہ طفولیت ختم ہوا اور جوانی کا زمانہ آیا تو بچپن کی طرح آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا شباب مجسم حیاء اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا۔ اعلانِ نبوت سے قبل حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تمام زندگی بہترین اَخلاق وعادات کا خزانہ تھی۔ سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بڑوں کی عظمت، چھوٹوں پر شفقت، رشتہ داروں سے محبت، رحم وسخاوت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبر گیری، دشمنوں کے ساتھ نیک برتاؤ، مخلوق خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں اور اچھی اچھی باتوں میں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اتنی بلند منزل پر پہنچے ہوئے تھے کہ دنیا کے بڑے سے بڑے انسانوں کیلئے وہاں تک رسائی تو کیا؟ اس کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ کم بولنا، فضول باتوں سے نفرت کرنا، خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا۔ ہر معاملہ میں سادگی اور صفائی کے ساتھ بات کرنا حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خاص شیوہ تھا۔ حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب نوشی، بدکاری، ناچ گانا، لوٹ مار، چوری، فحش گوئی، عشق بازی، یہ تمام بُری عادتیں اور مذموم خصلتیں جو زمانہ جاہلیت میں گویا ہر بچے کے خمیر میں ہوتی تھیں حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی ان تمام عیوب و نقائص سے پاک صاف رہی۔ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی راست بازی اور امانت و دیانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا اور مکہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دلوں میں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے برگزیدہ اخلاق کا اعتبار اور سب کی نظروں میں آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ایک خاص وقار تھا۔ غرض نزولِ وحی اور اعلانِ نبوت سے پہلے بھی آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مقدس زندگی اخلاقِ حسنہ

---

[1] ... مسند امام احمد، مسند البصریین، ۷/ ۳۲۰، حدیث: ۲۰۹۹۷۔

اور مَحاسِن اَفعال کا مجسمہ اور تمام عیوب و نقائص سے پاک وصاف رہی۔ چنانچہ اِعلانِ نبوت کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دشمنوں نے انتہائی کوشش کی کہ کوئی ادنیٰ سا عیب یا ذرا سی خلافِ تہذیب کوئی بات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زندگی کے کسی دور میں بھی مل جائے تو اس کو اُچھال کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وقار پر حملہ کرنے کی مذموم سعی کریں مگر تاریخ گواہ ہے کہ ہزاروں دشمن سوچتے سوچتے تھک گئے لیکن کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکا جس سے وہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر انگشت نمائی کر سکیں۔ لہٰذا ہر انسان اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہے کہ بلاشبہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کردار انسانیت کا ایک ایسا مُحَیِّرُالْعُقول اور غیر معمولی کردار ہے جو نبی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سوا کسی دوسرے کے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِعلانِ نبوت کے بعد سعید روحیں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کلمہ پڑھ کر تن من دھن کے ساتھ اس طرح آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر قربان ہونے لگیں کہ ان کی جاں نثاریوں کو دیکھ کر شمع کے پروانوں نے جاں نثاری کا سبق سیکھا اور حقیقت شناس لوگ فرطِ عقیدت سے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حُسنِ صداقت پر اپنی عقلوں کو قربان کر کے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بتائے ہوئے اسلامی راستہ پر عاشقانہ اداؤں کے ساتھ زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ:

چلو وادیٔ عشق میں پا بَرَہْنہ! یہ جنگل وہ ہے جس میں کانٹا نہیں ہے[1]

مدنی گلدستہ
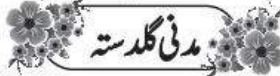
”حُسنِ خُلق“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

(2) حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا بچپن، جوانی بلکہ ساری عمر میں کوئی ایک عمل بھی ایسا نہیں جو حُسنِ خُلق سے خالی ہو۔

(3) فحش گوئی اور بداخلاقی کا اِسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

---

[1] ... سیرت مصطفیٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم، ص۱۰۴ تا ۱۰۶ ملتقطاً۔

(4) لوگوں میں سب سے اچھا اسلام اس شخص کا ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔

(5) قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بُرا شخص وہ ہو گا جس کی فحش کلامی سے بچنے کے لئے لوگ اسے چھوڑ دیں۔

(6) سرکارِ دوعالَم نورِ مجسم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کردار بے مثل و بے مثال ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فحش کلامی سے بچنے اور دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 626

میزان میں سب سے زیادہ وزنی چیز

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ شَیْءٍ اَثْقَلُ فِی مِیْزَانِ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ، وَاِنَّ اللہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "بروزِ قیامت مومن کے میزان میں حُسنِ اَخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہ ہو گی اور بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ کو بد خلق اور فحش گو بندہ ناپسند ہے۔"

اَعمال کیسے تولے جائیں گے؟

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حدیثِ پاک کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ اَعمال کو جسم کی صورت میں لایا جائے گا پھر ان کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے کہ قیامت کے دن موت کو مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا، مذکورہ حدیثِ پاک میں ہے: قیامت کے دن مؤمن کے میزان میں حُسنِ اَخلاق سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہ ہو گی۔ یہاں مومن کے میزان کی قید سے اس طرف اشارہ ہے کہ کافر کے اَعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا کیونکہ کفر کے مقابل اس کی کوئی ایسی نیکی نہیں

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، ۳/ ۴۰۳، حدیث: ۲۰۰۹ بتغیر قلیل۔

جس کا وزن کیا جائے۔"[1] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الحَنَّان فرماتے ہیں: "(میزان میں اچھی عادت سے بڑھ کر کوئی چیز وزنی نہ ہوگی) یا تو بعینہٖ اچھی عادت نیکیوں کے پلے میں رکھی جائے گی کیونکہ قیامت میں ہر چیز کی شکل بھی ہوگی اس میں وزن وغیرہ بھی ہوگا چونکہ اچھی عادت ربّ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اس لیے اس میں وزن زیادہ ہے، وہاں وزن رضائے الٰہی سے ہوگا۔ اخلاص کی عبادات وزنی ہوں گی ریا کی عبادات ہلکی کہ ریا کی عبادت سے ربّ ناراض ہے اخلاص کی عبادت سے ربّ راضی، کافر کی عبادات میں کوئی وزن نہ ہوگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا﴾ (پ۱۶، الکھف: ۱۰۵) (ترجمۂ کنز الایمان: تو ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے۔) گناہوں میں وزن رب تعالیٰ کی ناراضی سے ہوگا جس قدر رب تعالیٰ کی ناراضی زیادہ اس قدر گناہ میں وزن زیادہ، **اللہ** محفوظ رکھے۔ (**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بد خلق اور فحش گو بندہ ناپسند ہے۔) چونکہ رب تعالیٰ بدخلقی بدزبانی سے ناراض ہے لہٰذا وہ گناہوں کے پلے میں ہوں گے اور اس گناہ میں بہت بوجھ ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور کے نیک اعمال میں اتنا وزن ہے کہ اسے کوئی ترازو تول سکتی ہی نہیں اسی لیے حضور کی نیکیاں تولی نہ جائیں گی جیسے ہماری ترازو سمندر کا پانی، ہوا نہیں تول سکتی ایسے ہی قیامت کی ترازو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نیکیاں نہ تول سکے گی جب ان کے نام میں اتنا وزن ہے کہ ہم جیسے گنہگاروں کے کروڑوں من کے گناہ ایک کلمۂ محمدی سے ہلکے ہوجائیں گے کہ ہمارے کام ہلکے ہیں حضور کا نام بھاری ہے تو اُن کے اَعمال کیسے ہوں گے صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم۔ شعر

دِل عبث خوف سے پتا سا اُڑا جاتا ہے .... پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا[2]

اچھے اَخلاق کے فضائل:

حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اَخلاق **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا عطیہ ہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے اسے اچھے اَخلاق عطا فرماتا ہے اور جس کے ساتھ بُرائی کا اِرادہ فرماتا ہے اسے بُرے اَخلاق دے دیتا

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی حسن الخلق، ۳/ ۸۰، ۸۱، تحت الحدیث: ۶۲۵ ملتقطاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح ۶/ ۶۴۳ ملخصاً۔

ہے۔“[1] حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اچھے اَخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جس طرح پانی برف کو پگھلا دیتا ہے اور بُرے اَخلاق عمل کو ایسے خراب کرتے ہیں جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔“[2]

حُسنِ اَخلاق کی برکت:

ایک بار قبلہ اَمیرِ اَہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ اجتماع میں شرکت کے لئے اسلامی بھائیوں کے ساتھ سینما گھر کے قریب سے گزرے تو ایک نوجوان جو فلم کا ٹکٹ لینے کی غرض سے قِطار میں کھڑا تھا اس نے (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) بلند آواز سے اَمیرِ اَہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کو مخاطب کر کے کہا: مولانا بڑی اچھی فلم لگی ہے آکر دیکھ لو۔ اس سے پہلے کہ آپ کے ہمراہ اسلامی بھائی جذبات میں آکر کچھ کرتے اَمیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے بلند آواز سے سلام کیا اور قریب پہنچ کر بڑی ہی نرمی کے ساتھ انفرادی کوشش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، کہ بیٹا میں فلمیں نہیں دیکھتا البتہ آپ نے مجھے دعوت پیش کی تو میں نے سوچا کہ آپ کو بھی دعوت پیش کروں، ابھی اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ گلزارِ حبیب مسجد میں سنتوں بھرا اجتماع ہو گا، آپ سے شرکت کی درخواست ہے، اگر آپ ابھی نہیں آسکتے تو پھر کبھی ضرور تشریف لایئے گا۔ پھر آپ دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے اسے ایک عطر کی شیشی تحفہ میں پیش کی۔ چند سالوں بعد اَمیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کی بارگاہ میں سنتوں کے عامل ایک اسلامی بھائی سبز عمامہ سجائے حاضر ہوئے اور کچھ اس طرح سے عرض کی، حضور چند سال قبل ایک نوجوان نے آپ کو (مَعَاذَ اللہ عَزَّوَجَلَّ) فلم دیکھنے کی دعوت دی تھی اور آپ نے کمالِ ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ناراض ہونے کے بجائے اجتماع میں شرکت کی دعوت پیش کی تھی وہ نوجوان میں ہی ہوں۔ میں آپ کے عظیم حُسنِ اَخلاق سے بے حد متاثر ہوا اور ایک دن اجتماع میں آگیا، پھر آپ کی نظر کرم ہو گئی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! میں گناہوں سے توبہ کر کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو گیا۔[3]

---

1. . . . معجم اوسط، من اسمہ مسعود، ۲ / ۲۳۲، حدیث: ۱۲۱ ۸۔
2. . . . معجم کبیر، محمد بن کعب القرظی عن ابن عباس، ۱۰ / ۳۱۹، حدیث: ۱۰۷۷۷۔
3. . . . تعارف امیر اہلسنت، ص ۴۰۔
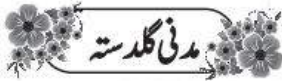
”حسین“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قیامت کے دن مومن کے میزان میں سب سے بھاری چیز اس کا حسن اَخلاق ہو گا۔

(2) قیامت کے دن اعمال کو جسم کی صورت میں لایا جائے گا اور پھر ان کا وزن کیا جائے گا۔

(3) کافر کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا کیونکہ کفر کے مقابل کوئی نیکی نہیں ہوتی۔

(4) حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نیکیوں میں اتنا وزن ہے کہ اسے کوئی ترازو تول سکتی ہی نہیں، اس لئے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حُسنِ اخلاق اپنانے اور بد خلقی سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جنت میں لے جانے والا عمل

حدیث نمبر: 627

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم عَنْ اَكْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ؟ قَالَ: تَقْوَی اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَسُئِلَ عَنْ اَكْثَرِ مَا یُدْخِلُ النَّاسَ النَّارَ، فَقَالَ: اَلْفَمُ وَالْفَرْجُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: **رسول اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ ایسا کونسا عمل ہے جس کی وجہ سے لوگ بکثرت جنت میں داخل ہوں گے؟ فرمایا: ”**اللہ** تعالیٰ کا خوف اور حُسنِ اخلاق۔“ پھر اس چیز کے بارے میں پوچھا گیا جس کی وجہ سے بکثرت لوگ جہنم میں داخل ہوں گے تو فرمایا: ”زبان اور شرمگاہ۔“

معاملات کی درستی:

دلیل الفالحین میں ہے: ”تقویٰ بندے اور رب کے درمیان کے معاملات کو درست کرتا ہے اور حُسنِ

[1] ... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی حسن الخلق، ۳/ ۴۰۴، حدیث: ۲۰۱۱۔

خلق بندے اور مخلوق کے درمیان کے معاملات کو درست کرتا ہے۔ زبان اور شرمگاہ کی وجہ سے بہت سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے کیونکہ زبان سے کفر، غیبت، چغلی، حق کو جھٹلانا، باطل کی اِبتدا کرنا وغیرہ صادر ہوتے ہیں اور شرمگاہ سے زنا اور لواطت جیسے قبیح گناہ صادر ہوتے ہیں۔"[1]

تقویٰ و حُسنِ اخلاق:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "تقویٰ کا ادنیٰ درجہ کفر و بدعقیدگی سے بچنا ہے اور درمیانی درجہ گناہوں سے بچنا، اعلیٰ درجہ میں غافل کرنے والی چیز سے بچنا ہے۔ یوں ہی خوش خلقی کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی کو جانی، مالی، عزت کی ایذا نہ دے، اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے کرے یہ بہت اعلیٰ چیز ہے جسے خدا تعالیٰ نصیب کرے۔ **(زبان و شرمگاہ کی وجہ سے بکثرت لوگ جہنم میں جائیں گے کیونکہ)** انسان منہ سے کفر بولتا ہے غیبتیں چغلیں کرتا ہے، نوے فی صدی گناہ منہ سے ہی ہوتے ہیں۔ شرمگاہ سے گناہ کرتا ہے جو بدترین گناہ ہے عقل کو مغلوب کرنے والی دِین برباد کرنے والی چیز شہوت ہے جس کی جگہ شرمگاہ ہے۔"[2]

اچھے اَخلاق والا عرش کے سائے میں:

حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ تاجدارِ مدینہ، سرورِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت سَیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے خلیل! حُسنِ اَخلاق سے پیش آؤ خواہ کفار ہی کیوں نہ ہوں، نیکوں میں داخل ہو جاؤ گے اور بے شک میں نے یہ بات لکھ دی ہے کہ جس نے اپنے اخلاق کو سُتھرا کیا میں اُسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا اور اسے جنت سے سیراب کروں گا اور اپنی رحمت کا قُرب عطا فرماؤں گا۔"[3]

---

1. ...دلیل الفالحین، باب فی حسن الخلق، ۳/ ۸۱، تحت الحدیث: ۶۲۲ ملخصا۔
2. ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۳۶۱۔
3. ...معجم اوسط، من اسمہ محمد، ۵/ ۳۷، حدیث: ۶۵۰۶۔

”جبریل“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اللہ تعالٰی کے خوف اور حُسنِ اَخلاق کی وجہ سے بکثرت لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(2) تقویٰ بندے اور ربّ کے درمیان جبکہ حُسنِ خُلق بندے اور مخلوق کے درمیانی معاملات درست کرتا ہے۔

(3) حُسنِ اَخلاق سے پیش آنے والے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔

(4) شہوت عقل کو مغلوب اور دِین کو برباد کر دیتی ہے اِس کی وجہ سے بکثرت لوگ جہنم میں جائیں گے۔

(5) تقویٰ کا ادنیٰ درجہ کفر و شرک سے بچنا اور اعلیٰ درجہ یادِ الٰہی سے غافل کرنے والی ہر چیز سے بچنا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تقویٰ، حُسنِ اَخلاق اور خاتمہ بالخیر کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 628

کامِل ایمان والے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِهِمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھے ہیں۔“

اَخلاق کے ساتھ کمالِ ایمان:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جیسے جیسے بندے کے اَخلاق اچھے

[1] ... ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، ۲/ ۳۸۶، حدیث: ۱۱۶۵۔

ہوتے ہیں اُس کے اِیمان میں کمال پیدا ہوتا ہے اور بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ کرتا ہو یعنی خَندہ پیشانی سے ملنے والا، ہنس مکھ، سخی، بیوی کو ایذا نہ دینے والا، اس کی طرف سے ملنے والی ایذا پر صبر کرنے والا اور اِن جیسی دیگر اچھی عادات کا مالک ہو۔"[1] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّث کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان** عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اچھی عادت سے عبادات اور معاملات دونوں درست ہوتے ہیں، اگر کسی کے معاملات تو ٹھیک مگر عبادات درست نہ ہوں یا اس کے اُلٹ ہو تو وہ اچھے اخلاق والا نہیں، خوش خلقی بہت جامع صفت ہے کہ جس سے خالق اور مخلوق سب راضی رہیں وہ خوش خلقی ہے۔"[2]

حُسنِ اَخلاق کا پہلا امتحان:

مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 1286 صفحات پر مشتمل کتاب "اِحیاء العلوم" جلد 3 صفحہ 215 پر امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی حُسنِ اَخلاق کے بارے میں لکھتے ہیں: "حُسنِ اَخلاق کا پہلا اِمتحان اَذِیَّت پر صبر کرنا اور ظلم برداشت کرنا ہے جو دوسروں کی بد اَخلاقی کی شکایت کرتا ہے تو یہ بات خود اس کی اپنی بد اَخلاقی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حُسنِ اَخلاق تو اَذِیَّت برداشت کرنے کا نام ہے جیسا کہ حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیان کرتے ہیں کہ میں رحمتِ عالَم، نُورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جا رہا تھا، آپ نے موٹی دھاریوں والی نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی، راستے میں آپ کو ایک اعرابی ملا اس نے آپ کی مبارک چادر کو پکڑ کر زور سے کھینچا تو میں نے دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مبارک گردن پر چادر کی دھاریوں کے نشان پڑ گئے، پھر اس اَعرابی نے تلخ لہجے میں کہا: اپنے پاس موجود **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے مال میں سے مجھے کچھ دیجئے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس اَعرابی کی طرف متوجہ ہو کر مسکرانے لگے پھر اس کے لئے کچھ مال دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔[3] یوں ہی جب قریش نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بہت زیادہ تکلیف پہنچائی اور آپ کو لَہُولُہان کیا گیا تو آپ نے یہ دعا فرمائی: "اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو معاف فرما کہ یہ

---

1. . . . دلیل الفالحین، باب فی حسن الخلق، ۳/ ۸۲، تحت الحدیث: ۶۲۷ ملخصا۔
2. . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۵۲۔
3. . . . بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ۔۔۔ الخ، ۲/ ۳۵۹، حدیث: ۳۱۴۹۔

لوگ مجھے نہیں جانتے۔‘‘[1] منقول ہے کہ یہ دعا آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غزوۂ اُحد کے دن فرمائی تھی اسی لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے متعلق یہ آیتِ مُقدَّسہ نازل فرمائی: ﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾

(پ ۲۹، القلم: ۴) ترجمۂ کنز الایمان: ’’اور بیشک تمہاری خُو بُو بڑی شان کی ہے۔‘‘

حُسنِ اخلاق کی علامات:

کسی صاحبِ علم نے حُسنِ اَخلاق کی علامات کو جمع کرتے ہوئے فرمایا: حُسنِ اَخلاق کا پیکر وہ ہے جو زیادہ حیا والا، کسی کو اَذِیَّت نہ دینے والا، نیک اعمال بجالانے والا، سچ بولنے والا، کم گو، زیادہ عمل کا عادی، لَغزِشوں سے حتَّی الامکان بچتا اور فضول گفتگو سے پرہیز کرتا ہو، نیک، پُر وقار، صابر، رضائے الٰہی پر راضی، شکر گزار، بُردبار، نرم طبیعت، پاکدامن اور شفیق ہو، لعنت کرنے والا، گالیاں دینے والا، غیبت کرنے والا، جلد باز، کینہ پرور، بخیل اور حاسد نہ ہو بلکہ ہشاش بشاش رہتا ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر محبت اور بغض رکھنے والا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خاطر ہی کسی سے راضی اور ناراض ہونے والا ہو۔[2]
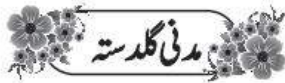
’’صِدِّیقِین‘‘ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جیسے جیسے انسان کے اخلاق اچھے ہوتے جاتے ہیں ویسے ہی اس کے ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے۔

(2) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اذیت دینے والوں کو بھی دعاؤں سے نوازتے تھے۔

(3) اچھی عادات سے عبادات و معاملات کی درستی اور خالق و مخلوق کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

(4) حُسنِ اَخلاق کا پہلا اِمتحان اَذِیَّت پر صبر کرنا اور ظلم برداشت کرنا ہے۔

(5) شرم و حیا، کم گوئی، صبر و شکر، پاکدامنی، سچائی، بردباری اور دیگر اچھی صفات حسنِ اَخلاق کی علامت ہیں۔

1 ... شعب الایمان، باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۱۶۴، حدیث: ۱۴۴۷۔

2 ... احیاء العلوم، ۳/ ۲۱۴۔

(6) دوسروں کی بداَخلاقی کی شکایت کرنے کی بجائے اپنی بداَخلاقی پر غور کرنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے اخلاق سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حُسنِ اَخلاق والے کا درجہ

حدیث نمبر: 629

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیُدْرِکُ بِحُسْنِ خُلُقِہٖ دَرَجَۃَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: ”میں نے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”بے شک مومن اپنے اچھے اَخلاق کی بدولت دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔“

حُسنِ اَخلاق کا معنی:

مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”خندہ پیشانی سے ملنا، سخاوت کرنا اور کسی کو ایذاء نہ دینا حُسنِ اَخلاق ہے۔ حضرت ابو بکر واسطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: حسن اخلاق یہ ہے کہ بندہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوب معرفت کی وجہ سے نہ کسی سے لڑے اور نہ ہی کوئی اس سے لڑے۔ سیدنا سہل رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے کہا: حُسنِ اَخلاق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ برداشت کرے، بدلہ نہ لے، ظالم پر رحم کرے، اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرے اور اس پر شفقت کرے۔“[2]

خوش خلقی کا ثواب:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(یہاں)

---

1 . . . ابوداود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/ ۳۳۲، حدیث: ۴۷۹۸۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء وحسن الخلق، ۸/ ۸۱۰، تحت الحدیث: ۵۰۸۲ ملتقطا۔

مومن سے مراد مومن کامل عالم و عامل ہے۔ خوش خُلق مسلمان کو خوش خلقی کی وجہ سے نفلی روزوں اور نفلی تہجد کا ثواب مل جاتا ہے کہ وہ علانیہ اور خفیہ اللہ کی مخلوق کو خوش رکھتا ہے، نفلی روزہ و نماز کا فائدہ صرف اپنے کو ہوتا ہے مگر خوش خلقی کا فائدہ مخلوق اُٹھاتی ہے، لازم سے متعدی اچھی ہے۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے اَسلافِ کرام رَحِمَهُمُ اللهُ السَّلَام حُسنِ اَخلاق کے پیکر ہوا کرتے تھے، کبھی کسی سے اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے ظلم و زیادتی کرنے والے کو معاف کر دیا کرتے اور بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دیا کرتے تھے۔ حضرت سَیِّدُنا خلیل بن احمد عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الصَّمَد فرماتے ہیں: "اگر برائی کرنے والے کے ساتھ حُسنِ سُلوک کیا جائے تو اُس کے دل میں ایک ایسی بات پیدا ہو جاتی ہے جو اُسے اس طرح کی بُرائی سے روکتی ہے۔"[2]

ظلم کرنے والے کو دعا:

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن اَدہم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَکْرَم کسی صحرا کی طرف تشریف لے گئے تو ایک سپاہی ملا، اس نے کہا: تم غلام ہو؟ فرمایا: ہاں! اس نے کہا: بستی کس طرف ہے؟ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے قبرستان کی طرف اشارہ فرمایا۔ سپاہی نے کہا: میں بستی کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ فرمایا: وہ تو قبرستان ہی ہے۔ یہ سن کر اسے غصہ آگیا اور اس نے کوڑا آپ کے سر پر دے مارا اور زخمی کر کے آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کو شہر کی طرف لے گیا۔ آپ کے اصحاب نے دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہوا؟ سپاہی نے ماجرا بیان کر دیا۔ انہوں نے سپاہی کو بتایا یہ تو (زمانے کے ولی) حضرت سَیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْاَکْرَم ہیں۔ یہ سن کر وہ گھوڑے سے اترا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چومتے ہوئے معذرت کرنے لگا۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه سے پوچھا گیا: آپ نے یہ کیوں کہا کہ میں غلام ہوں۔ فرمایا: اس (سپاہی) نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تم کس کے غلام ہو؟ بلکہ صرف یہ پوچھا کہ تم غلام ہو تو میں نے کہا: ہاں! کیونکہ میں ربّ تعالیٰ کا غلام ہوں۔ جب اس نے میرے سر پر مارا تو میں

1 ... مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۴۴ ملخصاً۔
2 ... احیاء العلوم، ۳/ ۵۴۴۔

نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس کے لئے جنت کا سوال کیا۔ عرض کی گئی: اس نے آپ پر ظلم کیا تو آپ نے اس کے لئے دعا کیوں مانگی؟ فرمایا: مجھے یہ معلوم تھا کہ مجھے تکلیف برداشت کرنے پر اجر ملے گا تو میں نے یہ مناسب نہ جانا کہ مجھے تو اجر ملے اور وہ عذاب میں گرفتار ہو جائے۔[1]

"غوث" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) مومن اپنے اچھے اَخلاق کی بدولت دِن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

(2) جو ظلم کرے اسے معاف کر دینا اور جو محروم کرے اسے عطا کرنا اعلیٰ کردار لوگوں کا طریقہ ہے۔

(3) حُسنِ اَخلاق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ برداشت کرے، بدلہ نہ لے، ظالم پر رحم کرے، اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرے اور اُس پر شفقت کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دِین و دُنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 630

تین اَعمال پر جنّت کی ضمانت

عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ الْبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا زَعِیْمٌ بِبَیْتٍ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ، وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا، وَبِبَیْتٍ فِیْ وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ، وَاِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَیْتٍ فِیْ اَعْلَی الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ.[2]

---

1 ... احیاء العلوم، ۳/۲۱۶۔

2 ... ابوداود، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ۴/۳۳۲، حدیث: ۴۸۰۰۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو اُمامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑا نہ کرے میں اسے جنت کے ایک گوشہ میں مکان کی ضمانت دیتا ہوں اور جو مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اسے وسط جنت میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں اور حُسنِ اخلاق والے کو جنت کے اعلیٰ درجے میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تین اعمال پر جنت کی ضمانت ارشاد فرمائی ان میں سے پہلا عمل یہ ہے کہ کوئی شخص حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑا نہ کرے یعنی یہ مظلوم ہے اور اپنا حق لینے کے لئے لڑائی جھگڑا کر سکتا تھا لیکن محض اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے لڑائی جھگڑا نہ کرے تو ایسے شخص کے لئے جنت کے ایک گوشے میں جنتی کی گھر ضمانت ہے۔ اور مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اس کے لئے جنت کے وسط میں جنتی گھر کی ضمانت ہے اور حُسنِ اَخلاق والے کو جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں جنتی گھر کی ضمانت ہے۔ جس طرح حُسنِ اَخلاق اپنانا نفس پر دشوار ہے ایسے ہی اس کی جزا بھی سب سے زیادہ ہے۔ حضرت سیِّدنا ابراہیم بن اَدھم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: "دنیا میں جو عمل جتنا دشوار ہوگا بروزِ قیامت میزانِ عمل میں وہ اُتنا ہی زیادہ وَزْن دار ہوگا۔"[1]

خوش خلقی کا سب سے اعلیٰ درجہ:

مرآۃ المناجیح میں ہے: "جو کوئی لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لیے اپنا حق بھی ظاہر نہ کرے یعنی حق پر ہو مگر اُس پر لڑے نہیں اس کا گھر جنت یعنی جنت کے اعلیٰ درجہ میں ہوگا۔ یہاں حق سے مراد دُنیاوی حقوق ہیں نہ کہ دینی حقوق اگر کسی مسلمان نے کسی کی زمین یا قرض مار لیا یہ لڑائی سے بچنے کے لیے پیچھے نہ پڑا۔ صبر کرکے بیٹھ گیا بڑے درجے والا ہے مگر جو دِین حق کو برباد کرنا چاہے اس کا مقابلہ بقدرِ طاقت زبان، قلم، تلوار سے ضرور کرے۔ سُبْحٰنَ اللہ خوش خلقی کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے کہ اس سے جنت الفردوس نصیب ہوتی ہے مگر حُسنِ خلق کے لیے کوشش بھی کرے رب سے دعا بھی۔[2]

---

1 . . . تذکرۃ الاولیاء، ذکر ابراھیم بن ادھم، الجزء الاول، ص۹۵۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶ / ۶۶۰۔

مدنی گلدستہ

”اجمیر“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑا ختم کرنے والے، مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولنے والے اور حُسن اَخلاق والے کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ لہٰذا ان صفات کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(2) حُسنِ اَخلاق والے کے لئے جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔

(3) جو عمل جس قدر دشوار ہوتا ہے اس کی جزا بھی اس قدر زیادہ ہوتی ہے۔

(4) حسن اَخلاق کے حُصُول کیلئے کوشش بھی کرنی چاہیے اور بارگاہِ الٰہی میں دعا بھی کرنی چاہیے۔

(5) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جنت کا مالک و مختار بنایا ہے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جسے چاہتے ہیں جنت عطا فرماتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حُسنِ اَخلاق اپناتے ہوئے لڑائی جھگڑا کرنے اور جھوٹ بولنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 631

بروزِ قیامت قُربِ مصطفٰے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ، وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّی مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اَحَاسِنَکُمْ اَخْلَاقًا، وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّی یَوْمَ الْقِیَامَةِ، اَلثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ وَالْمُتَفَیْهِقُوْنَ، قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللہِ، قَدْ عَلِمْنَا الثَّرْثَارُوْنَ وَالْمُتَشَدِّقُوْنَ، فَمَا الْمُتَفَیْهِقُوْنَ؟ قَالَ: اَلْمُتَکَبِّرُوْنَ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صَلَّی اللہ

[1] ... ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی معالی الاخلاق، ۳/ ۴۰۹، حدیث: ۲۰۲۵ بتغیر قلیل۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں اور تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ ہوں گے جو زیادہ بولنے والے، زبان درازی کرنے والے اور بڑھا چڑھا کر باتیں کرنے والے ہوں گے۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کیا: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! زیادہ بولنے والے اور زبان درازی کرنے والے کو تو ہم نے جان لیا لیکن یہ بڑھا چڑھا کر باتیں کرنے والے کون لوگ ہیں؟ اِرشاد فرمایا: ”تکبر کرنے والے۔“

محبوب اور مبغوض لوگ:

دلیل الفالحین میں ہے: حدیث مذکور سے ایک اُصول معلوم ہوا کہ اِیمان والے اِیمان کی وجہ سے مَحبوب ہیں مگر ان میں اَچھائی وبُرائی کی صفت کی وجہ سے اُن کے درجات مختلف ہیں اسی طرح بُری صفات کی وجہ سے لوگ بُرے اور مبغوض ہو جاتے ہیں، جس میں برائیاں زیادہ وہ اتنا ہی زیادہ مبغوض وناپسند اور جس کی برائیاں کم اس پر غضب بھی کم، بلکہ بعض اوقات تو ایک آدمی ایک لحاظ سے محبوب ہوتا ہے اور دوسرے لحاظ سے مبغوض، اب اس اصول کو دیکھتے ہوئے تمام مومنین بحیثیتِ مومن نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو محبوب ہیں اور ان میں بہترین اخلاق والے سب سے زیادہ محبوب ہیں، اسی طرح نافرمان لوگ بحیثیت نافرمانی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ناپسند ہیں مگر اُن میں جو بداَخلاق ہو وہ زیادہ ناپسند ہے۔ حضرت سَیِّدُنا عَبْدُ اللہ بن مُبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے نزدیک کشادہ رُو ہونا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا، زبان سے اچھی بات کی نصیحت کرنا، خوب سخاوت کرنا، ہاتھ کے ذریعے نیک کام کرنا، اپنے قول و فعل سے دوسروں کو تکلیف نہ دینا حُسنِ خُلق ہے۔ مَحاسِن اَخلاق کو اِس آیت مبارکہ میں جمع کر دیا گیا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

یعنی دوسروں کو معاف کر دینا، بھلائی کا حکم دینا اور جاہلوں سے اِعراض کرنا حُسنِ خُلق ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”اچھائی اختیار کرنے اور بُرائی چھوڑنے کا نام حُسنِ خُلق ہے۔“ علامہ ابوولید باجی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”اپنے ہم نشینوں اور ساتھیوں کے ساتھ کشادہ رُوئی، بُردباری، شفقت و محبت کا مظاہرہ کرنا، استقامت کے ساتھ علم حاصل کرنا اور چھوٹے بڑے سے محبت سے پیش آنے کا نام حُسنِ خُلق ہے۔“[1] **مُفَسِّرشہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”(**اچھے اخلاق والے مصطفےٰ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو محبوب ہیں**) کیونکہ خوش خلق آدمی اکثر نیک اعمال زیادہ کرتا ہے گناہ اس سے کم سرزد ہوتے ہیں۔ اَخلاق سے مراد اَخلاقِ محمدی ہیں کفار پر سخت، مؤمنوں پر بہت ہی نرم۔ دیانتداری، وعدہ پورا کرنا، معاملات کا درست ہونا سب ہی خوش خُلقی میں داخل ہیں۔ خیال رہے کہ خوش خُلقی، خوشامد میں فرق ہے، یوں بدخُلقی اور اِستغناء میں فرق ہے۔“[2]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اپنے اخلاق کو سنوارنے، گناہوں سے بچنے اور نیک بننے کے لئے تبلیغِ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہو جائیے، اِنْ شَآءَاللہ عَزَّوَجَلَّ مدنی ماحول کی برکت سے اعلیٰ اخلاقی اوصاف غیر محسوس طور پر آپ کے کردار کا حصہ بنتے چلے جائیں گے، اپنے سابقہ طرزِ زندگی پر غور و فکر کا موقع ملے گا اور دل حُسنِ عاقبت کے لئے بے چین ہو جائے گا جس کے نتیجے میں ارتکابِ گناہ کی کثرت پر ندامت محسوس ہو گی اور توبہ کی توفیق ملے گی۔ عاشقانِ رسول کے مدنی قافلوں میں مسلسل سفر کرنے کے نتیجے میں زبان پر فحش کلامی اور فضول گوئی کی جگہ دُرودِ پاک جاری ہو جائے گا، یہ تلاوتِ قرآن، حمدِ الٰہی اور نعتِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عادی بن جائے گی، بے جا غصے کی عادت ختم ہو گی اور نرمی پیدا ہو گی، بے صبری کی عادت ترک کر کے صابر و شاکر رہنا نصیب ہو گا، بدگمانی کی عادتِ بد نکل جائے گی اور حُسنِ ظن کی عادت بنے گی، تکبر سے جان چھوٹے گی اور احترامِ مسلم کا جذبہ ملے گا، دنیاوی مال و دولت کی لالچ سے پیچھا چھوٹے گا اور نیکیوں کی حرص نصیب ہو گی، الغرض بار بار راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی حسن الخلق، ۳/ ۸۴، ۸۶، تحت الحدیث: ۶۲۰ ماخوذاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۳۶۔

میں سفر کرنے والے کی زندگی میں مدنی انقلاب برپا ہو جائے گا اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ترا شکر مولا دیا مدنی ماحول ...... نہ چھوٹے کبھی بھی خدا مدنی ماحول
یہاں سنتیں دیکھنے کو ملیں گی ...... دِلائے کا خوفِ خدا مدنی ماحول
تو آ بے نمازی، ہے دیتا نمازی ...... خدا کے کرم سے بنا مدنی ماحول
اے بیمارِ عصیاں تو آ جا یہاں پر ...... گناہوں کی دے گا دوا مدنی ماحول
شفائیں ملیں گی، بلائیں ٹلیں گی ...... یقیناً ہے برکت بھرا مدنی ماحول
گنہگارو آؤ، سیہ کارو آؤ ...... گناہوں کو دے گا چھُڑا مدنی ماحول

مدنی گلدستہ
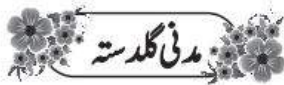
”محمد“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اچھے اخلاق والے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب سے زیادہ محبوب ہیں اور بروزِ قیامت بھی انہیں ہی سب سے زیادہ قُربِ مصطفےٰ نصیب ہو گا۔

(2) زیادہ بولنے والے، منہ پھٹ اور تکبر سے گفتگو کرنے والے بارگاہِ مصطفےٰ میں ناپسندیدہ ہیں۔

(3) تمام مومنین بحیثیت مومن نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو محبوب ہیں اور ان میں بہترین اَخلاق والے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(4) جو جتنا زیادہ بُرائیوں میں ملوث ہو وہ اتنا ہی زیادہ ناپسند کیا جاتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بداَخلاقی سے بچائے اور حسنِ اَخلاق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر:74

حِلْم، اِطمینان اور نرمی کا بیان

حلم ،اطمینان اور نرمی انسان کے عقلمند، دانشوراور معاملات میں پختہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ جس مسلمان میں یہ خوبیاں ہوں وہ کسی میدان میں ناکام نہیں ہوتا،اسے دِین و دنیا کی بھلائیاں ملتی ہیں، مخلوق اُس سے قریب ہوتی ہے، ایسا شخص لوگوں کا منظورِ نظر بن جاتا ہے، اس کے سب کام بن جاتے ہیں،وہ لوگوں کو بہت جلد دِین کی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔لوگ اسے پسند کرتے ہیں،اس کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں،اس کی بات سنتے ہیں اور اس کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔ حلم ،اطمینان اور نرمی ایسی چیزیں ہیں جو تقویٰ وپرہیز گاری اور تبلیغِ دِین میں بھی مُعاوِن ثابت ہوتی ہیں۔ جس مبلغ میں یہ اَوصاف پائے جاتے ہوں لوگوں کے دِلوں میں اُس کی باتیں اثر کرتی ہیں اور وہ اَحسن اَنداز میں اِسلام کی تبلیغ کرتا ہے۔ الغرض حلم ،اطمینان اور نرمی انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے اَخلاق میں سے ہے جسے اپنا کر ہم دِین ودُنیا کی بہت ساری بھلائیاں حاصل کرسکتے ہیں۔ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"حلم،اِطمینان اور نرمی"** کے بارے میں ہے۔اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 آیات اور 11 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب بندے

وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ(۱۳۴) (پ۴، آل عمران: ۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

اِس آیت کے تحت تفسیر دُرِّ منثور میں ہے: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "میری اُمَّت کے بہترین اَفراد پانچ سو ہیں اور اَبدال چالیس ہیں، پس نہ اُن پانچ سو میں کمی ہوتی ہے نہ چالیس میں۔ جب بھی کوئی بدل فوت ہوتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پانچ سو میں سے کسی ایک کو اس کی جگہ عطا فرما دیتا ہے۔" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ہمیں اُن کے اَعمال کے بارے میں بتائیے۔ ارشاد فرمایا: "جو اُن پر ظلم کرے یہ اسے معاف کر دیتے ہیں، جو اُن کے ساتھ بُرائی کرے یہ اُس کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے ہیں، اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں جو عطا فرماتا ہے اس سے

لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔'' حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: ''میں نے معراج کی رات جنت میں بلند وبالا محلات دیکھے تو جبریل (عَلَیْہِ السَّلَام) سے پوچھا کہ یہ کس کے لئے ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ غصہ پینے والوں اور لوگوں سے درگزر کرنے والوں کے لئے ہیں اور نیک لوگ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب ہیں۔''[1] تفسیرِ روحُ البیان میں ہے: حضرت سَیِّدُنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَہَّاب نے فرمایا: ''اِحسان کے بدلے اِحسان اَدلا بدلا ہے، بُرائی کے بدلے برائی بدلہ ہے، بُرائی کے بدلے اِحسان فضل و کرم ہے اور اِحسان کے بدلے بُرائی کمینہ پن ہے۔''[2]

(2) جاہلوں سے اعراض

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۱۹۹﴾ (پ ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

دلیل الفالحین میں ہے: ''یعنی لوگوں سے نرمی برتو اور اُن کے عذر قبول کرو۔ منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام سے اِستفسار فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ جو زیادتی کرے اسے معاف فرمادیں، جو محروم کرے اسے عطا فرمائیں اور جو تعلق توڑے اُس سے تعلق جوڑیں۔''[3]

(3) دشمن کو دوست بنانے کا طریقہ

وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴿۳۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی اے سننے والے بُرائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست اور یہ دولت نہیں ملتی مگر صابروں کو اور اسے

1 . . . تفسیر درمنثور، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۴، ۲/ ۳۲۵ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۴، ۲/ ۹۵۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحلم والاناۃ والرفق، ۳/ ۸۷، تحت الباب۔

نہیں پاتا مگر بڑے نصیب والا۔ (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۳۴، ۳۵)

تفسیر قرطبی میں ہے: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اس آیت میں غضب کے وقت صبر، جہالت کے وقت حلم اور ظلم وزیادتی کے وقت عفوودرگزر کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر لوگ ایسا کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ انہیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھے گا اوران کے دشمن کو زیر کردے گا۔ منقول ہے کہ کسی نے امیر المومنین حضرت سَیِّدُنا علی المرتضٰی شیر خدا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کے غلام قنبر کو گالی دی تو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اے قنبر! اس گالی دینے والے کو کچھ نہ کہہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ سے راضی ہو گا، شیطان ناراض ہو گا اور اُس گالی دینے والے کو سزا مل جائے گی کیونکہ احمق کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں کہ اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا جائے۔[1]

(4) ہمت کے کام

وَ لَمَنۡ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۴۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: در حقیقت صبر جواں مَردوں کا کام ہے کہ وہ ہر وقت ظلم و جفا پر صبر کرنے کی قوت رکھتے ہیں۔ حضرتِ اَبُوسَعِیْد قَرَشِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: جو ناگوار اَمر پر صبر کرے اور جَزَع و فَزَع (رونے پیٹنے) سے باز رہے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اپنی رضا سے مشرف فرماتا ہے اور یہ سب سے اچھی حالت ہے اور جو صبر کے بجائے شکوہ وشکایت اور جزع وفزع کرے اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہے اور شکوہ وشکایت سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بعض مشائخ کِرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: جو تکالیف پر صبر کرے، کسی کے سامنے شکایت نہ کرے اور اپنے مخالف کو معاف کرتے ہوئے دنیا وآخرت میں اس پر کوئی دعویٰ باقی نہ رکھے تو یہ ضرور ہمت والا کام ہے۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۲۴، فصلت، تحت الآیۃ: ۳۴، ۸ / ۲۶۳، الجزء الخامس عشر۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۲۵، الشوری، تحت الآیۃ: ۴۳، ۸ / ۳۳۷ ملخصاً۔

حدیث نمبر:632

دو پسندیدہ خصلتیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ: اِنَّ فِيْكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبدالله** بن عباس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت اشج عبد القیس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: ”تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے: حلم اور اطمینان۔“

بارگاہِ رسالت میں حاضری کا انداز:

حدیثِ مذکور میں حضرت سیدنا اشج عبد القیس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ کی دو خصلتوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پسندیدہ خصلتیں کہا گیا ہے حلم اور وقار۔ سید عالم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سَیِّدُنا اشج رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ خوشخبری اس موقع پر سنائی جب وہ ایک وفد لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ **اشعۃ اللمعات** میں ہے: عبد القیس ایک قبیلے کا نام ہے، اس قبیلے کے کچھ لوگ وفد کی صورت میں مدینہ منورہ زَادَهَا اللهُ شَرَفًا وَّتَعْظِيْمًا آئے۔ جیسے ہی انہوں نے حضور نبی کریم رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھا فوراً سواریوں سے اتر کر سفری لباس پہنے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگئے۔ ان میں شوق ومحبت کے ساتھ اضطراب وہلچل کی کیفیت بھی تھی۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے اِس انداز پر سکوت اختیار فرمایا۔ اشج جن کا نام **منذر بن عائذ** تھا یہ اس قبیلے کے سردار تھے، یہ سواریوں کے پاس ٹھہرے، قوم کا سازوسامان جمع کیا، غسل کر کے عمدہ کپڑے پہنے، پھر اطمینان ووقار کے ساتھ مسجد نبوی میں آئے، دو رکعت نماز ادا کی اور پھر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کے اِس عمل کو خوب سراہا اور فرمایا: ”اے اشج! تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے حلم اور اطمینان۔“ جب آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں یہ خوشخبری سنائی تو انہوں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میری یہ صفات

---

[1] ... مسلم، کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللہ تعالی ورسولہ۔۔۔ الخ، ص ۳۸، حدیث: ۱۱۷۔

کسبی ہیں یا فطری ؟ فرمایا: ”کسبی نہیں بلکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ ہیں۔“ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ اگر میری یہ خوبیاں کسبی ہوتیں تو قابلِ زوال ہوتیں مگر یہ میرے رب عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ ہیں اور رب کی عطا کبھی زائل نہیں ہوتی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسی خصلتیں عطا فرمائیں جنہیں وہ اور اس کا رسول پسند فرماتے ہے۔[1]

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت کا جواب:

کسی کے منہ پر اُس کی تعریف کرنے کی تو ممانعت ہے ؟ پھر حضرت اشج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سامنے ہی ان کی تعریف کیوں کی گئی ؟ اس کی تین وجوہات ہو سکتی ہیں: **(1)** حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کی یہ خوبیاں وحی کے ذریعے معلوم ہوئیں اور وحی کو چھپانا جائز نہیں اس لئے ان کے سامنے ہی ان کی تعریف کی۔ **(2)** سید عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو حضرت اشج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بارے میں علم تھا کہ وہ اپنی تعریف سن کر غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہوں گے۔ **(3)** تاکہ وہ اِن خصلتوں پر ہمیشگی اختیار کریں اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر بجالائیں۔[2] دلیل الفالحین میں ہے: ”حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُس آنے والے وفد کے لوگوں سے فرمایا: کیا تم مجھ سے اپنی جانوں اور اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرنے کو تیار ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں! ہم تیار ہیں۔ حضرت سَیِّدُنا اشج رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم اپنے لیے تو بیعت کرتے ہیں لیکن اپنی قوم کی طرف کسی کو بھیج دیتے ہیں، ان میں سے جو ہماری بات قبول کرے گا وہ ہمارا اور جو انکار کرے گا ہم اس سے لڑیں گے۔ یہ سن کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: تو نے سچ کہا، بے شک! تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو بہت پسند ہیں، حلم اور اطمینان۔“[3]

حدیثِ مذکور میں حلم اور اطمینان کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پسندیدہ خصلتیں قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اطمینان کی فضیلت اور جلد بازی کی مذمت سے متعلق چند روایات ملاحظہ فرمایئے:

---

1 . . . اشعة اللمعات، کتاب الآداب، باب الحذر والتانی فی الامور، ۴/ ۱۲۱ ملخصاً۔

2 . . . فیض القدیر، حرف الهمزة، ۲/ ۲۰۱، تحت الحدیث: ۲۳۳۷۔

3 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحلم والاناة والرفق، ۳/ ۸۸، تحت الحدیث: ۶۳۱ ملخصاً۔

جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے:

❁ حضور نبی کریم، رءوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عبرت نشان ہے: اَلْاَنَاۃُ مِنَ اللّٰہِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطٰنِ یعنی اطمینان اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔[1]
❁ حضرت سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: مؤمن سنجیدہ و باوقار ہوتا ہے، رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا (کہ جلدی میں جو ہاتھ آیا اٹھالیا)۔[2] ❁ حضرت سَیِّدُنا ذُوالقرنین رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک فرشتے سے ملے تو کہا: مجھے کوئی ایسی بات بتاؤ جس سے میرے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو؟ فرشتے نے جواب دیا: جلد بازی سے بچتے رہیے کیونکہ جب آپ جلد بازی سے کام لیں گے تو اپنا حصہ گنوا بیٹھیں گے۔[3]

ہدایت یافتہ کون؟

کاتبِ وَحی حضرت سَیِّدُنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک خط میں لکھا: ”بھلائی کے کاموں میں غور و فکر کرنا زیادہ ہدایت کا سبب ہوتا ہے اور ہدایت یافتہ وہ ہے جو جلد بازی سے بچے۔ اور نامراد وہ ہے جو وقار و اطمینان سے محروم ہو۔ مستقل مزاج آدمی ہی اچھے فیصلے تک پہنچتا ہے جبکہ جلدی مچانے والا خطا کرتا ہے یا اس سے خطا سرزد ہونے کا اِمکان ہوتا ہے، جسے نرمی نفع نہ دے اسے سختی اور بے وقوفی سے نقصان پہنچتا ہے اور جو تجربات سے نفع نہیں اٹھاتا وہ بلند مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔“[4]

جلد بازی ندامت کی ماں ہے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! جلد بازی کو اُمُّ النَّدَامَۃِ یعنی ندامت کی ماں کہا گیا ہے کیونکہ جلد باز آدمی سامنے والے کی بات مکمل ہونے سے پہلے بول پڑتا ہے، سوال کو اچھی طرح سمجھنے سے پہلے ہی جواب دے دیتا ہے اور غور و فکر کرنے سے پہلے ہی کوئی کام کرنے کا اِرادہ کرلیتا ہے، کسی کو پرکھنے سے پہلے ہی اس سے متاثر ہو

1 . . . ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی التانی والعجلة، ۳/۴۰۷، حدیث: ۲۰۱۹۔
2 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، فضیلة الرفق، ۳/۲۳۰۔
3 . . . الزواجر، الباب الاول، الکبیرة الثالثة: الغضب بالباطل والحقد والحسد، ۱/۱۰۷ ملتقطاً۔
4 . . . احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، فضیلة الرفق، ۳/۲۳۰ ملخصاً۔

کر ندامت اٹھاتا ہے۔ مقولہ ہے کہ ”یَدُ الرِّفْقِ تَجْنِی ثَمْرَةَ السَّلَامَةِ وَیَدُ الْعُجْلَةِ تَغْرِسُ شَجْرَةَ النَّدَامَةِ“ یعنی بردباری کا ہاتھ سلامتی کا پھل پیدا کرتا ہے اور جلد بازی کا ہاتھ ندامت کا درخت اگاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص جلد باز ہو، بُردبار اور متحمل مزاج نہ ہو تو وہ کسی کام میں توقف، تحمل، بردباری اور ضروری غور وفکر سے کام نہیں لے گا بلکہ ہر کام کی انجام دہی میں جلد بازی کا ارتکاب کرے گا اور لغزش کھائے گا اور نقصان اٹھائے گا، اگر نقصان صرف دنیاوی ہو تو کسی حد تک قابل برداشت ہو سکتا ہے لیکن اُخروی نقصان سہنے کی ہمت ہم ناتوانوں میں کہاں کیونکہ دنیا کا نقصان دنیا ہی میں رہ جائے گا جبکہ اُخروی نقصان جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جلا سکتا ہے۔ جلد بازی کے نقصانات اور تحمل واطمینان کے مزید فوائد جاننے کے لئے ”دعوتِ اسلامی“ کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی شائع کردہ کتاب ”جلد بازی کے نقصانات“ کا مطالعہ فرمایئے۔

مدنی گلدستہ

”بُردباری“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ حلم اور اطمینان کو پسند فرماتا ہے۔

(2) مؤمن سوچ سمجھ کر اطمینان وسنجیدگی سے کام کرتا ہے۔

(3) مستقل مزاج شخص ہی اچھے فیصلے تک پہنچتا ہے جبکہ جلدی مچانے والا خطا کھاتا ہے۔

(4) ہدایت یافتہ وہ ہے جو جلد بازی سے بچے۔

(5) جو آدمی تجربات سے نفع نہ اٹھائے وہ بلند مقام حاصل نہیں کر سکتا۔

(6) بردباری کا نتیجہ سلامتی جبکہ جلد بازی کا نتیجہ ندامت وشرمندگی ہے۔

(7) جو اطمینان ووقار سے محروم ہے وہ ناکام ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جلد بازی سے بچنے اور تحمل وبردباری اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 633

رب تعالی نرمی کو پسند فرماتا ھے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: اِنَّ اللهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ كُلِّهٖ.(1)

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نرمی فرمانے والا ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔“

حدیث نمبر: 634

نرمی پر ملنے والے انعامات

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اِنَّ اللهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِی عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِی عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِی عَلٰی مَا سِوَاهُ.(2)

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نرمی فرمانے والا ہے، نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر وہ انعامات عطا فرماتا ہے جو سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نہ ہی کسی اور چیز پر عطا فرماتا ہے۔“

حدیث نمبر: 635

نرمی باعثِ زینت ھے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم قَالَ: اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَكُوْنُ فِی شَیْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَهٗ.(3)

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”نرمی جس چیز میں ہو اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جائے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔“

---

(1) ... بخاری، کتاب استتابة المرتدین والمعاندین وقتالھم، باب اذا عرض الذمی وغیرہ ... الخ، ۴/ ۳۷۹، حدیث: ۶۹۲۷ بتغیر۔

(2) ... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص ۱۰۷۲، حدیث: ۲۵۹۳ بتغیر قلیل۔

(3) ... مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فضل الرفق، ص ۱۰۷۳، حدیث: ۲۵۹۴۔

مذکورہ اَحادیث میں نرمی کی وضاحت:

مذکورہ بالا تینوں حدیثوں میں نرمی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ پہلی حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مخلوق پر مہربان ہے کہ اُن پر نرمی فرماتا ہے اور ہر کام میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ مخلوق پر مہربان ہونے سے مراد یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں فرماتا بلکہ اُن میں سے جن کے مقدر میں سعادت مندی لکھی ہے انہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے اور بدبخت کو ڈھیل دیتا ہے۔[1] دوسری حدیث میں فرمایا گیا کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نرمی برتنے پر وہ اِنعام دیتا ہے جو نرمی کے علاوہ کسی اور چیز پر نہیں دیتا۔ یعنی نرمی برتنے والے کی دنیا میں بھی خوب اچھائی اور تعریف کی جاتی ہے اور آخرت میں بھی بہت زیادہ اجر و ثواب ملے گا اور سختی کرنے والے کا معاملہ اس کے برعکس ہو گا یعنی نہ تو وہ دنیا میں قابلِ تعریف ہو گا نہ آخرت میں اجر پائے گا۔[2] تیسری حدیث میں فرمایا گیا کہ نرمی جس چیز میں ہو اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جائے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔ یعنی نرمی سے اُمور کی تکمیل ہوتی ہے جبکہ سختی سے بنے ہوئے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ہے فلاح و کامرانی نرمی و آسانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”**اللہ** تعالیٰ رفیق یعنی کریم و رحیم ہے کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا، گناہ بخشتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ میرے بندے بھی اپنے ماتحتوں، اپنے ساتھیوں پر رحیم و کریم ہوں۔ خیال رہے کہ **اللہ** تعالیٰ کو عام محاورہ میں رفیق کہنا جائز نہیں یہ لفظ اسماءِ الٰہیہ میں سے نہیں ہے یہاں حدیثِ مذکور میں یہ لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نرمی سے دنیا و آخرت کے وہ کام بن جاتے ہیں جو سختی سے نہیں بنتے، اکثر سختی سے دوست دشمن بن جاتے ہیں، بنتے ہوئے کام بگڑ جاتے ہیں جبکہ نرمی سے دشمن دوست ہو جاتے ہیں اور بگڑتے ہوئے کام بن جاتے ہیں۔ اگر حقیر آدمی کے دل میں نرمی ہو تو وہ عزیز بن جاتا ہے اور

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحلم والاناۃ والرفق، ۳/ ۸۹، تحت الحدیث: ۶۳۲ ملخصاً۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی الحلم والاناۃ والرفق، ۳/ ۸۹، تحت الحدیث: ۶۳۳ ملخصاً۔

عظیمُ الشان آدمی کے دل میں سختی ہو تو وہ حقیر ہو جاتا ہے۔لوہا نرم ہو کر اوزار بنتا ہے، سونا نرم ہو کر زیور، زمین نرم ہو کر قابلِ کاشت ہوتی ہے، اِنسان نرم ہو کر ولی بن جاتا ہے۔"[1]

نرمی کے متعلق تین فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) "جس شخص کو نرمی سے حصہ دیا گیا اُسے بھلائی سے حصہ دیا گیا اور جسے نرمی کے حصے سے محروم رکھا گیا اُسے بھلائی کے حصے سے محروم رکھا گیا۔"[2] **(2)** "نرمی برکت اور سختی نحوست ہے۔"[3] **(3)** "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک محبوب ترین دِل وہ ہیں جو زیادہ نرم، زیادہ پاک اور زیادہ مضبوط ہوں کہ مسلمان بھائیوں کے لیے نرم، گناہوں سے زیادہ پاک اور دِین میں زیادہ مضبوط ہوں۔"[4]

شفقت و نرمی کی تاثیر:

حضرت سیِّدُنا محمد بن زکریا غلابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: میں ایک رات حضرت سیِّدُنا ابنِ عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس حاضر ہوا وہ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مسجد سے نکل کر اپنے گھر کا ارادہ رکھتے تھے، اچانک نشے میں مدہوش ایک قریشی نوجوان آپ کے راستے میں آیا جو ایک عورت کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہا تھا، عورت نے مدد کے لئے پکارا تو لوگ اس نوجوان کو مارنے کے لئے جمع ہو گئے۔ حضرت سیِّدُنا ابنِ عائشہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس نوجوان کو دیکھ کر پہچان لیا اور لوگوں سے کہا: "میرے بھتیجے کو چھوڑ دو۔" پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے! میرے پاس آؤ۔" تو وہ نوجوان شرمندہ ہونے لگا، تب آپ نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا پھر اس سے فرمایا: "میرے ساتھ چلو۔" چنانچہ وہ آپ کے ساتھ چلنے لگا حتی کہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے گھر پہنچ گیا۔ آپ نے اپنے ایک غلام سے فرمایا: "آج رات اسے اپنے پاس سلاؤ، جب اس کا نشہ دور ہو تو جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اسے بتا دینا اور اسے

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۳۵، ۶۳۶ ملخصاً۔
2. ...ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی الرفق، ۳/ ۴۰۸، حدیث: ۲۰۲۰۔
3. ...شعب الایمان، باب الحیاء، ۶/ ۱۳۸، حدیث: ۷۷۲۲۔
4. ...نوادر الاصول، الاصل الثامن والسبعون والمائتان، ۲/ ۱۱۵۰، حدیث: ۱۴۵۳۔

میرے پاس لانے سے پہلے جانے مت دینا۔" جب اس کا نشہ دور ہوا تو خادم نے اسے سارا ماجرا بیان کیا جس کی وجہ سے وہ بہت شرمندہ ہوا اور رونے لگا اور واپس جانے کا ارادہ کیا تو غلام نے کہا: حضرت کا حکم ہے کہ تمہیں ان کے پاس لے جاؤں۔ غلام اس نوجوان کو آپ کے پاس لے آیا، آپ نے اس نوجوان سے فرمایا: "کیا تجھے اپنی ذات سے شرم نہیں آئی؟ کیا تجھے اپنی شرافت سے حیا نہ آئی؟ کیا تو نہیں جانتا کہ تیرا والد کون ہے؟ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈر اور جن کاموں میں لگا ہوا ہے انہیں چھوڑ دے۔" وہ نوجوان اپنا سر جھکا کر رونے لگا پھر اس نے اپنا سر اٹھا کر کہا: میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے عہد کرتا ہوں جس کے بارے میں قیامت کے دن مجھ سے سوال ہو گا کہ آیندہ کبھی میں (نشہ آور) نبیذ نہیں پیوں گا اور نہ ہی کسی عورت پر دست درازی کروں گا اور میں ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ پھر آپ نے اس کے سر پر بوسہ دے کر فرمایا: "اے میرے بیٹے! تو نے توبہ کر کے بہت اچھا کیا۔" اس کے بعد وہ نوجوان آپ کی مجلسوں میں شریک ہونے لگا اور آپ سے حدیث شریف لکھنے لگا۔ یہ سب آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه کی نرمی کی برکت تھی۔ پھر آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے فرمایا: "لوگ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں حالانکہ اُن کی نیکی بُرائی بن جاتی ہے لہٰذا تم اپنے تمام اُمور میں نرمی کو اختیار کرو کہ اس سے تم اپنے مقاصد کو پالو گے۔"[1]

"شفقت ونرمی" کے 9 حروف کی نسبت سے مذکورہ احادیث اور ان کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نرمی فرمانے والا ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے۔

(2) نرمی جس چیز میں ہو اسے زینت دیتی ہے اور جس سے نکالی جائے اسے عیب دار کر دیتی ہے۔

(3) جو برکتیں نرمی کی بدولت ملتی ہیں وہ کسی اور چیز کی وجہ سے نہیں ملتیں۔

(4) نرمی کی وجہ سے حقیر آدمی بھی ہر دلعزیز بن جاتا ہے جبکہ سختی کی وجہ سے باعزت شخص بھی حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے۔

1 . . . احیاء العلوم، کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، الباب الثانی، ۲/ ۴۱۱۔

(5) نرمی کے سبب اُمور کی تکمیل ہوتی ہے جبکہ سختی سے بنے ہوئے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔

(6) نرم مزاج دنیا میں بھی لائق تعریف ہے اور آخرت میں بھی بہت زیادہ اجر وثواب کا مستحق ہے۔

(7) اچھے اَخلاق اور اچھے پڑوس کی وجہ سے گھر آباد ہوتے ہیں اور عمروں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(8) نرمی میں برکت اور سختی میں نحوست ہے۔

(9) کسی کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آنا اس کی زندگی سُدھار سکتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نرمی کی دولت عطا کرے اور سختی وترش روئی سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:636

اَعرابی کے ساتھ نرمی

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَالَ اَعْرَابِیٌّ فِی الْمَسْجِدِ فَقَامَ النَّاسُ اِلَیْہِ لِیَقَعُوْا فِیْہِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: دَعُوْہُ وَاَرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِہٖ سَجْلًا مِنْ مَّاءٍ اَوْ ذَنُوْبًا مِّنْ مَاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک اَعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اسے سزا دینے کے لئے دوڑے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا بھرا ہوا ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔“

لاعلم کو غلطی کرنے پر نرمی سے سمجھایا جائے:

مذکورہ حدیث پاک کے تحت شرح مسلم نووی میں ہے: ”حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لاعلم شخص غلطی کرے اور اس کا مقصود شریعت کی دشمنی اور توہین و تحقیر نہ ہو تو اسے نہایت نرمی کے

[1] ... بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد، ۱/ ۹۷، حدیث: ۲۲۰ بتغیر۔

ساتھ شرعی مسئلہ سمجھایا جائے سختی اور اذیت والا معاملہ ہرگز اختیار نہ کیا جائے۔ **جب** دو نقصانوں میں سے کوئی ایک لازم ہو تو کم نقصان والی شے اختیار کی جائے۔ سرکارِ عالی وقار، دو عالَم کے مالک و مختار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اَعرابی کو مسجد میں پیشاب کرنے دیا منع نہ کیا کیونکہ اچانک پیشاب روکنے سے اُسے طبی طور پر نقصان ہوتا۔ **دوسری** بات یہ کہ اگر وہ دورانِ پیشاب اٹھتا تو اس کے کپڑے، بدن اور مسجد کا دیگر حصہ بھی ناپاک ہو جاتا اس لئے اسے نہ روکا۔ پھر جب وہ فارغ ہو گیا تو اسے سمجھایا کہ یہ مساجد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے گھر ہیں ان میں پیشاب اور کسی قسم کی گندگی جائز نہیں یہ تو محض ذکرُ **اللہ** اور تلاوت قرآن کے لئے ہوتی ہیں۔ اس فرمانِ عالی میں مساجد کو گندگی وغیرہ سے بچانے اور انہیں صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب ہے۔ مساجد میں گندگی کرنا، تھوکنا، آواز بلند کرنا، لڑنا جھگڑنا اور ہر قسم کی خرید و فروخت ممنوع ہے۔"[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: "اسلام سے پہلے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور سب کے سامنے ننگے ہونے کو عیب نہ جانتے تھے نیز وہ مسجد کے آداب وغیرہ سے بے علم تھے۔ معلوم ہوا کہ ناواقف پر سختی نہ کی جائے اسے نرمی سے سمجھایا جائے۔"[2] دلیل الفالحین میں ہے: "جب مُبلّغِ اعظم، نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس اَعرابی کو نہایت شفقت و محبت سے سمجھایا تو اس نے اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا: "**یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے ماں باپ آپ پر قربان! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نہ مجھے گالی دی، نہ بُرا بھلا کہا صرف اتنا فرمایا کہ یہ مساجد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے ذِکر اور نماز کے لئے بنائی جاتی ہیں ان میں پیشاب کرنا جائز نہیں۔"[3]

زمین سوکھنے کے بعد پاک ہو جاتی ہے:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "خیال رہے کہ زمین اگرچہ سوکھ کر پاک ہو جاتی ہے لیکن زمین کا دھونا بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے گندگی کا رنگ و بو بھی جلدی جاتا رہتا ہے اور اس سے تیمم بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناپاک

---

1 ... شرح مسلم للنووی، کتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغیرہ... الخ، ۲/۱۹۱، الجزء الثالث ملخصا۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۱/۳۲۵۔

3 ... دلیل الفالحین، باب فی الحلم والاناة والرفق، ۳/۱۹، تحت الحدیث: ۶۳۵۔

زمین بغیر دھوئے پاک نہیں ہو سکتی جیسا کہ امام شافعی (رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه) فرماتے ہیں۔ حضور (صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم) کا مسجد دھلوانا اس لئے تھا کہ وقتِ نماز قریب تھا، زمین جلدی سوکھ کر پاک نہ ہو سکتی تھی نیز مسجد میں پاکی کے علاوہ صفائی بھی چاہیئے اور یہ دھلنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"شفقت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) اگر کوئی لاعلم شخص غلطی کرے تو اسے نہایت نرمی کے ساتھ مسئلہ سمجھایا جائے سختی اور اذیت والا معاملہ ہر گز اختیار نہ کیا جائے۔

(2) اچانک پیشاب روکنا طبی طور پر نقصان دہ ہے۔

(3) مساجد میں گندگی کرنا، تھوکنا، آواز بلند کرنا، لڑنا جھگڑنا اور ہر قسم کی خرید و فروخت ممنوع ہے۔

(4) زمین سوکھنے کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں کو شفقت و نرمی کے ساتھ سمجھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

آسانی کرو سختی سے بچو

حدیث نمبر:637

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "آسانی کرو سختی نہ کرو، خوشخبری سناؤ نفرت نہ دلاؤ۔"

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۱/ ۳۲۵۔

2 ... بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظة...الخ، ۱/ ۴۲، حدیث: ۶۹۔

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیثِ مذکور میں لوگوں کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل وکرم، کثیر ثواب، بڑی عطا اور وسعت رحمت کی خوشخبری دینے کا حکم اور خوشخبری سنائے بغیر محض عذاب کی وعیدوں سے خوفزدہ کر کے نفرت میں مبتلا کرنے کی ممانعت اور نو مسلموں پر سختی ترک کرنے اور ان کی دلجوئی کرنے کا بیان ہے۔ اسی طرح جو بچے بالغ ہونے کے قریب ہوں اور جو بالغ ہو چکے ہوں اور جو لوگ اپنے تمام گناہوں سے تائب ہو چکے ہوں انہیں بھی نہایت نرمی ومحبت سے بتدریج نیکیوں کی طرف راغب کیا جائے کیونکہ تمام اسلامی اُمور بھی بتدریج لازم ہوئے ہیں۔ جب کوئی نیک کام شروع کرنے والا یا اس کام میں رغبت رکھنے والا اس عمل میں آسانی محسوس کرے گا تو اس عمل کا پابند بھی ہو جائے گا اور اس کے عمل میں بڑھوتری ہو گی اور جب وہ اس عمل میں دشواری پائے گا یا یہ گمان کرے گا کہ وہ یہ عمل نہ کر سکے گا تو اگر اس نے وہ عمل شروع کر بھی دیا تو پابندی نہ ہو سکے گی اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ اس عمل سے دور ہو جائے گا۔[1] (لہٰذا لوگوں کو اسلامی اُمور کا پابند بنانے کے لئے نہایت نرمی وآسانی سے کام لینا چاہیے۔)

آسانی سے کیا مراد ہے؟

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: "یہاں حدیث میں فرائض میں آسانی مراد نہیں بلکہ نفلی عبادات یا ان فرائض میں آسانی کا حکم ہے جن میں بصورت عذر تخفیف دی گئی ہے جیسے قیام سے عاجز ہونے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا، حالت مرض یا سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا اور اسی طرح دیگر وہ اُمور جن میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اپنے بندوں کے لئے رخصت رکھی ہے۔ اسی طرح نوافل میں بھی آسانی کا حکم ہے کہ اسی قدر پڑھے جائیں جو آسانی سے ادا ہو سکیں تاکہ بندہ اکتاہٹ ودشواری میں مبتلا نہ ہو۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا: "فلاں شخص کی طرح نہ ہونا کہ پہلے وہ شب بیداری کرتا تھا پھر ترک کر دی۔" حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بھی لوگوں کو آسانی دیا کرتے تھے ان آسانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مسجد میں پیشاب کرنے والے پر

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجهاد والسیر، باب تامیر الامام الامراء علی البعوث۔۔۔ الخ، ۲ / ۴۱، الجزء الثانی عشر۔

سختی نہ کی بلکہ اس پر نرمی و شفقت فرمائی۔ علامہ طبری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حدیث مذکور میں جو آسانی کا حکم دیا گیا ہے اس میں دو حکمتیں ہیں: (1) عمل سے اکتاہٹ نہ ہو۔ (2) عمل کرنے والا عُجب (خود پسندی) سے محفوظ رہے اور کسی کم عمل والے کو حقیر جان کر ہلاکت میں نہ پڑے جیسا کہ آقا کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان عبرت نشان ہے: "غُلُوّ وتکلّف کرنے والے ہلاک ہوگئے۔" اسی طرح نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ خبر پہنچی کہ ایک قوم خصی ہونے کا ارادہ رکھتی ہے اور انہوں نے بعض حلال وپاکیزہ غذا اور گوشت اپنے اوپر حرام کرلیا ہے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے انہیں سختی سے منع کیا اور شدید زجر و توبیخ کے بعد فرمایا: "میں رہبانیت کے ساتھ مبعوث نہیں کیا گیا، بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک سب سے اچھا دِین سیدھا و آسان دِین ہے۔ بے شک اہل کتاب سختی کی وجہ سے ہلاک ہوئے انہوں نے اپنے اوپر سختی لازم کی تو ان پر سختی کی گئی۔" پس سمجھداری کا تقاضا یہی ہے کہ (دِینی امور کے ساتھ ساتھ) دُنیاوی اُمور میں بھی اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا(۶۷)﴾ (پ ۱۹، الفرقان: ۶۷) (ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں۔) یہاں خرچ کے معاملے میں اسراف و کنجوسی کے ترک پر سراہا گیا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا(۲۶)﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۲۶) (ترجمۂ کنز الایمان: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور فضول نہ اڑا۔) یہاں اُن جگہوں میں بھی اِسراف سے بچنے کا حکم ہے جہاں خرچ کرنا قربِ الٰہی کا باعث ہوتا ہے۔ پس ہر عقل مند پر لازم ہے کہ عبادت وریاضت، کسی سے محبت وعدوات، کھانے پینے، پہننے الغرض تمام امور میں درمیانی راہ اختیار کرے کیونکہ بزرگانِ دِین رَحِمَہُمُ اللہُ الْمُبِیْن بھی اسی راہ پر گامزن رہے ہیں۔ باقی رہا ہمارے پیارے آقا، مدینے والا مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا عبادت وریاضت میں کثرت کا معاملہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے انہیں ایسی قوت عطا فرمائی جو کسی اور کو نہ ملی لہٰذا آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے عبادت وریاضت سہل وآسان کر دی گئی۔ دوسرا یہ کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ تو پوری رات قیام میں گزارتے نہ ہی رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کو روزوں کے لئے خاص فرماتے۔ ہاں یہ روایتوں میں

ملتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم شعبان کا پورا مہینہ روزہ رکھتے یہاں تک کہ اسے رمضان سے ملا دیتے۔ اس کے علاوہ بقیہ مہینوں میں کبھی روزے رکھتے کبھی روزے نہ رکھتے اسی طرح رات کا کچھ حصہ عبادت میں اور کچھ حصہ آرام میں گزارتے اور جب کوئی عمل شروع کرتے تو اس پر ہمیشگی فرماتے۔"[1]

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: "جو اَعمالِ دینیہ میں نرمی کو چھوڑ کر اُن کی گہرائی میں جانے کی کوشش کرتا ہے وہ عاجز آکر عمل چھوڑ دیتا ہے۔ علامہ ابن منیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ہمارا اور سابقہ لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ جو بھی دِین میں سختی کرتا ہے اُس کے اَعمال اُس سے چھوٹ جاتے ہیں۔"[2]

دِینِ اِسلام آسان ہے:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "دینِ اسلام پچھلے تمام اَدیان سے آسان ہے، اس لیے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اس اُمَّت سے ان تمام سختیوں کو دور فرمادیا جو سابقہ اُمَّتوں پر تھیں جیسا کہ وہ مٹی سے (تیمم کے ذریعے) طہارت حاصل نہیں کرسکتے تھے، کپڑے پر جہاں نجاست لگ جاتی اسے کاٹنا پڑتا، توبہ کی قبولیت کے لیے اپنے آپ کو قتل کرنا پڑتا اور اس جیسی کئی سختیاں اُمَمِ سابقہ پر تھیں مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے اِس اُمَّت پر لطف وکرم فرمایا اور اس طرح کی تمام سختیاں دور فرمادیں۔"[3]

مرآۃ المناجیح میں ہے: (خوشخبریاں دو متنفرنہ کرو۔) یعنی لوگوں کو گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک اعمال کرنے پر حق تعالٰی کی بخشش ورحمت کی خوشخبریاں دو، ان کو گناہوں کی پکڑ پر اس طرح نہ ڈراؤ کہ انہیں **اللہ** کی رحمت سے مایوسی ہو کر اسلام سے نفرت ہوجائے۔ بہر حال اِنْذَار اور، ڈرانا کچھ اور ہے اور مایوس کرکے متنفر کردینا کچھ اور لہٰذا یہ حدیث ان آیات واحادیث کے خلاف نہیں جن میں **اللہ** کی پکڑ سے ڈرانے کا حکم ہے کیونکہ یہاں مایوس کردینے، نفرت پھیلا دینے کی ممانعت ہے اور وہاں ڈرا کر ربّ کے

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب قول النبی علیہ السلام: یسروا ولا تعسروا، ۹ / ۳۰۲ملخصاً۔

2 . . . فتح الباری، کتاب الایمان، باب الدین یسر۔۔۔الخ، ۲ / ۸۸، تحت الحدیث: ۳۹۔

3 . . . عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، ۱ / ۳۲۸، تحت الباب ملخصاً۔

دروازے پر لے آنے کا حکم ہے۔(آسانی کرو سختی وتنگی نہ کرو۔)اس طرح کہ آسانی کے ساتھ انہیں نماز و زکوٰۃ وغیرہ اَحکامِ شرعیہ کا پابند بناؤ۔ زکوٰۃ، عُشر، خراج وغیرہ آسانی سے وصول کرو بقدرِ حق وصول کرو۔“[1]
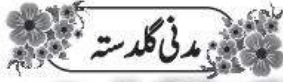
مدنی گلدستہ

”عفووکرم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنا کر اَعمالِ صالحہ پر ملنے والے اجر وثواب کی اہمیت بتا کر دِین سے قریب کرنا چاہیے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہیشگی اختیار کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔

(3) اہل کتاب نے اپنے اوپر سختی لازم کی تو ان پر سختی کی گئی اور اس طرح وہ خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مبتلا ہوئے۔

(4) ہر عقل مند پر لازم ہے کہ تمام دِینی ودُنیاوی امور میں میانہ روی سے کام لے۔

(5) جو اَعمالِ دِینیہ میں نرمی کو چھوڑ کر اپنے اوپر سختی کرتا ہے وہ عاجز آکر عمل چھوڑ دیتا ہے۔

(6) سابقہ اُمّتوں پر اَحکامِ شرعیہ میں جو سختیاں تھیں وہ مصطفٰے کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے اِس اُمّت سے دور کر دی گئیں۔

(7) مبلغ کو چاہیے کہ لوگوں کو گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور نیک اَعمال بجالانے پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بخششوں اور رحمتوں کی خوشخبریاں سنائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے مایوس نہ کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں سے نرمی کے ساتھ پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایسے اُمور سے بچائے جن سے دوسروں کے دِلوں میں ہماری نفرت بیٹھ جائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۷۱ملخصا۔

حدیث نمبر:638

خیر سے محرومی

عَنْ جَرِیْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَقُوْلُ: مَنْ یُحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ کُلَّہٗ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا جَریر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ تمام خیر سے محروم کیا گیا۔“

نرمی کی فضیلت وشرف:

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”یعنی جو خیر وبھلائی نرمی سے حاصل ہونی تھی اس سے محروم ہو گیا،اس حدیث میں نرمی کی فضیلت اور اس کے شرف کا بیان ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ معاملات میں نرمی کو وہ حیثیت حاصل ہے جو خوشبوؤں میں مشک کو، نرمی کے مقابل جو خیر ہے اس سے مراد خیر کثیر ہے۔“[2]

سختی اور شدت سے بچنا چاہیے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہر کام کو بہتر وآسان انداز سے سر انجام دینا چاہئے اور سختی وشدت سے بچنا چاہیے کیونکہ سختی وشدت خیر کے کاموں سے محرومی کا باعث بنتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ اگر آپ مذہبی وضع قطع کے مالِک ہیں تو سنجیدہ رہئے اور خوب ملنسار بن جایئے، آپ کا منصب ایسا ہے کہ آپ کی ایک مسکراہٹ کسی کی آئندہ نسلوں کی تقدیر بدل سکتی ہے اور ایک بار کی بے رُخی یا جھڑک کسی کی آنے والی نسلوں کو مَعَاذَ اللّٰہ گمراہی کے عمیق گڑھے میں ڈال سکتی ہے۔ لہٰذا ہر ملنے جُلنے والے کے ساتھ نرمی نرمی اور نرمی سے پیش آیئے۔ کیا پتا آپ کا یہ محبت بھرا انداز کسی کے خاندان بھر کی اِصلاح کا باعث بن جائے۔ کسی کو نرمی وشفقت سے سمجھانے کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں اس کا اندازہ ذیل میں دی گئی حکایت سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

---

1 ... ابو داود، کتاب الادب، باب فی الرفق، ۴/ ۳۳۵، حدیث: ۴۸۰۹۔

2 ... فیض القدیر، حرف المیم، ۶/ ۳۱۳، تحت الحدیث: ۹۰۹۹ ملتقطا۔

میٹھے بول کی برکت:

خُراسان کے ایک بُزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو خواب میں حکم ہوا: ”تاتاری قوم میں اسلام کی دعوت پیش کرو۔“ اُس وَقت ہلاکو خان کا بیٹا تگودار خان بَرسرِ اِقتِدار تھا۔ وہ بُزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سفر کرکے تگودار خان کے پاس تشریف لے آئے۔ سنّتوں کے پیکر بارِیش مسلمان مبلّغ کو دیکھ کر اسے مسخری سوجھی اور کہنے لگا: میاں! یہ تو بتاؤ تمہاری داڑھی کے بال اچھے یا میرے کُتّے کی دم؟ بات اگرچِہ غصّہ دلانے والی تھی مگر چونکہ وہ ایک سمجھدار مبلّغ تھے لہٰذا نہایت نرمی کے ساتھ فرمانے لگے: ”میں بھی اپنے خالق ومالِک اللہ عَزَّوَجَلَّ کا کتّا ہوں اگر جاں نثاری اور وفاداری سے اسے خوش کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں اچھّا ورنہ آپ کے کُتّے کی دُم مجھ سے اچھی ہے جبکہ وہ آپ کا فرمانبردار ووفادار رہے۔“ چُونکہ وہ ایک باعمل مبلّغ تھے غیبت وچُغلی، عیب جوئی اور بدکلامی نیز فُضول گوئی وغیرہ سے دور رہتے ہوئے اپنی زَبان ذِکْرُ اللہ سے ہمیشہ تَر رکھتے تھے لہٰذا ان کی زَبان سے نکلے ہوئے میٹھے بول تاثیر کا تیر بن کر تگودار خان کے دل میں پیوست ہوگئے جب اس نے اپنے ”زہریلے کانٹے“ کے جواب میں اس باعمل مبلّغ کی طرف سے ”خوشبودار مَدَنی پھول“ پایا تو پانی پانی ہوگیا اور نرمی سے بولا: آپ میرے مہمان ہیں میرے ہی یہاں قِیام فرمایئے۔ چُنانچہ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اس کے پاس مُقیم ہوگئے۔ تگودار خان روزانہ رات آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں حاضِر ہوتا، آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نہایت ہی شفقت کے ساتھ اسے نیکی کی دعوت پیش کرتے۔ آپ کی سَعیِ پیہم نے تگودار خان کے دل میں مَدَنی اِنقِلاب برپا کردیا۔ وُہی تگودار خان جو کل تک اسلام کو صَفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے تھا آج اسلام کا شیدائی بن چکا تھا۔ اسی باعمل مبلّغ کے ہاتھوں تگودار خان اپنی پوری تاتاری قوم سمیت مسلمان ہوگیا۔ اس کا اسلامی نام ”احمد“ رکھا گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایک مبلّغ کے میٹھے بول کی بَرَکت سے وسط ایشیا کی خونخوار تاتاری سلطنت اسلامی حکومت سے بدل گئی۔[1] اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب مغفرت ہو۔ آمین

---

1 ... میٹھے بول، ص ۳۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے؟ مبلّغ ہو تو ایسا! اگر تگودار کے تیکھے جملے پر وہ بُزرگ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه غصّے میں آجاتے تو ہرگز یہ مَدَنی نتائج برآمد نہ ہوتے۔ لہٰذا کوئی کتنا ہی غصہ دلائے ہمیں اپنی زَبان کو قابو میں ہی رکھنا چاہئے کہ جب یہ بے قابو ہو جاتی ہے تو بعض اوقات بنے بنائے کھیل بھی بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ میٹھی زَبان ہی تو تھی کہ جس کی شیرینی اور چاشنی نے تگودار خان جیسے وحشی اور خونخوار انسان بدتر از حیوان کو انسانیت کے بلند و بالا منصب پر فائز کر دیا۔

اِصلاح کا بہترین انداز:

ایک مرتبہ حضرت سَیِّدُنا امام شافعی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْکَافِی بغداد شریف کے کسی عَلاقے سے گزر رہے تھے کہ ایک نوجوان کو دیکھا جو اچھے طریقے سے وُضو نہ کر رہا تھا آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے بڑے پیار بھرے انداز میں اُس سے فرمایا: اے نوجوان! وُضو ٹھیک سے کرو **الله** عَزَّوَجَلَّ دُنیا و آخرت میں تم پر اِحسان فرمائے۔ وہ نوجوان آپ کے اس میٹھے اور پیارے انداز سے بے حد مُتاثّر ہوا اور وُضو کے بعد حاضِرِ خدمت ہو کر نصیحت کا طالب ہوا، آپ رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے اسے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (1) جس نے ربِّ کائنات کو پہچان لیا وہ نَجات پا گیا (2) جس نے اپنے دِین کے مُعاملے میں خوف کیا وہ تباہی سے بچ گیا (3) دُنیا سے بے رَغبتی اختیار کرنے والا جب بروزِ قیامت **الله** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ملنے والا ثواب دیکھے گا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ پھر فرمایا: مزید کچھ بتاؤں؟ عرض کی: ضَرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: جس میں تین خوبیاں جمع ہو جائیں اُس کا ایمان مکمّل ہو جاتا ہے: (1) نیکی کا حکم دینا اور خود بھی اُس پر عمل کرنا (2) بُرائی سے منع کرنا اور خود بھی اُس سے باز رہنا (3) شَرعی اَحکامات بجالانا اور ممنوعاتِ شرعیہ سے بچنا۔ پھر فرمایا: کچھ اور بھی بتاؤں؟ عرض کی: ضَرور ارشاد فرمائیے۔ فرمایا: دُنیا سے بے رغبت ہو کر آخِرت کے طالب ہو جاؤ اور اپنے ہر کام میں **الله** عَزَّوَجَلَّ سے سچ کا مُعاملہ رکھو تم نَجات پا جاؤ گے۔[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کروڑوں شافعیوں کے پیشوا حضرتِ سَیِّدُنا **محمد بن اِدریس**،

---

1 ... نیکی کی دعوت، ص ۳۸۶ بتغیر۔

اَلمعروف ”امامِ شافعی“ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی نے کتنی مَحَبَّت وشفقت کے ساتھ انفرادی کوشش فرمائی اور اچھے طریقے سے وُضو نہ کرنے والے نوجوان کے وُضو کی اِصلاح بھی کی اور اسے نیکی کی دعوت بھی دی۔ کاش! ہم بھی یہی انداز اختیار کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔
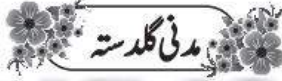
سیدنا ”شافعی“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس میں نرمی نہ ہو وہ بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

(2) بسا اوقات ایک میٹھا بول کسی کی دنیا وآخرت سنوار دیتا ہے اور ایک دفعہ کی بے جا سختی کسی کی زندگی برباد کر دیتی ہے۔

(3) کسی کی غلطی دیکھ کر اَحسن انداز سے اس کی اصلاح کرنا بزرگوں کا طریقہ ہے۔

(4) جسے رب تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوگئی وہ نجات پا گیا۔

(5) دُنیا سے بے رَغبتی اختیار کرنے والا جب بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے ملنے والا ثواب دیکھے گا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نرمی کے ساتھ نیکی کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 639

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: اَوْصِنِیْ قَالَ: لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ: لَا تَغْضَبْ. [1]

[1] ...بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/۱۳۱، حدیث: ۶۱۱۶۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: مجھے نصیحت کیجئے۔ ارشاد فرمایا: "غصہ نہ کرو۔" اس نے کئی مرتبہ یہی سوال کیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "غصہ نہ کرو۔"

غصہ نہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

فتح الباری میں ہے: "علّامہ خطّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی نے فرمایا: "غصہ نہ کرو۔" کا مطلب یہ ہے کہ غصے کے اسباب اور اس کے اثرات سے بچو۔ پس یہاں نفسِ غُصّہ سے منع نہیں کیا گیا کیونکہ وہ تو طبعی و فطری شے ہے۔ بعض نے فرمایا کہ شاید سائل کا مزاج بہت تیز اور طبیعت میں غصہ زیادہ تھا اور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر ایک کو اس کی طبیعت کے مطابق جواب ارشاد فرماتے تھے اسی لئے اسے غصہ ترک کرنے کا حکم دیا۔ حضرت سَیِّدُنا اِبنِ تِین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمُبِیْن فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اس فرمانِ عالی میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع فرمادی ہیں کیونکہ غُصّہ قطعِ تعلقی، نرمی سے دوری، مدِ مقابل کی ایذارسانی اور دِین میں کمی کا باعث بنتا ہے۔"[1] عمدۃ القاری میں ہے: حضرت سَیِّدُنا عَلَّامَہ اَبُو سَعِید عَبْدُاللہ بن عُمَر بَیضَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب یہ دیکھا کہ انسان کے اندر جتنی بھی برائیاں پیدا ہوتی ہیں وہ نفسانی خواہشات اور غصے کی وجہ سے ہوتی ہیں اسی لئے جب سائل نے یہ سوال کیا کہ آپ ایسی چیز کی طرف راہنمائی کریں جس کی وجہ سے وہ بُرے کاموں اور بُری باتوں سے رُک جائے اور غصے سے بھی رُک جائے جس کا نقصان اور بوجھ سب سے زیادہ ہے اور جب وہ غصہ پر قابو پالے گا تو باقی بری صفات پر قابو پانا اس کیلئے آسان ہوگا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اسے غصہ نہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔[2]

مدنی گلدستہ
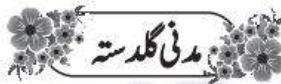
"رحمت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

---

1. ...فتح الباری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۱۱ / ۴۳۹، تحت الحدیث: ۶۱۱٦ ملخصاً۔
2. ...عمدۃ القاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۱۵ / ۲۵۵، تحت الحدیث: ۶۱۱٦ ملخصاً۔

(1) بے جا غُصّہ قطعِ تعلقی، نرمی سے دوری، مدِّ مقابل کی ایذا رسانی اور دِین میں کمی کا باعث ہے۔

(2) حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پوچھنے والوں کو اُن کی طبیعت کے مطابق حسبِ حال جواب ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

(3) انسان کے اندر جتنی بھی برائیاں پیدا ہوتی ہیں وہ نفسانی خواہشات اور غصے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

(4) جو غصے پر قابو پالے گا اس کے لیے دیگر برائیوں پر قابو پانا آسان ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بے جا غصہ کرنے سے بچائے اور نرمی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:640

ہر چیز میں بھلائی کا حکم

عَنْ اَبِیْ یَعْلٰی شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وسَلَّم قَالَ: اِنَّ اللہَ کَتَبَ الْاِحسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَۃَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہُ وَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو یعلیٰ شداد بن اوس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ہر چیز میں احسان کو لازم فرمایا ہے، پس جب تم کسی کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو، جب کسی جانور کو ذبح کرو تو اچھے طریقے سے کرو اور اپنی چھری کو خوب تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔“

کسی پر ظلم جائز نہیں:

مرآۃ المناجیح میں ہے: **”ہر چیز میں احسان لازم ہے۔“** یعنی انسان ہو یا جانور مؤمن ہو یا کافر سب کے ساتھ اس کے مناسب بھلائی و سلوک کرنا لازم ہے۔ ظلم کسی پر جائز نہیں، یہ ہے حضور کے رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن

[1] ...مسلم، کتاب الصید والذبائح وما یؤکل من الحیوان، باب الامر باحسان الذبح والقتل...الخ، ص ۸۳۲، حدیث: ۵۰۵۵۔

ہونے کی شان۔ **قتل کرنے میں بھی اچھا طریقہ اختیار کرو۔** یعنی اگر تم قاتل یا کافر کو قصاص یا جنگ میں قتل کرو تو ان کے اعضاء نہ کاٹو، مُثلہ نہ کرو، پتھر کی چُھری اور کھٹل تلوار سے ذبح نہ کرو کہ یہ رحم کے خلاف ہے۔ **جانور کو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔** مثلاً جانور کو ذبح سے پہلے خوب کھلا پلا لیا جائے، ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کیا جائے، اس کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے، ماں کے سامنے بچے کو اور بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے، مَذْبَح (ذبح کرنے کی جگہ) کی طرف گھسیٹ کر نہ لے جایا جائے اور جان نکل جانے سے پہلے اس کی کھال نہ اتاری جائے کہ یہ تمام باتیں ظلم وزیادتی ہیں۔ **ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔** تیز چھری سے ذبح کردینے میں راحت ہے، کُھنڈی چھری سے ذبح کرنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے اس سے بچنا چاہیے، پوری گردن نہ کاٹ دے صرف حلقوم اور رگیں کاٹے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"اِحسان" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر ایک سے اس کے منصب کے مطابق بھلائی وسلوک کرنا لازم ہے۔

(2) اسلام کا حکم یہ ہے کہ ظلم کسی پر بھی جائز نہیں۔

(3) جنگ میں بھی مُثلہ یعنی کان، ناک، ہونٹ اور دیگر اعضاء کاٹنا جائز نہیں۔

(4) جانور کو تیز چھری سے ذبح کیا جائے کہ اس میں جانور کو تکلیف کم ہوتی ہے۔

(5) ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہ کیا جائے، اسی طرح بچے کے سامنے ماں کو ذبح نہ کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر کسی کے ساتھ اس کے منصب کے مطابق بھلائی اور سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۶۴۵ ملخصاً۔

حدیث نمبر:641

آسان کام کا انتخاب

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ قَطُّ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فِيْ شَيْءٍ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ تَعَالٰى.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں: حضور نبی کریم رءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جب بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے اُن میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرمایا جبکہ وہ گناہ پر مشتمل نہ ہو اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اُس سے دور رہنے والے ہوتے۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حرمت کو توڑا جاتا تو آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے انتقام لیتے۔

تعلیم اُمّت:

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دو کاموں میں سے زیادہ آسان کام کو منتخب فرمانا تعلیمِ اُمّت کے لئے تھا کیونکہ دِینِ اسلام آسانی پر مبنی ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ٘﴾ (پ۲، البقرۃ:۱۸۵) (ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔) پس اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اُمّت کے لئے دو سزاؤں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کو منتخب فرماتے جیسا کہ قتالِ کُفّار اور جزیہ کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ جزیہ لینا اختیار فرماتے۔[2]

اُمّت کے لیے آسانی وسہولت اختیار فرمانا:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو اُمّت کے لئے عبادت و مجاہدہ یا میانہ رَوی کا اختیار دیتا تو آپ میانہ روی اختیار فرماتے۔ کفار کے ساتھ صلح اور جنگ میں سے کسی ایک کا اختیار

---

1 . . . بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/ ۴۸۹، حدیث: ۳۵۶۰۔

2 . . . جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۹۸، الجزء الثانی ملخصا۔

ہوتا تو صلح پسند فرماتے ۔ اسی طرح جب اُمَّت کے لئے کسی چیز کے واجب و مستحب یا حرام و مباح میں اختیار دیا جاتا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ شے اختیار فرماتے جس میں اُمَّت کے لئے سہولت و آسانی ہوتی۔[1]

اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہ لینا:

عَلَّامَہ عَبْدُ الرَّؤُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: ”جب کفارِ ناہنجار نے رحمتِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو پتھروں سے لہولہان کر دیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے لئے دعا کی: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما۔“ اسی طرح جس نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سختی سے بلایا یا آواز لگائی یا جس نے آپ کی چادر مبارک کو اِس زور سے کھینچا کہ گردنِ اَقدس پر نشان پڑ گئے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جوابی کاروائی کے بجائے اُسے مال سے نوازا۔ حدیثِ مذکور حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صبر و حلم، قیامِ حق اور تَصَلُّب فِی الدِّین کی واضح دلیل ہے اور یہی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا حُسنِ خُلق ہے کیونکہ اگر حُدُوْدُ اللہ کی پاسداری نہ کی جاتی تو دِین میں ضعف آتا اگر اپنے نفس کی خاطر انتقام لیا جاتا تو حِلم و صبر کے خلاف ہوتا پس آپ نے دونوں مذموم طرفوں کو چھوڑ کر خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا (یعنی میانہ روی والا کام سب سے بہتر ہے) پر عمل کیا۔“[2]
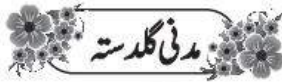
مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لیا۔

(2) اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام لینا صبر و حِلم کے خلاف ہے۔

(3) حُدُوْدُ اللہ کی پاسداری نہ کی جائے تو دِین میں ضُعف آتا ہے۔

(4) حضور نبی پاک صاحِبِ لَوْلاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اُمَّت کیلئے جب دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا

---

1 . . . جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۹۸، الجزء الثانی ملخصا۔

2 . . . جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۹۷، الجزء الثانی ملخصا۔

تو ان میں زیادہ آسان شے کو پسند فرماتے۔

(5) تمام اُمور میں میانہ روی بہتر ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مشکلات سے نجات دے کر دِین و دنیا میں آسانیاں عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جہنم کی آگ کس پر حرام ہے؟

حدیث نمبر:642

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ اَوْ بِمَنْ تَحْرُمُ عَلَیْہِ النَّارُ؟ تَحْرُمُ عَلٰی کُلِّ قَرِیْبٍ ھَیِّنٍ لَیِّنٍ سَھْلٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جو آگ پر حرام ہے یا آگ اس پر حرام ہے؟ آگ حرام ہے قریب رہنے والے، نرم طبیعت، نرم زبان اور درگُزر کرنے والے پر۔“

مرآۃ المناجیح میں ہے: (مذکورہ صفات کے حامل شخص کا آگ پر حرام ہونا یا آگ کا اُس پر حرام ہونا یہ) دونوں لازِم و مَلزوم ہیں کہ دوزخ کی آگ پر وہ حرام ہو جائے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جائے کہ نہ آگ اس تک پہنچے نہ آگ تک وہ پہنچے اور اگر وہ کسی وقت دوزخیوں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جائے تو اس کو آگ کی گرمی نہ پہنچے۔ ھَیِّن اور لَیِّن دونوں کے معنیٰ ہیں نرم مگر جب یہ دونوں جمع ہو جاویں تو ایک سے مراد نرم طبیعت ہوتا ہے دوسرے سے مراد نرم زبان۔ سَھْلٌ کے معنیٰ ہیں سَنْحٌ یعنی لوگوں کی زیادتیوں سے درگُزر کر جانے والا، قَرِیْب کے معنیٰ ہیں لوگوں سے نزدیک رہنے والا کہ جب اس کی ضرورت پڑے تو حاضر ہو جائے اگر لوگ اس سے مُستغنی ہوں تو یہ بھی بے نیاز رہے۔[2]

1 ... ترمذی، کتاب صفة القیامة... الخ، باب ۴۵، ۴ /۲۲۰، حدیث: ۲۴۹۶۔

2 ... مرآۃ المناجیح، ۶ /۶۴۵ ملخصاً۔

نرم گفتگو کی وصیت:

حضرت سَیِّدُنا مُعاذ بن جبل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ پیارے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، سچی بات کرنے، عہد پورا کرنے، امانتوں کو ادا کرنے، خیانت ترک کرنے، یتیم پر رحم کرنے، پڑوسی کی حفاظت کرنے، غصہ پی جانے، سلام عام کرنے اور نرم گفتگو کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔“[1]

شیطان اور اُس کے لشکر سے حفاظت:

حضرت سَیِّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ یمانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے عابد نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اِلٰہی! مجھے دکھا کہ شیطان لوگوں کو کیسے بہکاتا ہے؟ پس اسے دکھایا گیا کہ شیطان کے لشکروں نے زمین کا اِحاطہ کیا ہوا ہے اور ہر شخص کے اِرد گرد شیاطین مکھیوں کی طرح موجود ہیں۔ تو اُس نے عرض کی: اے پروردگار! اِن سے کون بچ پائے گا؟ ارشاد ہوا: ”پرہیزگار اور نرم مزاج شخص۔“[2]

مدنی گلدستہ

”حِلْم“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) لوگوں کے کام آنے والے، نرم طبیعت، نرم زبان اور درگزر کرنے والے پر جہنم کی آگ حرام ہے۔

(2) جس پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی اسے آخرت میں دوزخ کی آگ کی گرمی نہ پہنچے گی۔

(3) پرہیزگار اور نرم مزاج بندے شیطان اور اس کے لشکر سے محفوظ رہتے ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نرم طبیعت والا اور درگزر کرنے والا بنائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... حلیۃ الاولیاء، معاذ بن جبل، ۱/ ۳۰۴، حدیث: ۸۱۳۔

[2] ... احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ والصحبۃ۔۔۔الخ، الباب الثالث فی حق المسلم۔۔۔الخ، ۲/ ۲۴۲ ملخصاً۔

باب نمبر:75

درگزر کرنے اور جاہلوں سے منہ پھیرنے کا بیان

ذاتی انتقام لینے پر قدرت ہونے کے باوجود انتقام نہ لینا اور عفوو درگزر سے کام لینا سب سے بہترین انتقام اور نہایت ہی اجر و ثواب والا کام ہے، لوگوں سے عفوو درگزر کرنے اور جاہلوں سے منہ پھیرنے میں حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ذات ہمارے لیے بہترین مثال اور آئیڈیل ہے۔ حضور نبی پاک صاحِبِ لَولاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے زندگی میں کبھی کسی سے اپنے ذاتی انتقام کیلئے بدلہ نہ لیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے لیکن آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا۔ میرے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عفوو درگزر کا بے مثال واقعہ وہ ہے جو فتحِ مکہ کے دن پیش آیا کہ **اللہ** کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کعبہ مُعَظَّمہ کے سامنے اپنی اونٹنی پر رونق افروز ہیں آپ کے اِرد گرد آپ کے جاں نثار صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان موجود ہیں اور ان کے چاروں طرف وہ مجرم ہیں جنہوں نے آپ کو مکی زندگی میں ستانے اور پریشان کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی، وہ کونسا ظلم تھا جو آپ پر اور آپ کے غلاموں پر نہ ڈھایا گیا۔ آج **اللہ** نے آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمایا تھا، صحابہ کرام آپ کے حکم کے منتظر تھے، فقط ایک اشارہ ملتے ہی سر تن سے جدا کر دیے جاتے لیکن پیکر عفوو کرم، رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کسی کے خون کا ایک قطرہ بہانا بھی گوارہ نہ ہوا اور آپ نے تمام لوگوں کو معاف فرما دیا سوائے چند مخصوص اَفراد کے جن کا جرم بہت سخت اور ناقابل معافی تھا۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"درگزر کرنے اور جاہلوں سے منہ پھیرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 5 آیات اور 5 احادیث بیان کی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) ایک دوسرے کو معاف کردو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ(۱۹۹) (پ ۹، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منھ پھیر لو۔

عَلَّامَہ اَبُوْ عَبْدُاللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یہ آیتِ مبارکہ تین کلمات پر مشتمل ہے: (1) خُذِ الْعَفْوَ اِس حصہ آیت میں قطع تعلقی کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے، خطاکاروں سے در گزر کرنے اور مؤمنوں پر نرمی و شفقت کرنے کا بیان ہے۔(2) وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ اِس حصہ آیت میں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے، حلال و حرام کے معاملہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے، نگاہوں کی حفاظت کرنے اور دارِ آخرت کی تیاری کرنے کا بیان ہے۔(3) وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ اِس حصہ آیت میں علم کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ترغیب ہے، بے وقوفوں کے جھگڑوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے، جہلاء سے منہ پھیر لینے، اُن کی طرف دھیان نہ دینے اور ان کے ساتھ میل جول رکھنے، اٹھنے بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان ہے۔“[1]

(2) عیوب سے درگزر کرنا مُرَوَّت ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿۸۵﴾ (پ ۱۴، الحجر: ۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: تو تم اچھی طرح در گزر کرو۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اِس آیت مبارکہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے مخالف سے اچھے اَخلاق کے ساتھ برتاؤ کیا جائے۔ حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام لوگوں سے زیادہ خوش اَخلاق، نرم طبیعت، بہت زیادہ در گزر کرنے والے اور بہت سخی تھے۔ حضرت سَیِّدُنا فضیل بن عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: لوگوں کے عیوب سے در گزر کرنا مروت ہے۔ حضرت سَیِّدُنا امام زینُ العابدین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت زیادہ در گزر اور معاف کرنے والے تھے، ایک دن آپ ایک جگہ سے تشریف لے جارہے تھے تو کسی نے آپ کو گالی دی تو آپ سُنی اَن سُنی کر کے آگے چل دیئے اس نے کہا: میں آپ کو گالی دے رہا ہوں۔ آپ نے اسے جواباً ارشاد فرمایا: میں بھی تجھ سے ہی در گزر کر رہا ہوں۔ اس سے آپ کا اشارہ آیت: خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ . . . الخ کی طرف تھا۔“[2]

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۹، الاعراف، تحت الآیۃ: ۱۹۹، ۴/ ۲۴۲، الجزء السابع ملخصاً۔

2 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۴، الحجر، تحت الآیۃ: ۸۵، ۴/ ۴۸۵۔

(3) معاف کرنے کی عظیم مثال

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ (پ۱۸، النور: ۲۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزریں کیا تم اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے۔

صدرُ الافاضِل حضرتِ علّامہ مولانا سَیِّد محمد نعیم الدین مُراد آبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی فرماتے ہیں: ”یہ آیت حضرت ابو بکر صِدّیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حق میں نازِل ہوئی، آپ نے قسم کھائی تھی کہ مِسطَح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور وہ آپ کی خالہ کے بیٹے تھے نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے، آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چونکہ اُم المؤمنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی اس لئے آپ نے یہ قسم کھائی۔ اس پر یہ آیت نازِل ہوئی۔ جب یہ آیت سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پڑھی تو حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا بے شک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے اور میں مِسطَح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرمادیا۔“[1]

(4) نیک لوگ اللہ کے پیارے ہیں

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۚ﴿۱۳۴﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

تفسیر قرطبی میں ہے: ”درگزر اور معاف کرنا یہ نیکی اور خیر کے کاموں میں سے ایک انتہائی عظیم کام ہے کیونکہ درگزر کرنے والے کو دو اختیار دیئے جاتے ہیں کہ یا تو وہ اپنا حق حاصل کرے یا پھر اپنا حق معاف کردے تو وہ اپنے حق کو حاصل کرنے پر قادر ہونے کے باوجود بھی حاصل نہیں کرتا بلکہ معاف کردیتا ہے تو یہ ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا میمون بن مہران رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے بارے میں منقول ہے کہ

---

[1] ... تفسیر خزائن العرفان، پ۱۸، النور، تحت الآیۃ: ۲۲۔

ایک دن اُن کی کنیز ایک پیالہ لے کر آئی جس میں گرم شوربہ تھا اس وقت آپ کے پاس کچھ مہمان بھی بیٹھے ہوئے تھے تو وہ گر پڑی اور شوربہ آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ پر گر گیا۔ آپ نے غصے میں آکر اسے مارنا چاہا تو کنیز نے کہا: اے میرے آقا! آپ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اِس ارشاد پر عمل کیجئے: ﴿وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ﴾ (اور غصہ پینے والے) آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ کنیز نے کہا: جو اس کے بعد ہے اس پر بھی عمل کیجئے: ﴿وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ (اور لوگوں سے درگزر کرنے والے) آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا پھر اُس کنیز نے کہا: ﴿وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ (اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں) تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: میں تجھ پر اِحسان کرتا ہوں کہ تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کے لئے آزاد ہے۔[1]

(5) اپنے نفس سے مقابلہ کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ ٢٥، الشوریٰ: ٤٣)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

مُفَسِّرِ شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اپنے مجرم کو اپنے ذاتی معاملات میں مثلاً قرض تھا معاف کر دیا کسی نے گالی دی اس سے درگزر کرلی، کسی نے مارا اسے بخش دیا۔ **(تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔)** کیونکہ اس میں نفس کا مقابلہ ہے۔ اپنے مجرم سے بدلہ لینے کا نفس تقاضہ کرتا ہے اسے مغلوب کرنا بہادری ہے ہزار کافروں کو مارنا آسان ہے نَفْسِ اَمَّارَہ کا مارنا مشکل۔“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 643

غَزْوَۂ اُحُد سے بھی سخت دن

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ

---

1 ... تفسیر قرطبی، پ ٤، آل عمران، تحت الآیۃ: ١٣٤، ٢/١٦٠، الجزء الرابع۔

2 ... تفسیر نور العرفان، پ ٢٥، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ٤٣۔

يَوْمِ أُحُدٍ؟ قَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ أَشَدُّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَادَانِي فَقَالَ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِي رَبِّي إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ فَمَا شِئْتَ؟ إِنْ شِئْتَ أَطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا. (1)

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی: کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو اُحُد کے دن سے بھی زیادہ سخت ہو؟ آپ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا: مجھے تمہاری قوم سے جو مصیبتیں پہنچیں سو پہنچیں لیکن سب سے سخت مصیبت وہ تھی جو عقبہ کے دن پہنچی، جب میں نے عبد یالیل بن عبد کلال کو دِین اسلام کی دعوت دی اور اُس نے میرے ارادے کے مطابق اُس دعوت کو قبول نہ کیا۔ میں وہاں سے سر جھکائے مغموم حالت میں چل پڑا۔ جب میں قَرْنُ الثَّعَالِب (جگہ) پر پہنچا تو میری حالت سنبھلی، پس میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کا ایک ٹکڑا مجھ پہ سایہ کئے ہوئے تھا اور اس میں جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا اور کہا: بیشک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے آپ کی اپنی قوم سے گفتگو اور ان کا جواب بھی سن لیا ہے۔ لہٰذا **اللہ** تعالیٰ نے پہاڑوں پر مقرر فرشتہ آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ اُسے ان کے بارے میں جو چاہیں حکم فرمائیں۔ پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے پکارا اور سلام کیا، پھر عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! بیشک **اللہ** تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات کو سنا اور میں پہاڑوں پر مقرر فرشتہ ہوں اور میرے رب نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں (تاکہ یہ ان کے درمیان پس کر ہلاک ہو جائیں)۔ تو نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم

(1) ... بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم ... الخ، ۲/۳۸۶، حدیث: ۳۲۳۱ بتغیر قلیل۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: (نہیں) بلکہ مجھے اُمید ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

یہ واقعہ کب پیش آیا؟

یہ واقعہ اعلانِ نبوت کے دسویں سال شوال کے مہینے میں پیش آیا جب نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم طائف کی طرف اس امید پر گئے کہ شاید وہ آپ کو پناہ دیں گے۔ آپ قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں عبد یالیل، حبیب اور مسعود کے پاس گئے یہ تینوں آپس میں بھائی اور عمرو نامی شخص کے بیٹے تھے۔ آپ نے ان سے اپنی قوم کے مظالم کی شکایت کی اور ان سے پناہ طلب کی تو انہوں نے آپ کی مدد کرنے کے بجائے سخت رویہ اختیار کیا جس سے آپ کو شدید دکھ پہنچا۔ **قرن الثعالب** یہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور یہ اہل نجد کا میقات ہے۔[1]

حضور عَلَیْہِ السَّلَام کا عفو و درگزر:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے۔ کفارِ ناہنجار آپ کو بہت ستاتے کبھی سرِ اقدس پر کُوڑا کرکٹ ڈال دیا جاتا، راستے میں کانٹے بچھائے جاتے، سجدے کی حالت میں پُشتِ مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی جاتی علاوہ ازیں کفارِ بد اَطوار آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ عظمت میں گستاخانہ جملے بکتے، پھبتیاں کَستے، مَعَاذَ اللّٰہ آپ کو کاہن وجادو گر کہتے۔ مگر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر نہ صرف صبر سے کام لیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے، ان کے خلاف کوئی جوابی کاروائی نہ فرماتے، حالانکہ آپ چاہتے تو ان سے انتقام لے سکتے تھے، جیسا کہ حدیث پاک میں گزرا کہ پہاڑوں کا فرشتہ آپ کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا۔ لیکن آپ نے عَفْو و درگُزر کو اختیار فرمایا۔ معلوم ہوا کہ شدید تکالیف پہنچنے اور ذاتی انتقام لینے پر قدرت ہونے کے باوجود عَفْو و درگُزر سے کام لینا سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے

1 . . . عمدۃ القاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین۔۔۔ الخ، ١٠/ ٥٨٦، ٥٨٧، تحت الحدیث: ٣٢٣١ ملخصا۔

امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے یہ حدیث پاک اس باب میں ذِکر فرمائی۔

مدنی گلدستہ

”نرمی“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو قریش اور طائف کے لوگوں سے بہت تکالیف پہنچیں پھر بھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن سے در گزر فرمایا۔

(2) نیکی کی دعوت میں اگر تکلیف پہنچے تو اُس پر صبر کرنا چاہیے۔

(3) ہمارے پیارے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے۔

(4) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دعوتِ اسلام عام کرنے کے لئے مختلف علاقوں اور مختلف قبائل کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی اپنے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے دینِ اسلام کی راہ میں آنے والی مصیبتوں پر صبر کرنے اور لوگوں سے در گزر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

کبھی کسی کو نہ مارا

حدیث نمبر: 644

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَاَۃً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَمَا نِیْلَ مِنْہُ شَیْءٌ قَطُّ فَیَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِہٖ اِلَّا اَنْ یُّنْتَھَکَ شَیْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللہِ تَعَالٰی فَیَنْتَقِمَ لِلّٰہِ تَعَالٰی۔[1]

ترجمہ: اُمُّ الْمُؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ

[1] ۔۔۔مسلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام۔۔۔ الخ، ص ۹۷۸، حدیث: ۲۰۵۰۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہ مارا، نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو مگر یہ کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی راہ میں جہاد کرتے اور جب کبھی کسی سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو آپ نے اس سے بدلہ نہیں لیا مگر جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محرمات میں سے کسی حرمت کو پامال کیا جاتا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لیے اس کا بدلہ لیتے۔

کبھی بھی اپنی ذات کے لئے بدلہ نہ لیا:

اِکمالُ المعلم میں ہے: "اِس حدیث پاک میں حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ حَسَنہ صبر و حلم کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سختی کے ساتھ حقوقُ اللہ کی پاسداری کیا کرتے تھے۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیا لیکن وہ حُقُوقُ اللہ اور حُدُوْدُ اللہ جن کو چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے ان حقوق کی پامالی پر آپ نے ضرور بدلہ لیا ہے۔ ادب سکھانے کے لئے بیوی اور غلام کو مارنا جائز ہے لیکن اہل فضل اور اہل مروت کو اس سے بھی بچنا چاہیے۔"[1]

حُقُوقُ اللہ میں رعایت:

امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: "اِس حدیث پاک میں در گزر کرنے، دوسروں کی طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرنے اور **اللہ** کے دِین کی مدد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اِسی طرح ائمہ، قاضی اور حکمران کو **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اس اعلیٰ خُلق کو اپناتے ہوئے اپنی ذات کے لئے کسی سے کوئی انتقام نہیں لینا چاہیے اور حقوق اللہ میں کسی کے لئے کوئی رعایت بھی نہیں کرنی چاہیے۔"[2]

اُبَی بن خلف کا قتل:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی حدیثِ مذکور کی شرح میں فرماتے ہیں: "آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی کسی انسان کو نہ مارا البتہ سواری کے جانوروں کو (ضرورتاً) مارنا ثابت ہے۔ حدیثِ پاک

---

1 . . . اکمال المعلم، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام۔۔۔ الخ، ۷/ ۲۹۲، ۲۹۳ تحت الحدیث: ۲۳۲۸ ملخصاً۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للآثام۔۔۔ الخ، ۸/ ۸۳، الجزء الخامس عشر۔

میں بیوی اور خادم کو اس لئے ذکر کیا کہ انسان کو اپنی بیوی اور خادم سے کام وغیرہ کے حوالے سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اور عموماً انہی کو مارا بھی جاتا ہے اور مار کی حاجت بھی پیش آتی ہے اگرچہ شرائط کی پابندی کے ساتھ انہیں مارنے کی اجازت ہے لیکن افضل یہی ہے کہ انہیں مارا نہ جائے۔ جہاد میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا کافر کو مارنا ثابت ہے مثلاً غزوۂ اُحُد میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُبَی بِنْ خَلَف کافر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا اسی طرح شرعی سزائیں بھی آپ نے مجرموں پر جاری کی ہیں۔[1]
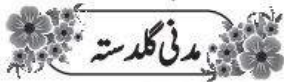
مدنی گلدستہ

”ولی“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کبھی بھی اپنی ذات کی خاطر کسی سے بدلہ نہ لیا۔

(2) ادب سکھانے کے لئے بیوی اور غلام کو بقدرِ ضرورت مارنا جائز ہے لیکن نہ مارنا افضل ہے۔

(3) خاص طور پر ائمہ، حکمران اور قاضی کو اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے کوئی بدلہ نہیں لینا چاہئے اور نہ ہی کسی کے لئے حُقُوقُ اللہ میں کسی بھی طرح کی کوئی رعایت کرنی چاہئے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُسوۂ حسنہ پر چلتے ہوئے اپنی ذات کے لیے دوسروں سے انتقام لینے سے بچائے اور حُقُوقُ اللہ اور حُدُوْدُ اللہ کی پاسداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:645

درگزر کرنے کی عظیم مثال

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَعَلَیْہِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَۃِ فَاَدْرَکَہٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَہٗ بِرِدَائِہٖ جَبْذَۃً شَدِیْدَۃً فَنَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَۃِ عَاتِقِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الفضائل، باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۰/ ۸۲، تحت الحدیث: ۵۸۱۸ ملخصاً۔

وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ! مُرْلِيْ مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَلَهُ بِعَطَاءٍ. (1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ جارہا تھا اور آپ پر موٹے کناروں والی نجرانی چادر تھی۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے چادر سے پکڑ کر آپ کو زور سے کھینچا، میں نے دیکھا کہ اس اعرابی کے سختی کے ساتھ کھینچنے کی وجہ سے آپ کی گردن پر چادر کے کنارے کا نشان پڑ چکا تھا۔ پھر اس نے کہا: اے محمد (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جو مال آپ کے پاس ہے میرے لئے اس میں سے حکم فرمادیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر اسے کچھ دینے کا حکم فرمایا۔

رسولِ خدا کے اَخلاقِ عظیمہ:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”اَعرابی کا یہ فعل اگرچہ ادب کے خلاف تھا اور قابلِ گرفت تھا لیکن آپ نے مُسامحت (درگزر) اس لئے فرمائی کہ وہ جاہل اَعرابی آدابِ رِسالت سے نا آشنا تھا اس کی یہ حرکت جفاءِ قلب کا نتیجہ تھا اگر یہی فعل کوئی کرے تو یقیناً کفر ہے، اِس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیدِ عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بہت مہربان، حلیم اور کریم تھے اور اَخلاقِ عظیمہ کے حامل تھے۔“(2)

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”غالبًا یہ بدوی (اعرابی) نو مسلم تھا جو ابھی دِین کے مسائل سے پورا واقف بھی نہ تھا اور بات کرنے کا طریقہ بھی نہ جانتا تھا اور تھا بھی مُؤَلَّفَةُ الْقُلُوْب سے جن کو دِین پر پختہ کیا جاتا ہے اس لیے حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو صرف نام شریف سے پکارا اور اس پر کوئی گرفت نہیں فرمائی گئی۔ وہ یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے زکوٰۃ و صدقات کے مال ہیں میں بھی فقیر ہوں مجھے بھی اس میں سے دیجئے۔ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اس کی یہ حرکت دیکھ کر اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور صحابہ کو حکم دیا کہ اسے مالِ زکوٰۃ سے کچھ دے دیں۔ اس عطاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ

1 . . . مسلم، کتاب الزکاۃ، باب اعطاء من سال بفحش و غلظة، ص ۴۰۶، حدیث: ۲۴۲۹۔

2 . . . تفہیم البخاری، ۳۸/۴۔

شخص کافر یا منافق نہ تھا کہ کفار و منافقین کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی۔ یہاں (صاحبِ) اَشِعَّةُ اللَّمْعَات نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ حُکّام بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو چاہیے کہ رعایا کی سختی پر صبر و تحمل سے کام لیا کریں اس صبر کے پھل بہت شیریں ہوتے ہیں۔"[1]

تکلیف واَذِیَّت پر بہت زیادہ صبر:

عَلَّامَه بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "اِس حدیث پاک میں حضور نبی پاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی قوتِ حلم اور اس بات پر دلالت ہے کہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اَذِیَّت و تکلیف پر بہت صبر کیا کرتے تھے خواہ اس اذیت و تکلیف کا تعلق آپ کے مال کے ساتھ ہو یا جان کے ساتھ اور آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو جن لوگوں کے اسلام لانے کی اُمید ہوتی تو اُن کے سخت رویہ کو برداشت کر لیا کرتے اور اس قوّتِ حِلم کا مظاہرہ اس لیے فرماتے تاکہ آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے بعد جو حکمران آئیں وہ بھی آپ کے خُلقِ جمیل کی پیروی کریں، درگُزر سے کام لیں اور بُرائی کو اچھے طریقہ سے دور کریں۔"[2]

مدنی گلدستہ
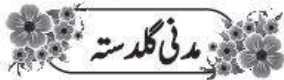
"صبر" کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) کفار اور منافقین کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔

(2) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حضور نبی پاک صاحبِ لولاک صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ذاتِ مبارکہ میں تکالیف برداشت کرنے کی عظیم قوت وصلاحیت رکھی ہے۔

(3) حاکم کو چاہیے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قوم کی طرف سے ملنے والی تکالیف واَذِیَّتوں پر صبر کرے اور درگُزر سے کام لے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بھی دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۶۷۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب التبسم والضحک، ۱۵/ ۲۳۷، تحت الحدیث: ۶۰۸۸۔

آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:646

میری قوم کو بخش دے

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یَحْکِیْ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوَاتُ اللہِ وَسَلَامُہُ عَلَیْہِمْ ضَرَبَہُ قَوْمُہُ فَاَدْمَوْہُ وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ وَیَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ گویا میں اب بھی نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام میں سے ایک نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر فرمایا کہ ان کی قوم نے ان کو مارا اور خون آلود کر دیا۔ وہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے۔"

اللہ کے نبی کا صبر و عفو و درگزر:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: "معلوم ہوا کہ وہ نبی (عَلَیْہِ السَّلَام) حِلم و صبر والے، عفو و درگزر کرنے والے اور اپنی قوم پر بہت شفیق تھے کہ اپنی قوم کے لئے ہدایت کی دعا کرتے تھے اور ان کی طرف سے سرزد ہونے والے جرم کا یہ عُذر پیش کرتے تھے کہ وہ نہیں جانتے۔"[2]

تشدد کرنے والوں کو دعا:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: شاید وہ نبی حضرتِ سَیِّدُنا نوح عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تھے۔ قوم نے آپ پر تشدد کیا اور آپ کا گلا گھونٹا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے جب

1 . . . بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ۵۶، ۲/۴۶۸، حدیث: ۳۴۷۷۔

2 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوۃ احد، ۶/۱۵۰، الجزء الثانی عشر۔

اِفاقہ ہوتا تو دعا کرتے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں جانتے۔"[1]

کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنا کیسا؟

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اُن نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنی قوم کے لئے دعا کی: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! میری قوم کو بخش دے۔" اس کا معنٰی یہ ہے کہ تو انہیں دنیا میں عذاب نہ دے اور نہ ہی ان کی نسلوں کو ختم کر کیونکہ یہ بات تو معلوم ہے کفار کے لئے مغفرت طلب کرنا کہ ان کے شرک اور کفر کو معاف کر دیا جائے یہ بالاجماع جائز نہیں ہے۔ یہ ان نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا کمال حِلْم اور حُسنِ اخلاق تھا کہ گناہ ان کی قوم نے کیا اور نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اُن کا عُذر پیش کیا کہ انہوں نے یہ جرم اس وجہ سے کیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو نہیں جانتے۔"[2]

صحابہ کرام کا عشقِ رسول:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان راویٔ حدیث سیدنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے اس قول: "گویا میں اب بھی رسولُ اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔" کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "یہ ہے تصورِ رسول، حضرات صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہر وقت اپنے محبوب نبی (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی اَداؤں کے تصور میں رہتے تھے:

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

نبی سے مراد یا تو نوح عَلَیْہِ السَّلَام ہیں جو اپنی قوم سے بڑی تکلیف اُٹھاتے تھے حتّٰی کہ کئی کئی دن بے ہوش رہتے تھے، ہوش آنے پر پھر جاتے تبلیغ فرماتے یا خود حضور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کی ذاتِ پاک مراد ہے۔ یہ واقعہ طائف کی تبلیغ اور اُحد شریف کے جہاد کا ہے کہ حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اُن

---

1 . . . فتح الباری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۴، ۷/ ۴۳۴، تحت الحدیث: ۳۴۷۷۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الرقاق، باب التوکل والصبر، ۹/ ۱۷۴، تحت الحدیث: ۵۳۱۳ ملخصاً۔

ظالم کفار کو دعائیں دیتے جاتے تھے، چہرۂ پاک سے خون صاف کرتے جاتے تھے تاکہ خون آنکھوں یا منہ میں نہ پڑے یا زمین پر نہ گرے، زمین پر گرنے سے عذاب الٰہی آجانے کا اندیشہ تھا۔ بخش دے کے معنیٰ یہ ہیں کہ تو انہیں ایمان کی توفیق دے، عذاب نہ دے، ورنہ کفار کے لیے بخشش کی دعا بحکم قرآن ممنوع ہے، نہ جاننے کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں، اگر پہچانتے ہوتے تو یہ حرکت نہ کرتے۔[1]

مدنی گلدستہ

"بخشش" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) راہِ تبلیغ میں تکلیف برداشت کرنا انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔

(2) کفار کے لئے مغفرت کی دعا کرنا کہ ان کے شرک اور کفر کو معاف کردیا جائے یہ جائز نہیں۔

(3) حضرات صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان ہر وقت اپنے محبوب نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اداؤں کے تصوُّر میں رہتے تھے۔

(4) نبی کا خون زمین پر گرنے سے عذاب الٰہی آنے کا ڈر ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں راہِ خدا میں پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:647

پہلوان کون؟

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِیْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.[2]

1 ... مرآۃ المناجیح، ۷/ ۱۲۶ ملخصا۔

2 ... بخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۴/ ۱۳۰، حدیث: ۶۱۱۴۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔"

بڑا بہادر پہلوان:

حدیثِ پاک کا مفہوم یہ ہے کہ جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے اور غصے کو اپنے آپ سے روکے اصل میں پہلوان وہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفس سے جہاد کرنا دشمن سے جہاد کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔ اسی لئے حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غصے پر قابو پانے والے کو اُس سے بھی بڑا پہلوان کہا جو لوگوں پر غالب ہو کر انہیں پچھاڑ دیتا ہو۔[1] مسلم شریف کی روایت میں یوں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پوچھا: "تم کسے پہلوان کہتے ہو؟" صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: پہلوان وہ ہے جسے لوگ پچھاڑ نہ سکتے ہوں۔ فرمایا: "نہیں اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔"[2] امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: "تم یہ سمجھتے ہو کہ پہلوان وہ ہے جو بہت طاقتور ہو اور اُس کو کوئی پچھاڑ نہ سکے؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ شریعت کو محبوب و مطلوب تو وہ ہے جو غصے کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے اور ایسے لوگ کم ہی ہیں جو اس خُلق کو اپنانے کی قدرت رکھتے ہیں۔"[3] مرآۃ المناجیح میں ہے: "غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے، اس کا مقابلہ کرنا، اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے نیز نفس قوّتِ روحانی سے مغلوب ہوتا ہے اور آدمی قوّتِ جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے، قوّتِ روحانی قوّتِ جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے لہٰذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔"[4]

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۹/ ۲۹۶۔

2 . . . مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب۔۔۔الخ، ص ۱۰۷۸، حدیث: ۲۶۴۳۔

3 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب۔۔۔الخ، ۸/ ۱۶۲، الجزء السادس عشر ملخصا۔

4 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۵۵۔

جنت میں جلدی جانے والے:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "جب اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک پکارنے والا پکارے گا: "فضیلت والے لوگ کہاں ہیں؟ تو تھوڑے سے لوگ کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چل دیں گے۔ فرشتے پوچھیں گے: ہم تمہیں بہت تیزی کے ساتھ جنت کی طرف جاتا دیکھ رہے ہیں، تم کون ہو؟ وہ کہیں گے: ہم فضیلت والے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہاری کیا فضیلت ہے؟ وہ جواب دیں گے: جب ہم پر ظلم کیا جاتا تو ہم صبر کرتے، جب ہم سے بُرا سلوک کیا جاتا تو ہم معاف کر دیا کرتے اور جب ہم سے جہالت کا برتاؤ کیا جاتا تو ہم بُردباری سے کام لیتے۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ، کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کا۔"[1]

عفو و درگزر سے متعلق تین حکایات:

❁ حضرتِ سَیِّدُنا امام زین العابدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو کسی نے گالی دی تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے اپنا مبارک کُرتا اور ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ کسی نے کہا: آپ نے ایسا کرکے پانچ نیک باتیں جمع کر لی ہیں: (1) بُردباری (2) تکلیف نہ دینا (3) اس شخص کو ایسی بات سے نجات دینا جو اسے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دور کر دیتی (4) اسے توبہ و ندامت کی طرف راغب کرنا (5) بُرائی کے بعد اُسے تعریف کرنے پر مجبور کرنا۔ آپ نے معمولی دنیا کے ساتھ یہ تمام عظیم چیزیں خرید لیں۔[2]

❁ حضرتِ سَیِّدُنا عبدُ اللہ بن عبّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو ایک شخص نے بُرا بھلا کہا، جب وہ خاموش ہوا تو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرتِ سَیِّدُنا عِکْرِمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا: اے عِکْرِمہ! اس شخص کی اگر کوئی حاجت ہو تو اسے پورا کر دو۔ جب اس شخص نے یہ سنا تو شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔[3]

---

1. ۔۔۔ شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، فصل فی التجاوز والعفو۔۔۔الخ، ۶/ ۲۶۳، حدیث: ۸۰۸۶۔
2. ۔۔۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان فضیلۃ الحلم، ۳/ ۲۲۱۔
3. ۔۔۔ احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان فضیلۃ الحلم، ۳/ ۲۲۰۔

امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نشہ کرنے والے ایک شخص کو سزا دینے کا ارادہ فرمایا تو اس نے آپ کو گالی دی۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے چھوڑ دیا۔ لوگوں نے عرض کی: اے اَمِیْرُالْمُؤمِنِیْن! جب اس نے آپ کو گالی دی تو آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ فرمایا: اس لئے کہ اس نے مجھے غصہ دِلایا تھا اب اگر میں اسے سزا دیتا تو یہ میری اپنی ذات کے لئے غصہ ہوتا اور میں نہیں چاہتا کہ کسی مسلمان کو اپنے غصہ کی وجہ سے کوئی سزا دوں۔[1]

”بُردباری“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حقیقی پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے۔

(2) غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے۔

(3) نفس روحانی قوّت سے مغلوب ہوتا ہے۔

(4) اپنے نفس سے جہاد کرنا دشمن سے جہاد کرنے سے زیادہ مشکل ہے۔

(5) حُسنِ اَخلاق اِصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔

(6) ظلم پر صبر کرنے والے، بُرے سلوک پر معاف کرنے والے اور جہالت کے برتاؤ پر بُردباری سے کام لینے والے جنت میں جلدی جانے والے ہیں۔

(7) ہمارے اَسلاف بُرا سلوک کرنے والوں کے ساتھ اچھائی کیا کرتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نفسانی غصے پر قابو رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... احیاء العلوم، کتاب ذم الغضب والحقد والحسد، بیان القدر الذی یجوز الانتصار... الخ، ۳/ ۲۲۳۔

باب نمبر:76

تکلیف برداشت کرنے کا بیان

دِینِ اسلام اپنے ماننے والوں کو آپس میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کا درس دیتا ہے چنانچہ اس اتحاد کو قائم رکھنے کے لیے اسلام نے ایسے قوانین بیان کیے جن پر چل کر ایک ایسا معاشرہ قائم ہو سکتا ہے جس میں امن، بھائی چارگی اور محبت ہی محبت ہو لیکن چونکہ انسان خطا کا پُتلا ہے اس سے کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اسلام نے اس وقت عفو و درگُزر کرنے اور صبر و تحمل سے کام لینے کا درس دیا۔ اگر ہمیں کسی کی طرف سے تکلیف وغیرہ پہنچے تو ہمیں چاہیے کہ ہم ٹھنڈے دِل اور دماغ سے کام لیں اور اسے معاف کر دیں، اپنے اندر قوتِ برداشت پیدا کریں ایسا کرنے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں جبکہ انتقامی کاروائی کرنے میں سخت نقصان کا اندیشہ ہے اور اگر کسی کو بدلہ لینے کا موقع نہ ملے تو وہ بدلے کی آگ میں جلتا رہتا ہے جس سے اس کی نفرت میں مزید اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اِسلام ہمیں صبر و تحمل سے کام لینے اور برداشت کرنے کا درس دیتا ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"تکلیف برداشت کرنے"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 1 حدیثِ پاک بیان فرمائی ہے۔ پہلے آیات اور ان کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

(1) اللہ کے محبوب لوگ

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۴﴾

(پ ۴، آلِ عمران: ۱۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔

متقین کی صفات:

مذکورہ آیتِ طیبہ میں متقیوں کی چند صفات کا بیان ہے کہ جو متقی ہوتے ہیں وہ غصہ نہیں کرتے اور لوگوں سے درگزر سے کام لیتے ہیں ایسے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند فرماتا ہے۔ چنانچہ مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ

الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”متقیوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں سامنے والے سے بدلہ نہیں لیتے۔ ﴿وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾ یعنی متقیوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ قصور واروں سے در گزر کرتے ہیں اور انہیں معافی دے دیتے ہیں۔“ (پھر اس آیت کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:) رب تعالیٰ نے اِس آیت میں متقیوں کی چند صفتیں بیان فرمائیں۔ چنانچہ فرمایا: سخت غصہ کی حالت میں آپے سے باہر نہیں ہو جاتے بلکہ نفسانی غصہ پی جاتے ہیں کہ باوجود قدرت کے غصہ جاری نہیں کرتے اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں یا دوسروں کی ایذاؤں یا مجرموں کے جرموں کو بخش دیتے ہیں کہ باوجود قادر ہونے کے اپنے نفس کا بدلہ نہیں لیتے اللہ تعالیٰ ایسے نیک کاروں کو جو مخلوق کے لئے مُضِر (نقصان دہ) نہ ہوں بلکہ مفید ہوں بہت ہی پسند فرماتا ہے کہ ان پر اس احسان کے بدلے احسان فرمائے گا اور انہیں انعام دے گا یہ لوگ اپنی حیثیت کے لائق نیکیاں کر لیں رب تعالیٰ اپنی شان کے لائق انہیں انعام دے گا۔“[1]

آیتِ مبارکہ کی باب سے مناسبت:

اس آیت مبارکہ میں غصہ پینے کا بیان ہے، جب کسی دوسرے کی طرف سے تکلیف پہنچتی ہے تو بندے کو غصہ آتا ہے اور جب وہ اس تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اس پر صبر کرے، انتقام نہ لے تو اسے غصہ پینا کہیں گے، گویا غصہ پینے کیلئے تکلیف برداشت کر کے اس پر صبر کرنا ضروری ہے اور یہ باب بھی تکلیف برداشت کرنے کے بارے میں ہے اسی لیے امام نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس آیت کو بیان فرمایا۔

(2) صبر کرو اور معاف کرو

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۠ (پ ۲۵، الشوری: ۴۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

مذکورہ آیت میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچائے اور وہ اس تکلیف کو برداشت

1 ... تفسیر نعیمی، پ ۴، آل عمران، تحت الآیۃ: ۱۳۴، ۴ / ۱۸۶، ۱۸۷ ملخصاً۔

کرے اور در گزر کرتے ہوئے اس تکلیف پہنچانے والے کو معاف کر دے یہ بہت ہمت کا کام ہے کیونکہ عموماً ایسی صورت میں انسان اپنے نفس پر قابو نہیں پاتا اور انتقامی کاروائی میں لگ جاتا ہے اور جب تک بدلہ نہ لے لے اسے چین نہیں آتا بدلے کی آگ اس کے اندر جلتی رہتی ہے اور بدلہ لینے کے بعد ہی ٹھنڈی ہوتی ہے لہٰذا مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا کہ در گزر کرنا بہت ہی ہمت کا کام ہے۔ چنانچہ تفسیرِ کبیر میں ہے: ”جو صبر کرے اور بدلہ نہ لے معاف کر دے در گزر کر دے تو یہ صبر اور در گزر کرنا ہمت والا کام ہے۔ منقول ہے کہ حضرتِ سَیِّدُنا حَسَن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی مجلس میں ایک آدمی نے کسی کو گالی دی، جس کو گالی دی تھی اُس نے اپنے غصے پر قابو رکھا اسے پسینہ آیا تو اس نے اپنا پسینہ صاف کیا اور کھڑے ہو کر یہی آیت تلاوت کی۔ حضرت حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ”**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! اِس نے اس آیت کی حقیقت کو جانا اور سمجھا ہے ورنہ جاہل اور بے وقوف لوگوں نے اس کو ضائع کر دیا۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:648

صِلۂ رَحمی کرنے والے کے ساتھ اللہ کی مدد

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم! اِنَّ لِیْ قَرَابَةً اَصِلُهُمْ وَیَقْطَعُوْنِیْ وَاُحْسِنُ اِلَیْهِمْ وَیُسِیْئُوْنَ اِلَیَّ وَاَحْلُمُ عَنْهُمْ وَیَجْهَلُوْنَ عَلَیَّ فَقَالَ: لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللہِ تَعَالٰی ظَهِیْرٌ عَلَیْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰی ذٰلِكَ.[2]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے کچھ رشتے دار ہیں، میں اُن کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ میرے ساتھ قطع رحمی کرتے ہیں، میں اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں وہ میرے ساتھ بُرا برتاؤ کرتے ہیں، میں اُن سے بُردباری کا سلوک کرتا ہوں وہ مجھ سے جہالت سے پیش آتے ہیں۔ نبی

---

1 ... تفسیر کبیر، پ۲۵، الشوریٰ، تحت الآیۃ: ۴۳، ۹/ ۶۰۷۔

2 ... مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، ص ۱۰۶۲، حدیث: ۶۵۲۵۔

کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اگر تو ایسا ہی کرتا ہے جیسا تو نے بتایا تو گویا کہ تو اُن کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہا ہے اور جب تک تو اس پر قائم رہے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک مددگار اُن کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔“

منہ میں گرم راکھ ڈالنے سے مراد:

۞ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حدیث میں جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اُس عذاب سے تشبیہ دی جو قطع رحمی کرنے والے کو ملے گا مطلب یہ ہے کہ جس طرح جلتی ہوئی راکھ کھانے والے کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ان (قطع رحمی کرنے والوں) کو تکلیف ہو گی اور اس حسنِ سلوک کرنے والے کو کوئی ضَرَر نہ ہو گا بلکہ جس کے ساتھ اس نے حسنِ سلوک کیا ہے انہیں قطع رحمی کرنے اور اُسے اَذِیَّت پہنچانے پر بڑا گناہ ملے گا۔“[1] ۞ عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: اس کا معنٰی یہ ہے کہ جب وہ لوگ تیرا شکریہ ادا نہیں کرتے اس کے باوجود تو اُنہیں دیتا ہے یہ اُن کے لیے حرام ہے اور ان کے پیٹوں میں آگ ہے۔ علامہ تورپشتی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کہتے ہیں: ”تیرا اُن کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا جبکہ وہ تیرے ساتھ بری طرح پیش آئیں تو اس کا وبال ان پر ہی لوٹے گا، ان کے بُرے سلوک کے باوجود تیرا اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا گویا کہ ایسا ہے جیسے انہیں آگ کھلانا۔“[2] ۞ مرآۃ المناجیح میں ہے: اس جملہ کے بہت معنٰی ہیں: ایک یہ کہ اس حالت میں ان لوگوں کو تیرا مال حرام ہے اور پھر وہ کھا رہے ہیں تو گویا اپنے منہ میں بھوبل (گرم راکھ) بھر رہے ہیں، دوسرے یہ کہ اُن کو ان حالات میں ایسی شرمندگی چاہیے کہ اُن کے منہ جھلس جاویں جیسے بھوبل (گرم راکھ) پڑ جانے سے منہ جھلس جاتا ہے، تیسرے یہ کہ اُن کی بُرائیوں کے عوض تیرا اُن سے سلوک کرنا گویا ان کے منہ بھوبل (گرم راکھ) سے بھرنا ہے تو انہیں ذلیل کر رہا ہے، تیری عزت بڑھ رہی ہے، ان کی شرمندگی و ذلت۔ خیرات سے مال بڑھتا ہے عفو و کرم سے

---

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا، ۸/۱۱۵، الجزء السادس عشر۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الآداب، باب البر والصلۃ، ۸/۶۶۰، تحت الحدیث: ۴۹۲۴۔

عزت بڑھتی ہے۔(اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک مدد گار اُن کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا) یعنی جب تک تیرا یہ حِلْم اور بُرائی کے عوض بھلائی ہے تب تک اللہ تعالٰی کی طرف سے تجھے مدد پہنچتی رہے گی یا تجھ پر رب کی طرف سے فرشتہ مقرر رہے گا جو تجھے ان کے شر سے بچائے گا اور تیرے عزت و مال میں برکت دے گا۔[1]

تکالیف کو برداشت کرنے کا درس:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں ہمیں دوسروں کی غلطیوں پر صبر و تحمل کرنے، دوسروں کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کو برداشت کرنے اور درگزر سے کام لینے کا درس دیا گیا ہے آج کل ہمارے معاشرے میں برداشت کا مادہ بالکل ناپید ہوگیا ہے کسی کو ذرا سی بات برداشت نہیں ہوتی گھروں میں، دوستوں میں، اسکول کالجوں اور یونیورسٹیوں میں، ہوٹلوں اور بسوں میں ذرا ذرا سی بات پر لوگ ایک دوسرے کے دست و گریباں ہوجاتے ہیں، میاں بیوی ایک دوسرے کی بات کو لے کر لڑنا جھگڑنا شروع کردیتے ہیں جس کی وجہ سے خاندان برباد ہوجاتے ہیں ساس کو بہو کی اور بہو کو ساس کی کوئی بات برداشت نہیں۔ اگر ہم شریعت کی پاسداری کریں قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی گزاریں یقیناً ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ دوسروں کی غلطیوں پر صبر کرنا ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنا اور عفو و درگزر کرنا، دیکھا جائے تو یہ تمام چیزیں درحقیقت حُسنِ اخلاق کا ہی حصہ ہیں ہمارے اسلاف حُسنِ اخلاق کے کیسے زبردست مرتبے پر فائز ہوتے تھے اور ان میں کس قدر قوتِ برداشت ہوتی تھی اس بات کا اندازہ آپ درج ذیل حکایت سے لگاسکتے ہیں۔ چنانچہ،

بیٹے کی موت پر حیران کُن رویہ:

حضرت سیِّدُنا اَحنف بن قَیس رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه سے پوچھا گیا: آپ نے بُردباری کس سے سیکھی؟ فرمایا: حضرتِ سیِّدُنا قیس بن عاصم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْه سے۔ پوچھا گیا: اُن کی بُردباری کس درجہ کی تھی؟ فرمایا: ایک دن

---

1 ...مرآۃ المناجیح، ۶ / ۵۲۴۔

میں حضرتِ قیس بن عاصم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کی خادمہ آئی اور اس کے ہاتھ میں ایک سیخ تھی جس پر بُھنا ہوا کباب تھا، وہ سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے بچے پر گر گئی جس کی وجہ سے بچے کا انتقال ہو گیا، خادمہ پر دہشت طاری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: اس کا خوف اس وقت دور ہو گا جب یہ آزاد ہو گی۔ چنانچہ آپ نے خادمہ سے فرمایا: تم آزاد ہو تم پر کوئی حَرَج نہیں ہے۔[1]

مذکورہ حدیثِ پاک میں رشتے داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے اور قطع رحمی نہ کرنے کا درس ملتا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کے مطبوعہ 25 صفحات پر مشتمل رسالے **"ہاتھوں ہاتھ پھوپھی سے صلح کرلی۔"** کا مطالعہ بہت مفید ہے۔

مدنی گلدستہ
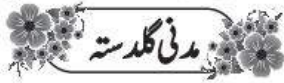
"تَحَمُّل" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) قطع رحمی کرنے والا سخت عذاب کا شکار ہو گا۔

(2) کوئی ہمارے ساتھ بُرا سلوک کرے تب بھی ہمیں اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

(3) جو شخص اپنے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے کے ساتھ بُرا سلوک کرے اور اُس سے نفع بھی اٹھائے تو گویا وہ اپنے لیے آگ لیتا ہے۔

(4) لوگوں کی بدسلوکی کے باوجود اُن سے حُسنِ اَخلاق سے پیش آنے والے کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے ایک معاون مقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صلہ رحمی کرنے اور دوسروں کی غلطیوں، کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر کرنے اور ایک دوسرے کی باتوں کو برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . احیاء العلوم، کتاب آداب الالفۃ والاخوۃ۔۔۔الخ، الباب الثالث فی حق المسلم والرحم۔۔۔الخ، حقوق المملوک، ۲/ ۲۷۵۔

باب نمبر:77 دِینی حُرمتوں کی پامالی پر غصہ اور دِین کی مدد کا بیان

جن اَشیاء کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے محترم و مُعَظَّم قرار دیا اور اُن کی بے حرمتی اور پامالی سے منع کیا ہے اُن کی تعظیم واحترام ہر مسلمان پر لازم ہے۔اس تعظیم کو دِلوں کا تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔جس کے دل میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ و**رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت ہوگی اس کا دل ان اشیاء کی محبت سے بھی سرشار ہوگا۔ایمان کا تقاضا ہے کہ جب کسی معظم ومحترم شے کی بے حرمتی کی جائے تو مسلمان اسے بُرا جانے،حسبِ طاقت اسے روکنے کی کوشش کرے،صاحبِ اِقتدار سختی سے روکے، جو زبان سے روکنے پر قادر ہے وہ زبان سے روکے اور جو یہ بھی نہ کرسکے تو کم از کم اس بے حُرمتی کو دل میں برا جانے اور یہ کمزور ایمان کی علامت ہے۔ اسی طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مسلمانوں کو دِینِ اسلام کی مدد کرنے کا حکم دیا۔دِین کی مدد کرنے والوں کو نصرتِ الٰہی کی بشارت دی گئی۔ہر مسلمان پر اپنی حیثیت کے مطابق دِین کی خدمت،اس کی ترویج واِشاعت لازم ہے۔ریاض الصالحین کا یہ باب **"دِینی حُرمتوں کی پامالی پر غصہ اور دِین کی مدد"** کے بیان میں ہے۔اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے اس باب میں 2 آیات اور 4 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

(1) ربّ تعالٰی کی حُرمتوں کی تعظیم ربّ تعالٰی کی تعظیم ہے

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖؕ (پ۱۷، الحج: ۳۰)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لئے اس کے رب کے یہاں بھلا ہے۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"حُرُمَات، حُرْمَۃ کی جمع ہے یعنی ہر وہ شے جس کی ہتک(بے عزتی،بے حرمتی) حرام ہو اس سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام، فرائض و سُنَن اور وہ تمام اُمور جن کی توہین حرام ہے وہ مراد ہیں جیسے کعبۂ معظمہ، مسجدِ حرام، بلدِ حرام اور شہر حرام۔ان کی تعظیم کا معنٰی یہ ہے کہ ان کی عظمت کے وجوب کا عقیدہ رکھا جائے اور ربّ تعالٰی کی طرف سے ان کے متعلق جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کیا جائے۔اور آیت میں:﴿فَهُوَ خَیْرٌ﴾ جو فرمایا گیا کہ وہ اس کیلئے بھلا ہے

یعنی آخرت میں رب تعالیٰ کے ہاں اس کی حُرمتوں کی تعظیم یہ ثواب کے اِعتبار سے بہتر ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی حُرمتوں کی تعظیم کرنا یہ حقیقت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کی تعظیم کرنا ہے کہ جس کام سے اس نے منع کیا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اسے کر لیا جائے۔ کہا گیا ہے نیکی سے جنت اور دِینی حُرمتوں کی تعظیم سے اللہ کا وصال حاصل ہوتا ہے اسی لئے فرمایا کہ ﴿ فَهُوَ خَيْرٌ ﴾ وہ بھلا ہے یعنی قُربِ اِلٰہی کے حُصُول میں بندے کو بہ نسبت طاعت کے ذریعے قرب پانے کے تعظیم وحُرمت والی چیزیں بہتر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترکِ خدمت عقوبت کا سبب ہے جبکہ ترکِ تعظیم ہجر و فراق کا سبب ہے۔ منقول ہے کہ مخالفتِ اَحکام سے معافی کی امید ہے لیکن ترکِ تعظیم سے معافی کے اِمکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور اُس بے ادب کا ایمان واسلام اور توحید خطرے میں پڑ جاتا ہے۔[1]

(2) اللہ تمہاری مدد کرے گا

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۞ (پ۲۶، محمد: ۷)

ترجمۂ کنز الایمان: اگر تم دِینِ خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

عَلَّامَہ اَبُو عَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”اگر تم اللہ کے دِین کی مدد کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کافروں کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا اور آیتِ مبارکہ میں جو یہ فرمایا گیا کہ **”تمہارے قدم جمادے گا۔“** اُس کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں اسلام پر تمہیں ثابت قدم رکھے گا یا پُل صراط پر ثابت قدم رکھے گا یا جنگ کے وقت تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔“[2]

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

حدیث نمبر:649

مُقتدیوں کو مَشقّت میں ڈالنے کی ممانعت

عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

1 . . . تفسیر روح البیان، پ۱۷، الحج، تحت الآیۃ: ۳۰، ۶/ ۲۹ ملخصاً۔

2 . . . تفسیر قرطبی، پ۲۶، محمد، تحت الآیۃ: ۷، ۸/ ۱۶۷، الجزء السادس عشر ملخصاً۔

فَقَالَ اِنِّیْ لَاَتَاَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ اَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيْلُ بِنَا فَمَا رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِيْ مَوْعِظَةٍ قَطُّ اَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِيْنَ فَاَيُّكُمْ اَمَّ النَّاسَ فَلْيُوْجِزْ فَاِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيْرَ وَالصَّغِيْرَ وَذَا الْحَاجَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت ابو مسعود عُقْبَہ بن عَمرو بَدْرِی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: "میں فلاں شخص کی وجہ سے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ پاتا کیونکہ وہ ہمیں طویل نماز پڑھاتا ہے۔" تو میں نے وعظ و نصیحت کے موقعہ پر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو کبھی اتنا جلال میں نہیں دیکھا جتنا آپ کو اُس دن جلال میں دیکھا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے لوگو! تم میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کو مُتَنَفِّر کرتے ہیں تو تم میں سے جو لوگوں کی امامت کرے وہ نماز مختصر پڑھائے کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے، بچے اور ضرورت مند لوگ بھی ہوتے ہیں۔

مختصر نماز پڑھانے کی وجہ:

اِمَام شَرَفُ الدِّین حُسَیْن بِنْ مُحَمَّد طِیْبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی حدیثِ مذکور کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اِس حدیثِ پاک میں حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اماموں کو مختصر نماز پڑھانے کی ہدایت فرمائی ہے کیونکہ طویل نماز پڑھانے کی وجہ سے لوگ جماعت میں شامل ہونے سے کترائیں گے۔ اِس حدیث میں اِس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کے جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا سبب بنے تو اُس پر بھی سخت وعید ہے۔"[2]

امام کے گنہگار ہونے کی صورت:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "اس سے معلوم ہوا کہ امام کے قصور کی بناء پر اگر کوئی شخص جماعت چھوڑ دے تو گناہ گار وہ نہیں ہے بلکہ امام نیز

1 . . . مسلم، کتاب الصلاة، باب امر الائمة۔۔۔الخ، ص ۱۹۲، حدیث: ۱۰۴۴ بتغیر قلیل۔

2 . . . شرح الطیبی، کتاب الصلاة، باب ما علی الامام، ۳/۶۲، تحت الحدیث: ۱۱۳۲ ملتقطا۔

حاکم یا بزرگ کے سامنے امام کی شکایت کر دینا جائز ہے نہ یہ غیبت اور نہ یہ امام کی سرتابی نیز حاکم مقتدیوں کے سامنے امام پر سختی بھی کر سکتا ہے اور ملامت بھی۔ اس میں اس کی اصلاح ہے نہ کہ ذلیل کرنا۔ درازیٔ نماز اگرچہ عبادت ہے مگر جب کہ اس سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔"[1]

حدیثِ مبارکہ سے حاصل فوائد و مسائل:

عَلّامَہ بَدْرُ الدِّین عَینی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی مذکورہ حدیث کی شرح کے تحت حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد و مسائل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "❀ حسبِ موقع کسی کی شکایت کرنا جائز ہے۔ ❀ احکامِ شرعیہ پر عمل نہ ہونے کی صورت میں غصہ کرنا جائز ہے۔ ❀ جو شخص شریعت کے منع کئے ہوئے کام کر رہا ہو تو اُس کو اس کام سے روکنا جائز ہے اگرچہ وہ کام حرام نہ ہو۔ ❀ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بعض اوقات صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کی رضامندی کے ساتھ طویل نماز پڑھائی جبکہ بعض اوقات آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دورانِ نماز بچے کے رونے کی آواز سننے پر نماز کو مختصر بھی کیا ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"نماز" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ائمہ مساجد کو بوڑھوں، کمزوروں اور ضرورت مندوں کی رعایت کرتے ہوئے مختصر قراءت کا حکم دیا ہے۔

(2) حاکمِ اسلام یا کسی بزرگ کے سامنے کسی کی درست شکایت کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں ہے۔

(3) جب تمام مقتدی طویل نماز پڑھنے پر راضی ہوں تو امام کا طویل نماز پڑھانا بلا کراہت جائز ہے۔

(4) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان اپنا مسئلہ حل کروانے کے لئے نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۲ / ۲۰۴۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظۃ ... الخ، ۲ / ۱۵۰، تحت الحدیث: ۹۰ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اَحکامِ شرعیہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:650

تصویر کی مُمانعت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ فَلَمَّا رَآهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ يَا عَائِشَةُ! اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِيْنَ يُضَاهُوْنَ بِخَلْقِ اللهِ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک سفر سے تشریف لائے تو میں نے اپنے چبوترے (کے دروازے) پر ایک باریک پردہ لٹکا رکھا تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جب اسے دیکھا تو اتار کر پھینک دیا، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا: ”قیامت کے دن لوگوں میں سے سخت ترین عذاب ان کو ہو گا جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق جیسی چیزیں بناتے ہیں۔“

آل فرعون کی طرح سخت عذاب:

فتح الباری میں ہے: ”جس نے اِس لئے تصویر بنائی کہ اس تصویر کی عبادت کی جائے تو چونکہ اس مقصد کی وجہ سے تصویر بنانے والا کافر ہو گیا لہٰذا اسے آلِ فرعون کی طرح سخت عذاب دیا جائے گا اور جس شخص کے تصویر بنانے کا مقصد عبادت کرنا نہیں تو وہ گناہ گار تو ہو گا لیکن کافر نہ ہو گا مگر اسے دیگر گناہ گار مسلمانوں کے مقابلے میں سخت عذاب دیا جائے گا۔“[2]

تصاویر بنانے کا حکم شرعی:

عَلّامَہ حَافِظ اِبنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: ”(بلا ضرورتِ شرعی) حیوان کی تصویر بنانا

---

1 . . . بخاری، کتاب اللباس، باب ما وطئ من التصاویر، ۴/۸۸، حدیث: ۵۹۵۴۔

2 . . . فتح الباری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، ۱۱/۳۲۵، تحت الحدیث: ۵۹۵۰۔

سخت حرام اور کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اَحادیث مبارکہ میں تصویر بنانے والے کے لئے سخت سزا کو بیان کیا گیا ہے چاہے تصویر کو اس لئے بنایا گیا ہو کہ اسے قدموں تلے روندا جائے گا یا کسی اور مقصد کے لئے بنایا گیا ہو تصویر بنانا ہر حال میں حرام ہے خواہ وہ تصویر کپڑے میں بنائی گئی ہو یا چادر میں یا درہم و دینار میں یا کسی دیوار پر یا برتن میں ہر صورت میں حرام ہے۔"[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "جمہور فقہاء اور محدثین فرماتے ہیں ہر وہ تصویر جس میں حیوان کی صورت نہ ہو جیسے درخت، پتھر، پہاڑ کی تصاویر تو ان کے بنانے میں کوئی حرج نہیں۔"[2] کیونکہ یہ شرعی اعتبار سے تصویر ہی نہیں ہیں۔

حدیث پاک کی باب سے مطابقت:

تصاویر شرعاً ممنوع ہیں اور ممنوعاتِ شرعیہ کو روکنا بھی دِین کی مدد ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تصاویر کو ہٹا کر دِین کی مدد فرمائی اور یہ باب بھی دِینی حرمتوں کی پامالی پر غصہ اور دِین کی مدد کرنے کے بارے میں ہے اِسی لیے علامہ نووی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِسے اِس باب میں بیان فرمایا۔

مدنی گلدستہ
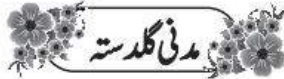
"کعبہ" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) متعدد اَحادیث مبارکہ میں تصویر بنانے والے کے لئے سخت عذاب کو بیان کیا گیا ہے۔

(2) حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب غیر شرعی کام دیکھتے تو آپ کا چہرہ متغیر ہو جاتا اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کی قباحت بیان فرماتے۔

(3) جس شخص نے تصویر اس لئے بنائی کہ اس کی عبادت کی جائے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اسے آلِ فرعون کی طرح سخت عذاب دیا جائے گا۔

(4) غیر جاندار کی تصاویر بنانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

---

1 . . . فتح الباری، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، ۱۱/ ۳۲۵، تحت الحدیث: ۵۹۵۰۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب التجارۃ فیما یکرہ۔۔۔الخ، ۸/ ۳۸۱، تحت الحدیث: ۲۱۰۵۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں جانداروں کی تصویر بنانے اور دیگر غیر شرعی کاموں سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:651 حُدُوْدُ اللہ میں اَمیر و غریب دونوں برابر ہیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اَنَّ قُرَیْشًا اَھَمَّھُمْ شَاْنُ الْمَرْاَۃِ الْمَخْزُوْمِیَّۃِ الَّتِیْ سَرَقَتْ فَقَالُوْا وَمَنْ یُّکَلِّمُ فِیْھَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالُوْا وَمَنْ یَّجْتَرِیْءُ عَلَیْہِ اِلَّا اُسَامَۃُ بْنُ زَیْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَکَلَّمَہٗ اُسَامَۃُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَشْفَعُ فِیْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللہِ تَعَالٰی؟ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ: اِنَّمَا اَھْلَکَ مَنْ قَبْلَکُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَاِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الضَّعِیْفُ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ، وَاَیْمُ اللہِ! لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ یَدَھَا.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ قریش کو ایک مخزومی عورت کے معاملے نے بہت پریشان کیا جس نے چوری کی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس بارے میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کون بات کرے گا؟ تو بولے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیارے حضرت اُسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سوا کون اس کی جرأت کر سکتا ہے؟ چنانچہ حضرت اُسامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے اس بارے میں بات کی تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے ہو۔“ پھر آپ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اِس لئے ہلاک ہوئے کہ اُن میں سے جب کوئی مالدار شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت مُحَمَّد بھی چوری کرتی تو میں ضرور اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“

واقعہ کا پس منظر:

حدیث مذکور میں جس عورت کا ذکر آیا ہے اس کا نام فاطمہ بنت اسود بن عبد الاسد تھا جو قریش کے

---

1 ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۶، ۲/ ۴۶۸، حدیث: ۳۴۷۵ بتغیر۔

ایک بہت بڑے قبیلے بنو مخزوم کی عورت تھی، ابو جہل بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ اس عورت کی عادت یہ تھی کہ یہ لوگوں سے عاریتاً سامان لیتی اور پھر اس کا انکار کر دیتی لیکن ہاتھ کاٹنے کی سزا اس وجہ سے نہ تھی بلکہ اس نے کسی کا مال چوری کیا تھا تو مال کی چوری پر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہاتھ کاٹنے کی سزا سنائی۔[1] عمدۃ القاری میں ہے: ”چوری کا یہ واقعہ فتح مکہ کے موقع پر ہوا۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس مخزومی عورت نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے کاشانۂ اَقدس سے ایک چادر چُرائی تھی جبکہ بعض جگہ یہ ذکر ہوا کہ اس نے زیور چُرایا تھا تو ان دونوں باتوں کو جمع کرنا ممکن ہے وہ اس طرح کہ اس نے زیور چادر میں رکھا ہو اور چادر سمیت زیور چوری کیے ہوں۔“[2] چنانچہ اس عورت کی قوم کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس عورت کی سزا کے بارے میں نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں سفارش کون کرے گا تو بعض نے کہا کہ حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ حضرت اُسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اِس آیت پر نظر رکھتے ہوئے سفارش کی کہ: ﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا﴾ (پ۵، النساء: ۸۵) ”ترجمۂ کنز الایمان: جو اچھی سفارش کرے اُس کے لیے اس میں سے حصہ ہے۔“ انہوں نے یہ گمان کیا کہ یہ سفارش بھی اچھی شفاعت میں داخل ہے۔[3]

کیا حُدُوْدُ اللہ میں سفارش کی جاسکتی ہے؟

جب تک حُدُوْدُ اللہ والا کوئی معاملہ حاکمِ اِسلام تک نہ پہنچے تو اُس سے پہلے صاحب حق سے معافی کی درخواست کی جاسکتی ہے بشرطیکہ جس کے لئے سفارش کی جارہی ہے وہ شریر اور لوگوں کو تکلیف دینے والا نہ ہو لیکن جب یہ معاملہ حاکمِ اِسلام کے سامنے پیش ہو گیا تو اب اِس بارے میں کسی بھی طرح کی کوئی سفارش یا معافی نہیں دی جاسکتی۔ سفارش کرنے والا گناہ گار ہو گا، حاکمِ اِسلام بھی کسی طرح کی کوئی رعایت نہیں کر سکتا لیکن وہ جرائم جن میں شریعت کی طرف سے کوئی حد مقرر نہیں صرف تعذیر ہے تو ان میں شفاعت کرنا بھی جائز اور شفاعت کو قبول کرنا بھی جائز بلکہ مستحب ہے خواہ حاکمِ اِسلام تک معاملہ پہنچ گیا ہو جبکہ جس کے

---

1. ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الحدود، باب الشفاعۃ فی الحدود، ۷/ ۱۹۶، ۱۹۸، تحت الحدیث: ۳۶۱۰ ملتقطا۔
2. ۔۔۔ عمدۃ القاری، کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد۔۔۔ الخ، ۱۶/ ۹۹، تحت الحدیث: ۶۷۸۸۔
3. ۔۔۔ مرقاۃ المفاتیح، کتاب الحدود، باب الشفاعۃ فی الحدود، ۷/ ۱۹۶، ۱۹۷، تحت الحدیث: ۳۶۱۰۔

متعلق شفاعت کی جارہی ہے وہ ضرر رساں نہ ہو۔[1]

ملکی انتظام کے لیے دو چیزوں کی ضرورت:

”تم سے پہلے لوگ اِسی لئے گمراہ ہوئے کہ اُن میں سے جب کوئی مالدار شخص چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے۔“ حدیث کے اِن الفاظ کی شرح کرتے ہوئے **مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”اِن لوگوں سے مراد یہود و عیسائی ہیں اور ہلاکت سے مراد قومی تباہی ملکی بد نظمی ہے۔ یہود و نصاریٰ میں زنا، چوری، قتل وغیرہ جرائم اِس لیے بڑھ گئے کہ اُن کے حکام و سلاطین نے مالداروں اور بڑے آدمیوں کی حدود (سزاؤں) میں رعایتیں کرنا شروع کردیں۔ ملکی انتظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے سزائیں سخت ہوں جیسے اسلامی سزائیں ہیں اور کسی مجرم کی رعایت ضمانت نہ ہو کوئی بدمعاش قانون کی گرفت سے بچ نہ سکے۔“[2]

خاتونِ جنت کا نام لینے کی وجہ:

حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی پیاری بیٹی خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا نام کیوں ذکر کیا؟ اس کی وجہ مرآۃ المناجیح میں یہ بیان کی گئی کہ: ”تمام اولاد اطہار میں حضور (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو جناب سیدہ فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا بہت ہی پیاری ہیں کیونکہ سب اولاد میں چھوٹی ہیں، نیز ان کی والدہ ماجدہ اُمُّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، آپ کو بہت چھوٹی عمر میں چھوڑ کر وفات پاگئیں لہٰذا آپ حضور ہی کی گود شریف میں پلیں بڑھیں اس لیے آپ کا نام شریف ہی لیا۔“[3]

مدنی گلدستہ

”شفاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 . . . مرقاة المفاتيح، كتاب الحدود، باب الشفاعة في الحدود، ٧/ ١٩٨، تحت الحديث: ٣٦١٠۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۱۱۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۱۲۔

(1) حُدُوْدُ الله والا کوئی معاملہ جب تک حاکم اسلام تک نہ پہنچے تو اُس میں سفارش کرنا اور سفارش کو قبول کرنا دونوں جائز ہیں۔

(2) جو شخص شریر ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اس کی سزا کے بارے میں کوئی مقدمہ پیش ہو تو وہاں سفارش نہ کی جائے خواہ اس کے جرم کا تعلق حُدُوْدُ الله سے ہو یا نہ ہو۔

(3) وہ جرائم جن کے بارے میں شریعت کی طرف سے کوئی حد مقرر نہ ہو اُن میں سفارش کرنا بھی جائز اور سفارش قبول کرنا بھی جائز، چاہے ان کا معاملہ حاکم اسلام تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔

(4) حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حُدُوْدُ الله میں کسی کی رعایت نہ کرتے تھے۔

(5) ملکی نظام صرف دو چیزوں سے قائم رہ سکتا ہے: **(1)** سخت سزائیں نافذ العمل ہوں اور **(2)** کسی مجرم کی رعایت نہ کی جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ناجائز سفارش سے بچائے اور جائز سفارش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 652

دیوارِ قبلہ میں تھوکنے کی مُمانَعَت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی نُخَامَۃً فِی الْقِبْلَۃِ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَیْہِ حَتّٰی رُؤِیَ فِیْ وَجْہِہٖ، فَقَامَ فَحَکَّہُ بِیَدِہٖ فَقَالَ: اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ فِیْ صَلَاتِہٖ فَاِنَّہُ یُنَاجِیْ رَبَّہُ، وَاِنَّ رَبَّہُ بَیْنَہُ وَبَیْنَ الْقِبْلَۃِ فَلَا یَبْزُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ الْقِبْلَۃِ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِہٖ فَبَصَقَ فِیْہِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَہُ عَلٰی بَعْضٍ فَقَالَ: اَوْ یَفْعَلُ ھٰکَذَا۔ ”[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے قبلہ کی طرف دیوار میں رینٹھ دیکھی تو آپ کو یہ بہت ناگوار گزرا، چہرۂ انور سے یہ ناگواری ظاہر بھی ہو رہی تھی۔ آپ کھڑے ہوئے اور اپنے مبارک ہاتھ سے اُسے صاف کیا اور فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو

[1] ... بخاری، کتاب الصلاۃ، باب حک البزاق بالید من المسجد، ۱/ ۱۵۹، حدیث: ۴۰۵۔

وہ اپنے رب سے مُناجات کرتا ہے، اُس کے اور قبلہ کے درمیان اُس کے رب کی خاص توجہ ہوتی ہے تو تم میں سے کوئی بھی قبلہ کی جانب ہرگز نہ تھوکے بلکہ بائیں جانب یا پیروں کے نیچے تھوکے۔“ پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک حصہ لے کر اُس میں تھوکا اور چادر کے ایک حصے کو دوسرے پر مَلا اور فرمایا: ”یا پھر اس طرح کرلیا کرے۔“

جانب قبلہ اور مسجد میں تھوکنا:

فقیہِ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”احناف کے نزدیک قبلہ کی جانب تھوکنا مطلقاً منع ہے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔ نماز میں کراہت زیادہ سخت ہے۔ اسی طرح مسجد میں تھوکنا منع ہے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں اِس کی تصریح ہے۔ خود حضورِ اَقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کردینا۔“ اور نماز میں کراہت زیادہ ہے۔ نماز میں اگر بلغم آجائے یا ناک صاف کرنے کی حاجت پیش آئے تو اسے اپنے رومال یا کپڑے میں لے کر مَل ڈالے جیسا کہ حدیث میں فرمایا۔ **”اپنے مبارک ہاتھ سے اسے صاف کیا۔“** اس سے مراد یہ ہے کہ ہاتھ میں کنکری یا لکڑی لے کر اسے کھرچ دیا جیسا کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث میں ہے کہ حضور نے کنکری لی اس سے دور فرمایا یا جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہماری مسجد میں تشریف لائے اور حضور کے دستِ اَقدس میں ”ابن طاب“ کے کھجور کی شاخ تھی۔ حضور نے مسجد میں نظر ڈالی تو مسجد کے قبلے میں بلغم دیکھا تو اسے کھجور کی شاخ سے کھرچ دیا۔ داہنی طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت، حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ اس کی داہنی جانب فرشتہ ہے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ بائیں طرف بھی فرشتہ ہے اس کا ایک جواب علامہ عینی نے یہ دیا بائیں طرف جو فرشتہ ہے وہ گناہ لکھتا ہے اور نماز کی حالت میں وہ علیحدہ ہو جاتا ہے۔“[1]

مسجد سے کن اشیاء کو دور کیا جائے؟

ہر وہ شے جس سے مسجد آلودہ یا گندی ہو اس شے کو مسجد سے دور کر دینا مستحب ہے اگر چہ وہ پاک ہو۔[2]

---

1 . . . نزہۃ القاری، ۲/ ۲۷ ملتقطاً۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب اذا بدرہ البزاق۔۔۔الخ، ۳/ ۲۰۳، تحت الحدیث: ۴۱۷۔

نمازی اور قبلہ کے درمیان۔۔۔

”تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اس کے اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے۔“ اِس جملے کی شرح **نزہۃ القاری** میں یہ ہے: ”مناجات اس کا مادہ نجویٰ ہے جس کے معنیٰ کان میں بات کہنے کے ہیں یعنی کسی سے رازدارانہ بات چیت کرنی۔ امام نووی نے فرمایا: یہاں مناجات سے اِخلاص اور حضورِ قلب کے ساتھ ذِکرِ اِلٰہی میں ہمہ تن مشغول ہونا مراد ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ یہ باب تشبیہ سے ہے۔ نماز میں بندے کا خشوع خضوع کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف قراءت وذِکر کرتے ہوئے متوجہ ہونے کو اس غلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو اپنے آقا سے سرگوشی کرتا ہے کہ اس حالت میں غلام پورے طور سے حُسن ادب کا لحاظ کرتا ہے۔ اسی طرح نمازی کو لازم ہے کہ نماز میں حُسن ادب کو ملحوظ رکھے۔“[1]

جانب قبلہ اور مسجد میں تھوکنے کی مذمت میں 4 روایات:

جانب قبلہ اور مسجد میں تھوکنے کی مذمت پر بہت ساری روایات ہیں جن میں سے کچھ روایات کو عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی نے مذکورہ حدیث کی شرح کے تحت ذکر کیا ہے جن میں سے چار روایات درج ذیل ہیں: **(1)** مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے کسی مسجد کی دیوار میں بلغم لگا ہوا دیکھا تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مسجد کا امام کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ فلاں شخص امام ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میں نے اسے امامت سے معزول کر دیا۔ **(2)** رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص **اللہ** کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اپنے سامنے تھوکتا ہے تو کیا اسے یہ پسند ہے کہ وہ باہر سے آئے تو اس کے منہ پر تھوکا جائے۔“ **(3)** حضرت سَیِّدُنَا حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”قبلہ کی طرف تھوکنے والے شخص کو جب قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو وہ تھوک اس کی پیشانی پر ہوگا۔“ **(4)** ایک شخص کسی قوم کا امام تھا ایک دن اس نے قبلہ کی طرف تھوکا حالانکہ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسے دیکھ رہے تھے وہ نماز سے فارغ ہوا تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے لوگوں

---

1 ... نزہۃ القاری، ۲/ ۱۲۶۔

سے فرمایا: ''آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔'' پھر اس واقعہ کے بعد اس نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے منع کرتے ہوئے کہا کہ **رسولُ الله** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے تمہیں نماز پڑھانے سے منع کیا ہے تو اس نے بارگاہِ رسالت میں شکایت کی کہ لوگ اس طرح بول رہے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ''ہاں میں نے انہیں تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، تو نے اپنے اس فعل سے **اللہ** اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔''[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مسجد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا گھر ہے اور اُس کی دینی حرمت سب پر آشکار ہے۔ مسجد میں تھوکنا اور اسے رینٹھ وغیرہ سے آلودہ کرنا اس کی بے حرمتی ہے جس سے حدیث پاک میں منع فرمایا گیا لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مسجد کو پاک وصاف رکھیں اور اس کی دِینی حرمت کو پامال نہ ہونے دیں۔

مدنی گلدستہ

''غارِ حرا'' کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) قبلہ کی جانب اور مسجد میں تھوکنا منع ہے خواہ نماز میں ہو خواہ نماز کے باہر۔

(2) نماز میں بلغم یا ناک صاف کرنے کی حاجت ہو تو اپنے رومال یا کپڑے میں لے کر مَل ڈالے۔

(3) ہر وہ شے جو مسجد کو آلودہ کرے اسے مسجد سے دور کر دینا مستحب ہے اگرچہ وہ شے پاک ہو۔

(4) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مکان اور مکانیات سے پاک ہے۔

(5) جانب قبلہ تھوکنے والا شخص روزِ قیامت اسطرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا تھوک اس کی پیشانی پر لگا ہو گا۔

(6) جس نے قبلہ کی جانب تھوکا اُس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ناراض کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں مسجد کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... عمدۃ القاری، کتاب الصلاۃ، باب حک البزاق بالید من المسجد، ۳/ ۹۳ تا ۹۵، تحت الحدیث: ۴۰۵ ملتقطا۔

باب نمبر:78

رِعایا کے ساتھ نرمی وشفقت کا بیان

حکمرانوں کو اپنی رعایا کے ساتھ نرمی وشفقت اور خیر خواہی کرنے کا حکم اور انہیں دھوکا دینے، ان پر سختی کرنے اور ان کے مفادات وضروریات میں سستی وغفلت کی ممانعت کا بیان

ہر شخص نگہبان ہے، ہر ایک سے اس کے ماتحت اَفراد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جس کے ماتحت جتنے زیادہ ہونگے وہ اتنا ہی زیادہ جوابدہ ہوگا۔ پھر جس خوش نصیب نے اپنے ماتحتوں اور اپنی رعایا کے ساتھ عدل واِنصاف، شفقت ومحبت، خیر خواہی، امانداری اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا ہوگا وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوجائے گا، اسے بروزِ قیامت عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا اور اُس کا عدل واِنصاف اُس کے لئے باعثِ نجات ہوگا۔ اِس کے برعکس جس حاکم نے اپنی رعایا کے ساتھ خیانت، ظلم وستم، دھوکا دہی، حق تلفی کا مظاہرہ کیا ہوگا، اُن کی حاجات وضروریات کی طرف کوئی توجہ نہ دی ہوگی تو وہ دنیا وآخرت میں نقصان اُٹھائے گا، محشر کی گرمی میں اس کے لئے کوئی سایہ نہ ہوگا، رحمتِ خداوندی سے محروم رہے گا اور بالآخر اسے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اس لئے ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں کے حقوق کی ادائیگی کی بھرپور کوشش کرے، جتنا ہوسکے نرمی سے پیش آئے، شفقت ومحبت بھرا انداز اپنائے تاکہ دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوسکے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"رعایا کے حقوق کی ادائیگی اور آدابِ حکمرانی"** سے متعلق ہے۔ اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 6 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیات اور اُن کا ترجمہ وتفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) مؤمنوں سے نرمی اختیار کرنے کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۱۵﴾ (پ۱۹، الشعراء: ۲۱۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو (تابع) مسلمانوں کے لئے۔

تفسیر روحُ البیان میں ہے: یعنی مؤمنین کے لئے نرمی کیجئے، انہیں اپنی صحبتِ بابرکت سے نوازیئے، اُن کی غلطیوں کوتاہیوں سے درگزر کیجئے، ان کے بُرے اَحوال سے چشم پوشی فرماکر اُن کے ساتھ اچھے اخلاق

کا برتاؤ کیجئے، اگر وہ آپ کو محروم رکھیں تو انہیں عطا فرمایئے، ظلم کریں تو اُن سے در گزر کیجئے، اگر حقوق میں کوتاہی کریں تو انہیں معاف کر دیجئے اور اُن کے لئے بخشش مانگیئے اور رشتہ داروں کے ساتھ عاجزی وتواضع اور انکساری سے پیش آیئے یعنی مہربان بن جایئے اور زیادہ سے زیادہ ان کی تکریم کیجئے۔ عاقل پر لازم ہے کہ وہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرے اور اُن کے اعمال و کردار کی اتباع کرے، ان کے اَخلاق واَحوال اپنانے کی کوشش کرے۔ بے شک! نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر انسان تو انسان حیوانات تک جنت کے مستحق بن جاتے ہیں۔ اَصحابِ کہف عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان کے کُتّے کو دیکھئے کہ چند روز نیک لوگوں کی صحبت میں رہا تو ان کی صحبت کی برکت سے ان کے ساتھ مینڈھے کی شکل میں داخلِ جنت ہو گا۔[1]

(2) بے حیائی، بُری بات اور سرکشی سے بچنے کا حکم

اللہ عَزَّ وَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِ ۚ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ (پ ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنز الایمان: بیشک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بُری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔

صدرُ الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مُرادآبادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْہَادِی تفسیر خزائن العرفان میں اِس آیت کے تحت فرماتے ہیں: ابنِ عیینہ (رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ) نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ عدل ظاہر و باطن دونوں میں برابر حق وطاعت بجالانے کو کہتے ہیں اور اِحسان یہ ہے کہ باطن کا حال ظاہر سے بہتر ہو اور فَحْشَاء و مُنْکَر وبَغْی یہ ہے کہ ظاہر اچھا ہو اور باطن ایسا نہ ہو۔ بعض مفسِّرین نے فرمایا: اس آیت میں اللہ تعالٰی نے تین چیزوں کا حکم دیا اور تین سے منع فرمایا: **عدل** کا حکم دیا اور وہ انصاف و مساوات ہے اقوال و افعال میں، اس کے مقابل فَحشاء یعنی بے حیائی ہے وہ قبیح اَقوال واَفعال ہیں اور **اِحسان** کا حکم فرمایا وہ یہ ہے کہ جس نے ظلم کیا اس

---

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۱۹، الشعراء، تحت الآیۃ: ۲۱۵، ۶/ ۳۱۱ ملتقطاً۔

کو معاف کرو اور جس نے برائی کی اس کے ساتھ بھلائی کرو، اس کے مقابل **مُنْکَر** ہے یعنی محسن کے احسان کا انکار کرنا اور تیسرا حکم اس آیت میں **رشتہ داروں کو دینے** اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور شفقت و محبت کا فرمایا، اس کے مقابل بَغْی ہے اور وہ اپنے آپ کو اونچا کھینچنا اور اپنے علاقہ داروں کے حقوق تلف کرنا ہے۔ (حضرت سیدنا) ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے۔ یہی آیت حضرت عثمان بن مظعون (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) کے اِسلام کا سبب ہوئی جو فرماتے ہیں کہ اِس آیت کے نُزول سے ایمان میرے دل میں جگہ پکڑ گیا۔ اس آیت کا اثر اتنا زبردست ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور ابوجہل جیسے سخت دل کُفّار کی زبانوں پر بھی اس کی تعریف آہی گئی۔ اس لئے یہ آیت ہر خطبہ کے آخر میں پڑھی جاتی ہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 653

ہر شخص نگہبان ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ: کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ: اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِیْ اَھْلِہٖ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِھَا وَمَسْؤُوْلَۃٌ عَنْ رَعِیَّتِھَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ، وَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ۔[2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: میں نے رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اُس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جسے لوگوں پر امیر بنایا گیا وہ نگہبان ہے، اُس سے اُن کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے اہل خانہ پر نگہبان ہے، اُس سے اس کے اہلِ خانہ کے بارے میں سُوال کیا جائے گا، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے، وہ اس بارے میں جواب دِہ ہوگی، خادم اپنے آقا کے مال پر نگہبان ہے، اُس سے اِس بارے میں پوچھا

1 . . . تفسیر خزائن العرفان، پ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۰۔

2 . . . بخاری، کتاب الجمعۃ، باب الجمعۃ فی القری والمدن، ۱/ ۳۰۹، حدیث: ۸۹۳ ملتقطاً۔

جائے گا۔ تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

منصب کے تقاضے پورے کرنا لازم ہیں:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص ذمہ دار ہے جو جس منصب پر فائز ہے امانتداری کے ساتھ اس کے تقاضوں کو پورا کرنا اس پر لازم ہے۔ اگر کسی ملک کا بادشاہ ہے تو بادشاہت کے تقاضوں کو شریعت کے مطابق پورا کرے، کسی شہر یا علاقے کا والی وحاکم ہے تو اپنے مرتبے کے مطابق اپنی ذمہ داری نبھائے، گھر کا سربراہ ہے تو اہل خانہ کی ذمہ داری اس پر عائد ہے، حسب حیثیت ان کی کفالت وتربیت کی ذمہ داری اسی کے کندھوں پر ہے۔ اگر کوئی اکیلا ہے اس کے متعلقین نہیں تب بھی وہ ذمہ دار ہے، جی ہاں! وہ اپنی ذات کا ذمہ دار ہے اپنے اعضاء کی حفاظت و اصلاح اس پر لازم ہے۔ پس جو اپنی ذمہ داری نبھائے گا وہ دنیاو آخرت میں کامیاب ہوگا اور جو خیانت، غفلت، سستی یا کسی اور دنیاوی غرض سے اپنی ذمہ داری پوری نہ کرے گا وہ دنیاو آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

دلیل الفالحین میں ہے: جسے کسی چیز کی ذمہ داری ملی تو وہ اس کی اصلاح وحفاظت کا امین ومحافظ ہے، اس میں انصاف اور اصلاح کا جوابدہ ہے۔ ہر ایک سے پوچھا جائے گا کہ جس چیز کی اصلاح وبہتری اور حفاظت تجھ پر لازم تھی اس کی ادائیگی اور اصلاح کی کوشش کی یا نہیں۔ سب چھوٹے بڑے حکمرانوں پر لازم ہے کہ اپنے ماتحتوں کے اُمور پر نظر رکھیں اُن کی مدد کریں اُن سے تکالیف دور کریں۔ گھر کا سربراہ اپنے اَہل خانہ کا ذمہ دار ہے اس پر لازم ہے کہ حسب حیثیت ان کی کفالت کرے، انہیں نیکی کا حکم دے، برائی سے منع کرے اور انہیں ضروری شرعی مسائل سکھائے۔ اسی طرح عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اس پر لازم ہے کہ شوہر کے مال واسباب کو چوروں، موذی جانوروں اور دیگر نقصان دہ اشیاء سے محفوظ رکھے، اس کے مال میں خیانت نہ کرے، اس کی اجازت ورضا کے بغیر کوئی چیز صدقہ نہ کرے، اس کے بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کرے۔ حضرت سیدنا امام خَطَّابی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: حاکم اور دیگر لوگ سب ذمہ دار ہونے میں مشترک ہیں مگر سب کی ذمہ داریاں مختلف ہیں۔ شرعی احکام اور شرعی سزاؤں کے نفاذ اور فیصلوں میں عدل وانصاف کی ذمہ داری حاکم اسلام پر ہے۔ گھر کا سربراہ اپنے اہل خانہ کے معاملات اور انکے

حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح گھر، اولاد، خدام وغیرہ کی حفاظت اور شوہر کی خیر خواہی کی ذمہ داری بیوی پر ہے۔ الغرض ہر ایک ذمہ دار ہے یہاں تک کہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جو نہ ہی کسی کام کا والی ہو نہ ہی اس کے بیوی بچے ہوں تو وہ خود اپنی ذات کا ذمہ دار ہے اپنے اعضاء کا نگہبان ہے، اس پر لازم ہے کہ احکامِ شرعیہ کی پابندی کرے اور قول و فعل اور اعتقاد میں ممنوعاتِ شرعیہ سے بچے۔ الغرض ہر ایک سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حضرت سیدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: آخرت کے سوال کا جواب تیار کرلے۔ پوچھا گیا: جواب کیا ہے؟ فرمایا: اَعمالِ صالحہ۔[1]

میاں بیوی اور خادم سے سوال ہو گا:

مرآۃ المناجیح میں ہے: مرد سے سوال ہو گا کہ تو نے اپنی بیوی بچوں کے شرعی حقوق ادا کیے یا نہیں، جن کا خرچہ تیرے ذمہ تھا انہیں خرچ دیا یا نہیں اور جن کی تعلیم تجھ پر لازم تھی انہیں تعلیم دی یا نہیں؟ اور عورت سے سوال ہو گا کہ تو نے اپنے خاوند کی خدمت کی یا نہیں، خاوند کے مال اور اولاد کی خیر خواہی کی یا نہیں؟ بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، اس لیے ماں پر لازم ہے کہ انکی پرورش اور تربیت اچھی کرے۔ ماں فاطمہ زہرا (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) جیسی پرہیز گار بنے تا کہ اس کی اولاد حسین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) جیسی ہونہار ہو، اسی لیے اچھی لڑکیوں سے نکاح کرنا اچھا ہے کہ زمین اچھی ہو تو پیداوار بھی اچھی ہوتی ہے۔ **(خادم سے پوچھا جائے گا)** کہ تو نے مولیٰ کے مال میں خیانت تو نہیں کی اور اس کی خیر خواہی کی یا نہیں۔[2]

تم سب نگہبان ہو:

حدیثِ مذکور میں فرمایا گیا کہ "تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے تمہارے ماتحتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔" اس کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے کہ "ہر شخص خود اپنے نفس اور اپنے اعضاء کا راعی و ذمہ دار ہے کہ اس سے اپنے اوقات، اپنے حالات، اپنے خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہو گا کہ کہاں استعمال کیے؟ رب تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ۝۱۸﴾ (پ۲۶، ق: ۱۸) (یعنی) انسان جو بات بھی

❶ . . . دلیل الفالحین، باب فی حق الزوج علی المراۃ، ۲/ ۱۱۱، تحت الحدیث: ۲۸۴۔

❷ . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۵۲۔

منہ سے نکالتا ہے اس کی بھی نگرانی ہوتی ہے۔ غرضکہ ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے متعلق پُرسِش ہوگی۔ اللّٰہ تعالٰی ہی ہم گنہگاروں کا بیڑا پار لگائے، پردے رکھے، لغزشیں معاف کرے۔"[1] (آمین)

مدنی گلدستہ

"عدل وانصاف" کے 9 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 9 مدنی پھول

(1) ہر شخص ذمہ دار ہے، ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(2) گھر کے سربراہ سے اس کے اہل خانہ کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کے حقوق ادا کیے یا نہیں۔

(3) اگر کسی کا کوئی ماتحت نہ ہو تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اس سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی بلکہ اس سے اس کی ذات کے متعلق سوال ہوگا۔

(4) ہر شخص سے اس کے اوقات، حالات، خیالات، آنکھ ناک کان وغیرہ کا حساب ہوگا کہ کہاں استعمال کیے؟

(5) بیوی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال واسباب سے کسی کو کوئی ایسی چیز نہیں دے سکتی جسے دینے کا عُرف نہ ہو۔

(6) بچوں کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے اس لیے ماں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی پرورش اور تربیت اچھی کرے۔

(7) خادم سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنے آقا کے مال میں خیانت تو نہیں کی، اس کا حق ادا کیا یا نہیں؟

(8) شرعی اَحکام اور شرعی سزاؤں کے نفاذ اور فیصلوں میں عدل وانصاف کی ذمہ داری حاکمِ اسلام پر ہے۔

(9) ہمیشہ اچھی ہی بات کرنی چاہیے کہ انسان جو بات بھی اپنے منہ سے نکالتا ہے فرشتے اس کے نامۂ اعمال میں لکھ کر محفوظ کر لیتے ہیں۔

اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اپنے ماتحت افراد کے حقوق کی اچھے طریقے سے ادائیگی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۵۲۔

حدیث نمبر:654

رِعایا کو دھوکا دینے والے حاکِم کا اَنجام

عَنْ اَبِي يَعْلٰى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَامِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً، يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ، اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَمْ يَحُطْهَا بِنُصْحِهِ لَمْ يَجِدْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.[1] وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: مَامِنْ اَمِيْرٍ يَلِي اُمُوْرَ الْمُسْلِمِيْنَ، ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ لَهُمْ، اِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ.[2]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو یعلیٰ معقل بن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے **رسولُ الله** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب **الله** عَزَّوَجَلَّ اپنے کسی بندے کو رعایا پر حاکم بنائے اور وہ اس حال میں مرے کہ اپنی رعایا کو دھوکا دیتا ہو تو **الله** عَزَّوَجَلَّ اس پر جنت حرام فرما دے گا۔" ایک روایت میں ہے کہ "وہ خیر خواہی کے ساتھ اُن کا خیال نہ رکھے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔" مسلم شریف کی روایت میں یہ ہے کہ "جو مسلمانوں کے اُمور پر والی بنایا جائے، پھر اُن کے لئے کوشش نہ کرے اور اُن سے خیر خواہی نہ کرے تو وہ اُن کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حکمرانی بہت بڑی آزمائش ہے، اگر حکمرانی کے تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تو یہ وبالِ جان ہے، باعث پکڑ ہے اور اگر حاکم خوف خدا رکھنے والا ہو، عدل و انصاف سے کام لیتا ہو تو وہ زمین پر **الله** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت کا سایہ ہے، رعایا کے لئے بہت بڑی نعمت ہے، **الله** عَزَّوَجَلَّ کا پسندیدہ ہے۔ حدیث مذکور میں اس حاکم کے لئے جنت سے دوری کی وعید ہے جو اپنی رعایا کو دھوکا دے، ان کے ساتھ خیر خواہی نہ کرے، ان کے معاملات کے حل کی کوشش نہ کرے۔ حکمرانوں سے متعلق 2 عبرت آموز فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ملاحظہ فرمایئے۔

پانچ برائیوں کی پانچ دُنیوی آفات:

حضرت سیِّدُنا **عبدالله** بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ حضور نبی کریم، رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہ

1 . . . بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیۃ فلم ینصح، ۴/۴۵۶، حدیث: ۷۱۵۰، ۷۱۵۱ بتغیر۔

2 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب استحقاق الوالی الغاش۔۔۔ الخ، ص ۷۸، حدیث: ۳۶۶ بتغیر قلیل۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے پانچ برائیوں کی پانچ آفات بیان فرمائیں:(1)جب کسی قوم میں اعلانیہ فحاشی عام ہو جائے تو ان لوگوں میں طاعون اور ایسی بیماریاں ظاہر ہوتی ہیں جو ان سے پہلوں میں نہ تھیں۔(2) جو قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے ان سے بارش روک لی جاتی ہے اور اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ برسے۔(3) جو قوم ناپ تول میں کمی کرے وہ قحط سالی، شدید تنگی اور بادشاہ کے ظلم کا شکار ہو جاتی ہے۔(4)جب حکمران کتابُ اللہ کے خلاف فیصلہ کریں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر ایسا دشمن مسلّط فرماتا ہے جو ان سے سلطنت چھین لیتا ہے۔ (5)جب لوگ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب اور اس کے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کو ترک کردیں تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے درمیان لڑائی جھگڑا ڈال دیتا ہے۔[1]

رحمتِ الٰہی کا سایہ:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بادشاہ زمین میں رحمتِ الٰہی کا سایہ ہے جس کی طرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے بندوں میں سے ہر مظلوم پناہ لیتا ہے، اگر بادشاہ انصاف کرے تو اس کے لیے ثواب اور رعایا پر شکر واجب اور جب ظلم کرے تو اس پر گناہ کا بوجھ ہے اور رعایا پر صبر ہے۔“[2]

ظالم بادشاہ کا عبرت ناک انجام:

منقول ہے کہ ایک ظالم و مغرور بادشاہ نے ایک عظیم الشان قیمتی محل تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ جب تعمیر مکمل ہوگئی تو وہ اپنے چند سپاہیوں کے ہمراہ محل کا دورہ کرنے گیا۔ وہاں محل کی دیوار کے ساتھ اس نے ایک جھونپڑی دیکھی تو سپاہیوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ یہ ایک مسلمان بوڑھی عورت کی ہے جو یہاں عبادت میں مصروف رہتی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ ہمارے محل کے ساتھ یہ جھونپڑی نہیں رہ سکتی اسے گرا دیا جائے۔ حکم پاتے ہی سپاہیوں نے اس غریب بڑھیا کی جھونپڑی کو ملیامیٹ کر دیا۔ بڑھیا اس وقت وہاں موجود نہ تھی۔ بادشاہ جھونپڑی گروانے کے بعد اپنے نئے محل میں چلا گیا۔ جب بڑھیا واپس آئی تو اپنی ٹوٹی جھونپڑی دیکھ کر بڑی غمگین ہوئی، لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ سب بادشاہ کے حکم سے ہوا ہے۔ یہ

---

1 . . . شعب الایمان، باب فی الزکاۃ، التشدید علی من منع الزکاۃ، ۳/ ۱۹۷، حدیث: ۳۳۱۵۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فصل فی فضل الامام العادل ۔۔۔ الخ، ۶/ ۱۵، حدیث: ۷۳۶۹۔

سن کر بڑھیا نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کی: "اے میرے پاک پروردگار! جب جھونپڑی گرائی جارہی تھی تو میں وہاں موجود نہ تھی لیکن میرے رحیم و کریم پرودگار! تُو تو سب کچھ دیکھنے والا ہے تیری قدرت تو ہر شے کو محیط ہے، میرے مالک! تیرے ہوتے ہوئے تیری ایک عاجز بندی کی جھونپڑی توڑ دی گئی۔" بارگاہِ الٰہی میں اس بڑھیا کی آہ وزاری مقبول ہوئی۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کو حکم دیا کہ اس محل کو بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت تباہ وبرباد کردو۔ حکم پاتے ہی حضرت سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے اس محل کو ظالم بادشاہ اور اس کے سپاہیوں سمیت تَہس نَہس کردیا۔[1]
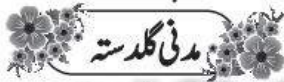
مدنی گلدستہ

"اِسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جب حکمران کتابُ اللہ کے خلاف فیصلہ کریں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر ایسا دشمن مسلّط فرماتا ہے جو ان سے سلطنت چھین لیتا ہے۔

(2) جو قوم ناپ تول میں کمی کرے وہ قحط سالی، شدید تنگی اور بادشاہ کے ظلم کا شکار ہو جاتی ہے۔

(3) بادشاہ زمین میں رحمتِ الٰہی کا سایہ ہے جس کی طرف ہر مظلوم پناہ لیتا ہے۔

(4) مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہیے کہ وہ بہت جلد مقبول ہوتی ہے۔

(5) بسا اوقات ظالموں کو دنیا میں بھی سزا دی جاتی ہے تاکہ وہ لوگوں کے لئے عبرت بن جائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں تمام ظاہری و باطنی گناہوں سے محفوظ فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حاکموں کے لئے دعائے مصطفٰے

حدیث نمبر: 655

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، یَقُوْلُ فِیْ بَیْتِیْ

[1] ... عیون الحکایات، الحکایۃ الثالثۃ والستون بعد المائۃ، ص ۱۷۶ ملخصا۔

ھٰذَا: اَللّٰھُمَّ مَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِی شَیْئًا فَشَقَّ عَلَیْھِمْ، فَاشْقُقْ عَلَیْہِ، وَمَنْ وَلِیَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِی شَیْئًا فَرَفَقَ بِھِمْ فَارْفُقْ بِہٖ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صِدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے اس گھر میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جو میری اُمَّت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور پھر ان پر سختی کرے تو تُو بھی اسے مشقت میں مبتلا فرما اور جو میری اُمَّت کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان سے نرمی سے پیش آئے تو تُو بھی اس سے نرمی والا سلوک فرما۔“

بلاوجہ سختی اور نرمی کرنے والے حکمران:

فیض القدیر میں ہے: یہ فرمانِ عالی ہر اس شخص کو شامل ہے جسے لوگوں کے کسی بھی معاملے کا ذمہ دار بنایا گیا۔ چنانچہ خلیفہ، بادشاہ، قاضی، امیر، کسی ادارے کا ناظم، کسی تنظیم کا سربراہ وغیرہ سب اس فرمان عالی کے تحت داخل ہیں۔ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دعا فرمائی: ”جو حاکم یا والی میری اُمَّت پر سختی کرے، یعنی انہیں بے جا مشکل امور کا پابند کرے یا ان سے سخت رویہ اپنائے تو ایسے حاکم پر اللہ عَزَّوَجَلَّ سختی فرمائے اور جو حاکم و والی میری اُمَّت کے ساتھ نرمی وشفقت اور احسان سے پیش آئے اللہ عَزَّوَجَلَّ بھی اس سے نرمی والا سلوک فرمائے۔“ بلاشبہ مصطفٰے کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ دعا بارگاہِ خداوندی میں مقبول و مستجاب ہے اور کوئی بھی عقل مند شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس نے بھی اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق پر ظلم و ستم کیا، ناجائز سختی کی اس کا انجام بہت برا ہوا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ بالفرض اگر دنیا میں اس کی پکڑ نہ بھی ہو تب بھی اس کے ظلم و جبر کی مدت بہت ہی کم ہوتی ہے اور وہ بہت جلد جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ظلم ہمیشہ نہیں رہتا اگر ایسا ہوتا تو بربادی ہی رہتی اور عدل بھی ہمیشہ نہیں رہتا اگر ایسا ہوتا تو کبھی بربادی نہ ہوتی۔ حدیثِ مذکور میں لوگوں پر بے جا سختی کرنے اور انہیں مشقت میں ڈالنے پر بہت زیادہ زجر و توبیخ کی گئی ہے اور لوگوں پر شفقت و نرمی

[1] ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل وعقوبۃ الجائر ۔۔۔ الخ، ص ۷۸۴، حدیث: ۴۷۲۲۔

کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے۔[1]

ظالم وغیر منصف حکمرانوں کیلئے وعیدیں:

ظلم کرنے والے، رعایا پر سختی کرنے والے اور انصاف نہ کرنے والے حکمران اللہ عَزَّوَجَلَّ کو ناپسند ہیں۔احادیث مبارکہ میں ان باتوں کی ممانعت اور رعایا پر نرمی وآسانی کرنے کی ترغیب وتاکید ہے۔اس ضمن میں تین روایات ملاحظہ فرمایئے: **(1)** سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "چار (قسم کے) لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پسند نہیں فرماتا: ❁ قسم کھا کر مال بیچنے والا ❁ متکبر فقیر ❁ بوڑھا زانی اور ❁ ظالم حاکم۔"[2] **(2)** شہنشاہِ کون ومکان رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب اپنے کسی صحابی کو اپنے کچھ کاموں کے لیے والی ونگران بنا کر بھیجتے تو اس سے فرماتے: "خوشخبری دو متنفر نہ کرو اور آسانی کرو سختی وتنگی نہ کرو۔"[3] **(3)** حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جو اپنی طلب سے مسلمانوں کا قاضی بنے پھر اس کا انصاف اس کے ظلم پر غالب آجائے تو اس کے لیے جنّت ہے اور جس کا ظلم اس کے انصاف پر غالب آگیا اس کے لیے دوزخ ہے۔"[4]

مدنی گلدستہ

"بغداد" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) مسلمانوں کا جو حاکم ان پر بلاوجہ سختی کرے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جانب سے اس پر سختی کی جاتی ہے۔

(2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مخلوق پر جس نے بھی ظلم کیا، ناجائز سختی کی اس کا انجام بہت برا ہوا، وہ تباہ ہو گیا۔

(3) جھوٹی قسم کھا کر مال بیچنے والا، متکبر فقیر، بوڑھا زانی اور ظالم حاکم یہ سب رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔

---

1. . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/۱۳۵، تحت الحدیث: ۱۲۶۴ ملخصا۔
2. . . نسائی، کتاب الزکاۃ، باب الفقیر المختال، ص ۴۲۳، حدیث: ۲۵۷۳۔
3. . . مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب فی الامر بالتیسیر وترک التنفیر، ص ۹۳۷، حدیث: ۴۵۲۵۔
4. . . ابوداود، کتاب الاقضیۃ، باب فی القاضی یخطئ، ۳/ ۴۱۸، حدیث: ۳۵۷۵۔

(4) جب پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کسی کو کسی کام کا نگران بنا کر بھیجتے تو اس سے فرماتے: ”خوشخبری دو متنفر نہ کرو اور آسانی کرو سختی و تنگی نہ کرو۔“

(5) جس قاضی کا انصاف اس کے ظلم پر غالب ہو گا اس کے لئے جنت کی بشارت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بلاوجہ سختی کرنے اور ظلم و ستم کرنے سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

خُلفا کے حقوق ادا کرنے کی تاکید

حدیث نمبر:656

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِیٌّ خَلَفَهُ نَبِیٌّ، وَاِنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَيَكُوْنُ بَعْدِیْ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ، فَمَا تَأْمُرُنَا، قَالَ: اَوْفُوْا بِبَيْعَةِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ، ثُمَّ اَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ وَاسْاَلُوا اللهَ الَّذِیْ لَكُمْ، فَاِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی کہ حضور نبی کریم رءُوف رحیم صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام انبیائے کرام عَلَيْهِمُ السَّلَام کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کا وصال ہو جاتا تو اس کے پیچھے ایک اور نبی آجاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں! میرے بعد خُلَفَا کثیر تعداد میں ہونگے۔“ صحابہ کرام عَلَيْهِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: ”**یارسولَ اللہ** صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! آپ ہمیں (ان کے بارے میں) کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟“ فرمایا: ”تم سب پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرو، پھر جو اس کے بعد آئے اس کی۔ اور اُن کے حقوق ادا کرو اور جو کچھ تمہارے لیے ہے وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مانگو! بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے اس چیز کے متعلق پوچھے گا جس کا انہیں نگران بنایا ہے۔“

معاملاتِ رعایا کیلئے مُصْلِح ضروری ہے:

دلیل الفالحین میں ہے: ”**اسرائیل**“ عبرانی زبان میں حضرت سیدنا یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم عَلٰی

[1] ... بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ۲/ ۴۶۱، حدیث: ۳۴۵۵۔

نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا مبارک نام ہے۔ آپ عَلَیْہِ السَّلَام کی اولاد "بنی اسرائیل" کہلاتی ہے۔ عبرانی زبان میں "اِسرا" کا معنی ہے، بندہ اور "اِیل" کا معنی ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ۔ اس طرح اسرائیل کا معنی ہوا **عبداللہ** یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا بندہ۔ جب بنی اسرائیل میں کوئی فساد ظاہر ہوتا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان میں کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو مبعوث فرماتا جو ان کے معاملات کو درست کرتا اور تورات شریف کے احکام میں انہوں نے جو تبدیلی کی ہوتی اسے زائل فرماتا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رعایا کی دیکھ بھال کے لئے کسی ایسے بندے کا ہونا ضروری ہے جو ان کے معاملات حل کرے، انہیں سیدھی راہ پر چلائے اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ دلوائے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں پے در پے انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں خُلَفَا بکثرت ہونگے۔" یہ سن کر صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: جب خُلَفَا کی کثرت ہو جائے اور ان کے درمیان تنازعہ ہو جائے تو ہم کیا کریں؟ ارشاد فرمایا: "تم سب پہلے خلیفہ کی بیعت پوری کرنا۔" یعنی اس کی اطاعت کرنا، اس کے فیصلوں کو ماننا، جو اس سے بغاوت کرے، اس کی نافرمانی کرے تم اس سے قتال کرنا۔ حکمرانوں کے حقوق ادا کرنا یعنی ان کی اطاعت کرنا ان کے ساتھ فرمانبرداری سے پیش آنا اور اپنے حقوق کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرنا کہ تمہارے وہ حکمران تم پر آسانی کریں، تمہاری ضروریات پورا کرنے کی کوشش کریں اور تم سے خیر خواہی اور بھلائی والا برتاؤ کریں۔ اور اگر انہوں نے یہ کام نہ کیے تو بے شک! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُن سے اُس چیز کے متعلق پوچھے گا جس کا انہیں نگران بنایا ہے۔[1]

حدیث کے مختلف مقامات کی شرح:

حدیث مذکور کے تحت مرآۃ المناجیح میں جو شرح بیان کی گئی اس کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے: ۞ بنی اسرائیل کا سیاسی انتظام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کیا کرتے تھے۔ سیاست سے مراد ملکی و قومی انتظام ہے جس میں دینی انتظام بھی داخل ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کے سارے قومی، ملکی، مِلّی دینی انتظام خود حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام فرمایا کرتے تھے۔ پھر ان کے جانشین اُمَرا و خُلَفاء نہیں بلکہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام ہی ہوا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت سیدنا موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے حضرت سیدنا ہارون عَلَیْہِ السَّلَام کو اپنا جانشین مقرر

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی امر ولاۃ الامور... الخ، ۳/۱۱۸، ۱۱۹، تحت الحدیث: ۶۵۵ ماخوذا۔

فرمایا تھا۔ ❁ نبی آخرُ الزَّماں، سرورِ ذیشاں صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یعنی نہ تو میرے زمانہ میں کوئی نبی ہے جو میری موجودگی میں میرا عارضی خلیفہ ہو، جیسے ہارون عَلَیْہِ السَّلَام حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی موجودگی میں کچھ روز کے لیے عارضی خلیفہ ہوئے جب موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام توریت لینے طُور پر تشریف لے گئے تھے اور نہ میرے بعد کوئی نبی ہے جو میرا مستقل خلیفہ ہو، لہٰذا میرے خُلَفا میرے دِین کے سلاطین ہیں اور باطنی خُلَفا حضرات اَوْلیاو عُلَما ہیں۔ ❁ خلافتِ اِسلامیہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد شروع ہوئی۔ اسلامی سلاطین کی بیعت اور حضرات مشائخ کرام کی مریدی اسلام کی خصوصیات سے ہے، پہلے شریعت وملک کی حفاظت حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام سے ہوتی تھی۔ ❁ خیال رہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بعد نبی نہیں بلکہ وہ تو پہلے کے نبی ہیں اور اب بشانِ نبوت تشریف نہیں لائیں گے (اپنی نبوت ورسالت کی دعوت نہیں دیں گے) بلکہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اُمّتی ہو کر تشریف لائیں گے اور اس وقت مسلمانوں کے خلیفہ امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہوں گے۔ ❁ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "میرے بعد خُلَفا بکثرت ہوں گے۔" یہاں خُلَفا سے مراد ظاہری خُلَفا ہیں یعنی اسلامی سلاطین واُمَرا وخُلَفا وغیرہ۔ ❁ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے اور سلطنت عام ہے، خلافت میں حکومت کے ساتھ نیابتِ مُصْطَفَوِی بھی ہوتی ہے، سلطنت میں صرف حکومت ہوتی ہے۔ اسی لیے خلفائے راشدین کے زمانہ میں مشائخ سے بیعت نہ کی جاتی تھی وہ خلفائے راشدین مشائخ بھی تھے انکی بیعت بیعتِ ارادت بھی ہوتی تھی اور بیعتِ حکومت بھی۔ ❁ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: اگر کئی لوگ خلیفہ بن جائیں تو ہم کس کی بیعت کریں؟ ارشاد ہوا: تم پہلے خلیفہ کی بیعت کرنا پھر اس کے فوت ہونے کے بعد جو خلیفہ بنے اس کی اطاعت کرنا۔ بیک وقت دو خلیفہ نہیں ہوسکتے، اگر ہوں تو پہلا خلیفہ ہوگا دوسرا باغی۔ خیال رہے کہ ایک ہی زمانہ میں مختلف ملکوں کے بادشاہ کئی ہوسکتے ہیں مگر تمام مسلمانوں کا خلیفہ ایک ہی ہوگا۔ آج ترکی، کابل، ایران اور پاکستان کے صدر یا بادشاہ تو الگ الگ ہیں مگر ان میں خلیفۃ المسلمین کوئی نہیں۔ آخری زمانہ میں حضرت سیدنا امام مہدی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تمام مسلمانوں کے خلیفہ ہوں گے۔[1] حکمرانوں کی اطاعت سے متعلق دو روایات ملاحظہ کیجئے:

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۶، ۳۴۷ ماخوذا۔

حکمران پناہ گاہ ہیں:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور جس نے حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی، بیشک امیر ڈھال ہے اس کی پناہ میں جہاد کیا جاتا ہے اور اس کی آڑ لی جاتی ہے اور وہ اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے کا حکم دے اور انصاف کرے تو اس کے لیے اس کا ثواب ہے اور اگر وہ اس کے علاوہ کہے تو اس کا وبال اس پر ہے۔"[1]

رعایا سے محبت کرنے والے حکمرانوں کا مرتبہ:

حضرت سیدنا عوف بن مالک اشجعی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ پیارے آقا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تمہارے بہترین حکام وہ ہیں جو تم سے محبت کریں اور تم اُن سے محبت کرو تم انہیں دعائیں دو وہ تمہیں دعائیں دیں اور تمہارے بدترین حکام وہ ہیں جن سے تم نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں، تم اُن پر پھٹکار کرو وہ تم پر لعنت کریں۔ صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: "یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا اس وقت ہم ان سے تلوار کے ذریعے جنگ نہ کریں؟" فرمایا: "نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں، اور جب تم میں سے کوئی اپنے حاکم کو کسی گناہ میں ملوث دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس گناہ کو برا جانے مگر اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"خلیفہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1. . . . بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲/۲۹۷، حدیث: ۲۹۵۷۔
2. . . . مسلم، کتاب الامارة، باب خیار الائمة وشرارهم، ص ۷۹۵، حدیث: ۴۸۰۴۔

(1) بنی اسرائیل کے سارے قومی، ملکی، ملّی دینی انتظام انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام فرمایا کرتے تھے۔

(2) اسرائیل حضرت سیدنا یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا مبارک نام ہے اور آپ کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

(3) ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

(4) حضرت سیدنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اب دنیا میں اپنی نبوت ورسالت کی گواہی دلوانے کے لیے تشریف نہیں لائیں گے بلکہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے امتی ہو کر تشریف لائیں گے۔

(5) بہترین حکام وہ ہیں جو اپنی رعایا سے محبت کریں اور دعائیں دیں اور رعایا اُن سے محبت کرے اور انہیں دعائیں دے۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ ہمیں نیک عادل حکمران عطا فرمائے اور ہمیں ان کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:657

بدترین حکمران

عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّہُ دَخَلَ عَلٰی عُبَیْدِ اللہِ بْنِ زِیَادٍ فَقَالَ لَہُ: اَیْ بُنَیَّ، اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَۃُ، فَاِیَّاکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنْہُمْ۔[1]

ترجمہ: حضرت سیدنا عائذ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ وہ عُبَیْدُ اللہ بن زیاد کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے لڑکے! میں نے **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”بے شک بدترین حکمران وہ ہیں جو رعایا پر ظلم کریں، پس تو اپنے آپ کو ان میں شامل ہونے سے بچا۔“

بُرے حاکم کی علامات:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی حدیثِ مذکور کے تحت فرماتے ہیں: یعنی بدترین حاکم وہ ہے جو رعایا پر ظلم وجبر کرے، مصیبت میں ان پر رحم نہ کرے اور اس قدر کمینہ وظالم ہو کہ لوگوں کے پاس جو دیکھے اس کی

[1] ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل۔۔۔ الخ، ص ٧٨٥، حدیث: ٤٧٣٣۔

شدید طمع کرے۔[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: ”بدترین سلطان وحکام وہ ہیں جو رعایا کی کمر توڑ دیں، ان پر ٹیکسوں گرانیوں کی بھرمار کر دیں اور سخت اَحکام سے رعایا کو پریشان کر دیں جیسا کہ آج کل دیکھا جارہا ہے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”حُسَیْن“ کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) بدترین ہے وہ حاکم جو لوگوں پر ظلم کرے، ان کی ضروریات کی پرواہ نہ کرے۔

(2) انتہائی کمینہ اور ظالم ہے وہ شخص جو دوسروں کی اشیاء کو چھیننے کی کوشش میں لگا رہے۔

(3) حسبِ منصب ہر سطح پر نیکی کی دعوت دینی چاہئے تاکہ لوگوں میں دِینی احکام پر عمل پیرا ہونے کا شعور بیدار ہو۔

(4) رعایا پر بے جا ٹیکس لگانا، بلاوجہ چیزوں کی قیمت بڑھانا اور خواہ مخواہ سخت احکام لاگو کر کے عوام کو پریشان کرنا ظلم وجبر کی علامت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ظالم حکمرانوں سے محفوظ فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:658

رِعایا کی خبر گیری لازم ہے

عَنْ اَبِي مَرْيَمَ الْاَزْدِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ وَلَّاهُ اللهُ شَيْئًا مِنْ اُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ، فَاحْتَجَبَ دُوْنَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، اِحْتَجَبَ

---

[1] ... مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ٧/ ٢٦٢، تحت الحدیث: ٣٦٨٨ ملخصاً۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ٥/ ٣٥٣ ملخصاً۔ حدیثِ مذکور کی مزید وضاحت وشرح کیلئے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد2، حدیث نمبر 192 اور اس کی شرح ملاحظہ کیجئے۔

اللّٰهُ دُوْنَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلٰى حَوَائِجِ النَّاسِ۔ [1]

ترجمہ: حضرت سیدنا ابو مریم اَزدی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عرض کی کہ میں نے رسولِ کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: "جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ مسلمانوں کے کسی معاملہ کا والی وحاکم بنائے پھر وہ ان کی حاجت وضرورت اور محتاجی سے چھپتا پھرے تو بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کی ضرورت وحاجت اور محتاجی وفقر سے کچھ سروکار نہ ہو گا۔" (یہ فرمانِ عالی سن کر) حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے لوگوں کی حاجات کی خبر گیری کے لئے ایک شخص مقرر فرمادیا۔

ظالم حکام کیلئے دنیا وآخرت میں رُسوائی:

اِس حدیث پاک میں اُن حکمرانوں وعہدے داروں کے لئے سخت وعید ہے جو اپنے عیش میں مگن ہوں اور رعایا کی حاجات وضروریات کی پروانہ کریں، لوگ فریاد کریں، مسائل کا حل چاہیں لیکن وہ ان کے جائز مقاصد پورے نہ کریں تو بروزِ قیامت ایسے حکمرانوں کی پکڑ ہو گی، ان کی ضروریات وحاجات سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو کوئی سروکار نہ ہو گا۔ اس لئے جسے دنیا میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی قوم کی کوئی ذمہ داری دی اسے چاہیے کہ اپنی ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائے لوگوں کی حاجات وضروریات کا خیال رکھے تاکہ بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی حاجات کو پورا فرمائے۔ "مرآۃ المناجیح" میں حدیث مذکور کی جو شرح بیان کی گئی ہے اس کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہ: "جو حاکم مظلوموں، حاجت مندوں کو اپنے تک نہ پہنچنے دے، اپنے دروازے پر سخت پہرہ بٹھادے، ان کی ضروریات کی پروا نہ کرے، ان سے غافل رہے، ان کی حاجت روائی کا کوئی انتظام نہ کرے بس اپنی حکومت سنبھالنے اور اپنے عیش و آرام میں مشغول رہے تو اُس حاکم سے **اللہ** تعالیٰ اپنے ان مجبور بندوں کا بدلہ اس طرح لے گا کہ نہ تو اس ظالم حاکم کی حاجات وضروریات پوری فرمائے گا، نہ اس کی دعائیں قبول کرے گا۔ اس سزا کا ظہور کچھ دنیا میں بھی ہو گا اور پورا پورا ظہور آخرت میں ہو گا۔ خیال رہے کہ جیسے عادِل بادشاہ بروزِ قیامت قُربِ الٰہی میں نور کے منبروں پر ہوں گے ایسے ہی غافل اور ظالم بادشاہ ذِلت کے

---

[1] . . . ابوداود، کتاب الخراج۔۔۔ الخ، باب فیما یلزم الامام من امر الرعیۃ۔۔۔ الخ، ۳/۱۸۸، حدیث: ۲۹۴۸ بتغیر۔

گڑھے میں ہوں گے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ فرمانِ عالی سن کر ایک محکمہ بنادیا جس کے ماتحت ہر بستی میں ایک افسر رکھا گیا جو لوگوں کی معمولی ضرورتیں خود پوری کرے اور بڑی ضرورتیں آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ تک پہنچائے پھر ہمیشہ اس افسر سے باز پُرس کی کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی تو نہیں کرتا۔[1]

ہر شخص اپنی ذمہ داری پوری کرے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دینِ اسلام امن وسلامتی کا درس دیتا ہے۔ اور امن وسلامتی اسی وقت ممکن ہے جب ہر شخص اپنی ذمہ داری نبھائے۔ رعایا اپنی ذمہ داری پوری کرے اور حکمران عدل وانصاف کے تقاضے پورے کریں، ظلم وستم، خیانت اور اُمورِ مملکت میں سستی وغفلت چھوڑ دیں تو ہر طرف امن وسکون ہوسکتا ہے۔ جس قوم کے حکمران اپنی رعایا کے ساتھ ناانصافی کریں، رعایا کو اپنا حق وصول کرنے میں دقت وپریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو ایسے لوگ دنیا وآخرت میں قابلِ مذمت ہیں۔ حکمرانوں وعہدے داروں کیلئے تین فرامین مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم: **(1)** ”ایک گھڑی کا عدل ایسے 60 سال کی عبادت سے بہتر ہے جن کی راتیں قیام اور دن روزے کی حالت میں گزریں اور حکومت میں ایک گھڑی کا ظلم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک 60سال کے گناہوں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے۔“[2] **(2)** ”بروزِ قیامت لوگوں میں سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک مرتبے کے لحاظ سے سب سے اچھا وہ حاکم ہوگا جو عادل اور نرم خُو ہو اور سب سے بدتر وہ حاکم ہوگا جو ظالم وبداخلاق ہو۔“[3] **(3)** ”میرا جو امتی لوگوں کے کسی معاملے کا والی بنا پھر ان کی اس چیز سے حفاظت نہ کی جس سے وہ اپنی اور اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے تو وہ جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔“[4]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. ...مرآۃ المناجیح، ٥/ ٣٧٤ ماخوذاً۔
2. ...الزواجر، الباب الثانی فی الکبائر الظاہرۃ، ٢/ ٢٢٦۔
3. ...معجم اوسط، من اسمہ احمد، ١/ ١١٢، حدیث: ٣٨٣۔
4. ...معجم اوسط، من اسمہ محمد، ٥/ ٣٥٦، حدیث: ٧٥٩٣۔
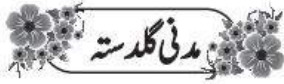
”عادِل حاکم“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) جو حاکم اپنی رعایا کی حاجات وضروریات کی طرف توجہ نہ دے بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو اس کی حاجات وضروریات سے کوئی سروکار نہ ہو گا۔

(2) جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے فضل سے محروم رہا اس کے لئے دنیا وآخرت میں کوئی بھلائی نہیں۔

(3) حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فقر (مفلسی ومحتاجی) سے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی پناہ مانگی ہے۔

(4) عادِل بادشاہ بروزِ قیامت قُربِ الٰہی میں نور کے منبروں پر ہوں گے جبکہ غافل اور ظالم بادشاہ ذِلَّت کے گڑھے میں ہوں گے۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ایسی قوم کو پاک نہیں فرماتا جس میں حق کے ساتھ فیصلہ نہ کیا جائے اور کمزور شخص طاقتور سے اپنا حق بغیر پریشانی کے وُصول نہ کر سکے۔

(6) جو مسلمانوں کے معاملات کا نگران بنے پھر اُن کے لئے کوشش نہ کرے اور اُن کی خیر خواہی نہ کرے تو وہ اُن کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو گا۔

(7) رعایا اپنی ذمہ داری پوری کرے اور حکمران عدل وانصاف کے تقاضے پورے کریں، ظلم وستم، خیانت اور اُمورِ مملکت میں سستی وغفلت چھوڑ دیں تو ہر طرف امن وسکون ہو سکتا ہے۔

(8) حاکم رعایا کی ضروریات پوری کرنے کیلئے بطورِ معاون کسی شخص کو ذمہ دار مقرر کر سکتا ہے جیسا کہ سیدنا امیر معاویہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں رعایا کے حقوق کو اچھے طریقے سے ادا کرنے والے عادل حکمران عطا فرمائے۔

اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

باب نمبر: 79

عدل کرنے والے حاکِم کا بیان

قرآنِ پاک میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے عدل و اِنصاف کے قیام پر بہت زور دیا ہے چونکہ انسان طبعی طور پر مِل جُل کر رہنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور جب مختلف طبیعتوں اور مختلف ذہنوں کے لوگ ایک جگہ رہنے لگیں تو اِنفرادی مَفاد کے حصول کے لیے باہمی تصادُم کا اندیشہ رہتا ہے، اِس اندیشے کو دور کرنے کے لیے ضروری تھا کہ کچھ ایسے قوانین وضع کیے جائیں جو انسانی زندگی کو متوازن صورتِ حال پر رکھ سکیں اور پھر اُن قوانین پر عمل درآمد کے لیے ضروری تھا کہ حکمرانی کے لیے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو اِسلام کی نشرو اِشاعت، عوام کی خدمت اور اُن کے مابین عدل و اِنصاف کو قائم رکھ سکیں۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **"عدل کرنے والے حاکم"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 2 آیات اور 4 احادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیاتِ مبارکہ اور اُن کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

(1) عدل کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (پ ۱۴، النحل: ۹۰)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔

تفسیر صراط الجنان میں ہے: "عدل اور انصاف کا (عام فہم) معنیٰ یہ ہے کہ ہر حق دار کو اس کا حق دیا جائے اور کسی پر ظلم نہ کیا جائے، اسی طرح عقائد، عبادات اور معاملات میں اِفراط و تفریط سے بچ کر درمیانی راہ اختیار کرنا بھی عدل میں داخل ہے۔"(1)

عدل کی تین قسمیں:

عدل کی بہت سی قسمیں ہیں۔ چنانچہ مذکورہ آیت کے تحت عَلَّامَہ اَبُو عَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی ابنِ عربی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے عدل کی تین قسمیں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1 ... تفسیر صراط الجنان، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۰، ۵/ ۳۶۸۔

"عدل کی ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کے حصے پر رب تعالیٰ کے حق کو ترجیح دے، اپنی خواہشات پر اس کی رضا کو مقدم کرے، گناہوں سے اِجتناب کرے اور نیک اعمال بجالائے۔ عدل کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور اس کے نفس کے درمیان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو ان چیزوں سے روکے جس میں اس کی ہلاکت ہے حق بات کی پیروی کرنے میں نفس کی خواہش سے دور رہے اور ہر حال میں قناعت کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ عدل کی تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق بندے اور مخلوق کے درمیان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بندہ لوگوں کو خوب نصیحت کرے، قلیل وکثیر ہر چیز میں خیانت کرنا چھوڑ دے، ہر صورت میں لوگوں کے ساتھ انصاف کرے، اس کی طرف سے کسی کو بھی قول و فعل سے پوشیدہ یا اِعلانیہ کوئی برائی نہ پہنچے اور لوگوں کی طرف سے اِس پر جو مصیبت اور آزمائش آئے اُس پر صبر کرے۔"[1]

(2) اللہ کے پیارے

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝۹ (پ۲۶، الحجرات: ۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

حضرت سَیِّدُنا **عبداللہ** بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "بے شک دنیا میں انصاف کرنے والے قیامت کے دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے سامنے موتیوں کے منبروں پر ہوں گے کیونکہ انہوں نے دنیا میں انصاف کیا۔"[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سایۂ عرش پانے والا حاکم

حدیث نمبر: 659

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ

---

1 . . . تفسیر قرطبی، پ ۱۴، النحل، تحت الآیۃ: ۹۰، ۵/ ۱۲۱، الجزء العاشر ملخصا۔

2 . . . تفسیر درمنثور، پ ۲۶، الحجرات، تحت الآیۃ: ۹، ۷/ ۵۶۲۔

اِلاَّ ظِلُّهُ: اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِي عِبَادَةِ اللهِ تَعَالٰى وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ: اِنِّي اَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس دن اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن اس کے (عرش کے) سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: (1) عدل کرنے والا حاکم (2) وہ نوجوان جس کی جوانی عبادت الٰہی میں گزری (3) وہ شخص جس کا دل مساجد میں لگا رہے (4) وہ دو شخص جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لیے محبت کریں، اسی کی محبت پر ایک دوسرے سے ملیں اور جدا ہوں۔ (5) وہ شخص جسے منصب وجمال والی عورت (برائی کے لئے) بلائے تو وہ کہہ دے کہ میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتا ہوں۔ (6) وہ شخص جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتا ہی نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے راہ خدا میں کیا خرچ کیا۔ (7) وہ شخص جو تنہائی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں سات ایسے خوش نصیب لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ محشر عرش کے سائے میں رکھے گا کہ اس دن سوائے سایۂ عرش کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا، اس دن کی گرمی کا عالم یہ ہوگا کہ سورج ایک کمان کے فاصلے پر رہ کر آگ برسا رہا ہوگا اور لوگ اپنے پسینے میں ڈبکیاں کھا رہے ہوں گے اس دن کی گرمی اور شدت سے وہی شخص امن میں رہے گا جس نے دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا والے کام کئے ہوں گے اور اپنی زندگی کو عین شریعتِ مطہرہ کے مطابق گزارا ہوگا روزِ محشر گرمی کی شدت اور دہشت سے امن پانے اور سایۂ عرش میں جگہ پانے والے لوگوں میں عادل حاکم بھی ہے کہ جس کو دنیا میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے لوگوں کا حاکم مقرر فرمایا اور اس نے اپنی اس ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دیا اور رعایا کے مابین عدل وانصاف قائم کیا کیونکہ عدل وانصاف وہ خوبی ہے جس سے معاشرے کا نظام بنتا ہے، حقوق کی حفاظت اور جرائم کی روک تھام ہوتی ہے، امن وامان اور اتحاد کی فضا قائم ہوتی ہے، دشمنوں پر ہیبت طاری ہوتی

[1] ... بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ بالیمین، ۱/ ۴۸۰، حدیث: ۱۴۲۳۔

ہے، آپس کے جھگڑوں اور بگاڑ سے حفاظت رہتی ہے۔ الغرض جہاں عدل وانصاف سے کام لیا جائے وہ جگہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ عادل بادشاہ مخلوق پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جس کے سائے میں مخلوق آرام پاتی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ حاکم کسی ملک کا ہی ہو بلکہ ہر وہ شخص جس کے تحت دو یا دو سے زیادہ لوگ آتے ہیں وہ ان پر حاکم ہے جیسا کہ **"شرح ابن بطال"** میں ہے: جو دو یا زیادہ لوگوں پر حاکم بنا اور اس نے عدل وانصاف سے کام لیا تو اسے بھی یہ فضیلت حاصل ہوگی۔[1] ایسے ہی گھر کا سربراہ کہ گھر کے تمام افراد اس کے تحت آتے ہیں۔ یوں ہی کسی بھی ادارے میں کام کرنے والے افراد پر مقرر آفیسر، منیجر، وغیرہ اپنے ماتحت کام کرنے والے افراد کے لیے حاکم ہے۔ اگر ہر شخص اپنے ماتحت آنے والے تمام افراد میں بلاامتیاز عدل وانصاف قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو کوئی بعید نہیں کہ ہمارا معاشرہ امن کا گہوارہ بن جائے اور ایسے عادل شخص کی جزا یہ ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے بروزِ قیامت اپنے عرش کے سائے تلے جگہ عطا فرمائے گا۔ چونکہ مذکورہ حدیث پاک پہلے گزر چکی ہے، سایہ عرش پانے والے بقیہ افراد کے بارے میں تفصیلی معلومات کے لیے فیضانِ ریاض الصالحین، جلد4، باب46، حدیث نمبر376 اور باب54، حدیث نمبر449 ملاحظہ فرمائیں۔

عادل ومنصف حاکم کے فضائل:

اَحادیثِ مبارکہ میں عدل وانصاف کرنے والے حکمرانوں کے بہت فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان میں سے تین روایات ملاحظہ کیجئے: **(1)** حضور نبی پاک، صاحبِ لولاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمان ہے: "بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب سب سے زیادہ قریب عادل بادشاہ ہوگا اور سب سے زیادہ ناپسند سب سے زیادہ دور ظالم بادشاہ ہوگا۔"[2] **(2)** تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالی شان ہے: "عدل کرنے والے حاکم کا ایک دِن ساٹھ سال کی (نفلی) عبادت سے بہتر ہے۔"[3] **(3)** حضرتِ سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب المحاربین، باب فضل من ترک الفواحش، ۸/ ۴۲۶۔

2 . . . ترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی الامام العادل، ۳/ ۶۳، حدیث: ۱۳۳۴۔

3 . . . معجم کبیر، عکرمۃ عن ابن عباس، ۱۱/ ۲۶۷، حدیث: ۱۱۹۳۲۔

ایسا گھر بنایا ہے جس میں موتی جڑے ہوئے ہیں، اس میں 70 ہزار محل ہیں، ہر محل میں 70 ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں 70 ہزار کمرے ہیں جن میں انبیا، صِدِّیقین، شُہَدا، عادل حکمران اور اپنے نفس کا مُحاسَبہ کرنے والے رہیں گے۔[1] ہمارے اَسلاف عدل وانصاف قائم کرنے میں اپنی مثال آپ تھے، وہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے میں کسی کا لحاظ نہیں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی ضمن میں ایک حکایت ملاحظہ کیجئے:

فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اِنصاف:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 413 صفحات پر مشتمل کتاب "عیون الحکایات" (حصہ دوم) کے صفحہ 372 پر ہے: حضرتِ سَیِّدُنا اَنَس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم امیر المؤمنین حضرتِ سَیِّدُنا عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر تھے کہ اتنے میں ایک مصری شخص آیا اور کہا: میں امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: کیا ہوا؟ بلاخوف و جھجک بیان کرو۔ کہا: ہمارے گورنر حضرتِ سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے نے مجھے کوڑے مارے ہیں اور کہا ہے کہ تم میرا مقابلہ کرتے ہو؟ حالانکہ میں دو کریموں کا بیٹا ہوں۔ خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ابھی اس مصری نے اپنی بات مکمل بھی نہ کی تھی کہ امیر المؤمنین نے فوراً حضرتِ سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ خط لکھا: اے عَمرو بن عاص جیسے ہی میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے فوراً اپنے بیٹے کو لے کر میرے پاس پہنچو، اس کام میں تاخیر ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ جب حضرت سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا خط ملا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھا: کیا تم کسی غیر قانونی کام یا کسی جرم کے مرتکب ہوئے ہو؟ بیٹے نے کہا: ایسی کوئی بات نہیں۔ فرمایا: پھر امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تجھے کیوں بلایا ہے؟ بہر حال یہ دونوں بارگاہِ خلافت میں پہنچے۔ جب امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرتِ سَیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بیٹے کو دیکھا تو فرمایا: وہ مصری شخص کہاں ہے؟ اسے ہمارے پاس بلاؤ۔ حکم پاتے ہی وہ شخص آگیا۔ آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اسے کوڑا پکڑاتے ہوئے فرمایا: دو کریموں کے بیٹے کو مارو! دو کریموں کے بیٹے کو مارو۔ مصری نے اسے اتنے کوڑے مارے کہ وہ شدید زخمی ہو گیا۔

1 . . . حلیۃ الاولیاء، کعب الاحبار، ۵/ ۴۱۶، حدیث: ۷۵۴۳۔

پھر حضرتِ سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بلا کر فرمایا: تم نے کب سے انسانوں کو غلام بنانا شروع کر دیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا ہے۔ پھر مصری شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: جب بھی تمہیں کوئی تنگ کرے تم مجھے خط لکھ دینا۔ (اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین)

مدنی گلدستہ
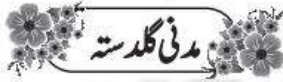
”عدل“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) عدل کرنے والے حاکم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ محشر کی گرمی میں عرش کا سایہ عطا کرے گا۔

(2) بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب عادِل بادشاہ ہو گا۔

(3) معاشرے کو پُر امن بنانے کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے مابین عدل و انصاف قائم کیا جائے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں روزِ محشر کی گرمی سے محفوظ فرمائے اور دنیا میں عدل و انصاف پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 660 انصاف کرنے والے نور کے منبروں پر

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: اِنَّ الْمُقْسِطِیْنَ عِنْدَ اللہِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ اَلَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِہِمْ وَاَہْلِیْہِمْ وَمَا وَلُوْا.[1]

ترجمہ: حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک اِنصاف کرنے والے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے (یہ وہ لوگ ہیں) جو اپنی حکومت، اپنے اہل و عیال اور اپنے ماتحت لوگوں میں عدل و

[1] ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل ... الخ، ص ٧٨٣، حدیث: ٤٧٢١ ملتقطاً۔

انصاف سے کام لیتے تھے۔“

نور کے منبروں سے مراد:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مَنَابِرَ یہ منبر کی جمع ہے بلندی کی وجہ سے اس کو منبر کہا جاتا ہے ہو سکتا ہے یہاں حقیقی نور کا منبر ہی مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ بلند مقام و مرتبہ سے کنایہ ہو اور اِس سے مراد اُن حضرات کی عزت و شرافت ہو، اسی لیے فرمایا کہ عند اللہ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اور یہ بارگاہِ خداوندی میں بلندئ درجات سے کنایہ ہے۔ علامہ عاقولی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ یہ فضیلت اس شخص کو حاصل ہو گی جس پر دِینی، دُنیوی، کُلی یا جُزوی طور پر اس کے اہل و عیال یا دیگر لوگوں کی ذمہ داری ڈالی گئی ہو اور وہ اُن میں عدل کرے۔“[1] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: ”نور کے منبر پر ہوں گے۔“ مراد یا تو اس قدر منور ہوں گے گویا کہ وہ نور سے بنائے گئے ہیں یا مبالغہ کے طور پر انہیں نور کہا گیا ہے۔ علامہ قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”ممکن ہے کہ وہ ظاہر حدیث کے مطابق حقیقی طور پر نور کے منبروں پر ہوں گے اور یہ بلند منازل سے کنایہ بھی ہو سکتا ہے۔“ ان دونوں اقوال میں جمع اس طرح ممکن ہے کہ جو لوگ منبر پر ہوں گے وہ لازماً اعلیٰ اور بلند مرتبہ والے بھی ہوں گے نیز ماتحت افراد میں خود اپنا نفس بھی داخل ہے۔ حضرت اشرف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اوقات کو ایسی چیزوں میں ضائع نہ کرے جن میں وقت صَرف کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا ہے بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی فرمانبرداری اور ممنوع چیزوں سے اِجتناب پر مُداوَمت اختیار کرے جیسا کہ اولیائے کرام کا طریقہ ہے یا اپنے وقت کا اکثر حصہ ان چیزوں میں صَرف کرے جیسا کہ مؤمنین صالحین کا طریقہ ہے۔[2]

محشر میں مؤمنوں کے مقامات:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”محشر

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الوالی العادل، ۳/ ۱۲۳، تحت الحدیث: ۶۵۹ ملخصاً۔

2 . . . مرقاة المفاتیح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، ۷/ ۲۶۸، تحت الحدیث: ۳۶۹۰ ملخصاً۔

میں مؤمنوں کے مقامات مختلف ہوں گے، کوئی مشک کے ٹیلوں پر، کوئی نور کے منبروں پر۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں منبر اپنے حقیقی معنیٰ میں ہے تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ حُکْمِہِمْ سے مراد ہے سلطنت و حکومت و قضا جس کا تعلق عام رعایا سے ہے اور اَھْلِیْہِم سے مراد اپنے بال بچے نوکر چاکر ہیں جن کا تعلق گھر سے ہے اور مَا وَلُوْا سے مراد وہ یتیم بیوگان وغیرہ ہیں جن کی پرورش اس کے ذمہ آن پڑی ہے۔ غرضکہ سیاستِ مدنی اور تدبیرِ منزل سب میں عدل و انصاف کرتے ہیں، بعض شارحین نے فرمایا کہ مَا وَلُوْا میں خود اپنی ذات بھی داخل ہے یعنی اپنے متعلق بھی انصاف سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اُمَّت کی تین قسمیں فرمائیں: ظالم، مقتصد اور سابق، سابق وہ ہے جو اپنے اندر عدل و احسان دونوں جمع کرے۔“[1]

اپنے اہل کے متعلق اِنصاف:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ 856 صفحات پر مشتمل کتاب **فیضانِ فاروقِ اعظم، جلد دوم** کے صفحہ 322 پر ہے: امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دورِ خلافت میں مُساوات کا یہ عالَم تھا کہ ایک بار آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے دو بیٹے مصر گئے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وہاں کے گورنر حضرت سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو اپنے بیٹوں کے ساتھ خصوصی رویے کی سختی سے ممانعت فرما دی۔ بعد ازاں سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی اتفاقاً آپ کے بیٹوں سے ملاقات ہو گئی اور کسی معاملے میں ان کو سزا دینے کی ترکیب بنی۔ سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو یہ خبر پہنچی کہ سیِّدُنا عَمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سزا کے معاملے میں ان کے بیٹے کے ساتھ نرمی کی ہے تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انہیں ایک مکتوب روانہ فرمایا جس میں نہایت ہی سخت الفاظ میں ان کی سرزنش کی۔ اس مکتوب کا مضمون کچھ یوں تھا: ”اے عاصی ابن عاصی! مجھے تمہاری جُرأت اور میرے عَہد کی خلاف ورزی پر سخت تعجب ہوا ہے، میں نے گورنری کے لیے تمہارا انتخاب کیا حالانکہ اب مجھے شاید تمہیں معزول کرنا پڑے، کیونکہ تم نے میرے بیٹے کے ساتھ عدل وانصاف کے قیام میں نرم رویہ رکھا، حالانکہ اس وقت وہ امیر المؤمنین کا بیٹا نہیں بلکہ تمہاری رعایا کا ایک عام شخص تھا، جو سلوک تم دیگر لوگوں کے ساتھ کرتے تھے اس

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۵۴ ملتقطا۔

کے ساتھ بھی وہی کرنا چاہیے تھا، لیکن تم نے سوچا کہ یہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میرے نزدیک مجرموں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نرمی نہیں کی جاتی، جب میرا مکتوب تمہارے پاس پہنچے تو فوراً میرے بیٹے کو میرے پاس بھیج دو۔" بعد ازاں سیِّدُنا عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بارگاہِ فاروقی میں اپنے فیصلے پر وضاحتی معذرت نامہ بھی لکھنا پڑا۔ لیکن سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے انتقال کے بعد جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس واقعے کو یاد کیا کرتے تھے تو سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش فرماتے تھے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر رحم فرمائے، میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے بعد آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے زیادہ ربّ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ صرف درست فیصلہ کرتے تھے اور اِس بات کی قطعاً پروا نہ کرتے تھے کہ یہ فیصلہ باپ کے خلاف ہے یا بیٹے کے خلاف۔"[1]

مدنی گلدستہ

"عرفات" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) انصاف کرنے والے حکمران اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے۔

(2) نور کے منبروں پر بیٹھنے کی فضیلت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جس پر دِینی، دُنیوی، کُلی یا جُزوی طور پر اُس کے اَہل وعیال یا دیگر لوگوں کی ذمہ داری ڈالی گئی ہو اور وہ اُن میں عدل کرے۔

(3) بروزِ محشر مؤمنوں کے مقامات مختلف ہوں گے کوئی مشک کے ٹیلوں پر ہوگا تو کوئی نور کے منبروں پر۔

(4) آدمی اپنی ذات کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرے یوں کہ اپنے اوقات کو غیر ضروری اور غیر شرعی کاموں میں خرچ نہ کرے، اَحکامِ خُداوندی کی فرمانبرداری کرے اور ممنوعات سے بچے۔

(5) فیصلہ کرنے میں ہمیں اپنے بھائی، باپ، بیٹے یا کسی بھی رشتہ دار کے ساتھ نرمی نہیں کرنی چاہیے بلکہ اُن کے جرم کی جو سزا بنے وہ دینی چاہیے اور یہی شریعت مُطَہَّرَہ کا حکم ہے۔

---

1 . . . تاریخ ابن عساکر، عمر بن خطاب بن نفیل۔۔۔الخ، ۴۴/ ۳۲۷ ملخصاً۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور شریعت مُطَہَّرہ کے حکم کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِین بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:661

اچھے حُکمران

عَنْ عَوفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خِيَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قَالَ: قُلْنَا: يَارَسُولَ اللهِ اَفَلَا نُنَابِذُهُمْ؟ قَالَ: لَا مَا اَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ لَا مَا اَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا: ”تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں، تم اُن کے لیے دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لیے دعا کرتے ہیں اور تمہارے بُرے حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں۔ تم ان پر لعنت بھیجتے ہو اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔“ حضرت سَیِّدُنا عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: ”یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم ان سے علیحدہ نہ ہو جائیں؟“ آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں، نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کریں۔“

اچھے اور بُرے حکمران:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: **”تمہارے اچھے حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔“** یعنی ان کی عمدہ سیرت اور ان کا تمہارے ساتھ نرمی کرنے کی وجہ سے تم ان کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند کرتے ہیں کیونکہ محبت جانبین میں رابطہ قائم کرتی ہے۔ **”وہ تمہارے لیے دعا کرتے اور تم ان کے لیے دعا کرتے ہو۔“** یعنی تم ان کے لیے خیر و بھلائی کی دعا کرتے

[1] ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب خیار الائمۃ وشرارھم، ص۷۹۵، حدیث: ۴۸۰۵۔

ہو اور وہ تمہارے لیے یہ دعا کرتے ہیں کہ تم اللہ عَزَّوَجَلَّ کے احکام پر عمل کرو اور ممنوعاتِ شرعیہ سے بچو اور مرنے کے بعد وہ تمہارے لیے دعا کریں گے اور تم ان کے لیے۔ **"اور تمہارے بُرے حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بُغض رکھتے ہیں۔"** یعنی تم پر سختی کرنے اور نرمی نہ کرنے کی وجہ سے تم اُنہیں ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے ناپسند کرنے کی وجہ سے تمہیں ناپسند کرتے ہیں۔ **"تم ان پر لعنت بھیجتے ہو۔"** یعنی حکمرانوں کی بد عملیوں کی وجہ سے تم ان کے لیے رحمت سے دوری کی بد دعا کرتے ہو۔ اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں لوگوں کی اس عادت کا بیان ہے جو وہ بُرے حکمرانوں کے ساتھ کرتے ہیں نہ کہ لعنت کے جواز کا ثبوت۔ **"اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہیں۔"** جیسا تم ان کے ساتھ کرتے ہو ویسا ہی وہ بھی تمہارے ساتھ کرتے ہیں۔ **"حضرت عوف بن مالک** رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **کہتے ہیں ہم نے عرض کیا: یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم**! کیا ہم ان سے علیحدہ نہ ہو جائیں؟"** یعنی ان کی مخالفت کر کے ان کی اطاعت چھوڑ نہ دیں؟ **"آپ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **نے فرمایا: "نہیں۔"** یعنی اُس وقت تک ان سے جُدا مت ہونا جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں۔ یہ حدیث پاک نماز کی عظمت کی دلیل ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کا ترک واضح کفر کی طرح ہے۔[1]

نماز کو ذِکر کرنے کی وجہ:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "تمہارے بہترین سربراہ وہ ہیں جو عدل و انصاف اختیار کرتے ہیں اور اُمورِ سلطنت و معیشت میں اصلاح کرتے ہیں، اس لیے تمہارے اور اُن کے درمیان امان کا تعلق پیدا ہو گیا ہے نیز محبت، رضامندی اور خیر خواہی کا رشتہ مضبوط ہو گیا ہے جس کی وجہ سے تم اُن سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں۔ تم ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہو اور وہ تمہاری حفاظت کی دعا کرتے ہیں۔ حاکم کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنے میں دیگر گناہوں کے برخلاف نماز کا ذکر اس لئے کیا گیا کیونکہ نماز دِین کا ستون اور ایمان و کفر میں فرق کرنے والی ہے۔[2]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الوالی العادل، ۳/ ۱۲۳، تحت الحدیث: ۶۶۰ ملتقطا۔

2 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ۳/ ۲ ۱ ۳، ۳ ۱ ۳ ملخصا۔

ایسے حکّام خدا کا عذاب ہیں:

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ حُکّام عادِل ہوں تم سے مِل جُل کر رہیں، تمہاری ان کی آپس میں محبت ہو، تمہارے ساتھ نمازوں میں شریک ہوں ایسے حُکّام اللہ کی رحمت ہیں جیسے عہد صحابہ میں ہوتا تھا اور بعد میں بھی عادل سلاطین میں رہا۔ **(تمہارے برے حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہیں۔)** یعنی ظالم ہوں متکبر ہوں، اپنے عیش و طرب میں رہیں، ملک و رِعایا سے لا پرواہ رہیں فساق و فجار ہوں ایسے حُکّام خدا کا عذاب ہیں۔ **(ہم نے عرض کی: یا رسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! کیا ہم ان سے علیحدہ نہ ہو جائیں؟)** یعنی کیا ہم ان کو حکومت سے نکال باہر نہ کردیں اور ان سے کی ہوئی بیعت توڑ کر ان سے جنگ نہ کریں۔ **(آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم رکھیں)** یعنی جب تک سلاطین و حکام مسلمانوں میں جمعہ و عیدین قائم کریں، مسجدوں کا انتظام کریں، نمازوں کا اہتمام کریں تب تک تم ان کو علیحدہ نہ کرو ان کی بیعت نہ توڑو کیونکہ نمازیں قائم کرنا مؤمن ہونے کی علامت ہے، جو نمازیں قائم کرتا ہے وہ دِین کا ضرور خیال رکھے گا، اِس میں نماز کی اہمیت کا اظہار ہے۔''[1]

شخص مُعَیَّن پر لعنت کا حکم:

علامہ عبد الغنی نابلسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ''لعنت سے مراد کسی کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے دور کرنا یا کہنا ہے۔ یقین کے ساتھ کسی شخص معین پر لعنت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہو یا مؤمن، گنہگار ہو یا فرمانبردار کیونکہ کسی کے خاتمے کا حال کوئی نہیں جانتا البتہ جس کا کفر پر مرنا یقینی طور پر ثابت ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے جیسا کہ ابو جہل کے کفر پر مرنے پر اجماع ہے۔''[2] فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ ''لعنت بہت سخت چیز ہے، ہر مسلمان کو اس سے بچایا جائے بلکہ لعین کافر پر بھی لعنت جائز نہیں جب تک اس کا کفر پر مرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔''[3]

---

1 . . . مرآۃ المناجیح، ۵ / ۳۴۳۔

2 . . . حدیقۃ ندیۃ، النوع التاسع من الانواع الستین اللعن، ۲ / ۲۳۰، ۲۳۱ ملتقطاً۔

3 . . . فتاویٰ رضویہ، ۲۱ / ۲۲۲۔

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) بہترین حکمران وہ ہیں جن سے رعایا محبت کرتی ہو اور وہ بھی رعایا سے محبت کرتے ہوں اور بدترین حکمران وہ ہیں جن سے لوگ بُغض رکھیں، ان پر لعن طعن کریں اور وہ حکمران بھی ویسا ہی کریں۔

(2) ظالم، عیش پرست، ملک و رعایا سے لاپروا اور فساق و فجار حکمران خدا کا عذاب ہیں۔

(3) عادل و منصف، ملنسار، دُکھ دَرد اور نماز میں شریک ہونے والے حُکّام **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہیں۔

(4) عادل و منصف و امورِ سلطنت و معیشت میں اِصلاح کرنے والے حکمرانوں اور رعایا کے درمیان امان کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس سے محبت، رضامندی اور خیر خواہی کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

(5) کسی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں چاہے وہ کافر ہو یا مؤمن، گنہگار ہو یا فرمانبردار کیونکہ کسی کے خاتمے کا حال کوئی نہیں جانتا البتہ جن کا کفر پر مرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہو ان پر لعنت جائز ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں عدل و انصاف کرنے والے حکمران عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 662

تین قسم کے جنتی لوگ

عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَھْلُ الْجَنَّۃِ ثَلَاثَۃٌ: ذُوْ سُلْطَانٍ مُقْسِطٌ مُوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِکُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ وَعَفِیْفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُوْ عِیَالٍ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عِیاض بن حِمار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جنتی لوگ تین (قسم کے) ہیں: **(1)** عدل

[1] . . . مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا... الخ، ص ۱۱۷۳، حدیث: ۲۸۶۵ ملتقطا۔

کرنے والا حاکم جسے توفیق دی گئی ہو **(2)** رحم دل انسان جو اپنے رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لیے نرم دل ہو اور **(3)** وہ پاک دامن مسلمان جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے بچنے والا ہو۔“

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: تین قسم** کے لوگ جنتی ہیں: **پہلا** مسلمانوں کے کسی معاملے پر ذمہ دار بنایا گیا وہ حاکم ہے جو عدل وانصاف کرنے والا اور توفیق یافتہ ہو یعنی اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے رضا والے کام کرنے اور اس کے منع کردہ کاموں سے بچنے کی توفیق حاصل ہو۔ **دوسرا** وہ رحم دل انسان جو اپنے رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لیے نرم دل ہو یعنی دل کی صفائی اور نرمی کے سبب اُس میں درشتی اور سختی نہ کرے بلکہ وہ ان پر شفیق اور ان کے احوال پر مہربان ہو۔ یہاں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کی طرف اشارہ بھی ہے۔ **تیسرا** وہ پاک دامن مسلمان جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے بچنے والا ہو۔ یعنی اسے اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ پر کامل یقین اور وثوق ہے کہ اس نے اپنے بندوں کے رزق کا ذمہ لیا ہے لہٰذا وہ کسی سے مانگتا نہیں۔[1]

حاکم کی درستی سے رعایا خود دُرست ہو جاتی ہے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”یعنی میری اُمّت میں تین قسم کے لوگ یقیناً جنتی ہیں۔ **(عدل کرنے والا حاکم جسے توفیق دی گئی ہو)** یعنی جسے **اللہ** حکومت بھی دے تو وہ لوگوں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کرے اسے خیر کرنے خیر کرانے کی توفیق ملے کہ حاکم درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے۔ **(رحم دل انسان جو اپنے رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لیے نرم دل ہو)** یعنی عوام مسلمانوں پر عموماً اور اپنے عزیز قرابت داروں پر خصوصًا مہربان ہو۔ **(اور وہ پاک دامن مسلمان جو عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے بچنے والا ہو)** یعنی وہ مسلمان جو باوجود عیالدار ہونے کے کسی سے بھیک نہ مانگے گناہ کے قریب نہ جاوے۔“[2]

جنت کی طرف سبقت کرنے والے:

شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں:** ”یہ تین قسم کے

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی الوالی العادل، ۳/۱۲۵، تحت الحدیث: ۶۶۱ ملتقطاً۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/۵۵۳۔

جنتی لوگ اس لائق ہیں کہ ان کو جنت کی طرف سبقت کرنے والوں اور مقربین میں شامل کیا جائے۔ مُوَفَّق اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے لیے اسبابِ خیر مہیا ہوں اور نیکی کے تمام دروازے اس پر کشادہ ہوں۔ رحم دل اور نرم دل ایسا ہو کہ ہر ایک پر مہربان ہو خواہ اپنا ہو یا بیگانہ۔ ان تین قسم کے جنتی لوگوں میں وہ پارسا شخص بھی داخل ہے جو تنگ دست اور عیال دار ہے مگر اس کے باوجود وہ حرام کا ارتکاب نہیں کرتا اور نہ ہی دستِ سوال کسی کے سامنے دراز کرتا ہے۔ قرآن پاک نے ایسے ہی بندوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ﴾ (پ۳، البقرۃ: ۲۷۳) ترجمۂ کنزالایمان: نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب۔[1]

مدنی گلدستہ

”اِنصاف“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اُس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جنت میں سبقت کرنے والوں میں سے یہ تین قسم کے لوگ بھی ہیں: (۱) عدل کرنے والا حاکم (۲) رحم دل انسان (۳) وہ پاک دامن مسلمان جو عیال دار ہونے کے باجود سوال کرنے سے بچتا ہو۔

(2) بندہ ربّ تعالیٰ پر کامل یقین اور وثوق رکھے کہ اُس نے رِزق اپنے ذمہ کرم پر لیا ہے۔

(3) اللہ عَزَّوَجَلَّ جسے حکومت دے تو وہ لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے کہ حاکم کے درست ہو جانے سے رعایا خود درست ہو جاتی ہے۔

(4) رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کے ساتھ رحم دلی سے پیش آنا چاہیے کہ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔

(5) جس کے لیے اَسبابِ خیر مہیا ہوں اور نیکی کے تمام دروازے اس پر کشادہ ہوں وہ توفیق یافتہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں انصاف سے کام لینے اور مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۴/ ۱۲۷۔

باب نمبر:80

حُکمرانوں کی اِطاعت کابیان

جائز اُمور میں حکمرانوں کا حکم ماننے کے وجوب اور ناجائز کاموں میں ان کی اطاعت کی حُرمت کا بیان

معاشرے کا حکومتی نظام رِعایا اور حکمرانوں سے مل کر چلتا ہے۔ دِینِ اسلام حکمرانوں کو رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور رِعایا کو حکمرانوں کا حکم ماننے کی تاکید کرتا ہے۔ جیسے حکمرانوں پر رعایا کی دیکھ بھال لازم ہے ویسے ہی رعایا پر بھی اپنے حکام کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ حاکم وامیر اپنے ماتحتوں کے لئے ڈھال کی مانند ہوتے ہیں جس کے زیر سائے وہ دشمن کے حملوں اور دیگر کئی خطرات سے مامون رہتے ہیں۔ اچھے حاکم کو رحمتِ الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ حکمرانوں کے خلاف بغاوت کرنے والوں کے لئے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں کیونکہ حکمرانوں کی مخالفت سے اسلام کی اجتماعیت کو نقصان پہنچتا ہے، افتراق و انتشار کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جبکہ شریعت اِسلامیہ کو مسلمانوں کا متحد رہنا پسند ہے۔ ہاں اگر کوئی امیر یا حاکم شریعتِ اسلامیہ کے خلاف کوئی حکم دے تو اس معاملے میں اس کی اطاعت واجب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”حکمرانوں کی اطاعت“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 11 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے۔

مسلمانوں کو اطاعت کا حکم

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ (پ۵، النساء: ۵۹)

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

عَلَّامَہ اِسْمَاعِیْل حَقِّی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: اِس آیت مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جب بادشاہ وحکمران قرآن وسنت کی پیروی کریں تو رعایا پر ان کی تابعداری واجب ہے۔ اگر کتاب وسنت کے خلاف کام کریں تو ان کی اطاعت ہرگز لازم نہیں۔ حدیث پاک میں ہے: ”خالق کی نافرمانی والے کام میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔“ ایک اور حدیثِ پاک میں ہے: ”جو حاکم مخلوق پر ظلم نہ کرے، جھوٹ نہ بولے اور ان سے کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی نہ کرے تو بے شک اس کی مروت کامل ہو گئی، اس کا عدل وانصاف ظاہر ہو گیا اور اس کے ساتھ بھائی چارہ رکھنا لازم ہو گیا۔“ اُمَراء وحکام پر لازم ہے کہ خوفِ خدا اپنائیں، اپنے

باطن کی اصلاح کریں اور اَحکامِ شرعیہ کو حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت کے مطابق جاری کریں یہاں تک کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اُن کی طرف دیکھنے والوں کے دِلوں میں اُن کا رُعب ودبدبہ اور ہیبت ڈال دے اور پھر انہیں ظاہری صورت وہیئت میں اپنی حفاظت کی محتاجی نہ رہے۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:663 **گناھوں میں کسی کی اِطاعت جائز نہیں**

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَۃُ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِہَ اِلَّا اَنْ یُّؤْمَرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَۃٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَۃَ۔[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حُضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "ہر مسلمان پر (حاکم کا حکم) سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے چاہے اسے وہ حکم پسند ہو یا ناپسند، سوائے گناہ کے حکم کے کہ جب گناہ کا حکم دیا جائے تو اسے نہ سننا لازم ہے اور نہ ہی اس کی اطاعت کرنا لازم۔"

حکمرانوں کی اطاعت کا حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور میں حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کا حکم اگر کسی وجہ سے ناپسند ہو مگر ناجائز نہ ہو تو اسے ماننے ہی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے کیونکہ نہ ماننے کی صورت میں شریعت کی نافرمانی کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو سزا یا ذلت ورُسوائی کے لئے بھی پیش کرنا ہے۔ لہٰذا عقلمند کو چاہیے کہ حکام کا ہر وہ حکم جو شریعت کے خلاف نہ ہو بقدرِ استطاعت اسے ضرور بجالائے۔ ہاں خلافِ شرع حکم ہرگز نہ مانا جائے، مگر اس صورت میں بھی ان سے بغاوت کی اجازت نہیں کہ بغاوت بہت بڑے فتنے کا پیش خیمہ ہے۔

حاکمِ اسلام سے بغاوت کی اجازت نہیں:

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حاکمِ اسلام کا کلام سننا اور اس کی اطاعت کرنا

1 . . . تفسیر روح البیان، پ ۵، النساء، تحت الآیۃ: ۵۹، ۲/ ۲۲۹۔

2 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء۔۔۔ الخ، ص ۷۸۹، حدیث: ۴۷۶۳۔

ہر مسلمان پر واجب ہے، چاہے وہ حکم طبیعت کے موافق ہو یا نہ ہو لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ کسی گناہ کا حکم نہ دے، اگر گناہ کا حکم دے تو اس کی اطاعت ہر گز جائز نہیں، مگر اس صورت میں بھی اس سے جنگ کرنا جائز نہیں۔"[1] عمدۃ القاری میں ہے: "قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جائز کام میں حاکم کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے اور ناجائز کام میں حرام ہے۔ اس حدیث سے خارجیوں نے استدلال کیا کہ ظالم حاکم کی اطاعت لازم نہیں اس کے خلاف بغاوت کرنا ضروری ہے لیکن اکثر علما یہ کہتے ہیں جب ظالم حاکم کی حکومت قائم ہو جائے اور لوگوں کا معاملہ اس کے سپرد ہو جائے تو اس کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کی بیعت کو مسترد کرنا جائز ہے البتہ اگر ظالم حاکم سے کفر سرزد ہو یا وہ نماز قائم نہ کرے تو اس کے خلاف بغاوت کرنا اور اس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنا جائز ہے اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر کسی اور گناہ یا ظلم کے سبب اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے کیونکہ بغاوت نہ کرنے کی صورت میں عورتوں کی عِصمت، مال واَسباب اور لوگوں کی جان کی حفاظت ہے بغاوت کرنے سے اسلامی شان و شوکت میں کمی ہو گی لہٰذا ظالم حاکم کے خلاف جنگ جائز نہیں۔"[2]

عَلَّامَہ اَبُوْ عَبْدُاللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِیْ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حاکم اگر کسی جائز کام کا حکم دے تو اس کی اطاعت واجب ہے اور ناجائز کام کا حکم دے تو ہر گز اس کی اطاعت نہ کی جائے۔ پھر اگر وہ ناجائز کام کفر ہو تو مسلمانوں پر اس حاکم کو معزول کر دینا واجب ہے۔ اسی طرح اگر وہ دِین کے کسی رکن کا اہتمام نہ کرائے، مثلاً نماز، رمضان کے روزے اور حدودِ شرعیہ کا نفاذ ترک کر دے یا ان سے منع کرے یا شراب و زنا کو جائز قرار دے یا ان سے منع نہ کرے تب بھی اسے معزول کیا جائے گا۔ اور اگر وہ دِین میں کوئی بُرا کام رائج کرے اور لوگوں کو اس کی طرف بلائے تو جمہور (شوافع) علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک اسے معزول کیا جائے گا۔ اور بصری (احناف) فقہائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلَام کے نزدیک اس صورت میں اسے معزول نہیں کیا جائے گا۔ اَحناف کی دلیل یہ حدیث پاک ہے: "سنو اور اطاعت کرو جب تک ایسا کھلا کفر نہ دیکھ لو جس کے

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ٧/٢٤٧، تحت الحدیث: ٣٦٦٣۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الجھاد والسیر، باب السمع والطاعۃ للامام، ١٠/٢٧٥، تحت الحدیث: ٢٩٥٥۔

بارے میں تمہارے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی دلیل موجود ہو۔" اس حدیث میں حکمرانوں کی اطاعت کے وجوب کا ثبوت ہے اگرچہ وہ بدعتی ہی کیوں نہ ہوں۔ بہر حال جب وہ کسی معصیت مثلاً کسی کا مال ناحق چھیننے، کسی کو ناحق قتل کرنے یا مارنے کا حکم دیں تو ایسے معاملات میں ہرگز ان کی اطاعت نہ کی جائے۔"[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! شریعتِ مُطَہَّرہ نے حکمرانوں کی اطاعت کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی قرار دیا ہے۔ جو حکمران شریعت و سنت کے مطابق اَحکام جاری کریں اور خود بھی پابند شریعت ہوں انہیں ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنی رضا کا مژدہ سنایا ہے اور جو حکمران شریعت وسنت کی نافرمانی کریں ان کے لئے بہت سخت وعیدیں ہیں۔ چنانچہ،

حکام کی اِطاعت، ربّ تعالیٰ کی اِطاعت:

حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرو ان کی مخالفت نہ کرو۔ ان کی اطاعت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھے اس لئے مبعوث فرمایا ہے تاکہ میں لوگوں کو حکمت وبصیرت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اس کے راستے کی طرف بلاؤں۔ لہٰذا جو میرے اس کام میں میرا جانشین ہوا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور جس نے اس معاملے میں میری مخالفت کی وہ ہلاک ہونے والوں میں ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذمہ سے بری ہے اور جو تمہاری حکومت کی کوئی ذمہ داری سنبھالے پھر اس میں میری سنت کے خلاف عمل کرے تو اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ

"اِطاعت کرو" کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) حکمرانوں کی بات سننا اور بقدرِ استطاعت اطاعت کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

---

1 . . . المفهم، كتاب الامارة والبيعة، باب انما الطاعة مالم يامر بمعصية، ۴/ ۳۸، تحت الحديث: ۱۴۱۸۔

2 . . . كنز العمال، كتاب الامارة من قسم الاقوال، اطاعة الامير من الاكمال، ۳/ ۴۴، حديث: ۱۴۸۳۴، الجزء السادس۔

(2) ناجائز اور گناہ والے کاموں میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔

(3) حکمرانوں کا جو حکم شریعت کے خلاف نہ ہو مگر کسی وجہ سے نفس پر گراں ہو تب بھی اسے مان لینے ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

(4) عقلمند شخص ہر اس کام سے بچتا ہے جس میں اپنے آپ کو ذلت و رُسوائی پر پیش کرنا پڑے۔

(5) پابندِ شریعت حکمرانوں کی اطاعت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت اور ان کی نافرمانی میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی ہے۔

(6) شریعت و سنت کے مطابق عمل کرنے والا حاکم حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا جانشین ہے اور جو حاکم سنت کی مخالفت کرے اس کے لئے ہلاکت کی وعید ہے۔

(7) شریعت کی مخالفت کرنے والا حاکم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ذمہ سے نکل جاتا ہے اور ایسا حاکم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق ہے۔

(8) حکمرانوں کی مخالفت اور ان سے بغاوت بہت بڑے فتنے کا سبب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک اور اچھے پرہیزگار حکمران نصیب کرے اور جائز امور میں ان کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:664

اُمت پر شفقتِ نبوی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: كُنَّا اِذَا بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا: فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مَروی ہے کہ جب ہم رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرماتے: ”اُس

[1] ... بخاری، کتاب الاحکام، باب کیف یبایع الامام الناس، ۴/۴۷۵، حدیث: ۷۲۰۲ بتغیر قلیل۔

میں جس کی تمہیں طاقت ہو۔"

بقدرِ استطاعت اطاعت کا حکم:

حدیث مذکور میں حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اپنی اُمت پر شفقت و رحمت کا بیان ہے کہ آپ نے بیعت کو اِستطاعت سے مُقَیَّد کرنے کا حکم دیا تاکہ لوگوں کو ایسی تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کی انہیں طاقت نہ ہو کیونکہ مطلق بیعت کی صورت میں ہر حکم پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے چاہے اس کی طاقت ہو یا نہ ہو اور یہ ایک تکلیف دہ امر ہے، اس لئے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آسانی عطا فرمائی اور بقدرِ استطاعت اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا۔ چنانچہ **مُفَسِّر شہیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان اس حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: "حضورِ انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہم پر خود ہم سے زیادہ مہربان ہیں کہ اُمَّت پر شفقت فرماتے ہوئے بوقتِ بیعت صحابہ (عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان) سے فرماتے ہیں کہ مطلقاً اطاعت کا عہد نہ کرو بلکہ بقدرِ طاقت اطاعت کا عہد کرو تاکہ کبھی تم بدعہدی میں ماخوذ نہ ہو۔"[1]

اُمّت پر آسانی چاہنا:

حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمَّت پر شرعی اَحکام میں آسانی و تخفیف کا لحاظ فرماتے اور بعض اَفعال اس خوف سے ترک فرمادیتے کہ اُمَّت پر فرض نہ ہو جائیں، جیسے ہر نماز کے لئے مِسواک یا عشاء میں تاخیر یا صومِ وصال کو ترک کر دینا وغیرہ۔ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کیا کرتے تھے کہ کبھی کسی مسلمان کیلئے کلمات غضب و ہلاکت والی دعا زبان سے نکل جائے تو اس کو رحمت و قربت میں بدل دے اور باعث طہارت بنادے۔ جب کبھی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نماز باجماعت میں بچے کے رونے کی آواز سنتے اور اس کی ماں نماز میں ہوتی تو نماز میں تخفیف فرمادیتے تاکہ اسے پریشانی نہ ہو۔ جب کفارِ بد اَطوار نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو جھٹلایا اور حد سے زیادہ تکالیف دیں تو حضرت سَیِّدُنا جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نے حاضر ہو کر عرض کی: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے پہاڑوں پر مقرر فرشتے کو حکم دیا ہے کہ میرا نبی جو فرمائے ان کا حکم بجالاؤ۔ چنانچہ پہاڑوں کے فرشتے نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! اگر آپ چاہیں انہیں دو

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۲۔

پہاڑوں کے درمیان کچل دوں؟ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”میں پسند کرتا ہوں کہ صبر کروں اوراپنی اُمَّت سے عذاب کی تاخیر کروں شاید کہ حق تعالیٰ انہیں بخش دے اور توبہ کی توفیق دے کر اُن پر رحمت فرمائے۔“اُمّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ جب بھی حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان میں سے آسان بات کو اختیار فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو اُمَّت کے لئے آسان تر ہوتی اسے اختیار فرماتے۔ حضرت سَیِّدُنا ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی کبھی ہمیں وعظ و نصیحت فرماتے ہمیشہ نہ فرماتے۔“[1] (یعنی ہماری رعایت فرماتے۔)
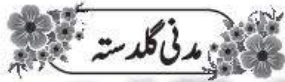
مدنی گلدستہ

”خلافت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہمارے پیارے نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہم پر خود ہم سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔

(2) آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اُمَّت پر آسانی چاہتے ہیں مشقت و سختی نہیں چاہتے۔

(3) صحابہ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان میں اطاعتِ رسول کا ایسا جذبہ تھا کہ ہر حکمِ نبوی پر دل و جان سے عمل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے چاہے انہیں کیسی ہی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا۔

(4) رعایا پر امیر کی اطاعت بقدرِ استطاعت ہی واجب ہے۔

(5) دوسروں کو اچھا مشورہ دینا اور آسانی مہیا کرنا ہمارے پیارے آقا مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اَخلاقِ کریمہ کا ایک حسین باب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں سیرتِ مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر عمل کرتے ہوئے شفقت و نرمی سے پیش آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . مدارج النبوۃ، باب دوم دربیان اخلاق عظیمہ وصفات کریمہ، ۱ / ۵۲ ملخصا۔

بیعت نہ کرنے کا وبال

حدیث نمبر:665

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول: مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللہَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِی عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.[1] وَفِی رِوَايَةٍ لَهُ: وَمَنْ مَاتَ وَهُوَ مُفَارِقٌ لِلْجَمَاعَةِ، فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم رءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا وہ بروزِ قیامت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو گی اور جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت نہ تھی تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“ ایک روایت میں ہے: ”جو اِس حال میں مرا کہ جماعت سے دور رہنے والا تھا تو بے شک وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“

حاکم کی اطاعت سے ہاتھ کھینچنا گمراہی ہے:

عَلّامہ مُحَمَّد بِنْ عَلّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”جو اپنے حاکم و امیر کی اطاعت چھوڑ کر اس سے بغاوت کرے اور جائز کاموں میں اس کی اطاعت نہ کرے اور اس حالت میں مرے کہ کسی سے بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی گمراہ ہو کر مرا جس طرح زمانہ جاہلیت میں لوگ جہالت پر مرتے تھے کہ کسی امیر کی اطاعت میں داخل نہ ہوتے اور امیر کی اطاعت کو عیب شمار کرتے بلکہ اُن میں جو طاقتور ہوتا وہ کمزور پر لوٹ مار کرتا۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو جماعت سے الگ ہو کر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا یعنی جو کسی کی بیعت میں داخل ہی نہ ہو یا کسی امیر کی بیعت کرنے کے بعد اس کی بیعت توڑ دے۔ یہاں جماعت سے حاکم یا لشکرِ اسلام مراد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ باجماعت نماز چھوڑ کر الگ نماز پڑھنا مراد ہو۔ تو جو اِن مذکورہ صفات کا حامل ہو وہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح مرے گا کیونکہ اُن کا بھی کوئی

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند۔۔۔الخ، ص ۷۹۳، حدیث: ۴۷۹۳۔

2 . . . مسند امام احمد، مسند عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، ۲/ ۳۸۲، حدیث: ۵۵۵۲۔

حاکم نہ ہوتا تھا جو ان کا محافظ ہوتا اور نہ کوئی ایسی جماعت تھی جو انہیں مجتمع کرتی۔[1] **مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”بیعت سے اگر خلیفہ و سلطانِ اسلام کی بیعت مراد ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب خلیفۂ رسول یا سلطانِ اسلام موجود ہو پھر یہ اس کی بیعتِ خلافت نہ کرے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اگر بیعت سے عام بیعت مراد ہے خواہ بیعت خلافت ہو یا بیعتِ ارادت تو حدیث مطلق ہے کہ جو بغیر مرشد پکڑے مرجائے اس کی موت کُفّار کی سی ہے۔ صوفیاء (کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام) فرماتے ہیں: جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ یہ حدیث ان کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ بیعت بہت قسم کی ہے: بیعتِ اسلام، بیعت خلافت، بیعتِ اطاعت اور بیعت ارادت۔“[2]

دلیل نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟

حدیث پاک میں فرمایا گیا: **”امیر کی اطاعت نہ کرنے والے کے پاس بروزِ قیامت کوئی دلیل نہ ہوگی۔“** اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کوئی ایسی دلیل نہ پائے گا جس کے ذریعے بوقتِ حساب حجت قائم کرسکے لہٰذا وہ عذاب اور سزا کا مستحق ہوگا کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا کتاب و سنت میں جو حکم ارشاد فرمایا وہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بہت واضح کرکے لوگوں تک پہنچادیا۔ اس کے بعد بھی جو ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچے وہ سزا کا مستحق ہے۔[3]

نیک حکمران عطیہ خداوندی:

حضور نبی رحمت شفیع اُمَّت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو حلیم و بُردبار لوگوں کو ان کا حاکم، علما کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے والا اور سخیوں کو مالدار بنادیتا ہے اور جب کسی قوم کے ساتھ بُرائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان کے بے وقوفوں کو ان کا حاکم، جاہلوں کو ان کا قاضی اور ان کے بخیلوں کو مالدار بنادیتا ہے۔“[4]

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی وجوب طاعۃ ولاۃ الامور۔۔۔الخ، ۳/۱۲۷، تحت الحدیث: ۲۶۳ ملخصا۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/۳۴۶۔

3 . . . المفھم، کتاب الامارۃ، باب فیمن خلع یدا من طاعۃ۔۔۔الخ، ۴/۴۲، تحت الحدیث: ۱۳۲۹۔

4 . . . مسند الفردوس، باب الالف، ۱/۲۴۶، حدیث: ۹۵۴۔

”دیانت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس نے امیر کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا تو بروزِ قیامت اس کے پاس کوئی دلیل وحجت نہ ہو گی۔

(2) جو مسلمانوں کی جماعت سے دور رہے اور اسی حالت میں مر جائے تو وہ جہالت کی موت مرتا ہے۔

(3) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے حکمرانوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا جو حکم ارشاد فرمایا اسے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بہت واضح کر کے لوگوں تک پہنچا دیا۔

(4) صوفیائے کرام رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔

(5) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو حلیم و بردبار لوگوں کو ان کا حکمران، علماء کو ان کا فیصلہ کرنے والا اور سخیوں کو مالدار بنا دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک حکمران عطا کرے اور ہمیں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:666

ہر حاکم کی اطاعت لازم ہے

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌ حَبَشِیٌّ کَاَنَّ رَاْسَہٗ زَبِیْبَۃٌ. [1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَنَس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ تم پر حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح ہو۔“

[1] ... بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ، ۴/ ۴۵۴، حدیث: ۷۱۴۲۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث مذکور میں حاکم کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے اگرچہ حاکم کتنی کم حیثیت والا ہو اور کتنا ہی بد صورت ہو پھر بھی اس کی اطاعت و فرمانبر داری لازم ہے کیونکہ حکام کی اطاعت لازم ہے اور ان کی مخالفت وبغاوت میں ملک و قوم کا نقصان ہے۔ اطاعت و فرمانبر داری کے لئے خوبصورتی اور جاہ و منزلت شرط نہیں بلکہ اس عہدے پر متمکن ہونا شرط ہے اب چاہے وہ کوئی خوبصورت شہزادہ ہو یا کوئی بد صورت غلام بہر صورت اس کی اطاعت لازم ہے۔ جب تک وہ قرآن وسنت کے مطابق حکم دے اس کی اطاعت ہی میں دِین و دنیا کی بھلائی ہے۔

ظالم حکمران کے خلاف بھی بغاوت نہ کرے:

عمدۃُ القاری میں ہے: حضرت سَیِّدُنا علامہ عبد الرحمٰن ابنِ جوزی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اُمراء وعمّال کے بارے میں ہے، ائمہ وخلفاء کے بارے میں نہیں کیونکہ خلافت کے حقدار صرف قریش ہی ہیں کسی اور کو اس میں دخل نہیں۔ اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکمران اگرچہ ظالم ہوں مگر پھر بھی اُن کے خلاف بغاوت کی ممانعت ہے کیونکہ بغاوت ایسا فتنہ ہے جو جان ومال اور عزت کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔ حاکم کے خلاف بغاوت کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے محل بنایا اور شہر کو تباہ کر دیا۔ حبشی کہنے سے معلوم ہوا کہ غیر قریشی کی بھی اطاعت لازم ہے۔ فقہائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام فرماتے ہیں: ”غیر قریشی حاکم کی بھی اس وقت اطاعت کی جائے گی جب تک وہ نماز قائم کرے، جمعہ و عیدین منعقد کرائے اور جہاد کا حکم دے۔“[1]

سننے کا حکم کیوں دیا گیا؟

(سنو اور اطاعت کرو) یعنی جن حکمرانوں کی اطاعت لازم وواجب ہے ان کی بات توجہ سے سنو اور ان کا جو حکم شریعت کے خلاف نہ ہو اس کی تعمیل کرو کہ یہ واجب ہے کیونکہ وہ شریعت کے نائب ہیں۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ صرف اطاعت کا حکم کافی تھا سننے کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے کلام

[1]... عمدۃ القاری، کتاب الاذان، باب امامۃ العبد والمولی، ۴/ ۳۱۸، تحت الحدیث: ۶۹۳۔

کا سننا اس لئے واجب ہے تاکہ لوگ ان کی طرف پوری توجہ دیں اور ان کے حکم کو احسن طریقے سے پورا کر سکیں۔ اسی لئے تو کلام پاک کی تلاوت اور خطبۂ جمعہ کے وقت سکوت اور صاحبِ شرع کی آواز کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ سننے والے کلام کو اچھی طرح سمجھ سکیں اور ان کے احکام میں غور وفکر کر سکیں اور اس کے جملہ احکام پر عمل کر سکیں۔ **(اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام امیر مقرر کردیا جائے)** یعنی تم اپنے امیر کی بات سنو اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اگرچہ فاسق وبدعتی ہو۔ **(اگرچہ اس کا سر کشمش کی طرح ہو)** یہاں کالے پن، حقارت اور اس کی قبیح صورت یا اس کے پستہ قد (چھوٹے قد) ہونے میں تشبیہ دی گئی ہے یعنی اگرچہ تمہارا حاکم پستہ قد ہو اس کا سر کشمش کی طرح ہو، بال گھنگھریالے ہوں تب بھی اس کی اطاعت کرو۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ غلام کو حاکم نہ بنایا جائے لیکن اگر کوئی غلام غلبہ پاکر کسی شہر کا حاکم بن جائے تو فتنہ کے خوف کی وجہ سے اس کی اطاعت لازم ہے۔ اس حدیث میں حکمران کی اطاعت پر اُبھارا گیا ہے اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حکمران کی اطاعت میں مسلمانوں کی اِجتماعیت، اسلام کی عزت، دشمنوں کی بیخ کنی ہے اور حدود کی پاسداری اور اسی طرح دیگر کئی عظیم فوائد ہیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”جنت عدن“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حاکم کی اِطاعت لازم ہے اگرچہ وہ بدصورت حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

(2) خلافت کے حقدار صرف قریش ہی ہیں کوئی اور خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

(3) حاکم کے خلاف بغاوت کرنے والے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے محل بنوایا اور شہر کو تباہ کر دیا۔

(4) حاکم کی اطاعت لازم ہے جب تک وہ نماز قائم کرائے جمعہ وعیدین منعقد کرائے اور جہاد کا حکم دے۔

(5) غلام کو حاکم نہیں بنایا جائے گا البتہ اگر کوئی غلام غلبہ پاکر کسی شہر کا حاکم و والی بن جائے تو پھر اس کی

1 . . . فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۱/ ۶۵۵، تحت الحدیث: ۱۰۳۹۔

جائز کاموں میں اطاعت کی جائے۔

(6) جو حکم شریعت کے خلاف نہ ہو اس میں حاکمِ اسلام کی اِطاعت لازم ہے اگرچہ وہ ظالم و فاسق ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کے خلاف بغاوت سے ملک و قوم کی تباہی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تمام جائز اُمور میں حاکم کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:667

ہر حال میں حاکم کی اطاعت

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيْ عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَاَثَرَةٍ عَلَيْكَ.(1)

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”تم پر اپنی تنگدستی اور خوشحالی میں، پسند و ناپسند میں اور تم پر کسی دوسرے کو ترجیح دی جانے کی صورت میں سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے۔“

نفس پر گراں اُمور میں حکمرانوں کی اطاعت:

امام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حکمرانوں کی اطاعت اُن اُمور میں بھی واجب ہے جو سخت اور نفس پر گراں ہوں اور شریعت کے مخالف نہ ہوں۔ ہاں اگر معصیت والے کام ہوں تو نہ سننا واجب ہے نہ ہی کسی قسم کی کوئی اطاعت جائز جیسا کہ احادیث مبارکہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ گناہوں کے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ حُکّام کی بات سنو اور اطاعت کرو اگرچہ دُنیاوی اُمور میں تم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور تمہیں تمہارا وہ حق نہ دیا جائے جو ان کے پاس موجود ہے۔ اَحادیث میں اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ تمام اَحوال میں حکمرانوں کی جائز

(1) ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية... الخ، ص ۷۸۸، حدیث: ۴۷۵۴۔

بات سنی جائے اور اطاعت کی جائے کیونکہ اس میں اجتماعیت ہے اور مخالفت کی صورت میں مسلمانوں کی اجتماعیت، دِین اور دنیا کا نقصان ہے۔"[1] عَلَّامَه مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْوَالِی فرماتے ہیں: "تجھ پر حاکم کا ہر جائز حکم ماننا لازم ہے اگرچہ دشوار ہو، تیری طبیعت کے موافق ہو یا مخالف، تُو تنگدست ہو یا خوشحال بہر صورت تجھ پر حاکم کی اطاعت لازم ہے۔ اگر تیرا حاکم تجھ پر کسی اور کو مستحق نہ ہونے کے باوجود ترجیح دے یا تیرا حق تجھ سے روک لے پھر بھی صبر کرنا اور اس کی مخالفت نہ کرنا تجھ پر لازم ہے۔"[2]

مدنی گلدستہ
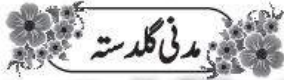
"طاعت" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) ہر اس بات سے بچنا چاہیے جو مسلمانوں میں ٹوٹ پھوٹ، بکھر جانے اور فتنہ وفساد کا باعث ہو۔

(2) اگر حق دار پر کسی غیر حقدار کو ترجیح دی جائے تب بھی امیر کی مخالفت جائز نہیں۔

(3) امیر کا ہر وہ حکم جو جائز ہو اگرچہ دشوار ہو، طبیعت کے موافق ہو یا مخالف بہر صورت ماننا لازم ہے۔

(4) ناجائز و غیر شرعی اُمور میں کسی کی اطاعت نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں نیک حکمران عطا کرے اور ہمیں جائز اُمور میں اُن کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

ہر نبی اپنی اُمت کا خیر خواہ ہے

حدیث نمبر: 668

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِيْ جَشَرِهِ اِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ فَاجْتَمَعْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ اِلَّا

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ۔۔۔الخ، ۲ / ۲۲۳، الجزء الثانی عشر۔

[2] . . . فیض القدیر، حرف العین، ۴ / ۴۲۲، تحت الحدیث: ۵۴۸۴۔

كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَّدُلَّ اُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَاِنَّ اُمَّتَكُمْ هٰذِهٖ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ اَوَّلِهَا وَسَيُصِيْبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا وَتَجِيْءُ فِتْنَةٌ يُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ مُهْلِكَتِيْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ: هٰذِهٖ هٰذِهٖ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَاْتِهٖ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَاْتِ اِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ اَنْ يُّؤْتٰى اِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ اِمَامًا فَاَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهٖ وَثَمَرَةَ قَلْبِهٖ فَلْيُطِعْهُ اِنِ اسْتَطَاعَ فَاِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عبدُاللہ بن عَمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں: ہم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ جب ایک جگہ قیام کیا تو ہم میں سے کوئی اپنا خیمہ درست کرنے لگا، کوئی تیر اندازی کرنے لگا اور کوئی اپنے جانوروں کی دیکھ بھال میں مَصروف ہو گیا۔ اتنے میں حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مُنادی نے پکارا: "نماز قائم ہونے والی ہے" پس جب ہم حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ارشاد فرمایا: "بے شک مجھ سے پہلے جو بھی نبی آیا اس پر لازم تھا کہ جس بھلائی کو جانتا ہے اس کے بارے میں اپنی اُمَّت کو آگاہ کرے اور جس بُرائی کو جانتا ہے اس سے انہیں ڈرائے۔ بے شک تمہاری اس اُمَّت کا اَوَّل زمانہ عافیت والا بنایا گیا ہے اور عنقریب اس کے آخری زمانے میں مصیبت اور ایسے اُمور ہوں گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔ ایسے فتنے رونما ہوں گے کہ دوسرا پہلے سے بھی سخت ہو گا۔ ایک فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا: یہ مجھے ہلاک کر دے گا لیکن وہ فتنہ اس سے دور ہو جائے گا پھر ایک اور فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا: یہ (مجھے ہلاک کر دے گا) یہ (مجھے ہلاک کر دے گا)۔ پس جو یہ چاہے کہ اسے آگ سے بچایا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو اسے موت اس حال میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان لانے والا ہو اور لوگوں کے پاس وہی لائے جو اسے اپنے پاس لایا جانا پسند ہو اور جس نے کسی حاکم کی پیروی کی اور اپنا ہاتھ اور دل کا پھل اسے دے دیا تو اسے چاہئے کہ بقدرِ استطاعت اس کی اطاعت کرے اور اگر کوئی حاکم سے جھگڑے تو اس کی گردن اڑا دو۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث پاک میں بھی حکمرانوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کہ جائز

[1] ... مسلم، کتاب الامارۃ، باب الامر بالوفاء ببیعۃ الخلفاء الاول فالاول، ص ۷۹۰، حدیث: ۴۷۷۶۔

اَحکام میں بقدرِ استطاعت ان کی اطاعت لازم ہے کیونکہ جس حاکم سے بیعت کرلی اس کی اطاعت کا پختہ وعدہ کرلیا، اخلاص کے ساتھ پیروی کرنے کی اسے یقین دہانی کرائی تو اب جائز کاموں میں اس کی نافرمانی جائز نہیں بلکہ جو حاکم وقت یا حکام سے جھگڑا کرے تو اسے قوت و سختی کے ساتھ اس بغاوت سے روکا جائے تاکہ ملک و ملت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے سے محفوظ رہے۔

ایک کے ہو کر رہو:

مرآۃ المناجیح میں ہے:(یہاں)امام سے مراد دنیاوی امام بھی ہوسکتا ہے یعنی سلطانِ اسلام اور دینی امام بھی، جیسے امامِ مجتہد اور شیخِ طریقت، پہلے معنٰی زیادہ ظاہر ہیں۔ **(اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دے)** چونکہ مشائخ یا سلطان کی بیعت کے وقت شیخ یا سلطان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جاتا ہے اسی لیے حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صَفْقَةَ یَدِہٖ(اپنا ہاتھ دینا) ارشاد فرمایا۔ عُرف میں جب کسی سے کوئی پختہ وعدہ کرتے ہیں تو ہاتھ ملاکر کہتے ہیں آؤ ہاتھ ملاؤ یہ کام ضرور کرنا ہے۔ مگر یہ بیعت مردوں کے لیے ہے عورتوں سے بیعت صرف کلام سے چاہیے۔ **(دل کا پھل اسے دے دیا)** یعنی دل کا اخلاص اسے دے کہ دل سے اس کی بیعت کرے یا دل کے میوے سے مراد اولاد ہے یعنی اپنے بال بچوں سے بھی اس امام کی بیعت کرائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک کے ہو کر رہو۔ **(اگر کوئی حاکم سے جھگڑے تو اس کی گردن اڑادو)** مطلب یہ ہے کہ دوسرا شخص حکمرانی کا خواہش مند ہے اور وہ حاکمِ وقت سے جو کسی بھی وجہ سے معزولی کا مستحق نہیں ہے اپنی حکمرانی کے لئے جھگڑتا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا۔[1] **اکمال اکمال المعلم لاٗبی مالکی** میں ہے:"اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں کہ جب ایک خلیفہ کی بیعت ہوجائے پھر دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے تو پہلے خلیفہ کی بیعت صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا واجب ہے اور دوسرے خلیفہ کی بیعت باطل ہے اور اس کو پورا کرنا حرام ہے خواہ ان کو دوسرے خلیفہ کی بیعت کرتے وقت پہلے کی بیعت کا علم ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ دونوں خلیفہ الگ الگ شہروں میں ہوں یا ایک شہر میں ہوں۔ امام مازری عَلَیْہِ رَحْمَةُ اللہِ القَوِی فرماتے ہیں: ایک وقت میں دو خُلفاء کی بیعت جائز نہیں۔ امام قاضی عیاض رَحْمَةُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: اگر ایک زمانہ میں دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو اگر یہ معلوم ہو

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۸ ملتقطاً۔

جائے کہ کون سا خلیفہ بیعت لینے میں پہلے ہے تو محققین کے نزدیک وہ زیادہ حقدار ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہوسکے تو دونوں کی بیعت فسخ کردی جائے، ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب اَربابِ حل و عقد (انتظام وبندوبست کرنے والے لوگوں) پر چھوڑ دیا جائے اور ایک قول یہ کہ ان میں قرعہ اندازی کی جائے۔"[1] مرقاۃ المفاتیح میں ہے: "تمام علما کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک ہی وقت میں دو شخصوں کے لئے عقد بیعت نہیں کیا جاسکتا خواہ دارُ الاسلام بہت ہی وسیع ہو یا نہ ہو۔"[2] عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْبَارِی فرماتے ہیں: "حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمان: "اگر کوئی حاکم سے جھگڑے تو اس کی گردن اڑادو" یہ خطاب حکمرانی میں جھگڑنے والے اور اس کی بیعت لینے والے دونوں کو شامل ہے۔"[3]
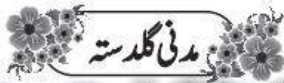
مدنی گلدستہ

"خلیفہ" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر نبی نے اپنی امت کو بھلائی کی تعلیم دی اور برائی سے ڈرایا اور اس سے دور رہنے کا حکم دیا۔

(2) اُمَّتِ مُحَمَّدِیَّہ کا اول زمانہ عافیت والا تھا اور آخری زمانے میں مصیبت اور ناپسندیدہ اُمور ہوں گے۔

(3) جو آگ سے بچ کر جنت میں داخل ہونا چاہے تو اسے موت اس حال میں آنی چاہئے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرتا ہو جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(4) جو کسی حاکم سے اخلاص کے ساتھ بیعت کرلے اس پر بقدرِ استطاعت اس کی اطاعت لازم ہے۔

(5) ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ کی بیعت کی جائے گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں فتنوں سے محفوظ فرمائے اور بقدر استطاعت حاکم کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . اکمال اکمال المعلم، کتاب الاستخلاف، باب طاعة الامراء، ٥/ ١٨٦۔

2 . . . مرقاة المفاتيح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، ٧/ ٢٥٨، تحت الحديث: ٣٦٧٦۔

3 . . . مرقاة المفاتيح، کتاب الامارة والقضاء، الفصل الاول، ٧/ ٢٦٠، تحت الحديث: ٣٦٧٩۔

حدیث نمبر:669

ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے

عَنْ اَبِیْ هُنَیْدَةَ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَاَلَ سَلَمَةُ بْنُ یَزِیْدَ الْجُعْفِیُّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللهِ اَرَءَیْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَیْنَا اُمَرَاءُ یَسْاَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَیَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا؟ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا اَبُوهُنَیْدَہ وائل بن حجر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن یزید جُعفی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے رسولِ کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم سے عرض کی: **یارسولَ الله** صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم! اگر ہم پر ایسے حکمران مقرر ہو جائیں جو ہم سے اپنے حق کا سوال کریں اور ہمارے حق سے ہمیں منع کریں تو آپ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ہمیں کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ یہ سن کر حضور صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اُن سے اِعراض فرمایا۔ انہوں نے پھر سوال کیا تو فرمایا: ”سنو اور اطاعت کرو، بے شک اُن پر وہ لازم ہے جس کے وہ پابند کئے گئے ہیں اور تم پر وہ لازم ہے جس کے تم پابند کئے گئے ہو۔“

ذمہ داری میں کوتاہی کرنے والے پر وبال ہوگا:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیثِ پاک میں حُکّام کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی مخالفت وبغاوت سے روکا گیا ہے۔ ہر ایک پر اپنی ذمہ داری پوری کرنا لازم ہے جو کوتاہی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ اگر حکمران رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو وہ جوابدِہ ہیں اور رعایا کو صبر کرنے پر ثواب ملے گا اور اگر رعایا حُکّام کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گی تو اس کا وبال ان پر ہوگا۔ لہٰذا حُکّام کو چاہیے کہ شریعت وسنت کے مطابق اپنی ذمہ داری نبھائیں، اسی طرح رعایا پر بھی ہر جائز حکم میں بقدرِ استطاعت حکام کی اطاعت وفرمانبرداری لازم ہے۔ مرقاۃ المفاتیح میں ہے: ”حضرت سیدنا ابوہُنیدہ وائل بن حجر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے نبی کریم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر ہم پر ایسے حکمران مسلط ہو جائیں جو ہم سے تو

[1] ... مسلم، کتاب الامارة، باب فی طاعة الامراء وان منعوا الحقوق، ص ۷۹۲، حدیث: ۴۷۸۲۔

اطاعت وخدمت طلب کریں مگر ہمارا حق روک لیں یعنی عدل وانصاف نہ کریں اور غنیمت وغیرہ سے حصہ نہ دیں تو ایسے حکمرانوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم ظاہراً ان کی بات سنو اور باطناً ان کی اطاعت کرو، یا قولاً ان کی بات سنو اور فعلاً ان کی اطاعت کرو۔ بے شک ان پر عدل وانصاف اور رعایا کے حقوق کی ادائیگی لازم ہے اور تم پر ان کی اطاعت اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنا ہے۔ یہ حدیث قرآنِ کریم کی اِس آیت کی مصداق ہے:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْؕ وَ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْاؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ(۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا۔

(پ۱۸، النور: ۵۴)

الحاصل سب پر ان حقوق کی ادائیگی واجب ہے جن کا انہیں مُکلّف بنایا گیا لہٰذا کوئی اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ حکمرانوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہیں اگر وہ ان میں کوتاہی کریں گے تو انہیں پر وبال اور گناہ ہو گا اور تم پر تمہاری ذمہ داری سننا، اِطاعت کرنا اور حقوق کی ادائیگی لازم ہے۔ جب تم اپنی ذمہ داری پوری کرو گے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ تم پر اپنا فضل وکرم فرمائے گا اور تمہیں اجر عطا فرمائے گا۔"[1] مرآۃ المناجیح میں ہے: "خلاصہ یہ ہے کہ اپنے حقوق کے لیے ملک کو ویران نہ کرو، بغاوت سے ملک کی ویرانی ہوتی ہے، قوم پر اَشخاص قربان ہونے چاہیے اور دِین پر تَن مَن دَھن فدا ہونے لازم ہیں۔ ان بادشاہوں اور حُکّام پر شرعًا عدل وانصاف رعایا پر وری ادائے حُقوق واجب ہے اور رعایا پر ان کی اطاعت وفرمانبرداری لازم۔ ان سے ان کی ذمہ داریوں کا سوال ہو گا اور تم سے تمہاری ذمہ داریوں کا حساب ہو گا، اگر وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں تو تم اپنے فرائض میں کوتاہی کیوں کرو تم کو اپنی قبر میں سونا ہے ان کو اپنی قبر میں سونا۔"[2]

1 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الاول، ۷/ ۲۵۶، تحت الحدیث: ۳۶۷۳۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۵۔
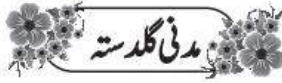
”رمضان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) اگر حکمران رعایا کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کریں تو رعایا پر پھر بھی جائز اُمور میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔

(2) حکمران اگر رعایا پر ظلم و ستم کریں تو رعایا کو چاہیے کہ وہ صبر کرے جس پر انہیں اجر دیا جائے گا اور ظلم و ستم کا وبال حکمرانوں کے سر ہو گا۔

(3) جب رعایا اپنی ذمہ داری پوری کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان پر اپنا **فضل** و کرم فرماتا ہے۔

(4) رعایا پر ظاہر اُحکّام کی بات سننا اور باطناً ان کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

(5) رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی پیروی کرنے والے کو ہدایت اور دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حکمرانوں کو نیک بنائے اور انہیں رعایا کے حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:670 حکمرانوں کا حق ادا کرنے کی ترغیب

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّهَا سَتَكُوْنُ بَعْدِیْ اَثَرَةٌ وَاُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ تَاْمُرُ مَنْ اَدْرَكَ مِنَّا ذٰلِكَ؟ قَالَ: تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِیْ عَلَيْكُمْ وَتَسْاَلُوْنَ اللهَ الَّذِیْ لَكُمْ۔[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا **عبداللہ** بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ

[1] ... مسلم، كتاب الامارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء الاول فالاول، ص ۱۰۲۹، حديث: ۴۷۷۵۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”عنقریب میرے بعد کچھ ترجیحی سلوک اور ایسے کام ہوں گے جنہیں تم ناپسند کرو گے۔“ صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم میں سے جو وہ زمانہ پائے آپ اسے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: ”تم اپنی ذمہ داری نبھانا اور اپنے حقوق اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگتے رہنا۔“

غیب کی خبر:

اَحکامُ الاَحکام میں ہے: ”یہ حدیثِ پاک ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفےٰ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ایک عظیم معجزہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی خبر دی اور بالکل ایسا ہی ہوا جیسا فرمایا۔“[1] اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”مستقبل میں ترجیحی سلوک اور ناپسندیدہ کاموں کے ہونے کی پیش گوئی یہ بات حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے معجزات میں سے ہے کہ اس خبر کا وقوع بار بار ہوا ہے۔ حدیثِ مذکور میں حاکم کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے پر اُبھارا گیا ہے۔ حاکم اگرچہ ظالم ہو لیکن پھر بھی اس کا حق ادا کیا جائے گا اور اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے گی۔ رعایا کو چاہئے کہ ظالم حاکم اور اس کے شر سے بچنے، اس سے حق تلفی دور کرنے اور اس کی اصلاح کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرے۔ ترجیحی سلوک سے مراد بیت المال میں جو حق داروں کا حق ہے اُس پر حکمرانوں کا دوسروں کو ترجیح دینا ہے۔“[2]

اپنی ذمہ داری نبھانے سے مراد:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”حدیثِ پاک میں رعایا کو تاکید کی گئی کہ **”تم اپنی ذمہ داری نبھاتے رہنا“** مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنا، جب جہاد کے لئے بلایا جائے تو اپنے آپ کو پیش کر دینا۔ تمہارے جو حقوق تمہیں نہیں دیئے جا رہے ان کے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں دعا کرنا۔ حضرتِ سَیِّدُنا زید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: جب اپنے حقوق کے بارے میں دعا کرو تو اپنی آواز پست رکھو، کیونکہ

---

1. . . العدۃ علی احکام الاحکام، کتاب الزکوۃ، ۳/ ۲۱۲۔
2. . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفا ببیعۃ الخلیفۃ۔۔۔ الخ، ۶/ ۲۳۲، الجزء الثانی عشر۔

بلند آواز سے دعا کرنے میں ظالم حکمرانوں کے عیوب لوگوں پر ظاہر ہوں گے جو ان کے لئے بے عزتی کا سبب بنیں گے اور حکمران اسے اپنے لیے گالی سمجھیں گے اور یہ مُوجبِ فتنہ وفساد ہے۔ "[1]

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! معلوم ہوا کہ حکمران اپنی ذمہ داری نبھائیں یا نہ نبھائیں رعایا کو اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے جائز اُمور میں ان کی اِطاعت کرنی چاہیے، ہاں اگر وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کا حکم دیں تو اُن کی اطاعت جائز نہیں کیونکہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی والے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم حاکم کے ظلم پر صبر کرتے ہوئے، اس سے خلاصی، اس کے شر سے بچنے اور اس کی اصلاح کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی جائے اور اپنی اصلاح کی طرف بھی بھرپور توجہ دی جائے کیونکہ رعایا کے بُرے اعمال کے سبب ہی بُرے حکمران مُسلّط کئے جاتے ہیں۔ لوگ حکمرانوں کو تو بُرا بھلا کہتے رہتے ہیں لیکن اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے، اگر رعایا سدھر جائے تو حکمران بھی سدھر جائیں۔ چنانچہ،

بادشاہوں کا بادشاہ:

حدیثِ قُدسی میں ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "میں **اللہ** ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں بادشاہوں کا مالک بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے دستِ قدرت میں ہیں، جب لوگ میری اطاعت کریں تو میں بادشاہوں کے دلوں کو رحمت و نرمی کی طرف پھیر تا ہوں اور جب لوگ میری نافرمانی کریں تو میں بادشاہوں کے دلوں کو ناراضی اور سزا کی طرف پھیر تا ہوں پھر وہ لوگوں کو سخت ایذائیں دیتے ہیں۔ تو تم اپنے بادشاہوں کو بد دعا دینے کے بجائے ذِکر اور عاجزی میں مصروف رہو تاکہ تمہارے بادشاہوں کی طرف سے میں کافی ہو جاؤں۔ "[2] مرآۃ المناجیح میں ہے: "معلوم ہوا کہ بادشاہوں کی سختی ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے اور ظالم بادشاہوں کی معزولی یا موت کی دعائیں نہ کرو ممکن ہے اس ظالم کے بعد کوئی اور بڑا ظالم تر تم پر مُسلّط ہو جائے۔ وجہِ ظلم کو دور کرو یعنی گناہوں سے توبہ کرو، تم میری اطاعت کرنے لگو حُکّام تم پر نرم ہو جائیں گے۔ [3]

---

1 . . . عمدة القاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سترون بعدی امورا تنکرونہا، ۱۶ / ۳۲۹، تحت الحدیث: ۷۰۵۲۔

2 . . . مشكاة المصابيح، كتاب الامارة والقضاء، الفصل الثالث، ۲ / ۱۲، حدیث: ۳۷۲۱۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵ / ۳۷۰، ۳۷۱ ملتقطاً۔

”صالحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) حکمران رعایا کے حقوق ادا نہ کریں تو رعایا کو ان سے بغاوت کے بجائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے دعا کرنی چاہیے۔

(2) رعایا کے بُرے اعمال کے سبب ہی بُرے حکمران مُسَلَّط کئے جاتے ہیں۔

(3) حکمران اپنی ذمہ داری نبھائیں یا نہ نبھائیں رعایا کو اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے جائز اُمور میں ان کی اطاعت لازم ہے۔

(4) بادشاہوں کی سختی رعایا کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔

(5) اگر رعایا کی اکثریت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے اَحکام کی پابندی کرے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بادشاہوں کے دلوں میں رعایا کے لئے رحمت واُلفت پیدا فرمادیتا ہے۔

(6) ظالم بادشاہوں کو بددعا دینے کے بجائے ذِکر واستغفار میں مشغول ہونا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حکمرانوں کو رعایا کے حقوق ادا کرنے اور رعایا کو ان کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 671

حاکمِ اسلام کی اطاعت کی ترغیب

عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ اَطَاعَنِی فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ وَمَنْ عَصَانِی فَقَدْ عَصَی اللہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِی وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِی۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر

[1] ... بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، ۲/ ۲۹۷، حدیث: ۲۹۵۷۔

کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔“

حَافِظ قَاضِی اَبُو الْفَضْل عِیَاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: ”اللہ عَزَّوَجَلَّ نے رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت کا حکم دیا تو جس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم کی نافرمانی کی۔ اسی طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی امیر کی اطاعت کا حکم دیا تو جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نافرمانی کی۔ یہ مُتفقہ مسئلہ ہے کہ امیر کی اطاعت انہیں کاموں میں واجب ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی اور معصیت پر مشتمل نہ ہوں۔“[1]

اتباع اور اطاعت میں فرق:

مُفَسِّرِ شَہِیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”یہ حدیث اس آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ کررہی ہے: ﴿مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ﴾ (پ۵، النساء: ۸۰) (ترجمۂ کنز الایمان: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔) خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالٰی کی بھی لازم ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بھی اور سُلطانِ اِسلام، ماں باپ، استاذ کی بھی کہ ہر بزرگ کا فرمان لائقِ عمل ہے مگر عبادت صرف اللہ تعالٰی کی ہے اور کسی کی نہیں اور اتباع صرف حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہوسکتی ہے، نہ خدا تعالٰی کی نہ کسی اور بزرگ کی۔ اِتباع کے معنٰی ہیں کسی کے نقشِ قدم پر چلنا جو اسے کرتے ہوئے دیکھنا وہ کرنا۔ قرآنِ کریم کی اتباع مجازی ہے اسی لیے قرآن مجید میں اطاعت کے ساتھ تین ذاتوں کا ذکر ہے: ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ﴾ (پ۵، النساء: ۵۹) (ترجمۂ کنز الایمان: ”حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔) اور عبادت کے ساتھ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے اُعْبُدُوا اللّٰهَ (اللہ کی عبادت کرو) اور اتباع کے ساتھ صرف حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر ہے نہ خدا تعالٰی کا، نہ کسی بندے کا۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضورِ انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت خدا تعالٰی کی اطاعت کی طرح مُطلقًا واجب ہے کہ جو بھی حکم دیں، بِلاوجہ پوچھے، بِلاوجہ سوچے سمجھے اطاعت کی جائے۔

---

[1] ... اکمال المعلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ۔۔۔ الخ، ۶/ ۲۴۰، تحت الحدیث: ۱۸۳۵۔

دوسرے بندوں کی اطاعت واجب ہے جبکہ جائز کام کا حکم دیں خلافِ شرع حکم نہ دیں۔ حضور کا حکم خود شریعت ہے اگر حضور نماز چھوڑنے یا نکاح نہ کرنے کا حکم دیں تو اس کے لیے وہ ہی حکمِ شرع ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ نہ امارت (حکومت) سے واقف تھے نہ قضاء (عدالت) سے، ان کے قبیلوں کے رئیس ہوتے تھے، جب اسلام نے یہ محکمے قائم فرمائے تو لوگوں کو تامّل اور تعجب ہوا تب یہ ارشاد فرمایا گیا (جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔۔۔ الخ) تا کہ لوگ امارت و قضاء کی اہمیت جانیں۔[1]

مدنی گلدستہ

”اِطاعت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جس نے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اِطاعت کی اس نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی اطاعت کی۔

(2) امیر کی اطاعت میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اطاعت ہے۔

(3) اتباع کے معنیٰ ہیں کسی کے نقشِ قدم پر چلنا، جیسا وہ کرے ویسا ہی کرنا۔

(4) زمانۂ جاہلیت میں لوگ امارت و قضاء سے ناواقف تھے۔

(5) اگر بادشاہ خلافِ شرع چیزوں کا حکم دے تو اس پر گناہ اور وبال زیادہ ہوتا ہے کیونکہ تمام ملک کا بوجھ اس کی گردن پر ہوتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے حکمرانوں کو شریعت کے مطابق چلنے کی اور ہمیں جائز اُمور میں ان کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

جاھلیت کی موت

حدیث نمبر: 672

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ کَرِہَ مِنْ اَمِیْرِہِ

[1] ...مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۳۸۔

شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جسے اپنے حاکم سے کوئی ناپسندیدہ شے پہنچے تو اسے چاہیے کہ صبر کرے کیونکہ جو سلطان سے ایک بالشت بھی دور نکلا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔“

جاہلیت کی موت سے مراد:

عمدۃ القاری میں ہے: ”جو اپنے حاکم سے کوئی ناپسندیدہ شے دیکھے تو چاہیے کہ صبر کرے اور حاکم کی اطاعت سے نہ نکلے کیونکہ اس میں جان کی حفاظت اور فتنے کی روک تھام ہے۔ مگر جب امیر کفر کرے یا اس سے خلاف اسلام کوئی دعویٰ ظاہر ہو تو پھر اس کی اطاعت ہر گز جائز نہیں۔ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ فسق اور ظلم کی وجہ سے سلطان کو معزول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے سلطنت کے معاملے میں اس سے جھگڑا جائے گا۔ حدیثِ پاک میں بالشت کی قید لگانے سے مراد ادنیٰ مقدار کے ذریعہ بھی سلطان کی اطاعت سے نکلنا ہے۔ جاہلیت کی موت مرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی موت اہلِ جاہلیت کی موت کی طرح ہوگی وہ لوگ بھی کسی حاکم کی اطاعت قبول نہ کرتے تھے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہو گا بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اسی حالت پر مر گیا تو گناہگار ہو کر مرے گا۔“[2]

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”اگر تم اسلامی بادشاہ کا فِسق و فُجُور کھلم کھلا دیکھو، ان کے اَحکام و اَفعال کی کوئی توجیہ نہ ہو سکے تو ان کی اطاعت نہ کرو، مگر پھر بھی ان فاسق سَلاطین پر خُرُوج نہ کرو کہ ان سے لڑنا بھڑنا باجماعِ مُسلمین حرام ہے۔ اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ بادشاہ فسق و ظلم کی وجہ سے معزول نہ ہو گا کیونکہ سلطان کا معزول ہونا بڑی تباہیٔ ملک و خوں ریزی کا باعث ہے۔ ہاں کافر سلطانِ اسلام نہیں بن سکتا، اگر مسلمان بادشاہ کافر ہو جائے تو معزول ہو گا۔“[3]

1 . . . بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سترون بعدی امورا تنکرونہا، ۴/ ۴۲۹، حدیث: ۷۰۵۳۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب الفتن، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: سترون بعدی امورا تنکرونہا، ۱۲/ ۴۲۹، تحت الحدیث: ۷۰۵۳۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۱۔

مظلوموں کی جائے پناہ:

حضور نبی کریم رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بادشاہ زمین پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ (کی رحمت) کا سایہ ہے، بندگانِ خدا میں سے ہر مظلوم اسکی پناہ لیتا ہے اگر وہ عدل سے کام لے تو اس کو اجر ملتا ہے اور رعایا پر اس کا شکر لازم ہے اور اگر وہ ظلم کرے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور ایسے وقت رعایا پر صبر کرنا ہے جب حُکّام ظلم کرتے ہیں تو قحط سالی پڑتی ہے، جب لوگ زکوٰۃ روک لیتے ہیں تو مویشی ہلاک ہونے لگتے ہیں، جب زنا عام ہو جائے تو فقر و فاقہ اور غریبی عام ہو جاتی ہے اور جب وعدہ اور ذمہ توڑا جائے تو کافروں کا غلبہ ہو جاتا ہے۔“[1]

ہلکا حساب اور اچھا ٹھکانا:

رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو بادشاہ صلہ رحمی کرے، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اپنی رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ملک کو مضبوط کر دے گا، اسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا، اس سے ہلکا حساب لے گا اور اسے اچھا ٹھکانا عطا فرمائے گا۔“[2]

”نیک حاکم“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) جو اپنے امیر سے کوئی ناپسندیدہ شے دیکھے تو صبر کرے اور امیر کی اطاعت سے نہ نکلے کیونکہ اسی میں جان کی حفاظت اور فتنے کی روک تھام ہے۔

(2) جب حکام رعایا پر ظلم و ستم شروع کر دیں تو قحط میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں۔

(3) جس قوم میں زنا عام ہو جائے تو وہاں فقر و فاقہ اور غربت عام ہو جاتی ہے۔

(4) کوئی کافر سلطانِ اسلام نہیں بن سکتا، اگر مسلمان بادشاہ کافر ہو جائے تو اسے بھی معزول کر دیا جائے گا۔

---

1. . . . شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فصل فی فضل الامام العادل، ۶/ ۱۵، حدیث: ۷۳۶۹۔
2. . . . تاریخ ابن عساکر، عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب، ۳۶/ ۲۲۳، حدیث: ۷۳۲۵۔

(5) جو قوم ذمہ و وعدہ توڑ دے اس پر کافروں کا رعب و دبدبہ بڑھا دیا جاتا ہے۔

(6) رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والے نیک بادشاہ کا حساب ہلکا اور ٹھکانا اچھا ہو گا۔

(7) جو بادشاہ صلہ رحمی کرے، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اپنی رعایا کے ساتھ عدل وانصاف سے کام لے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کے ملک کو مضبوط کر دیتا ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حکمرانوں کے ظلم و ستم سے محفوظ فرمائے اور ہمیں نیک حکمران عطا کرے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:673

سُلطان کی توہین کرنے کا وبال

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ اَھَانَ السُّلْطَانَ اَھَانَہُ اللہُ۔[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوبکرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے سلطان کی اہانت کی، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل کرے گا۔“

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیثِ مذکور سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلطانِ اسلام کا مرتبہ کتنا بلند وبالا ہے، اس کی اہانت کرنے والے کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ذلیل ورسوا فرما دیتا ہے۔ شریعت وسنت کے پابند حاکم سے کوئی افضل نہیں ہو سکتا، اس کی دعا رد نہیں کی جاتی، بروزِ قیامت اسے قُربِ خداوندی نصیب ہو گا۔ اس کے علاوہ بھی اَحادیثِ مبارکہ میں کئی مقامات پر حاکمِ اسلام کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا اور اس کی مخالفت سے منع کیا گیا ہے۔

سلطان سے مراد:

دلیل الفالحین میں ہے: ”جس نے سلطان کی اہانت کی یعنی اس کی بات نہ سنی اور اس کی اطاعت نہ کی

---

[1] . . . ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الخلفاء، ۴/ ۹۶، حدیث: ۲۲۳۱۔

تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اسے دنیا میں بھی ذلیل کرے گا اور عفو و درگزر کا معاملہ نہ ہوا تو آخرت میں بھی ذِلّت و رُسوائی کا عذاب دے گا کیونکہ اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کی اور ایسے شخص کو ذلیل کرنے کی کوشش کی جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے عزت عطا فرمائی۔ حدیثِ مذکور میں سلطان سے مراد ہر وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے امور میں سے کسی شے پر والی اور حاکم بنایا گیا ہو۔"[1]

سلطان اور بادشاہِ اسلام کی اہمیت:

حدیث مذکور میں سلطان اور بادشاہِ اسلام کی اہمیت وقدر و مَنزلت کا بیان ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں پانچ فرامین مصطفےٰ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ملاحظہ کیجئے: **(1)** "سلطان زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ (کی رحمت) کا سایہ ہے، جس نے اسے دھوکا دیا وہ گمراہ ہوا اور جس نے اس کے ساتھ خیر خواہی کی وہ ہدایت پا گیا۔"[2] **(2)** "سلطان زمین میں اللہ عَزَّوَجَلَّ (کی رحمت) کا سایہ ہے، ضعیف و کمزور اس کا آسرا پکڑتا ہے، اس کے طفیل مظلوم مدد پاتا ہے۔ پس جس نے دنیا میں سلطان کا اِکرام کیا اللہ عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اس کا اکرام فرمائے گا۔"[3] **(3)** "کوئی شخص ایسے حاکم سے افضل نہیں ہو سکتا کہ وہ جب بولے تو سچ بولے، فیصلہ کرے تو عدل وانصاف سے کام لے اور جب اس سے رحم طلب کیا جائے تو رحم کرے۔"[4] **(4)** "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تم پر حاکم بنایا ان کی اطاعت کرو اور حکومت کے لئے حاکم سے جھگڑا نہ کرو اگرچہ حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم پر تمہارے نبی اور خلفائے راشدین مَہدِیّین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔ ان کی سنت کو مضبوطی سے تھام لو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"[5] **(5)** "اپنے دل و دماغ کو بادشاہوں کو بُرا بھلا کہنے میں نہ لگاؤ بلکہ ان کی اصلاح کی دعا کرو اللہ عَزَّوَجَلَّ

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی وجوب طاعۃ ولاۃ الامور، ۳/ ۱۳۷، تحت الحدیث: ۶۷۲۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی طاعۃ اولی الامر، فی فضل الامام العادل۔۔۔الخ، ۶/ ۱۸، حدیث: ۷۳۷۶۔

3 . . . کنز العمال، کتاب الامارۃ من قسم الاقوال، الباب الاول فی الامارۃ، ۳/ ۳، حدیث: ۱۴۵۷۸، الجزء السادس۔

4 . . . کنز العمال، کتاب الامارۃ من قسم الاقوال، الباب الاول فی الامارۃ، ۳/ ۴، حدیث: ۱۴۵۸۹، الجزء السادس۔

5 . . . معجم کبیر، عبدالرحمن بن عمرو السلمی عن العرباض بن ساریۃ، ۱۸/ ۲۴۷، حدیث: ۶۲۱۔

ان کے دلوں کو تمہارے لئے نرم فرمادے گا۔"[1]

خلیفہ کی توہین کرنے والے کا انجام:

امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسجدِ نبوی شریف کے منبرِ اَقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے حِلم وحیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مُواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ نے اس بے ادبی پر اس کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور ایک سال کے اندر ہی اس کا انتقال ہو گیا۔[2]
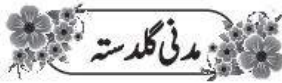
"اسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) جو سلطانِ اسلام کی توہین کرے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔

(2) جس نے دنیا میں حاکمِ اِسلام کی تعظیم کی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بروزِ قیامت اُس کی عزت اَفزائی فرمائے گا۔

(3) جس نے سلطان کو دھوکا دیا وہ گمراہ ہوا اور جس نے اس سے خیر خواہی کی وہ ہدایت پا گیا۔

(4) بادشاہ زمین پر کمزوروں کا سہارا اور مظلوموں کا مددگار ہے۔

(5) بادشاہوں کو بُرا بھلا کہنے کے بجائے ان کی اصلاح کی دعا کرنی چاہیے اس طرح **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان کے دلوں کو رعایا کے لئے نرم فرمادے گا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں اچھے اور نیک حکمران عطا کرے اور ہمیں ان کی عزت اور اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب !　　صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1. . . کنز العمال، کتاب الامارۃ من قسم الاقوال، الباب الاول فی الامارۃ، ۳/۳، حدیث: ۱۴۵۸۳، الجزء السادس۔
2. . . خصائص کبری، ذکر آیات وقعت علی اثر وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الخ، ۲/ ۴۹۸۔

باب نمبر:81

حُکمرانی طلب کرنے کی مُمانَعت

حکمرانی ایک ایسا عہدہ ہے جس کے ساتھ ہزاروں لوگوں کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں اور حقوق العباد کا معاملہ انتہائی نازک ہے اس میں وہی کامیاب ہو سکتا ہے جس کے لئے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت شامل حال ہو اور جو شخص محض دنیا کمانے کی خاطر نااہل ہونے کے باوجود کسی عہدے کو حاصل کرے تو یقیناً وہ دنیا و آخرت میں خسارہ اٹھانے والا ہوگا۔ ہمارے اَسلاف عہدہ قبول کرنے یا اس کی خواہش کرنے کو ناپسند فرماتے تھے یہاں تک کہ ہمارے امام و پیشوا حضرت سَیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو عہدہ قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا لیکن آپ نے انکار کیا جس پر آپ کو کوڑے مارے گئے اور جیل میں قید کر دیا گیا مگر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے یہ تمام تکالیف برداشت کیں لیکن عہدہ قبول نہ فرمایا۔ شارحِ ریاض الصالحین عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اس باب کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حکمرانی طلب کرنا یعنی حاکم وقت سے حکومتی منصب مانگنا۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اُس کے سوا دیگر افراد بھی حکومتی عہدے کی اہلیت رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں بہتر یہ ہے وہ حکومتی عہدہ طلب نہ کرے اور اگر اس کے سوا کوئی حکومتی عہدے کا اہل نہ ہو تو ایسی صورت میں اسے حکومتی عہدہ طلب کرنا لازم و ضروری ہے۔ اگر کسی کو حکومتی منصب سے نہ تو رزق کا حصول مقصود ہے اور نہ مناسب کمائی کا ذریعہ تو اسے حکومتی عہدہ طلب کرنا منع نہیں اگرچہ اس کے علاوہ دوسرے بھی اہلیت رکھتے ہوں۔“[1] ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **”حکمرانی طلب کرنے کی ممانعت“** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اس باب میں 1 آیتِ مبارکہ اور 4 احادیث طیبہ ذکر فرمائی ہیں۔ پہلے آیتِ مبارکہ کا ترجمہ و تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

آخرت کا گھر ان کے لئے ہے جو۔۔۔!

اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا

ترجمۂ کنزالایمان: یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے

[1] . . . دلیل الفالحین، باب فی النھی عن سوال الامارۃ۔۔۔الخ، ۳/۱۳۷ ملخصاً۔

يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ (پ ۲۰، القصص: ۸۳)

کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد اور عاقبت پرہیز گاروں ہی کی ہے۔

اِمام جَلَالُ الدِّیْن سُیُوطی شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”امام ابنِ ابی شیبہ حضرت سَیِّدُنا سعید بن جبیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ عُلُوًّا سے مراد سرکشی ہے۔ امام ابن منذر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا ابن جریج رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے نقل کرتے ہیں کہ عُلُوًّا سے مراد خود کو عظیم جاننا اور ظلم کرنا ہے اور فَسَادًا سے مراد نافرمانیاں ہیں۔ امام عبد بن حمید رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا عکرمہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے روایت نقل کرتے ہیں یعنی ہم دارِ آخرت کو ان لوگوں کے لئے بنا دیں گے جو زمین میں تکبر نہیں کرتے اور حکمرانوں اور بادشاہوں کے ہاں شرف و منزلت نہیں چاہتے اور نہ ہی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی کے کام کرتے ہیں اور نہ ہی ناحق مال لیتے ہیں اور عَاقِبَۃُ سے مراد جنت ہے۔ امام ابن ابی حاتم رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے روایت کرتے ہیں کہ عُلُوًّا سے مراد یہ ہے کہ وہ بادشاہوں کے پاس شرف و عزت نہیں چاہتے۔ ابن عساکر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ حضرت سَیِّدُنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت نقل کرتے ہیں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ جب حاکم تھے تو بازار میں تنہا چلا کرتے، راستہ بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرتے، کمزور کی مدد کرتے، سبزی فروشوں اور سامان بیچنے والوں کے پاس سے گزرتے تو ان پر مذکورہ آیت تلاوت کرکے فرماتے: یہ آیت عدل کرنے والے اور تواضع کرنے والے حاکموں اور اہل قدرت کے بارے میں نازل ہوئی۔“[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حکومت کا سوال نہ کرو

حدیث نمبر: 674

عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم: يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ لَا تَسْاَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْاَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ

[1] . . . تفسیر درمنثور، پ ۲۰، القصص، تحت الآیۃ: ۸۳، ۶ / ۴۴۴ ملتقطاً۔

مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید عبد الرحمن بن سَمُرَہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''اے عبد الرحمٰن بن سمرہ! حکومت کا سوال نہ کرو اگر بغیر مانگے مل جائے تو تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر مانگنے پر حاصل ہوئی تو تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور اگر کوئی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھو تو بہتر کام کو انجام دو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔''

کوئی بھی عہدہ مشقت سے خالی نہیں:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی مذکورہ حدیث پاک کے تحت فرماتے ہیں: ''ممکن ہے کہ حضرت سَیِّدُنا عبد الرحمٰن بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کسی حکومتی عہدے کا سوال کیا ہو جس پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں حکومتی عہدہ مانگنے سے منع فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان کے دل کا حال آپ کو بتادیا ہو کہ وہ کوئی حکومتی منصب مانگنے آئے ہیں جس پر آپ نے انہیں حکومتی عہدے کی طلب سے ممانعت فرمادی۔ امام قرطبی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: یہاں بظاہر ممانعت سے مراد تحریم (یعنی حرام ہونا) ہے جس پر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے: ''**اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں کسی ایسے شخص کو حاکم نہیں بناؤں گا جو عہدے کا سوال کرے یا اس کی حرص کرے۔'' ''بغیر مانگے مل جائے تو تمہاری مدد کی جائے گی یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنی توفیق سے حق کے لئے تمہاری مدد فرمائے گا۔ علامہ مہلب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد کس طرح فرمائے گا؟ اس کی تفسیر اس حدیثِ پاک میں ہے کہ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے منصبِ قضاء کو طلب کیا اور لوگوں سے سفارش کروا کے اس منصب کی طلب میں مدد حاصل کی تو وہ منصب اس کے نفس کے سپرد کر دیا جائے گا اور جس کو زبردستی منصبِ قضاء دیا گیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد کے لئے ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کو سیدھی راہ پر قائم رکھے گا۔'' اگر مانگنے پر

[1] . . . بخاری، کتاب کفارات الایمان، باب الکفارۃ قبل الحنث وبعدہ، ۴/ ۳۱۱، حدیث: ۶۷۲۲ بتغیر۔

حکومتی منصب ملا تو اسی کے سپرد کر دیا جائے گا اور جسے اپنے نفس کے سپرد کیا گیا وہ ہلاک ہوا۔ مطلب یہ ہے جس نے عہدے کو خود طلب کیا تو حرص کی وجہ سے اس کی مدد نہیں کی جائے گی۔ فتح الباری میں ہے: "کوئی بھی عہدہ مشقت سے خالی نہیں ہوتا اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی مدد نہ ہو تو وہ مصیبت میں پڑے گا اور دنیا وآخرت میں نقصان اٹھائے گا۔ جو عقل مند ہوتا ہے وہ کبھی عہدے کی طلب میں نہیں پڑتا اور اگر بغیر سوال کے مخفی طور پر دے بھی دیا جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی مدد کا سچا وعدہ ہے۔"[1]

حکومتی منصب طلب کرنا مکروہ ہے:

عمدۃ القاری میں ہے: "نفس کے سپرد ہونا ہلاکت میں پڑنا ہے اسی وجہ سے حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ دعا فرمائی: "الٰہی! مجھے میرے نفس کے سپرد نہ کرنا۔" اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس منصب کا تعلق حکومت کے ساتھ ہو اس کو طلب کرنا مکروہ ہے۔"[2]

بزرگانِ دین حاکم بننے سے سخت مُتنفر تھے:

مرآۃ المناجیح میں ہے: دنیاوی امارت وحکومت طلب کرنا ممنوع ہے مگر دینی امارت طلب کرنا عبادت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سے دعا کیا کرو کہ ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ (پ ١٩، الفرقان: ٧٤) خداوندا ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔ خیال رہے کہ سلطنت، حکومت، نفسانی خواہش، دنیاوی مال، عزت کی لالچ سے طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے طالب جاہ لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں مگر جب نااہل سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کر رہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے ہوں تو دِین وملک کی خدمت کے لیے حکومت چاہنا حاصل کرنا ضروری ہے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام نے بادشاہِ مصر سے فرمایا تھا: ﴿اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآىِٕنِ الْاَرْضِۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴾ (پ ١٣، یوسف: ٥٥) (ترجمۂ کنزالایمان: مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بے شک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔) لہٰذا یہ حدیث ان مذکورہ دونوں آیتوں کے خلاف نہیں کہ اس حدیث میں طمع دُنیاوی کے لیے دُنیاوی امارت چاہنے کی ممانعت ہے۔ حضرت صدیق اکبر (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ) نے حضور کے پردہ فرمانے کے

---

1 ... دلیل الفالحین، باب فی النھی عن سوال الامارۃ... الخ، ٣/ ١٣٨، ١٣٩، تحت الحدیث: ٦٧٣ ملخصاً۔

2 ... عمدۃ القاری، کتاب الاحکام، باب من لم یسال الامارۃ اعانہ اللہ، ١٦/ ٣٩٢، تحت الحدیث: ٧١٤٦۔

بعد بکوشش ملک کی باگ دوڑ سنبھال لی تھی اور پھر امیر بن کر دین وملک کی خدمت کی جس سے دنیا خبر دار ہے، آج تک اسلام و قرآن کی بقا حضرت صدیق کی مرہون منت ہے۔ **(اگر مانگنے پر حاصل ہوئی تو تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا)** یہاں طلب سے مراد کوشش اور رب سے دعا دونوں ہیں جو دعائیں مانگ مانگ کر طمع مال و عزت کے لیے سلطان بنا تو رب تعالیٰ اس کی مدد نہ کرے گا وہ جانے اور حکومت جانے۔ **(اگر بغیر مانگے مل جائے تو تمہاری مدد کی جائے گی)** یعنی اگر رب کی طرف سے تم کو سلطان بننا پڑ گیا تو رحمتِ الٰہی تمہاری دستگیری کرے گی تمہارے فیصلے درست ہوں گے، ملک کا بوجھ تم سے اٹھ سکے گا، سلطنت کرنا آسان کام نہیں بغیر کرم پروردگار یہ بوجھ نہیں اٹھ سکتا۔ اس حدیث کی بنا پر بزرگان دین حاکم بننے سے سخت متنفر تھے، امام ابو حنیفہ نے جان دے دی مگر قضا قبول نہ کی۔[1]

جان دے دی لیکن عہدہ قضاء قبول نہ کیا:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب ''حکایتیں اور نصیحتیں'' کے صفحہ 327 پر ہے: حضرت سیِّدُنا بشر بن ولید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَحِید سے منقول ہے کہ خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی طرف قاصد بھیجا اور عہدۂ قضا آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے انکار فرما دیا۔ ابو جعفر نے قسم کھائی کہ تمہیں یہ کام ضرور کرنا پڑے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بھی قسم کھائی کہ میں ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت سیِّدُنا ربیع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے عرض کی: آپ دیکھتے نہیں کہ خلیفہ قسم کھا رہا ہے۔ تو فرمایا: خلیفہ اپنی قسم کا کفارہ دینے پر مجھ سے زیادہ قادر ہے۔ چنانچہ، خلیفہ نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قید کرنے کا حکم دے دیا۔ قید خانہ میں ہی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا انتقال ہوا اور آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو خیزران کے قبرستان میں سُپُردِ خاک کیا گیا۔

قسم پوری کرنے یا توڑنے کا شرعی حکم:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! حدیث پاک میں قسم کھانے اور پھر اس کے خلاف بہتری دیکھنے میں قسم

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۸۔

توڑ کر کفارہ دینے کا ذکر ہے چنانچہ صدر الشریعہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی بہار شریعت میں فرماتے ہیں: ''قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو کمی بہتر ہے اور بات بات پر قسم کھانی نہ چاہیے اور بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے (یعنی دورانِ گفتگو بار بار قسم کھانے کی عادت بنا رکھی ہے) کہ قصدو بے قصد (ارادۃً اور بغیر ارادہ کے) زبان سے جاری ہوتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی یہ سخت معیوب ہے (بہت بری بات ہے) اور غیر خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں۔ بعض قسمیں ایسی ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم کھائی جس کا بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضرور ہے۔ مثلاً خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنانہ کروں گا۔ دوسری وہ کہ اس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات (ادا) نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو قسم توڑ دے۔ تیسری وہ کہ اس کا توڑنا مستحب ہے۔ مثلاً ایسے امر (معاملہ، کام) کی قسم کھائی کہ اس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔ چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کا باقی رکھنا افضل ہے۔ قسم کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دس ۱۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔''(1)
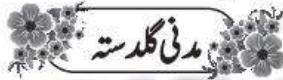
مدنی گلدستہ

''ملائکہ'' کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) جس منصب کا تعلق حکومت کے ساتھ ہو اس کو طلب کرنا مکروہ ہے اور جو اس کی حرص کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے اس کی مدد نہ ہوگی۔

(2) نفسانی خواہش اور دنیاوی مال و عزت کی لالچ سے حکومتی عہدہ طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں۔

---

1 ... بہار شریعت، ۲/ ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۵، حصہ ۹ ملتقطاً۔

(3) جب نااہل لوگ سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کررہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے ہوں تو دین وملک کی خدمت کے لیے اہل لوگوں کا حکومت حاصل کرنا ضروری ہے۔

(4) جو دعائیں مانگ کر، رشوت دے کر، لوگوں سے مدد طلب کرکے مال وعزت کی لالچ کے لیے سلطان بنا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد نہ فرمائے گا اب وہ جانے اور اس کا عہدہ۔

(5) اگر کسی کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کوئی عہدہ مل جائے یا زبردستی اسے کوئی منصب سونپ دیا جائے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مدد کے لئے ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کو سیدھی راہ پر قائم رکھتا ہے۔

(6) اگر کسی ایسے کام کے کرنے کی قسم کھائی کہ اس کے نہ کرنے میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں ہر کام میں اخلاص عطا فرمائے اور دنیاوی عزت اور شان و شوکت کی غرض سے عہدہ طلب کرنے سے محفوظ فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:675

دو آدمیوں پر امیر نہ بننا

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا اَبَا ذَرٍّ! اِنِّیْ اَرَاکَ ضَعِیْفًا وَاِنِّیْ اُحِبُّ لَکَ مَا اُحِبُّ لِنَفْسِیْ لَا تَاَمَّرَنَّ عَلَی اثْنَیْنِ وَلَا تَوَلَّیَنَّ مَالَ یَتِیْمٍ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے ابو ذر! میں تمہیں کمزور دیکھتا ہوں اور میں تمہارے لئے وہ ہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں، دو آدمیوں پر امیر نہ بننا اور نہ ہی مالِ یتیم کی ذمہ داری لینا۔"

حدیث نمبر:676

حکومت امانت ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلَا تَسْتَعْمِلُنِیْ؟ فَضَرَبَ بِیَدِہٖ عَلٰی مَنْکِبِیْ ثُمَّ قَالَ: یَا اَبَا

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ص ۷۸۳، حدیث: ۴۷۲۰۔

ذَرٍّ! اِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَاِنَّهَا اَمَانَةٌ وَاِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِيْ عَلَيْهِ فِيْهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں میں نے عرض کی: **یارسولَ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! آپ مجھے (کسی علاقے کا) حاکم کیوں نہیں بنادیتے؟ نبی کریم، رَءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دستِ مبارک میرے کندھے پر مارتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اے ابو ذر! تم کمزور ہو اور یہ (حکومت) ایک امانت ہے اور بیشک قیامت کے دن یہ ذلت و ندامت کا باعث ہوگی مگر اس شخص کیلئے جس نے اسے حق کے ساتھ لیا اور اس کے حقوق ادا کئے۔"

سیدنا ابوذر کا زُہد:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ فرمانا کہ "اے ابو ذر! تم کمزور ہو۔" اس ضعف کی وجہ یہ تھی کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر زُہد، دنیا کی حقارت اور اس سے اِعراض کا غلبہ تھا اور جو شخص اس مزاج کا ہو وہ دنیا کی مصلحتوں اور مال کی طرف توجہ نہیں دے سکتا حالانکہ ان کی رعایت کی وجہ سے دینی مصلحتیں اور امور مُنْتَظَم ہوتے ہیں جبکہ حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ زُہد میں اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ آپ نے مطلقاً مال جمع کرنے کو حرام قرار دے دیا تھا اگرچہ اس کی زکوۃ ادا کی جائے۔ جب حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے زہد اور دنیا سے اِعراض کو جان لیا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت ابو ذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو نصیحت فرمائی اور انہیں عہدے اور مالِ یتیم کا متولی بننے سے منع فرمایا۔ یہ حکومت دنیا میں ایک امانت ہے جس نے اس کا پورا پورا حق ادا کیا اور خیانت نہ کی تو وہ بری الذمہ ہے اور جس نے خیانت کی اور مستحق کو اس کا حق نہ دیا تو یہ عہدہ قیامت کے دن اس کے لیے ذلت ہوگا۔ جو شخص نااہل ہونے کے باوجود حکومت حاصل کرے یا عدل و انصاف قائم نہ کرے تو یہ عہدہ اس کے لیے ندامت ہوگا اور جو عدل و انصاف قائم کرے تو اس کے لیے بہت بڑا اجر ہے وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جنہیں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔[2]

---

1 . . . مسلم، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ص ۷۸۳، حدیث: ۱۸۲۵۔

2 . . . دلیل الفالحین، باب فی النھی عن السوال الامارۃ۔۔۔ الخ، ۳/۱۴۰، ۱۴۱، تحت الحدیث: ۶۷۵ ملخصا۔

حکومت میں داخل ہونا پُر خطر ہے:

اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حکومتی عہدہ طلب کرنے سے بچنے کے لئے یہ حدیث پاک بہت قوی دلیل ہے خصوصاً اس شخص کے لئے کہ جس میں ضعف اور کمزوری ہو۔ جہاں تک ذلت اور ندامت کی بات ہے تو یہ اس شخص کے لئے ہے جو اَمارت و حکومت کی اہلیت نہ رکھتا ہو یا اہل تو ہو مگر عدل و انصاف قائم نہ کر سکے تو ایسے شخص کو **الله** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن ذلیل و رُسوا کرے گا اور وہ اپنی ان کوتاہیوں پر نادم ہو گا جو اس سے سرزد ہوئیں۔ رہا وہ شخص کہ جو اَمارت اور سربراہی کے لائق ہو اور حاکم بننے کے بعد عدل و اِنصاف قائم کرے تو اس کا اجر بہت بڑا ہے جیسا کہ کئی احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے بہر حال حکومت کرنا خطرے سے خالی نہیں اسی وجہ سے بہت سے اکابر بزرگانِ دِین کوئی بھی عہدہ لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔“[1] **مُفَسِّرشہیر مُحَدِّثِ کَبِیْر حَکِیْمُ الْاُمَّت** مُفْتِی احمد یار خان عَلَیْهِ رَحْمَةُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: **(اے ابوذر! میں تمہیں کمزور دیکھتا ہوں)** دیکھنے سے مراد ہے معلوم کر لینا چونکہ حضور کا اندازہ ہمارے عین الیقین سے اعلیٰ ہے اس لیے اَرَاكَ (یعنی میں دیکھتا ہوں) فرمایا۔ **(میں تمہارے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں)** یعنی اگر ہم ضعیف ہوتے تو ہم بھی حکومت و سلطنت اختیار نہ فرماتے چونکہ ہم کو اللّٰہ تعالیٰ نے قوت و طاقت دی ہے کہ نبوت و حکومت دین و دنیا دونوں کو سنبھال سکتے ہیں اس لیے ہم نے یہ قبول کی، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ **(دو آدمیوں پر امیر نہ بننا اور نہ ہی مالِ یتیم کی ذمہ داری لینا)** یعنی اے ابوذر! عام لوگوں پر حکومت تو بہت مشکل ہے تمہارے لیے تو ضروری ہے کہ تم دو شخصوں کے پنچ (فیصلہ کرنے والے) بھی نہ بنو بلکہ ایک یتیم کے مال کے متولی بھی نہ بنو کہ اس کی ذمہ داری بھی بہت ہے اور تم تارک الدنیا اللّٰہ والے ہو۔ اس حدیث سے آج کل کے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ممبری وزارت صدارت کے لیے سر پھوڑے مرے جاتے ہیں۔[2]

ظالم کیلئے رُسوائی اور عادل کیلئے ندامت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: **(حضرت سَیِّدُنا ابوذر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے عرض کی:** یارسولَ اللّٰہ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم!

---

[1] . . . شرح مسلم للنووی، کتاب الامارۃ، باب کراھۃ الامارۃ بغیر ضرورۃ، ٢ / ٢١٠، الجزء الثانی عشر ملخصا۔

[2] . . . مرآۃ المناجیح، ٥ / ٣٥٠۔

آپ مجھے (کسی علاقے کا) حکمران کیوں نہیں بنادیتے؟) تا کہ مجھے عدل و انصاف کرنے کا ثواب ملے یہ ثواب بے شمار ہے آپ کی یہ گزارش حرصِ دنیا کی بنا پر نہ تھی بلکہ طلبِ اجر کے لیے تھی اور اس وقت تک طلبِ حکومت سے حضور نے منع نہ فرمایا تھا۔ **(نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنا دست مبارک ابوذر** رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **کے کندھے پر مارتے ہوئے)** از راہ شفقت و محبت تا کہ ان کو اس سے منع فرمادینے سے رنج نہ ہو۔ **(ارشاد فرمایا: اے ابوذر تم کمزور ہو اور یہ ایک امانت ہے)** یعنی تم سیاستدان نہیں ہو عابد زاہد تارک الدنیا ہو اور حکومت کے لیے اسلامی سیاستدانی ضروری ہے، دیکھو رب تعالیٰ نے عابد و زاہد فرشتوں کو خلیفہ نہ بنایا۔ حکومت کو امانت فرما کر اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا: ﴿ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ ﴾ (پ ۲۲، الاحزاب: ۷۲) (ترجمۂ کنز الایمان: بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بے شک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔) **(بیشک قیامت کے دن یہ ذلت وندامت کا باعث ہو گا)** یعنی حکومت و سلطنت ظالم کے لیے رسوائی ہے اور عادل کے لیے ندامت و شرمندگی، وہ سوچے گا کہ میں نے حکومت کرنے کے اوقات عبادت میں کیوں نہ گزارے۔ **(البتہ وہ شخص جس نے اسے حق کے ساتھ اختیار کیا اور اس کے حقوق ادا کئے)** یعنی حکومت و سلطنت عادل حاکم کے لیے بھی ندامت ہے مگر دو شرطوں سے ندامت نہیں بلکہ باعث کرامت ہے: **ایک یہ** کہ حق کے ساتھ حکومت اختیار کرے کہ دوسرے لوگ نااہل ہوں اور ملک و قوم و دِین کو اس کی راہنمائی کی ضرورت ہو۔ **دوسرے یہ** کہ حقوقِ رعایا ادا کرے اس کے لیے حکومت **اللّٰہ** کی رحمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سات شخصوں کو عرشِ الٰہی کا سایہ ملے گا ان میں ایک عادل سلطان ہے، نیز فرمایا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کہ عادل بادشاہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام اور حضرت سلیمان و داوٗد عَلَیْہِمَا السَّلَام، ہمارے حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سلطان بھی نبی تھے، ان کی سلطنت ان کے لیے درجاتِ عالیہ کا ذریعہ ہے، یہ حدیث بڑی دلیل ہے کہ نااہل کو حکومت میں دخل دینا نہ چاہیے اگرچہ وہ کتنا ہی متقی ہو **اللّٰہ** تعالیٰ حکام و سلاطین کو حضراتِ خُلَفَائے راشدین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ [1]

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۹۔

”صالحین“ کے 6 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 6 مدنی پھول

(1) نااہل اور جس میں حکومت وعہدہ سنبھالنے کی صلاحیت نہ ہو ایسے شخص کو حکومت سے دور رہنا چاہیے۔

(2) جو اہل اور لائق شخص حاکم بننے کے بعد عدل وانصاف قائم کرے تو اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

(3) امارت وحکومت میں داخل ہونا خطرے سے خالی نہیں اسی وجہ سے بہت سے اکابرین کوئی بھی عہدہ لینے سے انکار کر دیا کرتے تھے۔

(4) انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام کو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ایسی قوت وطاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ نبوت، حکومت، دِین ودنیا سب کو سنبھال سکتے ہیں۔

(5) اس حاکم کے لیے حکومت **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے جو عوام کے حقوق کا خیال کرے۔

(6) کسی شخص کو کسی کام سے روکنے کے لیے انداز ایسا ہونا چاہیے کہ اسے بُرا نہ لگے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

قیامت کے دِن باعِثِ نَدامت

حدیث نمبر:677

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّکُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَکُوْنُ نَدَامَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”عنقریب تم لوگ حکمرانی کی حرص کروگے اور یہ قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی۔“

[1] . . . بخاری، کتاب الاحکام، باب مایکرہ من الحرص علی الامارۃ، ۴/ ۴۵۶، حدیث: ۷۱۴۸۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! مذکورہ حدیث پاک میں نبی غیب دان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے غیب کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ”عنقریب تم لوگ حکمرانی کی حرص کروگے اور یہ قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی۔“ اور واقعی حکمرانی یا کسی عہدے کی حرص یہ ایسی چیز ہے جو انسان کو قتل و غارتگری کرنے، زمین میں فساد پھیلانے اور دیگر بہت سارے جرائم میں ملوث کر دیتی ہے اور پھر حکمرانی حاصل کرنے کے بعد مال و دولت، عزت وشہرت کی حرص پیدا ہو جاتی ہے اور اس حرص کے نشے میں انسان حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر مال و دولت جمع کرتا ہے اور یہی مال دولت اور عہدے کی حرص قیامت کے دن اس کے لئے شرمندگی اور ندامت کا باعث بنے گی۔

اچھی نیت کے ساتھ عہدہ طلب کرنا:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ ذِی الْجَلَال فرماتے ہیں: علامہ مہلب رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ امارت و حکومت پر لوگوں کی حرص کا مشاہدہ ظاہر ہے اور اسی وجہ سے لوگ امارت و حکومت کے لئے ایک دوسرے کا خون بہاتے، ایک دوسرے کی عزتوں کو پامال کرتے اور زمین میں جھگڑا و فساد کرتے ہیں تاکہ امارت و حکومت کو اپنی لذتوں کے لئے حاصل کر سکیں۔ پھر ایسی حکومت کا حال بہت بُرا ہوتا ہے کیونکہ جو شخص حکومت کی حرص کرتا ہے وہ اس حکومت کے حصول کی کوشش میں قتل کر دیا جاتا ہے یا معزول کر دیا جاتا ہے جس سے اس کو ذلت کا سامنا ہوتا ہے یا پھر اسی حال میں مر جاتا ہے اور آخرت میں اس سے لوگوں کے حقوق کا مطالبہ کیا جاتا ہے یوں اس کو ندامت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ رہا وہ شخص کہ جو اس بات کی حرص کرے کہ مسلمانوں کے جو حقوق ضائع ہو رہے ہیں ان کو وہ حقوق دلوائے جائیں یا جس وجہ سے مسلمانوں کی ضروریات پوری نہیں ہو رہی ان وجوہات کو دور کیا جائے اور کوئی ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جو مسلمانوں کے ان امور کا انتظام کر سکے تو ایسے وقت میں حکومت کے حصول کے لئے حرص کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ مسلمانوں کے جو حقوق ضائع ہو رہے ہیں وہ ان کو دلوائے جائیں اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اس وجہ سے وہ متہم نہیں ہوگا جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا خالد بن ولید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ضرورت کے وقت خود لشکر کی کمان سنبھالی۔ [1]

---

1 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاحکام، باب مایکرہ من الحرص علی الامارۃ، ۸ / ۲۱۸ ملخصاً۔

حرص سے مراد:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان **فرماتے ہیں:** ”اس (حدیث) میں خطاب سارے مسلمانوں سے ہے اور حرص سے مراد نفسانی خواہش ہے حضور کی یہ پیشگوئی آج آنکھوں دیکھی جارہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت، ممبری کے لیے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اوراس کے لیے ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔ **(یہ قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی)** کیونکہ ایسے سلطان کے ذمہ ہزاروں کے حقوق و مظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں ہے۔“(1)

مدنی گلدستہ

”عدل“ کے 3 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اوراس کی وضاحت سے ملنے والے 3 مدنی پھول

(1) حضور نبی غیب دان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یہ پیشگوئی کہ ”عنقریب تم حکمرانی کی حرص کرو گے۔“ آج آنکھوں سے دیکھی جارہی ہے کہ مسلمان صدارت، وزارت، سفارت اور ممبری کے لیے سرتوڑ کوشش کرتے ہیں اور اس کے لیے ہر جائز وناجائز حربہ استعمال کرتے ہیں۔

(2) اگر کوئی شخص اچھی نیت کے ساتھ مسلمانوں کے حقوق دلوانے اور ان کے دیگر اُمور کا انتظام کرنے کی غرض سے حکومت طلب کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(3) حکمرانی قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی کیونکہ حاکم کے ذمہ ہزاروں لوگوں کے حقوق و مظالم ہوتے ہیں جن کے حساب سے چھوٹنا آسان نہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے اور ہر اس عہدے سے **محفوظ** فرمائے جس سے آخرت میں ندامت اٹھانی پڑے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۴۹۔

باب نمبر:82

نیک وزیر کے تَقَرُّر کا بیان

بادشاہ، قاضی وغیرہ حکمرانوں کو نیک وزیر مقرر کرنے کی ترغیب اور بُرے لوگوں کی ہمنشینی اور ان کی بات ماننے سے بچنے کا بیان

وزیر یہ وِزْرٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنٰی بوجھ ہے اور وزیر کو وزیر اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حاکم سے تدبیر کا بوجھ اپنے سر لیتا ہے۔ حاکم کو اپنی حکومت چلانے کے لئے مشوروں کی حاجت پڑتی رہتی ہے لہٰذا وہ اپنی اور عوام کی فلاح وبہبود کے لئے ایسا وزیر اور مشیر مقرر کرے جو نیک، مدبر، امانت دار اور اچھا مشورہ دینے والا ہو۔ کسی شخص کو دینی اور اچھا مشورہ دینا یہ سو(100) غزوات میں شرکت کرنے سے بہتر ہے۔ مشورہ کی اہمیت اور فضیلت کو کون نہیں جانتا؟ اسلام میں باہم مشورہ کر کے کام کرنے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ مشورہ کس سے لیا جائے یہ ایک قابل غور عمل ہے کیونکہ بسا اوقات نااہل سے مشورہ کرنا یہ ہلاکت میں ڈال دیتا ہے خصوصاً بادشاہوں، قاضیوں اور حکمرانوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ نااہل شخص کو اپنا وزیر ومشیر بنا کر اُن سے مشورہ لے کر غلط فیصلے نہ کریں۔ یونہی حاکم بُرے لوگوں کو اپنا ہمنشین نہ بنائے اور ان کی باتوں پر عمل نہ کرے کیونکہ اس میں دوسروں کے ساتھ اس کی بھی ہلاکت ہے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب **"نیک وزیر کے تقرر"** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُوزَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 2 اَحادیث مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیتِ مبارکہ اور اُس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

اچھا اور بُرا دوست

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ﴿۶۷﴾ (پ ۲۵، الزخرف: ۶۷)

ترجمۂ کنزالایمان: گہرے دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔

عَلَّامَہ اَبُوْعَبْدُ اللہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: دو مومن دوست تھے اور دو کافر دوست۔ مومن دوستوں میں سے جب ایک کا انتقال ہوا تو اس نے **اللہ** تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے رب! فلاں (میرا دوست) مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم

دیتا تھا، نیکی کا حکم کرتا اور بُرائی سے منع کرتا تھا اور اس نے مجھے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہوں۔ اے میرے ربّ! میرے دوست کو میرے بعد گمراہ نہ کرنا، اسے اسی طرح ہدایت دینا جس طرح تو نے مجھے ہدایت دی اور اسے اسی طرح عزت دینا جس طرح تو نے مجھے عزت دی۔ پھر جب اس کے مومن دوست کا انتقال ہو گیا تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے ان دونوں کو اپنی بارگاہ میں جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنے دوست کے وصف کو بیان کرے تو ان دونوں دوستوں میں سے ہر ایک اپنے دوست کے بارے میں کہنے لگا: اے میرے رب! یہ مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت کا حکم دیتا، نیکی کا حکم کرتا اور بُرائی سے منع کیا کرتا تھا اور اس نے مجھے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہونے والا ہوں۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرمائے گا: ''کتنا اچھا دوست، کتنا اچھا بھائی اور کیا ہی اچھا ساتھی ہے۔'' جبکہ کافر دوستوں کا حال یہ ہوگا کہ جب ان میں سے ایک مرے گا تو وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں عرض کرے گا: اے میرے رب! فلاں (کافر دوست) مجھے تیری اور تیرے رسول کی اطاعت سے روکتا تھا، برائی کا حکم دیتا اور نیکی سے منع کرتا تھا اور اس نے مجھے یہ بھی بتایا ہوا تھا کہ میں تیری بارگاہ میں حاضر نہیں ہوں گا۔ اے میرے ربّ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اسے میرے بعد ہدایت نہ دینا اور اسے اسی طرح گمراہ کرنا جس طرح اس نے مجھے گمراہ کیا اور جس طرح اس نے مجھے ذلیل و رُسوا کیا تو بھی اسے ذلیل و رُسوا کرنا۔ پھر جب اس کا کافر دوست مرتا ہے تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان دونوں سے فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے دوست کے وصف کو بیان کرے تو ان میں سے ایک اپنے دوست کے بارے میں کہے گا: ''اے میرے ربّ! یہ شخص مجھے تیری اور تیرے رسول کی نافرمانی کا کہتا، بُرائی کا حکم دیتا اور بھلائی سے منع کیا کرتا تھا اور اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ میں تیری بارگاہ میں حاضر نہیں ہوں گا۔ اے میرے ربّ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ تو اسے دُگنا عذاب دے۔'' تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ان سے فرمائے گا ''کتنا ہی بُرا دوست بھائی اور ساتھی ہے۔'' ان میں سے ہر ایک دوسرے پر لعنت کرے گا۔[1]

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

[1] ... تفسیر قرطبی، پ ۲۵، الزخرف، تحت الآیۃ: ٦٧، ٨/ ٨٠، الجزء السادس عشر۔

حدیث نمبر:678

دو مُشِیر

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا بَعَثَ اللهُ مِنْ نَبِیٍّ وَلَا اِسْتَخْلَفَ مِنْ خَلِیْفَةٍ اِلَّا كَانَتْ لَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَاْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَحُضُّهُ عَلَیْهِ وَبِطَانَةٌ تَاْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَیْهِ وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَ اللهُ.[1]

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا ابو سعید اور حضرتِ سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے کسی بھی نبی کو نہ بھیجا اور نہ ہی کسی کو خلیفہ بنایا مگر یہ کہ اُس کے ساتھ دو مشیر مقرر کیے گئے۔ ایک مشیر اسے اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے اور اس کی ترغیب دلاتا ہے جبکہ دوسرا مشیر اسے بُرائی کا حکم دیتا اور اس کی ترغیب دلاتا ہے تو محفوظ وہی ہے جسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ محفوظ رکھے۔"

اچھے اور بُرے مشیر سے مُراد:

مرآۃ المناجیح میں ہے: یا تو خلیفہ سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں یا اس سے مراد سلطان ہے۔ بطانہ لغت میں اَستَر کو کہتے ہیں۔ اِصطلاح میں اندرونی یار، دخیل کار، مشیر خاص کو بطانہ کہا جاتا ہے کہ وہ استر کی طرح اس سے ملا رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اچھے اور بُرے مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔ بُرے مشیر سے ہم محض اپنی طاقت سے نہیں بچ سکتے، رب بچائے تو بچ سکتے ہیں۔ علما فرماتے ہیں کہ اچھے مشیر سے مراد فرشتہ ہے اور بُرے مشیر سے مراد قرین شیطان۔ خیال رہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے اپنے محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر یہ فضل کیا کہ حضور کا قرین (ہمزاد) مسلمان ہو گیا جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی روایات میں ہے۔ اِصطلاحِ شریعت میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام ہیں اور فرشتے۔ بعض اولیاء محفوظ ہیں۔ معصوم وہ جو گناہ نہ کر سکے محفوظ وہ جو گناہ نہ کرے، یہاں معصوم لغوی معنٰی میں ہے جو محفوظ کو بھی شامل ہے۔[2]

---

[1] ... بخاری، کتاب الاحکام، باب بطانۃ الامام واھل مشورتہ، ۴/ ۴۷۴، حدیث: ۷۱۹۸۔

[2] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۵۴ ملتقطاً۔

مشیر کی صفات:

عَلَّامَہ حَافِظ اِبْنِ حَجَر عَسْقَلَانِی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی مذکورہ حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: ”حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنے لئے ایک ایسا مشیر (مشورہ دینے والا) مقرر کرے جو چھپ کر لوگوں کی خبریں معلوم کر کے اس تک پہنچائے۔ اس مشیر کا قابل اعتماد، سمجھ دار اور عقل مند ہونا ضروری ہے کیونکہ حاکم اسلام اس وقت مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے جب وہ حُسنِ ظن کرتے ہوئے غیر معتمد آدمی کا مشورہ قبول کرتا ہے لہٰذا حاکم پر لازم ہے کہ وہ اس معاملے میں احتیاط برتے۔“[1] عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں کہ جو بھی یہ حدیث پاک سنے اسے چاہیے کہ وہ اس حدیثِ پاک پر عمل کرلے اور یہ دعا مانگے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ بُرے مشیر اور بُرے ساتھیوں سے اس کی حفاظت فرمائے اور اسے نیک مشیر اور نیک ساتھی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت سَیِّدُنا سُفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”تمہارے مشیر متقی، امانت دار اور اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والے ہوں۔“ مزید فرماتے ہیں: ”مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مشورہ نصف عقل ہے۔“ حضرت سَیِّدُنا حسن بصری رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے اس فرمان: ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ﴾ (پ۴، آل عمران: ۱۵۹) ترجمۂ کنز الایمان: ”اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔“ کے بارے میں فرماتے ہیں: ”یہ بات معلوم ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو صحابہ کے مشورے کی حاجت نہیں تھی لیکن آپ عَلَیْہِ السَّلَام اس لیے مشورہ فرماتے کہ آپ کے بعد اس طریقے پر عمل کیا جائے۔“[2]

مدنی گلدستہ

”فرشتہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ہر ایک کے ساتھ دو مشیر قدرتی طور پر ہوتے ہیں۔ اچھا مشیر فرشتہ اور بُرا مشیر شیطان ہوتا ہے۔

(2) گناہوں سے معصوم صرف انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام اور فرشتے ہیں۔

---

1 . . . فتح الباری، کتاب الاحکام، باب بطانۃ الامام واھل مشورتہ، ۱۴ / ۱۶۳، تحت الحدیث: ۷۱۹۸ ملخصا۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاحکام، باب بطانۃ الامام واھل مشورتہ، ۸ / ۲۷۲ ملخصا۔

(3) حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنا ایسا مشیر مقرر کرے جو قابلِ اعتماد، سمجھ دار اور عقل مند ہو۔

(4) برے مشیر کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔

(5) مشورہ کرنا نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سنت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بُرے مشیر سے بچائے اور نیک مشیر کو نیکی کے کاموں میں ہمارا معاون بنائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:689

اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا قَالَتْ: قَالَ: رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللہُ بِالْاَمِیْرِ خَیْرًا جَعَلَ لَهُ وَزِیْرَ صِدْقٍ اِنْ نَسِیَ ذَكَّرَهُ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهُ وَاِذَا اَرَادَ اللہُ بِهٖ غَیْرَ ذٰلِكَ جَعَلَ لَهُ وَزِیْرَ سُوْءٍ اِنْ نَسِیَ لَمْ یُذَكِّرْهُ وَاِنْ ذَكَرَ لَمْ یُعِنْهُ.[1]

ترجمہ: اُمّ المؤمنین حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا فرماتی ہیں کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ جب کسی امیر کے بارے میں خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے ایک سچا وزیر مقرر فرما دیتا ہے اگر امیر بھول جائے تو وہ اسے یاد کرا دیتا ہے اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد کرتا ہے اور جب اللہ عَزَّوَجَلَّ کسی امیر سے اس کے علاوہ کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے ایک بُرا وزیر مقرر کرتا ہے اگر امیر کوئی شے بھول جائے تو وہ اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر اسے یاد ہو تو وہ اس کی مدد نہیں کرتا۔"

اچھا وزیر ربّ تعالٰی کی رحمت ہے:

اس حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کبیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: "جب اللہ تعالٰی کسی بادشاہ کی بھلائی چاہتا ہے کہ دِین و دنیا اس کی درست

[1] ... ابو داود، کتاب الخراج والفیء والامارۃ، باب فی اتخاذ الوزیر، ٣/ ١٨٣، حدیث: ٢٩٣٢۔

رہے تو اسے اچھے وزیر و مشیر عطا فرماتا ہے۔ اگر بادشاہ کسی معاملہ میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے وزیر بتادے، یاد شدہ حکم کے جاری کرنے میں بادشاہ کا معاون و مدد گار ہو۔ سُبْحٰنَ الله! اچھا وزیر رب تعالیٰ کی رحمت ہے۔ کسی خوشامدی ملحد نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے پوچھا کہ گزشتہ خلافتوں میں فتوحات و خیر بہت ہوئی، آپ کی خلافت میں فتنے زیادہ ہوئے اسکی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا کہ ان خُلَفا کے ہم وزیر تھے اور ہم کو وزیر ملے تم۔ تاریخ کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو آپ کے مشیروں وزیروں نے بہت ہی پریشان کیا۔"[1]

دارین کی بھلائیاں پانے والا:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیثِ پاک کی شرح میں فرماتے ہیں: "**اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے ایسا سچا وزیر عطا فرماتا ہے جو قول و فعل اور ظاہر و باطن میں سچا ہوتا ہے۔ خَیْرًا کو نکرہ ذکر کرنا تعظیم کے لئے ہے تاکہ یہ خاص وعام سب کو شامل ہو کیونکہ جس کو یہ بھلائی کی دولت نصیب ہوگئی اُسے دارین کی بھلائی مل گئی اور وہ بھلائی جنت ہے۔ یہ سچا وزیر ایسا ہوتا ہے کہ اگر بادشاہ کوئی ضرورت کی چیز بھول جائے یا کسی حکم شرعی سے ہٹ جائے یا کسی مظلوم کا کوئی معاملہ اسے یاد نہ رہے یا رعایا کی کوئی مصلحت بھول جائے تو یہ وزیر اسے یاد دلاتا ہے اور اگر بادشاہ کو یاد ہو تو اپنی رائے اور قول و فعل کے ذریعہ اس کی اعانت کرتا ہے۔ جس کے ساتھ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بھلائی کے علاوہ کا ارادہ یعنی شر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے ایسا بُرا وزیر مقرر کرتا ہے جو قول و فعل میں بُرا ہوتا ہے۔ اگر بادشاہ کوئی ضروری چیز بھول جاتا ہے تو وزیر اسے یاد نہیں دلاتا کیونکہ اس کے پاس نورِ قلبی نہیں ہوتا جو اسے بھلائی پر اُبھارے اور اگر بادشاہ کو یاد ہوتا ہے تو وزیر اس کی مدد نہیں کرتا بلکہ اُلٹا وزیر اپنی بُری طبیعت اور بُری خصلت کی وجہ سے اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ بادشاہ وہ کام نہ کرے۔ وزارت کے آداب اور اس کے بارے میں معلومات کے لئے امام ماوردی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی "اَحکام السلطانیہ" اور امام طرطوشی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب "**سراج**

---

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۳۶۳ ملتقطاً۔

الملوک" وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ (1)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان احادیث میں سلطنت و حکومت پر قائم اَفراد کے لئے بھی بڑی نصیحت ہے کہ وہ اپنے لیے نیک لوگوں کا انتخاب کریں۔ یاد رہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا اپنے کسی بندے کو جُہلا کی صحبت سے بچانا اور عُلَما و صُلَحا کی صحبت عطا فرمانا اُس کا بہت بڑا اِحسان اور اِنعام ہے کہ یہ حضرات بندے سے گناہوں کے بوجھ اتارنے میں معاون و مددگار اور نیک اَعمال کی راہ پر آسانی سے چلنے میں ہادی و راہنما ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کو علماء اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیے اور عُلَما و نیک لوگوں کو ہی اپنا ہم نشین بنانا چاہیے۔

"اِحسان" کے 4 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 4 مدنی پھول

(1) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جس کے ساتھ دنیا و آخرت کی بھلائی کا اِرادہ فرماتا ہے اسے قول و فعل، ظاہر و باطن والا سچا وزیر و مشیر عطا فرما دیتا ہے۔

(2) اچھا وزیر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت ہے۔

(3) حاکم کے ساتھ ایسا وزیر ہونا چاہیے جو اچھے کاموں میں اس کی معاونت کرے اور بُرے کاموں سے اُسے روکے، کسی معاملے میں حکم شرعی بھول جائے تو اسے یاد دلا دے۔

(4) سلطنت و حکومت والے افراد کو چاہیے کہ وہ اپنے لیے نیک لوگوں کا انتخاب کریں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ تمام مسلمان حکمرانوں کو اچھے وزیر اور مشیر عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی حث السلطان والقاضی۔۔۔ الخ، ۳/ ۱۴۳، تحت الحدیث: ۶۷۸ ملخصا۔

باب نمبر:83 حریص کو عُہدَہ دینے کی مُمَانَعَت کا بیان

حریص یا طلبگار کو عہدہ دینے کی ممانعت کا بیان

رعایا کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ایک مشکل امر ہے۔ جسے یہ ذمہ داری سونپی گئی گویا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ بروزِ قیامت اسے پل صراط پر روک لیا جائے گا، پھر اس کا انصاف اسے نجات دلائے گا یا اس کا ظلم اسے جہنم کی وادیوں میں گرا دے گا۔ اسی لئے تو حکومت کا اَوَّل ملامت، اوسط ندامت اور آخر عذاب قرار دیا گیا ہے، اِلَّا یہ کہ شریعت و سنت کو ملحوظ رکھا جائے۔ حکومتی عہدوں کی خواہش و طلب عموماً نفسانی خواہش کی وجہ سے ہوتی ہے جس کے لئے بسا اوقات انسان حلال و حرام کی بھی تمیز نہیں کرتا اور حریص شخص اگر معزولی کا مستحق ہو جائے تو اسے اپنا عہدہ چھوڑنا گوارا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے بہت فتنہ و فساد ہوتا ہے اسی لئے اس کے طالب و حریص کو یہ ذمہ داری سونپنے سے منع کیا گیا۔ بُزرگانِ دِین رَحِمَهُمُ اللهُ الْمُبِیْن سرکاری عہدوں کو اپنے لئے بہت بڑی مصیبت شمار کرتے، طرح طرح کی سزائیں برداشت کر لیتے مگر بغیر مصلحتِ شرعی سرکاری عہدوں کے قریب نہ جاتے۔ ریاض الصالحین کا یہ باب بھی اِسی بارے میں ہے کہ **"حکومتی عہدے کے طلبگار اور حریص کو یہ عہدہ نہ دیا جائے۔"** اس باب میں اِمام نَوَوِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ الْقَوِی نے ایک حدیث پاک بیان فرمائی ہے۔

حدیث نمبر:680 طلبگار کو عُہدہ دینے کی ممانعت

عَنْ اَبِی مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِی عَمِّی فَقَالَ اَحَدُهُمَا: یَارَسُوْلَ اللهِ اَمِّرْنَا عَلٰی بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ الْاٰخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ: اِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّی هٰذَا الْعَمَلَ اَحَدًا سَاَلَهُ اَوْ اَحَدًا حَرَصَ عَلَیْهِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مَروی ہے کہ میں اور میرے دو چچازاد بھائی

---

[1] . . بخاری، کتاب الاحکام، باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ، ۴/۴۵۶، حدیث: ۷۱۴۹ بتغیر، مسلم، کتاب الامارۃ، باب النھی عن طلب الامارۃ والحرص علیھا، ص ۷۸۲، حدیث: ۴۷۱۷ بتغیر۔

حضور نبی کریم رءُوفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! جن علاقوں کی حکومت اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کو سونپی ہے ان میں سے کسی پر ہمیں بھی امیر مقرر کیجئے۔ اسی طرح دوسرے نے بھی کہا۔ تو رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! ہم اس عمل (یعنی حکومتی عہدہ) پر ایسے کسی شخص کو والی نہیں بناتے جو اس کا طلبگار یا حریص ہو۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! اس حدیث پاک میں حکومتی عہدوں کی طلب و حرص سے روکا گیا ہے کہ جو شخص کسی حکومتی عہدے کا طلبگار یا حریص ہو اسے یہ عہدہ نہ دیا جائے۔ ملکی وملی نظام کے انتظام و انصراف کے لئے حکومتی عہدہ داروں کا ہونا ناگزیر ہے مگر ان عہدوں کے حق دار وہی ہیں جو ان کی ذمہ داری نبھا سکیں، جو خوفِ خدا و عشقِ مصطفےٰ سے معمور ہوں اور اس عہدے کے طالب و حریص نہ ہوں۔ پھر اگر انہیں بغیر طلب اتفاق رائے سے حاکم و والی بنایا جائے تو یہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کریں، رعایا کے ساتھ خیر خواہی کریں، ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں جیسا کہ خلفاء راشدین رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن اور دیگر نیک اسلامی حکمرانوں نے حکومتی نظام سنبھالا اور ایسا سنبھالا کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

منصب کی طلب کا حکم:

❁ عمدۃ القاری میں ہے: "علامہ ابن بطال رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ منصب کی طلب چونکہ حرص پر دلالت کرتی ہے لہٰذا لازم ہے کہ جو حکومتی منصب کا حریص ہو اسے عہدہ نہ دیا جائے۔ علامہ قرطبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو طلب منصب سے منع فرمایا ہے اس کا ظاہری حکم یہی ہے کہ منصب کی طلب مکروہ تحریمی ہے۔"[1]

❁ فقیہ اعظم، حضرت علامہ و مولانا مفتی شریف الحق امجدی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس منع سے تحریم ظاہر ہے۔ تحریم نہ بھی ہو اس سے احتراز ضروری ہے مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کام کے اہل

1 ... عمدۃ القاری، کتاب الاجارۃ، باب فی استئجار الرجل الصالح، ۸/ ۶۰۳، تحت الحدیث: ۲۲۶۱۔

بہت سے لوگ ہیں لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ اہل صرف ایک ہی شخص ہو اور اس کو معلوم ہے دوسرا اہل نہیں تو سوال (یعنی منصب کی طلب) بھی واجب اور قبول کرنا بھی واجب۔"[1]

❁ مرآۃ المناجیح میں ہے: "دنیاوی امارت و حکومت طلب کرنا ممنوع ہے مگر دینی امارت طلب کرنا عبادت ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم سے دعا کیا کرو کہ: ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا﴾ (پ ١٩، الفرقان: ٧٤) خداوند ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔ خیال رہے کہ سلطنت، حکومت، نفسانی خواہش، دنیاوی مال، عزت کی لالچ سے طلب کرنا حرام ہے کہ ایسے طالبِ جاہ لوگ حاکم بن کر ظلم کرتے ہیں مگر جب نااہل سلطان یا حاکم بن کر ملک کو برباد کر رہے ہوں یا برباد کرنا چاہتے ہوں تو دِین و ملک کی خدمت کے لیے حکومت چاہنا حاصل کرنا ضروری ہے۔"[2]

❁ علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس سلسلہ کی تمام احادیث، تعامل صحابہ وائمۂ دین کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو عہدہ دینا (جو اس کا اہل نہ ہو اور حرص کے مرض میں مبتلا ہو اور اس کے کردار سے واضح ہو کہ عہدہ کے فرائض کو دیانتداری سے ادا نہیں کرے گا) جائز نہیں ہے۔ بہر حال جو شخص عہدہ اور منصب کے تقاضوں کو سمجھتا ہے اور اپنے فرائض منصبی کو دیانت داری سے ادا کرنے کا عزم رکھتا ہے تو اسے عہدہ طلب کرنا جائز ہے اور ایسے باصلاحیت اور محب وطن افراد کو کسی منصب پر فائز کرنا بھی جائز ہے۔"[3]

طالب و حریص کو عہدہ نہ دینے کی حکمت:

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "حکومتی عہدے کے طالب اور حریص کو عہدہ دینے کی ممانعت اس لئے ہے کہ اس کی طلب و حرص اس بات کی علامت ہے وہ عہدہ ملنے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے نفع کے لئے کوئی کوشش نہ کرے گا بلکہ اس کی کوشش اپنے ذاتی نفع یعنی محض

1... نزہۃ القاری، ٣/ ٥٦٥۔

2... مرآۃ المناجیح، ٥/ ٣٤٨۔

3... فیوض الباری، ٩/ ٧ ملتقطاً۔

دنیوی مال کے حصول و اضافے کے لئے ہو گی اور اس میں لوگوں کے دنیاوی و اخروی معاملات کا نقصان ہے بلکہ خود اس کے لئے بھی ہلاکت ہے۔[1]

مدنی گلدستہ

"اِسلام" کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ملکی و ملی نظام کے انتظام و انصراف کے لئے حکومتی عہدہ داروں کا ہونا ناگزیر ہے مگر ان عہدوں کے حق دار وہی ہیں جو ان کی ذمہ داری نبھا سکیں۔

(2) جو شخص کسی حکومتی عہدے کا طلبگار یا حریص ہو اسے یہ عہدہ نہ دیا جائے۔

(3) حکومتی منصب کا اہل اگر ایک شخص ہو اور اس کو معلوم ہے دوسرا اہل نہیں تو اسے منصب کی طلب کرنا واجب ہے۔

(4) جو شخص عُہدہ اور منصب کے تقاضوں کو سمجھتا ہے اور اپنے فرائض منصبی کو دیانت داری سے ادا کرنے کا عزم رکھتا ہے تو اسے عہدہ طلب کرنا جائز ہے۔

(5) حکومت کی خواہش قیامت کے دن باعِثِ ندامت ہو گی۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حکومتی عہدہ کی خواہش اور اس کی طلب سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

1 . . . دلیل الفالحین، باب فی النھی عن تولیۃ الامارۃ، ۳/۱۴۵، تحت الحدیث: ۶۷۴۔

کتاب الادب

باب نمبر:84 حیا کی فضیلت اور اس کی ترغیب کا بیان

حیا ایمان کا حصہ ہے، حیا جتنی ہو اتنی ہی اچھی، حیا چہرے کی رونق ہے، جس سے حیا چھین لی جائے اس سے ایمان بھی چھین لیا جاتا ہے۔ حیا گناہوں سے بچاتی اور نیکیوں کی طرف راغب کرتی ہے۔ حیا انبیاء و مُرسلین عَلَیْہِمُ السَّلَام کی سنت ہے۔ حیا اچھے اَخلاق کی بنیاد ہے، حیا بھلائی ہی بھلائی ہے اور ہمیشہ بھلائی ہی لاتی ہے۔ باحیا شخص دنیا وآخرت میں معزز ہے۔ شیخ طریقت، امیر اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ حیا کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”حیا کے معنی ہیں عیب لگائے جانے کے خوف سے جھینپنا۔ اس سے مراد وہ وصف ہے جو ان چیزوں سے روک دے جو اللہ تعالٰی اور مخلوق کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں۔ لوگوں سے شرما کر کسی ایسے کام سے رک جانا جو ان کے نزدیک اچھا نہ ہو ”مخلوق سے حیا“ کہلاتا ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ عام لوگوں سے حیا کرنا دنیاوی برائیوں سے بچائے گا اور عُلَما و صُلَحا سے حیا کرنا دینی بُرائیوں سے باز رکھے گا۔ مگر حَیا کے اچھا ہونے کے لئے ضَروری ہے کہ مخلوق سے شرمانے میں خالق عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو اور نہ کسی کے حُقُوق کی ادائیگی میں وہ حیا رُکاوٹ بن رہی ہو۔ ”اللہ تعالٰی سے حیا“ یہ ہے کہ اُس کی ہیبت وجلال اور اس کا خوف دل میں بٹھائے اور ہر اُس کام سے بچے جس سے اُس کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔“[1] ریاض الصالحین کا یہ باب ”**حیا کی فضیلت اور اس کی ترغیب**“ کے بیان میں ہے۔ اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 4 اَحادیثِ مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔

حدیث نمبر:681 حیا ایمان کا حصہ ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَرَّ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ وَھُوَ یَعِظُ اَخَاہُ فِی الْحَیَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: دَعْہُ فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ.[2]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابنِ عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک انصاری کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں نصیحت کر رہا تھا تو

1 . . . باحیا نوجوان، ص ۷۔

2 . . . بخاری، کتاب الایمان، باب الحیاء من الایمان، ۱ / ۱۹، حدیث: ۲۴۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”اسے چھوڑ دو بے شک حیا ایمان سے ہے۔“

حیا کا فرض، مستحب اور مباح ہونا:

نزہۃ القاری میں ہے: ”حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک انصاری کے بھائی بہت شرمیلے تھے اُن کے بھائی اُن کو سمجھا رہے تھے کہ حیامت کرو، اتفاق سے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وہاں سے گزر ہوا تو فرمایا: ”اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، حیا ایمان سے ہے۔“ یعنی ایمان کے آثار میں سے ہے۔ حیا کبھی واجب و فرض ہوتی ہے جیسے کسی ناجائز و حرام کے ارتکاب سے حیا، کبھی مندوب جیسے مکروہ سے بچنے میں حیا، کبھی مباح کسی مباح شرعی کے کرنے سے حیا۔“[1]

ایمان کی نشانی:

علامہ سید محمود احمد رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حیا ایمان کی نشانی ہے جیسے ایمان معاصی سے روکتا ہے اسی طرح حیا بھی روکتی ہے۔ حیا دراصل اس کیفیت کا نام ہے جو انسان میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کوئی اسے عیب لگائے گا یا اس کی مذمت کرے گا اور ترک فعل حیا کے لوازم سے ہے۔ غالباً اس لئے بعض علما نے ترک فعل کا نام حیا رکھا ہے۔ سلیم طبیعتیں اُس کام کے کرنے میں حیا کرتی ہیں جو قبیح (بُرے) ہوتے ہیں۔ لیکن جاہل لوگ نیک کاموں کے کرنے میں بھی حیا کرتے ہیں اور اب تو زمانے کا یہ عالَم ہے کہ لوگ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے میں حیا کرنے لگ گئے ہیں۔ بہر حال جس حیا کو علامتِ اِیمان قرار دیا گیا ہے وہ وہی حیا ہے جو آدمی کو بُرائیوں کے اختیار کرنے سے روکے۔ مومن حق کہنے اور حق پر چلنے میں حیا نہیں کرتا۔“[2]

تقویٰ کی اصل:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”جو حیا گناہوں سے روک دے وہ تقویٰ کی اصل ہے اور جو غیرت و حَیَااللّٰہ

---

1 ... نزھۃ القاری، ۱/ ۳۳۴۔

2 ... فیوض الباری، ۱/ ۲۰۹۔

کے مقبول بندوں کی ہیبت دل میں پیدا کردے وہ ایمان کا رُکن اعلیٰ ہے اور جو حَیانیک اَعمال سے روک دے وہ بُری ہے، یہاں پہلے یا دوسرے درجہ کی حَیامراد ہے۔"[1] عَلَّامَه مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: "حیا ایک طبعی شے ہے پھر بھی اسے ایمان کا جز اس لئے کہا گیا کہ دیگر نیک اعمال کی طرح کبھی اس کے حصول کے لئے کوشش کی جاتی ہے اور بتکلف اسے اپنایا جاتا ہے اور کبھی یہ فطری ہوتی ہے لیکن پھر بھی اسے شریعت کے مطابق استعمال کرنے کے لئے نیت، علم اور کسب کی حاجت ہوتی ہے اس لئے اسے ایمان کا جز قرار دیا گیا اور اس لئے بھی کہ حیا بندے کو نیک اَعمال پر اُبھارتی ہے اور گناہوں سے روکتی ہے۔"[2]

حیا کے متعلق بزرگانِ دِین کے اَقوال:

❁ حضرت سَیِّدُنا مخلد رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: کسی دانا کا قول ہے کہ تم ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھ کر حَیا کو زندہ رکھو جن سے حَیا کی جاتی ہے۔[3] ❁ حضرت سَیِّدُنا ابنِ عطاء رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه فرماتے ہیں: علم اکبر ہیبت وحیا ہے اور جب ہیبت وحیا نہ رہے تو اس علم میں خیر باقی نہیں رہتی۔[4] ❁ حضرت سَیِّدُنا سَری سَقطی عَلَیْهِ رَحْمَةُ اللهِ القَوِی فرماتے ہیں: حیا اور اُنس دل کے دروازے پر دستک دیتے ہیں، اگر اس میں زُہد و تقویٰ پاتے ہیں تو وہاں ٹھہر جاتے ہیں ورنہ واپس چلے جاتے ہیں۔[5]

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنے کی برکات:

❁ حضرت سَیِّدُنا ابو سلیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: اے بندے! جب تو مجھ سے حیا کرے گا تو میں تیرے عیب لوگوں کے دلوں سے بھلا دوں گا، زمین کے جن حصوں پر تو گناہ کا مرتکب ہوا وہاں سے تیرے گناہ مٹا دوں گا، لوح محفوظ سے تیری لغزشیں مٹا دوں گا اور بروزِ قیامت

---

1 ... مرآۃ المناجیح، ٦/ ٦٣٧ ملتقطاً۔

2 ... دلیل الفالحین، باب فی الحیاء وفضله والحث علی التخلق به، ٣/ ١٤٧۔

3 ... رسالہ قشیریة، باب الحیاء، ص ٢٤٩۔

4 ... رسالہ قشیریة، باب الحیاء، ص ٢٤٩۔

5 ... رسالہ قشیریة، باب الحیاء، ص ٢٥٠۔

تجھ پر حساب میں سختی نہ کروں گا۔[1] ❁ حضرت سیدنا فضیل بن عیاض عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَھَّاب فرماتے ہیں: بد بختی کی پانچ علامات ہیں: (۱) دل کی سختی (۲) آنکھوں سے آنسو نہ بہنا (۳) حیا کی کمی (۴) دنیا میں رغبت اور (۵) لمبی امید۔[2]

حیا کی اقسام:

امام ابو القاسم قشیری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: حیا کی کئی قسمیں ہیں: (1) **حیا جنایت:** جس طرح حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کہ جب ان سے ربّ تعالیٰ نے فرمایا: ہم سے بھاگ رہے ہو؟ تو کہا: نہیں بلکہ تجھ سے حیا کر رہا ہوں۔ (2) **حیا تقصیر:** جس طرح فرشتے کہتے ہیں: تُو پاک ہے ہم نے اس طرح عبادت نہیں کی جس طرح تیری عبادت کا حق ہے۔ (3) **حیا اجلال (بزرگی کا حیا):** جس طرح حضرت اسرافیل عَلَیْہِ السَّلَام کا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرتے ہوئے اپنے پَروں کو خود پر اوڑھ لینا۔ (4) **حیا کرم:** رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے گھر میں کچھ لوگ کھانے کے بعد بیٹھے باتوں میں مصروف تھے حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو ان کے بیٹھے رہنے سے تکلیف ہوئی لیکن حیا کی وجہ سے یہ نہ فرمایا کہ چلے جاؤ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍؕ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۳)

ترجمۂ کنز الایمان: اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ۔

(5) **حیا حشمت (احترام کا حیا):** جس طرح حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت مقداد بن اسود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا کہ **رسول اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے مذی نکلنے کا حکم پوچھیں (آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خود نہ پوچھا) کیونکہ آپ کے نکاح میں رسول اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا تھیں۔ (6) **حیا استحقار:** جس طرح حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا: اے ربّ! مجھے دنیا کی جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو (دنیا کی حقارت کے سبب) تجھ سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: مجھ سے مانگو چاہے آٹے کا نمک یا تمہاری بکری کا چارہ ہی کیوں نہ ہو۔ (7) **حیا انعام:** یہ حیائے الٰہی

---

[1] ... رسالہ قشیریۃ، باب الحیاء، ص ۲۵۰۔

[2] ... رسالہ قشیریۃ، باب الحیاء، ص ۲۵۲۔

ہے، جب بندہ پل صراط عبور کرلے گا تو وہ اسے مہر لگا ہوا خط دے گا جس میں لکھا ہو گا: تو نے کیا جو کیا لیکن مجھے حیا آتی ہے کہ میں تجھ پر ظاہر کروں۔ جا میں نے تجھے بخش دیا۔[1]

مدنی گلدستہ

”شرم وحیا“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) ناجائز و حرام کام کے ارتکاب سے حیا کرنا فرض وواجب ہے۔

(2) حیا ایمان کی نشانی ہے جس طرح ایمان گناہوں سے روکتا ہے اسی طرح حیا بھی روکتی ہے۔

(3) اچھی اور سلیم طبیعتیں بُرے اور قبیح کاموں سے حیا کرتی ہیں۔

(4) جو حیا آدمی کو بُرائیوں کے اختیار کرنے سے روکے اسے ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

(5) جو حیا انسان کو گناہوں سے روک دے وہ تقویٰ اور پرہیز گاری کی اصل ہے۔

(6) حیا کی کمی بدبختی کی علامت ہے۔

(7) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ بندے سے حیا فرماتا ہے مگر بندہ گناہ کرتے ہوئے اپنے کریم رب سے حیا نہیں کرتا۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں شرم وحیا عطا کرے اور گناہوں سے بچائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:682

حیا بھلائی ہی لاتی ہے

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ.[2] وَفِیْ رِوَایَةٍ لِمُسْلِمٍ: اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ اَوْ قَالَ: اَلْحَیَاءُ کُلُّہٗ خَیْرٌ.[1]

1 . . . رسالہ قشیریہ، باب الحیاء، ص ۲۵۱۔

2 . . . بخاری، کتاب الادب، باب الحیاء، ۴/۱۳۱، حدیث: ۶۱۱۷۔

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا عمران بن حصین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رءوف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حیا بھلائی ہی لاتی ہے۔“ مسلم کی ایک روایت میں ہے: ”حیا خیر ہے ساری کی ساری۔“ یا فرمایا: ”حیا سب کی سب خیر ہی ہے۔“

بھلائی لانے کا مطلب:

عمدۃ القاری میں ہے: ”حیا بھلائی ہی لاتی ہے۔“ اِس حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ جو اس بات سے حیا کرتا ہے کہ لوگ اسے گناہ اور کسی حرام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھیں گے تو کیا کہیں گے تو یہ وصف اسے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے بہت زیادہ شرم وحیا کرنے پر اُبھارے گا اور جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرے گا تو حیا اس کو فرائض ضائع کرنے اور گناہ کرنے سے روکے گی۔ یونہی حیا کا بھلائی لانا اس طرح بھی ہے کہ حیا بے حیائی سے منع کرتی ہے، نیکی اور خیر پر ابھارتی ہے جیسے مؤمن کو اس کا ایمان فسق وفجور سے منع کرتا ہے، گناہوں سے دور رکھتا ہے اور نیک کاموں کی ترغیب دلاتا ہے۔ گویا حیا ایمان کی طرح ہے کیونکہ دونوں نیکی کے حاصل کرنے اور بُرائی کے ترک کرنے میں مساوی ہیں۔ اگرچہ حیا ایک طبعی اور جبلی وصف ہے اور ایمان مومن کا فعل ہے اسی لئے رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حیا ایمان سے ہے۔“ یعنی حیا ایمان کا سبب اور ایمان والوں کی خصلت ہے۔[2]

شرعی حیا کی حقیقت:

مرآۃ المناجیح میں اِس حدیثِ پاک کے تحت ہے: ”حضرت جنید بغدادی (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْہَادِی) فرماتے ہیں کہ شرعی حیا کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ **اللہ** کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کرکے شرمندہ ونادم ہو اس شرمندگی کی بنا پر آیندہ گناہوں سے بچے، نیکیاں کرنے کی کوشش کرے، جو غیرت نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیا نہیں۔ اس معنٰی سے یہ حدیث پاک بالکل واضح ہوگئی واقعی یہ حیا تو گویا ایمان ہی ہے خیر ہی ہے۔“[3]

---

1 . . . مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان۔۔۔الخ، ص ۴۲، حدیث: ۱۵۷۔

2 . . . عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب الحیاء، ۱۵/ ۲۵۲، تحت الحدیث: ۶۱۱۷۔

3 . . . مرآۃ المناجیح، ۶/ ۶۳۷۔

چہرے کی تروتازگی حیا سے ہے:

عَلَّامَہ مُحَمَّد عَبْدُ الرَّءُوْف مُنَاوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ”حیا سب کی سب خیر ہی ہے کیونکہ باحیا شخص کا دل اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا اور متواضع ہوتا ہے، اس طرح وہ غرور و تکبر اور دیگر برائیوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کا چہرہ اس وقت تک عزت والا رہتا ہے جب تک اس کی حیا باقی رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے چہرے کی تروتازگی حیا سے ہے جیسا کہ پودے کی زندگی پانی سے ہے۔“[1]

بیٹے کو حیا کی نصیحت:

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”جب تیرا نفس تجھے کسی کبیرہ گناہ پر ابھارے تو آسمان کی طرف نظر کرکے آسمان والوں سے حیا کرنا، اگر یہ نہ کرسکے تو زمین کو دیکھ کر وہاں موجود افراد سے حیا کرنا، اگر تجھے زمین و آسمان کے کسی فرد سے حیا نہ آئے تو اپنے آپ کو جانوروں میں شمار کرنا۔“[2]

حیا کی علامات:

حضرت سَیِّدُنَا ذوالنون مصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”حیا کی تین علامات ہیں: (1) بولنے سے پہلے تولنا (2) جس چیز میں معذرت کرنی پڑے اس سے دور رہنا (3) بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے وقوف کی بات کا جواب نہ دینا۔“[3]

حیا اگر انسانی شکل میں ہوتی۔۔۔

اُمّ المومنین حضرت سَیِّدَتُنَا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا، اگر حیا انسانی شکل میں ہوتی تو نیک و صالح مرد کی شکل میں ہوتی۔“[4]

---

1 ... التیسیر، حرف الحاء، ۱/۵۱۰۔

2 ... تنبیہ الغافلین، باب الحیاء، ص ۲۵۹۔

3 ... شعب الایمان، باب الحیاء، ۶/۱۴۲، حدیث: ۷۷۳۱۔

4 ... شعب الایمان، باب الحیاء، ۶/۱۳۹، حدیث: ۷۷۲۲۔

بے حیائی کی مذمت پر 3 فرامین مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم:

(1) جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کسی کو ناپسند فرماتا ہے تو اس سے حیا چھین لیتا ہے، جب کسی سے حیا چھن جاتی ہے تو تُو اس سے ناپسندیدگی سے ہی ملے گا۔[1] **(2)** بے شک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کو شریف، حوصلہ مند اور سوال سے بچنے والا انسان پسند ہے جبکہ بے حیا، بے ہودہ بکواس کرنے والا اور چیخ چیخ کر مانگنے والا پسند نہیں ہے۔[2] **(3)** جس چیز میں حیا ہو اسے زینت دیتی ہے اور جس چیز میں بے حیائی ہو اسے عیب دار کر دیتی ہے۔[3]

مدنی گلدستہ

”حیا خیر ہے“ کے 8 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 8 مدنی پھول

(1) حیا میں بھلائی ہی بھلائی ہے کہ یہ انسان کو فرائض ضائع کرنے سے روکتی اور گناہوں سے بچاتی ہے۔

(2) ایسی غیرت جو نیکیوں سے روک دے وہ عجز ہے حیا نہیں۔

(3) جو کسی سے حیا نہ کرے بزرگ اسے انسانوں میں شمار نہیں کرتے۔

(4) باحیا شخص کا دل **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرنے والا اور متواضع ہوتا ہے۔

(5) انسان کا چہرہ اس وقت تک عزت والا رہتا ہے جب تک اس کی شرم و حیا باقی رہے۔

(6) **اللہ** عَزَّوَجَلَّ جسے ناپسند فرماتا ہے اس سے حیا کی نعمت چھین لیتا ہے۔

(7) حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا۔

(8) حیا باعث زینت اور بے حیائی باعث عیب ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں باحیا بنائے اور بے حیائی کے کاموں سے بچائے۔

---

1 . . . شعب الإیمان، باب الحیاء، ٦/ ١٣٩، حدیث: ٧٧٢٤۔

2 . . . شعب الإیمان، باب الحیاء، ٦/ ١٣٩، حدیث: ٧٧٢٣۔

3 . . . شعب الإیمان، باب الحیاء، ٦/ ١٣٩، حدیث: ٧٧٢٣۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:683

ایمان کے شعبے

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قَالَ: اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِیْمَانِ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زائد شعبے ہیں۔ ان میں سے افضل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اور سب سے ادنیٰ درجہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا ہے اور حیا (بھی) ایمان کا ایک شعبہ ہے۔“

ایمان کے 77 شعبے:

حدیثِ مذکور میں فرمایا گیا کہ ایمان کے ساٹھ یا ستر سے زائد شعبے ہیں۔ عَلّامہ بَدْرُالدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے 77 شعبوں کو بالتفصیل ذکر فرمایا ہے، آپ بھی ملاحظہ کیجئے: (1) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر، اس کی ذات وصفات اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا کہ اس کی مثل کوئی نہیں ہے۔ (2) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علاوہ سب کو حادِث ماننا (3) اس کے فرشتوں پر ایمان لانا (4) اس کی کتابوں پر ایمان لانا (5) اس کے رسولوں پر ایمان لانا (6) اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لانا (7) قیامت، قبر کے سوال وعذاب، میزان عدل قائم ہونے اور پل صراط سے گزرنے پر ایمان لانا (8) اللہ عَزَّوَجَلَّ کے جنت کے وعدے اور اس میں ہمیشہ رہنے پر یقین رکھنا (9) دوزخ کی وعید وعذاب اور اس کی ہمیشگی پر ایمان لانا (10) اللہ عَزَّوَجَلَّ سے محبت کرنا (11) رضائے الٰہی کے لیے محبت وعداوت رکھنا اسی طرح تمام مہاجرین وانصار صحابۂ کرام اور اہل بیت سے محبت رکھنا رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن (12) حضور نبی کریم، رَءُوْفٌ رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرنا آپ پر درودِ پاک پڑھنا اور آپ کی سنت کی پیروی کرنا (13) اِخلاص اختیار کرنا، ریاکاری ومنافقت ترک کر دینا (14) توبہ

[1] ...مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان...الخ، ص ٤٠، حدیث: ٥٣ ۔

وندامت (15) خوفِ خدا (16) اللہ کی رحمت کی اُمید ہونا (17) رحمتِ اِلٰہی سے مایوس نہ ہونا (18) شکر ادا کرنا (19) وعدہ پورا کرنا (20) صبر کرنا (21) تواضع و انکساری کرنا، بڑوں کی تعظیم کرنا (22) چھوٹوں پر شفقت کرنا (23) تقدیر پر راضی رہنا (24) اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل و بھروسہ کرنا (25) خود پسندی میں مبتلا نہ ہونا، اپنی تعریف کرنے سے بچنا، اپنے آپ کو گناہوں سے پاک وصاف نہ سمجھنا (26) حسد نہ کرنا (27) کسی سے کینہ نہ رکھنا (28) غصہ ترک کرنا (29) خیانت، کسی کے متعلق بدگمانی اور مکروفریب سے بچنا (30) دنیا کی محبت ترک کرنا، مال و دولت اور جاہ و مرتبہ کی محبت دل سے نکال دینا (31) اللہ عَزَّوَجَلَّ کی وحدانیت کا زبان سے اقرار کرنا (32) قرآن پاک کی تلاوت کرنا (33) علم سیکھنا (34) علم سکھانا (35) دعا کرنا (36) ذِکر و اِستغفار کرنا (37) فضول گوئی سے بچنا (38) پاکیزگی یعنی وضو و غسل کے ذریعے بدن کو حَدَث وجَنَابت اور حَیض ونِفَاس سے پاک رکھنا، کپڑے اور مکان پاک رکھنا (39) نماز قائم کرنا، اس میں فرائض ونوافل اور قضا نمازیں بھی داخل ہیں۔ (40) زکوۃ وصدقہ فطر ادا کرنا، سخاوت کرنا، کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا (41) فرض و نفل روزے رکھنا (42) حج وعمرہ کرنا (43) اعتکاف کرنا اور لَیْلَۃُ الْقَدْر کی جستجو کرنا (44) دین کی حفاظت کے لیے بُرے اُمور سے دُور بھاگنا اور مشرکوں کے علاقے سے ہجرت کرنا (45) مانی ہوئی نذر پوری کرنا (46) قسم پوری کرنا (47) کفارہ ادا کرنا (48) نماز اور بیرونِ نماز سِتر چھپانا (49) قربانی کرنا (50) مسلمانوں کے جنازوں کے ساتھ جانا (51) قرض ادا کرنا (52) معاملات میں سچائی برتنا اور ریاکاری سے بچنا (53) سچی گواہی دینا اور اسے نہ چھپانا (54) نکاح کے ذریعے پاک دامنی حاصل کرنا (55) اہل وعیال کے حقوق پورے کرنا اور خادموں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا (56) والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی نافرمانی سے بچنا (57) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (58) صلہ رحمی کرنا (59) غلاموں کا اپنے آقا کی اطاعت کرنا (60) عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنا (61) جماعت کی پیروی کرنا (62) حکمرانوں کی اطاعت کرنا (63) لوگوں کی اِصلاح کرنا اور خوارج و باغیوں سے جنگ کرنا (64) نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا (65) نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا (66) حدود قائم کرنا (67) جہاد کرنا اور اس کے لیے ہر وقت تیار رہنا (68) امانت اور مالِ غنیمت کا خُمس ادا کرنا (69) وعدے کے مطابق قرضہ ادا کرنا (70) پڑوسیوں

کا احترام کرنا (71) معاملات میں اچھائی برتنا اور حلال روزی کمانا (72) جائز امور میں مال خرچ کرنا فضول خرچی اور اِسراف سے بچنا (73) سلام کا جواب دینا (74) چھینکنے والے کو جواب دینا (75) لوگوں سے نقصان کو دور کرنا (76) لہو ولعب سے بچنا (77) راستے سے تکلیف دہ شے ہٹانا۔"(1)

سب سے بہترین حیا:

عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّیْن عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: "حیا کو ایمان کا شعبہ اس لیے کہا گیا ہے کہ حیا اچھے اعمال کی طرف اُبھارتی اور بُرائیوں سے روکتی ہے۔ ایمان کے شعبوں کو اجمالاً ذکر کرنے کے بعد حضور نبی رحمت، شفیعِ اُمّت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے خصوصی طور پر حیا کو ذکر کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ حیا ایمان کے تمام شعبوں کی طرف بلاتی ہے حیادار بندہ دنیا کی رُسوائی اور آخرت کے خوف سے اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا اور اَحکامِ الٰہی بجالاتا ہے۔ سب سے بہترین حیا اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے وہاں نہ دیکھے جہاں سے اس نے تجھے منع کیا ہے اور یہ معرفت و مراقبہ ہی کی بدولت ممکن ہے۔ حضور نبی کریم، رَءُوْف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِس فرمانِ عالی سے یہی مراد ہے کہ "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اس طرح عبادت کر گویا تُو اُسے دیکھ رہا ہے، اگر تُو اسے نہ دیکھ سکے تو وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔" اسی طرح ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح حیا کرو جیسا اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔" حضرتِ سَیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کی: یارسولَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ہم حیا کرتے ہیں اور تمام تعریفیں اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کے لئے ہیں۔ فرمایا: حیا یہ نہیں ہے، بلکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کا حق یہ ہے کہ سر اور جو کچھ اس کے ارد گرد ہے اس کی حفاظت کرو، پیٹ اور جو کچھ اس کے ارد گرد ہے اس کی حفاظت کرو، موت اور موت کے بعد گلنے سڑنے کو یاد کرو، پس جس نے یہ کر لیا اس نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنے کا حق ادا کر دیا۔"(2)

---

(1) ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ۱/ ۲۰۰، تحت الحدیث: ۹ ملخصاً۔

(2) ... عمدۃ القاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان، ۱/ ۲۰۲، تحت الحدیث: ۹ ملخصاً۔

حیا اور ایمان کا باہمی تعلق:

حضرت سَیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: ”حیا اور ایمان ایک لڑی میں پروئی ہوئی دو چیزیں ہیں، جب ان میں سے ایک نکل جاتی ہے تو دوسری بھی باقی نہیں رہتی۔“[1]

ایمان کا اعلیٰ رُکن:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”شرم وحیا ایمان کا رُکن اعلیٰ ہے۔ دنیا والوں سے حیا دُنیاوی بُرائیوں سے روک دیتی ہے، دین والوں سے حیا دینی بُرائیوں سے روک دیتی ہے۔ اللہ و رسول سے شرم و حیا تمام بدعقیدگیوں، بدعملیوں سے بچالیتی ہے۔ ایمان کی عمارت اسی شرم و حیا پر قائم ہے۔ درختِ ایمان کی جڑ مؤمن کے دل میں رہتی ہے اس کی شاخیں جنت میں ہیں۔“[2]

راہ سے تکلیف دہ چیز اٹھانے پر مغفرت:

حضرت سَیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”ایک آدمی کہیں جارہا تھا، راستے میں اسے ایک کانٹے دار شاخ ملی تو اس نے اس شاخ کو راستے سے ہٹا دیا، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اسے اس کا اجر عطا فرمایا اور اس کی مغفرت فرمادی۔“[3] حضرت سَیِّدُنا ابنِ رُسلان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”میں نے بعض مشائخ کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے سنا کہ جو راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹائے تو اسے چاہیے کہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ بھی پڑھ لے تاکہ ایمان کا ادنیٰ اور اعلیٰ شعبہ اور قول و فعل جمع ہو جائیں۔“[4]

---

1 . . . شعب الإیمان، باب الحیاء، ۶ / ۱۴۰، حدیث: ۷۷۲۶۔

2 . . . مرآۃ المناجیح، ۶ / ۶۴۱۔

3 . . . بخاری، کتاب الاذان، باب فضل التهجیر الی الظهر، ۱ / ۲۳۴، حدیث: ۶۵۲۔

4 . . . دلیل الفالحین، باب فی بیان کثرۃ طرق الخیر، ۱ / ۳۵۳، تحت الحدیث: ۱۱۹۔

”اِیمان“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ ”لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ“ کہنا ہے۔

(2) حیا کو ایمان کا شعبہ اس لیے کہا گیا ہے کہ حیا اچھے اَعمال کی طرف اُبھارتی اور بُرائیوں سے روکتی ہے۔

(3) حیا ایمان کے تمام شعبوں کی طرف بلاتی ہے۔

(4) سب سے بہترین حیا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے حیا کرنا ہے۔

(5) حیا اور ایمان ایک لڑی میں پروئی ہوئی دو چیزیں ہیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ ہمیں ایمان کے شعبوں کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر:684

سب سے زیادہ حیا والے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَاءِ فِیْ خِدْرِھَا فَاِذَا رَاٰی شَیْئًا یَکْرَھُہُ عَرَفْنَاہُ فِیْ وَجْھِہٖ.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خُدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو ہم آپ کے چہرۂ انور سے اُسے پہچان لیتے۔

حیا کی تعریف:

اِمام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہُ السَّلَام نے فرمایا: حقیقت میں حیا

[1] ... بخاری، کتاب الادب، باب من لم يواجه الناس بالعتاب، ۴/ ۱۲۷، حدیث: ۶۱۰۲۔

ایسی خصلت ہے جو انسان کو بری چیزوں کے چھوڑنے پر اُبھارتی ہے اور کسی حقدار کے حق میں کمی کرنے سے روکتی ہے۔ حضرت ابو القاسم جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی فرماتے ہیں: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نعمتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی کوتاہیوں کو دیکھنے سے جو حالت پیدا ہو وہ حیا کہلاتی ہے۔[1]

انسان کا خاص جوہر:

مذکورہ حدیث پاک کے تحت مرآۃ المناجیح میں ہے: ”کنواری لڑکی کی جب شادی ہونے والی ہوتی ہے تو اسے گھر کے ایک گوشہ میں بٹھادیا جاتا ہے، اسے اردو میں ”مائیوں بٹھانا“ کہا جاتا ہے، اس جگہ یعنی گھر کے گوشہ کو ”مائیں“ کہتے ہیں عربی میں خِدْر اور اس زمانہ میں لڑکی بہت ہی شرمیلی ہوتی ہے، گھر والوں سے بھی شرم کرتی ہے، کسی سے کھل کر بات نہیں کرتی، حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی شرم اس سے بھی زیادہ تھی۔ حیا انسان کا خاص جوہر ہے، جتنا ایمان قوی اتنی حیا زیادہ۔“[2]

رسولِ خدا کی شرم و حیا:

حضرتِ سیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مَروی ہے کہ نبیِّ اکرم، نورِ مُجَسَّم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب قضائے حاجت کا ارادہ فرماتے تو اُس وقت تک بدن مبارک سے کپڑا نہ ہٹاتے جب تک زمین سے قریب نہ ہو جاتے۔[3] حضرتِ سیِّدُنا یعلیٰ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو میدان میں بے پردہ نہاتے دیکھا تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم منبر اَقدس پر تشریف فرما ہوئے، **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ”بے شک **اللہ** تعالٰی حیادار اور پردہ پوش ہے لہٰذا حیا اور پردے کو پسند فرماتا ہے تو جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو اسے چاہیے کہ پردہ کرے۔“[4]

---

1. . . . ریاض الصالحین، کتاب الادب، باب الحیاء وفضلہ والحث علی التخلق بہ، ص ۲۰۵۔
2. . . . مرآۃ المناجیح، ۸/ ۷۳۔
3. . . . ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی الاستتار عند الحاجۃ، ۱/ ۹۲، حدیث: ۱۴۔
4. . . . ابوداود، کتاب الحمام، باب النھی عن التعری، ۴/ ۵۶، حدیث: ۴۰۱۲۔

ناپسندیدگی کے آثار چہرۂ انور پر:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”دنیاوی باتوں میں سے کوئی بات یا کوئی چیز حضورِ انور (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے نہ فرماتے مگر چہرۂ انور پر ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے خدامِ بارگاہ پہچان لیتے تھے۔ ایک دعوتِ ولیمہ پر دو تین آدمی حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کے گھر شریف میں کھانے کے بعد بیٹھے باتیں کر رہے تھے حضور کو ان کے بیٹھنے سے تکلیف ہوئی مگر ان سے نہ فرمایا کہ چلے جاؤ، رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ﴾ (پ۲۲، الاحزاب: ۵۳) تمہارا یہ عمل ہمارے نبی کی تکلیف کا باعث ہے مگر وہ تم سے حیا فرماتے ہیں، رب تعالیٰ نہیں شرماتا۔ یہ ہے حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی حیا۔“[1]

اِمَام نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کوئی ناپسندیدہ شے دیکھتے تو حیا کی وجہ سے اس کے بارے میں کلام نہ فرماتے بلکہ چہرہ اَنور متغیر ہو جاتا جسے دیکھ کر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کی ناراضی کو سمجھ جاتے۔[2] عمدۃ القاری میں ہے: ”شدّتِ حیا کی وجہ سے آپ کسی کو اس کے منہ پر نہ ڈانٹتے بلکہ جب کوئی ناپسندیدہ شے دیکھتے تو چہرۂ اَنور پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہو جاتے۔ آپ کسی کو مُعیَّن کر کے سب کے سامنے نہ ڈانٹتے بلکہ عمومی طور پر اصلاح فرماتے اور یہ بات اُمَّت پر رحم و کرم اور ان کی عیب پوشی کے باب سے ہے۔“[3]

مصطفےٰ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ حیا:

شیخ عبد الحق مُحَدِّث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شانِ حیا یہ تھی کہ کسی کے چہرے پر بھرپور نگاہ نہ ڈالتے۔ اگر کسی کی کوئی بات پسند نہ آتی تو معین کر کے یہ نہ فرماتے کہ

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۷۳۔
2. ... شرح مسلم للنووی، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیائہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۸/ ۷۸، الجزء الخامس عشر۔
3. ... عمدۃ القاری، کتاب البر والصلۃ، باب من لم یواجہ الناس بالعتاب، ۱۵/ ۲۴۵، تحت الحدیث: ۶۱۰۲۔

فلاں نے یہ کیا ہے یا یہ کہا بلکہ فرماتے کہ اس قوم کی کیا حالت ہو گی جو ایسا کرتی ہے یا ایسا کہتی ہے۔ اُمُّ المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں: حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نہ تو فحش گو تھے، نہ کسی کو برا کہتے، نہ اونچی آواز میں بولتے، نہ بازاروں میں شور کرتے، نہ برائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے۔"[1]

مدنی گلدستہ

"بیت اللہ" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بہت زیادہ حیا فرمایا کرتے۔

(2) حیا انسان کا خاص جوہر ہے، جس قدر ایمان قوی ہوتا ہے اتنی حیا زیادہ ہوتی ہے۔

(3) قضائے حاجت کے وقت جسم سے کپڑا اس وقت اٹھانا چاہئے جب زمین سے قریب ہو جائے۔

(4) تنہائی میں بھی حیا کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

(5) نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کوئی ناپسندیدہ شے دیکھتے تو حیا کی وجہ سے اس کے بارے میں کلام نہ فرماتے بلکہ چہرۂ انور متغیر ہو جاتا جسے دیکھ کر صحابۂ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان آپ کی ناراضی سمجھ جاتے۔

(6) رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کسی کو مُعیَّن کر کے سب کے سامنے نہ ڈانٹتے بلکہ عمومی طور پر اِصلاح فرماتے۔

(7) حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حیا کی وجہ سے کسی کے چہرے پر بھرپور نگاہ نہ ڈالتے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں حضور نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی شرم و حیا کے صدقے شرم و حیا کی دولت نصیب فرمائے۔ آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

[1] ... مدارج النبوۃ، باب دوم دربیان اخلاقِ عظیمہ۔۔۔ الخ، ۱ / ۵۲۔

باب نمبر:85

رازداری کا بیان

مسلمانوں کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اس کے راز کی حفاظت کی جائے کیونکہ راز ایک امانت ہے اور امانت کی حفاظت کرنا لازم ہے۔ راز کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے حتی کہ اس کے لئے جھوٹ بولنے کی ضرورت پڑے اور اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو تو اس کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ حُجَّۃُ الْاِسْلَام امام محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی فرماتے ہیں: ''اُخُوَّت و دوستی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ دوست کا راز چھپایا جائے اور بوقتِ ضرورت راز کے معاملے میں انکار کرنا بھی جائز ہے اگرچہ جھوٹ کے ذریعہ ہو کیونکہ تمام مواقع پر سچ بولنا واجب نہیں بلکہ جس طرح انسان کو اپنے عیوب اور رازوں کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے ایسے ہی اپنے مسلمان بھائی کے حق میں بھی جائز ہے۔''[1] راز فاش کرنا بہت ہی بُرا ہے اور اس کے بہت نقصانات ہیں۔ اس سے دوستیاں اور رشتہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں، کبھی اس سے لڑائی جھگڑا اور فتنہ و فساد پھیلتا ہے اور کبھی قتل و غارت تک نوبت آجاتی ہے نیز راز فاش کرنا رسوائی کا سبب بھی بنتا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ''جو اپنے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے مسلمان بھائی کا راز کھولے گا **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اُس کا راز ظاہر کر دے گا یہاں تک کہ وہ اپنے گھر ہی میں رُسوا ہو جائے گا۔''[2] ریاض الصالحین کا یہ باب بھی **''راز کی حفاظت کرنے''** کے بارے میں ہے۔ اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے اِس باب میں 1 آیت اور 4 اَحادیث بیان فرمائی ہیں۔ پہلے آیتِ مبارکہ اور اس کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

عہد پورا کرو

اللہ عَزَّوَجَلَّ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۳۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عہد پورا کرو بے شک عہد سے سوال ہونا ہے۔

---

1. ...احیاء العلوم، ۲/ ۲۴۶۔
2. ...ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن...الخ، ۳/ ۲۱۹، حدیث: ۲۵۴۶۔

آیت مبارکہ میں عہد پورا کرنے کے بارے میں کہا گیا ہے اور راز کی حفاظت بھی عہد کے تحت داخل ہے۔ چنانچہ عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ عَلَّان شَافِعِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”راز کو چھپانے کا عہد زبان قال اور حال سے عرف وعادت میں شامل ہے اسی وجہ سے مذکورہ آیت کو اس باب کے تحت ذکر کیا گیا۔“[1]

عَلَّامَہ مُحَمَّد بِنْ اَحْمَد قُرْطُبِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”عہد ہر اس کام کو کہا جاتا ہے کہ جس کے کرنے کا اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حکم دیا ہو یا جس کے کرنے سے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے منع کیا ہو اور عہد کے بارے میں قیامت والے دن سوال کیا جائے گا۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عہد کے بارے میں عہد توڑنے والے کو رُلانے اور رُسوا کرنے کے لئے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تو نے اپنے عہد کو کیوں توڑا؟ جیسا کہ زندہ دفن کی گئی بچی سے دفن کرنے والے کو رُلانے اور رُسوا کرنے کے لئے سوال کیا جائے گا کہ تمہیں کیوں دفن کیا گیا؟“[2]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بدترین شخص

حدیث نمبر: 685

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ، اَلرَّجُلُ یُفْضِیْ اِلَی الْمَرْاَۃِ وَتُفْضِیْ اِلَیْہِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّھَا۔[3]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا ابو سعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بدترین وہ شخص ہوگا جو عورت سے ہمبستری کرے اور عورت اس کے ساتھ ہم بستر ہو پھر وہ اُس کے راز کی تشہیر کرے۔“

راز دوسروں کو بتانے سے مراد:

اِمَام اَبُو زَکَرِیَّا یَحْیٰی بِنْ شَرَف نَوَوِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی مذکورہ حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے

1 . . . دلیل الفالحین، کتاب الادب، باب فی حفظ السر، ۳/ ۱۵۱، تحت الباب۔

2 . . . تفسیر قرطبی، پ ۱۵، الاسراء، تحت الآیۃ: ۳۴، ۵/ ۱۸۶، الجزء العاشر۔

3 . . . مسلم، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المراۃ، ص ۵۷۹، حدیث: ۳۵۴۲۔

فرماتے ہیں: ”اس حدیثِ پاک میں اس بات کا بیان ہے کہ مرد جب اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو اس دوران ہونے والی باتیں اور معاملات یونہی ہمبستری کی کیفیت کسی کو بتانا حرام ہے اور جہاں تک صِرف جماع کے ذِکر پر اکتفا کرنے کی بات ہے اگر اس میں کوئی فائدہ اور ضرورت نہ ہو تو ایسا کرنا مروت کے خلاف اور مکروہ ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”جو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اور آخرت کے دِن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔“ البتہ کسی فائدے یا حاجت کے سبب کوئی بات بیان کرنے میں حرج نہیں۔ مثلاً عورت نے مَرد کے خلاف صُحبت سے عاجز ہونے کا دعویٰ کیا تو مَرد اپنی صفائی میں صحبت کا تذکرہ کر سکتا ہے۔“[1]

عَلَّامَہ مُلَّا عَلِی قَارِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی حدیثِ پاک کے اس حصے ”پھر اس کا راز دوسروں کو بتائے۔“ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یعنی اس شخص اور عورت کے درمیان جو باتیں ہوئی ہیں جن کا چھپانا اس پر شرعاً یا عرفاً لازم تھا یہ وہ باتیں دوسروں کو بتاتا پھرے یا عورت میں کوئی جسمانی عیب ہے یہ وہ عیب کسی کو بتائے یا عورت کے وہ محاسن اوروں کو بتائے کہ جن کا چھپانا اس پر شرعاً یا شرافت کی وجہ سے لازم تھا۔ حضرت ابن مالک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ شوہر اور بیوی ان میں سے ہر ایک کے افعال واقوال دوسرے کے پاس امانت ہوتے ہیں تو اگر ان میں سے کسی نے کوئی ایسی بات بیان کی کہ جس کا بیان کرنا دوسرے کو ناپسند ہو تو اس نے اس امانت میں خیانت کی۔ منقول ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو کسی نے کہا کہ تم کس وجہ سے بیوی کو طلاق دے رہے ہو؟ اس نے کہا: میں کس طرح اپنی بیوی کے عیب تمہیں بتادوں؟ پھر جب اس نے طلاق دے دی تو اُس سے کہا گیا: اب تو وہ تمہاری بیوی نہیں ہے لہٰذا اب بتادو کہ تم نے اسے طلاق کیوں دی؟ اس نے کہا: وہ عورت غیر ہو چکی مجھے کسی غیر کے عیوب بتانے کا کیا حق ہے۔“[2]

مُفَسِّرِ شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان بیوی کا راز دوسروں کو بتانے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یا تو اپنی بیوی کے خفیہ عیوب لوگوں کو بتائے یا اس کا حسن اس

1 . . . شرح مسلم للنووی، کتاب النکاح، باب تحریم افشاء سر المرأۃ، ۵/ ۸، الجزء العاشر ملخصاً۔

2 . . . مرقاۃ المفاتیح، کتاب النکاح، باب المباشرۃ، ۶/ ۳۲۸، تحت الحدیث: ۳۱۹۰ ملخصاً۔

کی خوبیاں لوگوں کو بتائے یا صحبت کے وقت کی گفتگو، اس وقت کے حالات لوگوں سے کہتا پھرے جیسا کہ عام آزاد نوجوانوں کا دستور ہے کہ شب اول کی باتیں اپنے دوستوں کو بے تکلف بتاتے ہیں۔[1] زوجہ کی راز کی باتیں دوسروں کو بتانا بہت بڑی خیانت ہے۔ چنانچہ،

بدترین خیانت کی وضاحت:

مرآۃ المناجیح میں ہے: ”خیانت صرف مال کی ہی نہیں ہوتی بلکہ مال، راز اور عصمت وغیرہ سب میں ہوتی ہے بلکہ مال میں خیانت سے بدرجہا بدتر راز داری میں خیانت ہے۔“[2]

عورت کی خامی کسی کو نہ بتائے:

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! عورت چھپانے کی چیز کو کہتے ہیں اور عورت کو عورت کہنے کی وجہ یہی ہے کہ یہ چھپانے کی چیز ہے لہٰذا اپنی زوجہ کے راز کو دوسروں کے سامنے ظاہر نہ کیا جائے بلکہ زوجہ کے عیوب اور ان کی خامیوں پر بھی پردہ ڈالا جائے۔ چنانچہ حضرت سَیِّدُنا اَنَس بن مالِک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”بے شک عورتوں میں جہالت اور خامی ہوتی ہے تو تم ان کی جہالت کو خاموشی سے برداشت کرو اور ان کی خامیوں کو گھروں کے اندر چھپائے رکھو۔“[3]

راز ظاہر کرنے کا وبال:

منقول ہے کہ ایک بادشاہ بڑی عیش و عشرت سے شاہانہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام خِضر تھا، وہ بہت مُتَّقِی و پرہیز گار تھا۔ ایک دن بادشاہ کے بھائی نے اس سے کہا: اب آپ کی عمر بہت ہوگئی ہے، آپ کا بیٹا خضر حکومت میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا، آپ خضر کی شادی کرادیں تاکہ اس کی اولاد میں سے کوئی آپ کا جانشین بن کر تختِ شاہی سنبھال لے۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کو بلا کر شادی کی بات کی تو اس نے اِنکار کردیا لیکن بادشاہ کے اصرار پر ایک دوشیزہ سے اس کی شادی کردی گئی۔ شہزادے نے اپنی بیوی سے

---

1. ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۶۱۔
2. ... مرآۃ المناجیح، ۵/ ۶۱۔
3. ... جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص ۱۴۹، حدیث: ۲۳۶۷۔

کہا: مجھے عورتوں میں کچھ رغبت نہیں، اگر تو چاہے تو میرے ساتھ رہ اور **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کر، تیرا نان ونفقہ شاہی خزانے سے ادا کیا جائے گا۔ لیکن ہمارے درمیان ازدواجی تعلق قائم نہ ہو سکے گا، اگر اس بات پر راضی ہے تو میرے ساتھ رہ اور اگر چاہے تو میں تجھے طلاق دے دیتا ہوں؟ سعادت مند بیوی نے کہا: میرے سرتاج! آپ سے دوری مجھے گوارا نہیں، میں آپ کے ساتھ رہ کر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کروں گی۔ شہزادے نے کہا: اگر یہی بات ہے تو میرا راز کسی پر ظاہر نہ کرنا، اگر تو میرا راز چھپائے گی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنے حفظ وامان میں رکھے گا اور اگر میرا راز فاش کرے گی تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے ہلاکت میں مبتلا کردے گا۔ اس نے یقین دہانی کرادی۔ دونوں میاں بیوی دن رات **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مشغول رہنے لگے۔ ایک سال گزرنے کے باوجود ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو بادشاہ نے دونوں کو بلا کر پوچھ گچھ کی تو دونوں نے جواب دیا کہ اولاد **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ہوتی ہے، جب وہ چاہے گا اولاد عطا فرمائے گا۔ بالآخر بادشاہ نے شہزادے سے پہلی بیوی کو طلاق دلوا کر ایک بیوہ عورت سے شادی کرادی جس کی پہلے شوہر سے اولاد تھی۔ شہزادے نے اپنی دوسری بیوی سے بھی وہی عہد لیا لیکن سال گزرنے پر اس نے بادشاہ کے سامنے شہزادے کا راز فاش کردیا۔ بادشاہ یہ سن کر بہت غصہ ہوا، اس نے خادم بھیج کر شہزادے کو بلوایا، لیکن شہزادہ وہاں سے بھاگ گیا۔ تین سپاہی اس کے پیچھے گئے تو شہزادہ مل گیا۔ سپاہیوں نے بادشاہ کے پاس لے جانا چاہا تو اس نے جانے سے انکار کردیا۔ دو سپاہی لے جانے پر بضد رہے تو تیسرے نے کہا: شہزادے پر سختی نہ کرو، اگر ہم اس وقت اسے بادشاہ کے پاس لے گئے تو ہو سکتا ہے کہ بادشاہ غصہ میں آکر اپنے اس نیک بیٹے کو قتل کروادے۔ بہتری اسی میں ہے کہ شہزادے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ دونوں سپاہی تیسرے کی بات سے متفق ہوگئے اور شہزادے کو وہیں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے شہزادے کے متعلق پوچھا: تو دونوں سپاہیوں نے تیسرے کا راز فاش کرتے ہوئے کہا: عالی جاہ! ہم نے تو اسے پکڑ لیا تھا لیکن ہمارے رفیق نے اسے چھڑوا دیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آکر تیسرے سپاہی کو قید میں ڈال دیا۔ پھر بادشاہ شہزادے کے متعلق سوچنے لگا، اچانک اس نے دونوں سپاہیوں کو بلوایا جب وہ سامنے آئے تو کہا: ”تم دونوں نے میرے بیٹے کو خوفزدہ کیا اسی لئے وہ مجھ سے دور چلا گیا، اے جَلّاد! انہیں پکڑ کر لے جا اور ان کے سر قلم کردے۔“ پھر شہزادے کی

دوسری بیوی کو بلوایا اور کہا: ”تو نے میرے بیٹے کا راز فاش کیا تیری وجہ سے وہ مجھ سے دور چلا گیا اگر تو اس کے راز کو چھپاتی تو آج وہ میری آنکھوں کے سامنے ہوتا، اے جلاد! اسے بھی قتل کردے۔“ پھر بادشاہ نے تیسرے سپاہی اور شہزادے کی مُطَلَّقَہ کو بلایا اور کہا: ”تم دونوں جہاں چاہو جاؤ، میری طرف سے تم آزاد ہو۔“[1]
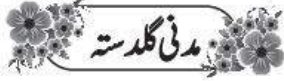
مدنی گلدستہ

”عبادت“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

(1) میاں بیوی میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کا راز کسی کو نہ بتائیں۔

(2) انسان کو چاہیے کہ وہ اچھی بات کرے یا پھر خاموش رہے۔

(3) کسی فائدے یا ضرورت وحاجت کے سبب صحبت کا تذکرہ کرنے میں حرج نہیں۔

(4) میاں بیوی میں سے ہر ایک کے اَفعال واَقوال دوسرے کے پاس امانت ہوتے ہیں۔

(5) بیوی کے راز دوسروں پر ظاہر کرنا بدترین خیانت ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دوسروں کے راز کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

رازِ رسول کی حفاظت

حدیث نمبر: 686

عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ حِیْنَ تَاَیَّمَتْ بِنْتُہُ حَفْصَۃُ قَالَ لَقِیْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَعَرَضْتُ عَلَیْہِ حَفْصَۃَ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْکَحْتُکَ حَفْصَۃَ بِنْتَ عُمَرَ؟ قَالَ سَاَنْظُرُ فِیْ اَمْرِیْ فَلَبِثْتُ لَیَالِیَ ثُمَّ لَقِیَنِیْ فَقَالَ قَدْ بَدَا لِیْ اَنْ لَا اَتَزَوَّجَ یَوْمِیْ ھٰذَا فَلَقِیْتُ اَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَقُلْتُ اِنْ شِئْتَ اَنْکَحْتُکَ حَفْصَۃَ بِنْتَ عُمَرَ؟ فَصَمَتَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیَّ شَیْئًا فَکُنْتُ عَلَیْہِ اَوْجَدَ مِنِّیْ

[1] ... تاریخ ابن عساکر، الخضر، ۱۶ / ۴۱۹ ملخصاً۔

عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَحْتُهَا اِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ اَرْجِعْ اِلَيْكَ شَيْئًا فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اَرْجِعَ اِلَيْكَ فِيْمَا عَرَضْتَ عَلَيَّ اِلَّا اَنِّيْ كُنْتُ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَهَا فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا النَّبِيُّ لَقَبِلْتُهَا.[1]

ترجمہ: حضرت سَیِّدُنا **عبد اللہ** بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے **مروی ہے** کہ حضرت سَیِّدُنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے بیوہ ہونے کے بعد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہوئی اور میں نے حضرت حفصہ (کے معاملے) کو ان پر پیش کیا تو میں نے ان سے کہا: اگر آپ چاہیں تو میں اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں؟ حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں سوچ کر بتاؤں گا۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے چند روز انتظار کیا پھر انہوں نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں نے سوچا ہے کہ مجھے ابھی نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کی اور کہا: اگر آپ چاہیں تو میں اپنی صاحبزادی حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں؟ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خاموشی اختیار کی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ ان کے اس طرزِ عمل کا مجھے حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی زیادہ دکھ ہوا کچھ روز گزرے تو حضور اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے لئے حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے ان کو آپ کے نکاح میں دے دیا پھر میری حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: جب آپ نے اپنی صاحبزادی حفصہ کا نکاح مجھ سے کرنا چاہا تو میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید آپ کو یہ بات ناگوار گزری؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو انہوں نے کہا: مجھے آپ کی بات قبول کرنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی مگر مجھے معلوم تھا کہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حضرت حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا ذکر فرما چکے تھے میں آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا راز فاش نہیں کر سکتا تھا البتہ اگر **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ اِرادہ ترک فرما دیتے تو پھر میں انہیں اپنے نکاح میں قبول کر لیتا۔

---

1 . . . بخاری، کتاب المغازی، باب: ۱۲، ۳/۲۰، حدیث: ۴۰۰۵ بتغیر۔

سَیِّدَتُنا حفصہ بنت عمر رَضِیَ اللہُ عَنہُمَا کا تعارف:

دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب **"فیضانِ فاروقِ اعظم"** جلد اول، صفحہ 93 پر حضرت سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے تعارف میں ہے: "آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی لاڈلی اور بلند اقبال شہزادی ہیں، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی والدہ کا نام حضرت سَیِّدَتُنا زینب بنت مظعون رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا ہے۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مقدس زوجہ ہونے کی وجہ سے اُمّ المؤمنین یعنی تمام مسلمانوں کی ماں بھی ہیں۔ رسولُ **اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا سے شعبان المعظم تین ہجری میں نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا حضرت سیِّدُنا خُنیس بن حذافہ سہمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے نکاح میں تھیں جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور بعد ازاں جنگ بدر میں لگنے والے زخموں کے سبب مدینہ منورہ میں شہادت پائی۔ ان کی شہادت کے بعد امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے امیر المؤمنین حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے نکاح کی بات کی لیکن انہوں نے سکوت اختیار فرمایا پھر انہوں نے حضرت سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے نکاح کی بات کی تو انہوں نے عرض کیا کہ فی الحال میرا نکاح کا ارادہ نہیں ہے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سَیِّدُنا عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی شکایت بارگاہِ رسالت میں لے کر گئے تو خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "یَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِنْ عُثْمَانَ وَیَتَزَوَّجُ عُثْمَانَ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِنْ حَفْصَةَ یعنی اے عمر! تمہاری بیٹی حفصہ کا نکاح اس سے ہو گا جو عثمان سے افضل ہے اور عثمان کا نکاح اس سے ہو گا جو حفصہ سے افضل ہے۔" پھر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا جسے آپ نے قبول کر کے اپنی بیٹی آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نکاح میں دے دی اور چار سو درہم حق مہر مقرر ہوا۔ جب آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی ملاقات حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ہوئی تو انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لَا تَجِدْ عَلَیَّ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ حَفْصَةَ فَلَمْ اَكُنْ لِاُفْشِیَ سِرَّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَتَزَوَّجْتُهَا یعنی اے عمر آپ مجھ سے خفا نہ ہوں

کیونکہ میٹھے میٹھے آقا، مکی مدنی مصطفٰے صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھ سے آپ کی بیٹی حفصہ کے بارے میں بات کی تھی اور مجھے یہ گوارا نہیں کہ میں رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا راز کسی دوسرے کے سامنے اِفشا کروں، اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غُیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نکاح نہ فرماتے تو میں ان سے ضرور نکاح کرلیتا۔" سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا بہت ہی بلند ہمت اور سخی عورت تھیں۔ فہم وفراست اور حق گوئی وحاضر جوابی میں اپنے والد ہی کا مزاج پایا تھا اکثر روزہ دار رہا کرتیں اور تلاوتِ قرآنِ مجید اور دیگر قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ وحدیث کے علوم میں بھی بہت معلومات رکھتی تھیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے حسنِ اَخلاق کے پیکر، محبوبِ رَبِّ اکبر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے کئی اَحادیث مبارکہ روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے بھائی حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ اور دیگر کئی اصحاب نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کا وصال حضرت سیِّدُنا امام حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے دورِ خلافت کے آخری ایام میں شعبان ۴۵ھ یا باختلاف روایت جمادی الاولی سن اکتالیس ہجری مدینہ منورہ میں ہوا۔ حاکم مدینہ مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کے بھتیجوں نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں بوقت وفات ان کی عمر ساٹھ ۶۰ یا تریسٹھ ۶۳ برس تھی۔ [1]

مرد اپنی ولیہ کا نکاح کر سکتا ہے:

علامہ غلام رسول رضوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: "اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اپنی ولیہ کو (یعنی جس کے نکاح کا وہ ولی ہے) اپنے خاندان میں کسی کے لئے پیش کر سکتا ہے، اس میں سبکی نہیں۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کا حضرت عثمان کی نسبت حضرت ابو بکر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ پر زیادہ ناراضگی کرنا اس لئے تھا کہ انہیں صدیق اکبر سے زیادہ محبت تھی جہاں محبت زیادہ ہو وہاں ناراضگی بھی زیادہ ہوتی ہے دوسرے یہ کہ حضرت عثمان نے پہلے سکوت کرکے پھر معذرت کی تھی اور ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے خاموشی پر ہی اکتفا کی تھی۔ سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حفصہ سے نکاح کے متعلق خفیۃً ابو بکر صدیق سے

1 . . . اسد الغابۃ، حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہما، ۷/ ۷۴، طبقات کبری، حفصۃ بنت عمر، ۸/ ۶۸، الاصابۃ، کتاب النساء، حرف الحاء المھملۃ، ۸/ ۸۵، رقم: ۱۱۰۵۳، تہذیب التہذیب، کتاب النساء، من اسمہ حفصۃ، ۱۰/ ۴۶۵، رقم: ۸۸۶۱ ماخوذاً۔

مشورہ کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ابو بکر ایمان میں بہت پختہ ہیں اس کے متعلق وہ کسی قسم کی غیرت نہیں کریں گے جبکہ ان کی صاحبزادی بھی تو آپ کے نکاح میں تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اس کو صیغۂ راز میں رکھنا اسی خطرہ کے سبب تھا کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لئے حفصہ کے نکاح میں کوئی امر ظاہر ہو اور عمر فاروق کے دل میں وہ واقع ہو جو ابو بکر صدیق کے لئے اُن کے دل میں واقع ہوا تھا۔"[1]

حدیث پاک سے ماخوذ فوائد و مسائل:

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ ذِی الْجَلَال نے جو فوائد اور مسائل ذکر کیے وہ درج ذیل ہیں: ❀ حدیث پاک سے معلوم ہوا آدمی رغبت کے ساتھ اپنی بیٹی کے نکاح کا پیغام نیک آدمی کو دے اور اس کے برعکس نہ کرے۔ ❀ جسے نکاح کرنے کا پیغام دیا جائے تو اس کے لئے اس نکاح کے کرنے یا نہ کرنے میں غور و فکر کرنے کا اختیار ہے لیکن اُس پر لازم ہے کہ بعد میں اس شخص کو اپنی رائے سے آگاہ کرے جیسا کہ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا۔ ❀ اگر کوئی شخص کسی مصلحت کے تحت اپنے دوست کو کسی بات کا جواب نہ دے تو یہ اس کے لئے جائز ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کیا۔ ❀ اس حدیث میں اس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ کسی کے راز کو مخفی رکھنا چاہیے اور اگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اس راز کو ظاہر کر دے یا جس کا راز ہے وہ اسے ظاہر کر دے تو اب اسے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ حضرت سَیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے نکاح کے بعد راز کو ظاہر کیا۔ ❀ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی بات سے دوست کو رنج پہنچے تو اس کی وضاحت کرے اور اپنا عذر بیان کرے۔ ❀ یہ بھی معلوم ہوا کہ جسے نکاح کا پیغام دیا گیا ہے اگر وہ نکاح کا ارادہ بدل دے تو دوسرا شخص نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔ ❀ آدمی اپنی کنواری بیٹی کی طرح بیوہ بیٹی کا نکاح بھی کرا سکتا ہے۔ ❀ آدمی اپنی بیٹی سے مشورہ کیے بغیر بھی اس کا نکاح کرا سکتا ہے جبکہ معلوم ہو کہ بیٹی اس بات سے ناخوش نہ ہوگی اور جسے نکاح کا پیغام دیا جارہا ہے وہ اس کا کفو بھی ہو۔ ❀ جس عورت سے سید عالَم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہ ارادہ ترک کر دیں تو اس عورت سے

---

[1] ... تفہیم البخاری، ۸/ ۷۸ ملتقطاً۔

نکاح کرنے میں رخصت ہے چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: ”اگر سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ارادہ ترک کر دیتے تو وہ حفصہ سے نکاح کر لیتے۔“[1]

مدنی گلدستہ

”چل مدینہ“ کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) سَیِّدَتُنا حفصہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث کے علوم میں بھی بہت معلومات رکھتی تھیں۔

(2) کسی مصلحت کی وجہ سے سوال کا جواب نہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(3) جب کسی شخص کو کسی عورت کے نکاح کا پیغام دیا جائے تو اسے غور و فکر کرنے کا اختیار ہے لیکن بعد میں اپنی رائے سے آگاہ ضرور کرے۔

(4) آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنی بیٹی کے نکاح کا پیغام نیک آدمی کو دے۔

(5) راز کی حفاظت کرنی چاہیے لیکن جب راز ظاہر ہو جائے تو اب راز کھولنے میں حرج نہیں۔

(6) جب اپنی کسی بات سے نہ چاہتے ہوئے کسی مسلمان کو رنج پہنچے تو اپنی بات کی وضاحت کر دینی چاہیے۔

(7) سَیِّدُنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رازوں کے امین ہیں۔

اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے بھائیوں کے راز کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بلاضرورت کسی کا راز کھولنے سے بچائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

راز کی بات نہ بتائی

حدیث نمبر: 687

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللہُ عَنْهَا قَالَتْ کُنَّ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ رَضِیَ

[1] ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الرضاع، باب عرض الرجل ابنتہ... الخ، ۷/ ۲۲۹ تا ۲۳۲ ملخصاً۔

اللّٰہُ عَنْهَا تَمْشِیْ مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا وَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهِ اَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَاٰى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ ثُمَّ اَنْتِ تَبْكِيْنَ! فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ مَا كُنْتُ لِاُفْشِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِيْ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ اَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَاِنَّهُ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ وَاِنِّيْ لَا اُرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰہَ وَاصْبِرِيْ فَاِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ فَبَكَيْتُ بُكَائِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ فَلَمَّا رَاٰى جَزَعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ! اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ؟ فَضَحِكْتُ ضَحِكِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ.[1]

ترجمہ: اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ ازواجِ مطہرات حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس حاضر تھیں کہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس آئیں۔ آپ کے چلنے کا انداز **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی چال کے مشابہ تھا، جب حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انہیں دیکھا تو خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا: میری بیٹی کا آنا مبارک ہو۔ پھر انہیں اپنی دائیں طرف یا بائیں طرف بٹھالیا پھر آپ نے اُن سے سرگوشی میں کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا بہت رونے لگیں جب **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اُن کی بے قراری کو دیکھا تو دوبارہ سرگوشی میں کوئی بات کہی تو وہ خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔ (حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں:) میں نے ان سے کہا کہ **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے راز کی بات صرف آپ کو بتائی اور کسی بھی زوجہ کو نہیں بتائی پھر بھی آپ روتی ہیں؟ پھر جب **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں سے تشریف لے گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آخر **رسولُ اللّٰہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے

---

[1] . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل فاطمة۔۔۔الخ، ص ۱۰۲۲، حدیث: ۶۳۱۳ بتغیر قلیل۔

آپ سے ایسی کون سی بات کہی تھی کہ آپ رونے لگ گئیں ؟ تو حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا کہ میں **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے راز کی بات کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی۔ پھر جب **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو میں نے حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے کہا: میں آپ کو اپنے اس حق کی قسم دے کر پوچھتی ہوں جو آپ کے ذمہ ہے **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ سے کیا فرمایا تھا ؟ تو حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے کہا: ہاں اب میں آپ کو وہ راز کی بات بتاتی ہوں پہلی مرتبہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے سرگوشی کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ حضرت جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام ہر سال ایک یا دو مرتبہ میرے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا کرتے تھے اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ قرآن کریم کا دور کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب میرا دنیا سے جانے کا وقت قریب آگیا ہے تو تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا، میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں۔ میں یہ خبر سن کر روئی جیسا کہ آپ نے دیکھا اور جب نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے میری بے قراری دیکھی تو پھر دوبارہ سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا: ”اے فاطمہ ! کیا تم مؤمنوں کی عورتوں کی سردار یا اِس اُمَّت کی عورتوں کی سردار ہونے پر راضی نہیں ہو ؟ تو میں (یہ سن کر) مسکرائی جیسا کہ آپ نے دیکھا۔

خاتونِ جنت رازدارِ مصطفےٰ:

مُفَسِّر شہیر مُحَدِّثِ کَبِیر حَکِیْمُ الْاُمَّت مُفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: ”حضرت فاطمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) سر سے پاؤں تک ہم شکل مصطفےٰ تھیں، آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع حضور کے مشابہ تھی۔ **اللہ** نے رسول کی جیتی جاگتی تصویر بنایا تھا۔ حضور جب فاطمہ زہرا کو آتے دیکھتے تو خوشی میں کھڑے ہو جاتے تھے پیشانی اور ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے، اپنی جگہ بٹھالیتے تھے یہ واقعہ وفات شریف سے بالکل قریب ہی واقعہ ہوا۔ تمام اَزواجِ پاک موجود تھیں مگر یہ راز کی بات صرف جناب فاطمہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) سے فرمائی آپ صاحب راز ہیں۔ جناب فاطمہ نے اپنی قوتِ اِجتہادیہ سے معلوم فرمالیا تھا کہ حضور کی حیات شریف میں یہ (راز کی) بات چھپانے کی تھی کیونکہ اس میں حضور کی وفات کی خبر تھی قبل از وقت اس کا اظہار مناسب نہ تھا اب جبکہ وفات شریف ہو چکی وہ راز نہ رہی اس لیے اب بیان فرما دیا۔ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد سارا

قرآنِ مجید ہے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہر ماہ رمضان میں پورے قرآن کا حضور کے ساتھ دور کرتے تھے مگر اس دور کا نام نزولِ قرآن نہ تھا نزول تو وہ تھا جو حسب موقع آیات کا ورود ہوتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں قرآنِ مجید کا دور کرنا سنت رسولی بھی ہے اور سنت جبریلی بھی کہ ایک پڑھے دوسرا سنے پھر وہ پڑھے یہ سنے۔ یہ واقعہ یعنی دوبار ایک ماہ میں دور فرمانا پندرہ دن میں دورہ ختم کر دینا حضور کے آخری رمضان شریف میں ہوا اور حضرت فاطمہ سے حضور کا یہ فرمان رمضان کے بعد تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اَوّل ہی سے سارے قرآن سے واقف تھے، جسے قرآن نہ آتا ہو اس کے ساتھ دور نہیں کیا جاتا بلکہ اسے پڑھایا جاتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنی وفات کی خبر تھی کہ اگلے رمضان سے پہلے ہماری وفات ہو جاوے گی۔ (تم **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا، میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں) یعنی اے فاطمہ جیسے تم ہماری حیات شریف میں طیبہ طاہرہ متقیہ صابرہ رہی ہو ایسے ہی ہماری وفات کے بعد بھی رہنا تمہارے پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے آپ نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ رونا صبر کے خلاف نہیں نوحہ پیٹنا، ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے یہ آپ نے کبھی نہیں کیا۔ پیش رو وہ جو کسی کے آگے کسی مقام پر جا کر اس کا انتظام وغیرہ کرے یعنی ہم تم سے پہلے جا رہے ہیں جب تم آؤ گی تو ہم تمہارے انتظار میں ہوں گے تمہارا گھر بار ساز و سامان ہماری نگرانی میں سب تیار ہو چکا ہو گا۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! (اے فاطمہ!) مؤمن مردوں کی بیویوں کی تم سردار ہو گی لہٰذا جناب فاطمہ ازواج مطہرات خصوصاً جناب عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبریٰ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا) کی سردار نہیں کہ وہ بیویاں (عام) مؤمنین کی بیویاں نہیں بلکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیویاں ہیں۔ سُبْحٰنَ اللّٰہ! کیسی پیاری اور جامع عبارت ارشاد فرمائی۔ [1]

سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا کی فضیلت:

مذکورہ حدیث پاک کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: ”سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا عادت، ہیئت اور رفتار میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مشابہ تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سَیِّدَتُنا فاطمہ زہرا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ

[1] ... مرآۃ المناجیح، ۸/ ۴۵۳ تا ۴۵۵ ملتقطاً۔

کھڑے ہو جاتے اور انہیں بوسہ دیتے اور جب نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اسی طرح کرتیں۔ اس حدیث پاک سے بزرگوں اور دوستوں کے راز کو دوسروں سے مخفی رکھنے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے مرید جو مشائخ کے راز مخفی رکھتے ہیں تو اس کی سند یہی حدیث پاک ہے۔“[1]

حدیث پاک سے ماخوذ دو فوائد:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ مذکورہ حدیث سے ماخوذ دو فوائد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **(1)** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کے سامنے کسی ایک سے راز کی بات کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے جو منع فرمایا ہے کہ ”ایک آدمی دوسرے کو چھوڑ کر تیسرے سے سرگوشی نہ کرے۔“ تو اس کا معنٰی یہ ہے کہ اُس دوسرے آدمی کو خطرہ ہو گا کہ شاید میرے خلاف بات کی جارہی ہے اور جب جماعت کے سامنے کسی ایک سے راز کی بات جائے گی تو پھر خطرہ نہیں ہو گا۔ **(2)** جب کسی کا راز دوسروں کو بیان کرنے میں ضرر کا خطرہ ہو تو پھر اس راز کو ظاہر نہ کیا جائے کیونکہ حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا اگر نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواج کے سامنے اس وقت بتا دیتیں کہ نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے یہ خبر دی ہے کہ عنقریب آپ کی وفات ہو جائے گی تو ازواجِ مطہرات کو شدید غم لاحق ہوتا۔ اسی طرح اگر وہ یہ بتا دیتیں کہ وہ تمام مؤمنین کی عورتوں کی سردار ہیں تو یہ بات اُن پر شاق گزرتی اور اُن کا غم شدید ہو جاتا لیکن نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی وفاتِ ظاہری کے بعد اُن کو یہ خطرہ نہیں تھا تو انہوں نے یہ خبر دے دی۔[2]

مدنی گلدستہ

”فاطمہ“ کے 5 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 5 مدنی پھول

---

1 . . . اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۴/ ۶۹۳، ۶۹۴ ملخصاً۔

2 . . . شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب من ناجی بین یدی الناس۔۔۔الخ، ۹/ ۶۱۔

(1) حضرت فاطمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا عادت، ہیئت اور رفتار میں حضور عَلَیْہِ السَّلَام کے مشابہ تھیں۔

(2) حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام ہر ماہ رمضان میں پورے قرآن کا حضور کے ساتھ دور کرتے تھے۔

(3) ماہِ رمضان المبارک میں قرآنِ مجید کا دور کرنا سنت رسول ہونے کے ساتھ سنت جبریل بھی ہے۔

(4) رونا صبر کے خلاف نہیں نوحہ پیٹنا، ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے۔

(5) بزرگوں اور دوستوں کے راز کو دوسروں سے مخفی رکھنا چاہیے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں بڑوں اور دوستوں کے راز چھپانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حدیث نمبر: 688

راز ظاہر نہ کیا

عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اَتٰی عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ، قَالَ: فَسَلَّمَ عَلَیْنَا فَبَعَثَنِیْ فِیْ حَاجَۃٍ فَاَبْطَاْتُ عَلٰی اُمِّیْ فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ مَا حَبَسَکَ؟ فَقُلْتُ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَاجَۃٍ، قَالَتْ: مَا حَاجَتُہٗ؟ قُلْتُ: اِنَّہَا سِرٌّ، قَالَتْ: لَا تُخْبِرَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَدًا. قَالَ اَنَسٌ: وَاللّٰہِ لَوْ حَدَّثْتُ بِہٖ اَحَدًا لَحَدَّثْتُکَ بِہٖ یَا ثَابِتُ.[1]

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ہمیں سلام کیا پھر آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا تو اس کام کی وجہ سے مجھے اپنی والدہ کے پاس پہنچنے میں کچھ دیر ہوگئی، جب میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا کہ تمہیں دیر کیوں ہوئی؟ میں نے عرض کی: **رسولُ اللہ** صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے کسی کام سے بھیجا تھا اس لئے دیر ہوگئی۔ انہوں نے پوچھا: کس کام سے بھیجا تھا؟ میں نے عرض کی: وہ ایک راز کی بات

---

(1) . . . مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۳۵، حدیث: ۶۳۷۸۔

ہے۔ انہوں نے فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی راز کی بات کسی کو نہ بتانا۔ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ اے ثابت! اگر میں وہ بات کسی کو بتا سکتا تو تمہیں بتاتا۔

راز چھپانے میں مبالغہ:

بخاری شریف میں حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی مروی ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مجھے ایک راز کی بات بتائی تو میں نے اس راز کی کسی کو بھی آپ کے بعد خبر نہیں دی اور مجھ سے (میری والدہ) حضرت اُمِّ سُلَیْم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے اس کے متعلق پوچھا تو میں نے ان کو بھی اس کے متعلق خبر نہیں دی۔[1] عَلَّامَہ بَدْرُ الدِّین عَیْنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی فرماتے ہیں: ”ایک قول یہ ہے کہ یہ راز نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کے ساتھ مخصوص تھا ورنہ اگر اس راز کا تعلق علم سے ہوتا تو حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لئے اس علم کو چھپانا جائز نہ تھا۔ حضرت سَیِّدُنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا اپنی والدہ سے راز کو چھپانا یہ راز کو چھپانے میں مبالغہ ہے کیونکہ جب انہوں نے اپنی والدہ سے بھی اس راز کو چھپایا تو دوسروں سے بطریق اولیٰ چھپایا۔“[2]

راز امانت ہے:

عَلَّامَہ اَبُو الْحَسَن اِبْنِ بَطَّال رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: راز چھپانا لازم ہے کہ راز امانت ہوتا ہے اور یہ بات مؤمنین کے اخلاق میں سے بھی ہے۔ حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں دس سال نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں رہا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: ”میرے راز کی حفاظت کرنا تم مؤمن ہوگے۔“ علماء فرماتے ہیں کہ جس راز کو ظاہر کرنے میں راز والے کا نقصان ہو اُس راز کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔[3]

---

1. ... بخاری، کتاب الاستئذان، باب حفظ السر، ۴/ ۱۸۵، حدیث: ۶۲۸۹۔
2. ... عمدۃ القاری، کتاب الاستئذان، باب حفظ السر، ۱۵/ ۳۹۸، تحت الحدیث: ۶۲۸۹۔
3. ... شرح بخاری لابن بطال، کتاب الاستئذان، باب حفظ السر، ۹/ ۶۳، ۶۴ ملتقطا۔

صدقِ امانت ووفا:

مذکورہ روایت میں حضرت سَیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت اور ان کے صدقِ امانت ووفا کا ذکر ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ انہوں نے زندگی اور وصال کے وقت بھی رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے راز کو مخفی رکھا۔ اس میں حضرت سَیِّدَتُنا اُمِّ سلیم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کے حُسنِ تربیت کا بھی ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے راز کو کسی کو نہ بتانے کی وصیت کی۔ دوستوں کے راز چھپانا اور اسے ظاہر نہ کرنا اچھے اخلاق اور اسلامی آداب میں سے ہے۔

راز کی حفاظت کا انوکھا انداز:

حضرت ابو علی حکیم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْکَرِیْم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”ایک شخص نے اپنے دوست کو راز کی بات بتائی اور بتانے کے بعد کہا: کیا تم نے اسے ذہن نشین کرلیا۔ دوست نے کہا: نہیں میں نے راز کی بات بھلادی۔“[1]

حضرت خلیل بن احمد رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ”جو تمہارے پاس کسی کی چغلی کھائے گا وہ تمہاری چغلی بھی کسی کے پاس کھائے گا اور جو دوسرے کی راز کی بات تم تک پہنچائے گا وہ تمہاری راز کی بات بھی دوسرے تک پہنچائے گا۔“[2]

رازداری سے متعلق اقوال:

❁ کسی ادیب سے کہا گیا: ”آپ راز کی حفاظت کیسے کرتے ہیں؟“ انہوں نے کہا: ”میں اس راز کے لئے قبر بن جاتا ہوں۔“ ❁ کہا جاتا ہے کہ ”باکمال لوگوں کے سینے رازوں کے دفینے (قبر) ہوتے ہیں۔“ ❁ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ”احمقوں کے دل ان کے منہ میں ہوتے ہیں اور عقل مندوں کی زبان ان کے دل میں ہوتی ہے۔“ یعنی جو کچھ احمق کے دل میں ہوتا ہے اسے چھپانے کی طاقت نہیں رکھتا اور بے خیالی میں بات

1 . . . شعب الایمان، باب فی ان یحب الرجل لاخیہ المسلم ما یحب۔۔۔ الخ، ۷/ ۵۲۱، حدیث: ۱۱۱۹۵۔

2 . . . شعب الایمان، باب فی ان یحب الرجل لاخیہ المسلم ما یحب۔۔۔ الخ، ۷/ ۵۲۱، حدیث: ۱۱۱۹۵۔

ظاہر کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے بے وقوفوں سے دور رہنا اور ان کی صحبت بلکہ ان کے سامنے جانے سے بھی گریز کرنا چاہئے۔[1] ❁ لوگوں کے راز نہ چھپانا اور اسے فاش کرنا زبان کی ایک آفت ہے اور یہ ممنوع ہے کیونکہ اس سے اس شخص کو تکلیف پہنچتی ہے جس کا راز فاش کیا جائے۔ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "جب دو شخص آپس میں ایک دوسرے کو رازداں بنائیں تو ایک کیلئے دوسرے کا وہ راز فاش کرنا جائز نہیں جس کا فاش ہونا پہلے کو ناگوار گزرے۔"[2]
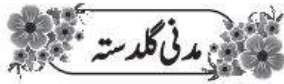
"عرش اعظم" کے 7 حروف کی نسبت سے حدیثِ مذکور اور اس کی وضاحت سے ملنے والے 7 مدنی پھول

(1) راز کی حفاظت کرنی چاہیے اگرچہ اس کی حفاظت کا کہا نہ گیا ہو۔

(2) حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نبی پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رازدار اور امین ہیں۔

(3) اپنی اولاد کو بھی دوسروں کے راز چھپانے کی تلقین کرنی چاہیے۔

(4) دوسروں کے راز چھپانا اچھے اَخلاق میں سے ہے۔

(5) کھیلتے ہوئے بچوں کو سلام کرنا بھی سنت ہے۔

(6) اگر اولاد کوئی اچھا کام کرے تو اسے اس کام پر ہمیشہ عمل کرنے کی تاکید کرنی چاہیے۔

(7) راز کو بھلا دینا بھی راز کی حفاظت کا ایک طریقہ ہے۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمیں دوسروں کے رازوں کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

---

1 ... احیاء العلوم، ۲/ ۶۴۷۔

2 ... شعب الایمان، باب في ان يحب الرجل لاخيه المسلم ما يحب... الخ، ۷/ ۵۲۰، حدیث: ۱۱۱۹۱۔

تفصیلی فہرست

ماخذ ومراجع

قرآن مجید	کلام الٰہی	****
کتاب کا نام	مصنف / مؤلف / متوفی	مطبوعات
کنز الایمان	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
کتب التفسیر		
تفسیر الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
التفسیر الکبیر	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۰ھ
عرائس البیان	شیخ ابو محمد روز بہان بن ابی نصر بقلی، متوفی ۶۰۶ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور
تفسیر القرطبی	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، متوفی ۶۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
تفسیر الخازن	علامہ علاء الدین علی بن محمد بغدادی، متوفی ۷۴۱ھ	المطبعۃ المیمنیہ مصر ۱۳۱۷ھ
تفسیر ابن کثیر	عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
روح البیان	مولی الروم شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
تفسیر الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی، متوفی ۱۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
روح المعانی	ابو الفضل شہاب الدین آلوسی، متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۰ھ
خزائن العرفان	صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
تفسیر نعیمی	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
نور العرفان	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	پیر بھائی کمپنی لاہور ۱۹۹۰ء
تفسیر صراط الجنان	مفتی ابو الصالح محمد قاسم قادری	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۴ھ
کتب الحدیث		
مصنف ابن ابی شیبۃ	حافظ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی عبسی، متوفی ۲۳۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
المسند	امام احمد بن محمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الادب المفرد	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دار الحدیث ملتان
صحیح مسلم	امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۷ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
سنن ابی داود	امام ابو داود سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۱ھ
سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۴ھ
مسند البزار	امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ
سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۶ھ
مسند ابی یعلی	شیخ الاسلام احمد بن علی ابو یعلی الموصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
صحیح ابن خزیمۃ	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی بیروت
المعجم الکبیر	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ

المعجم الاوسط	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار احیاء التراث بیروت ۱۴۲۲ھ
المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۸ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ
مسند الفردوس	حافظ ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء
مشکاۃ المصابیح	امام محمد بن عبد الرحمن الخطیب تبریزی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
الترغیب والترھیب	امام زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
جامع الاصول	امام مبارک بن محمد اثیر جزری، متوفی ۶۰۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
ریاض الصالحین	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار السلام ریاض ۱۴۲۰ھ
مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۰ھ
الجامع الصغیر	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۵ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ
	کتب شروح الحدیث	
شرح صحیح البخاری لابن بطال	علامہ ابو الحسن علی بن خلف بن عبد الملک، متوفی ۴۴۹ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۲۰ھ
اکمال المعلم شرح مسلم	امام ابو الفضل عیاض بن موسی بن عیاض یحصبی، متوفی ۵۴۴ھ	دار الوفاء بیروت ۱۴۱۹ھ
المفہم شرح صحیح مسلم	امام احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی، متوفی ۶۵۶ھ	دار ابن کثیر بیروت ۱۴۱۷ھ
شرح النووی علی المسلم	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ
شرح الاربعین النوویۃ	امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۳ھ
شرح الطیبی	امام شرف الدین حسین بن محمد بن عبد اللہ طیبی، متوفی ۷۴۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
اکمال اکمال المعلم	امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
فتح الباری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۰ھ
عمدۃ القاری	امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۸ھ
التوضیح لشرح الجامع الصحیح	ابن ملقن عمر بن علی بن احمد شافعی مصری، متوفی ۸۰۴ھ	دار النوادر دمشق ۱۴۲۹ھ
التوشیح علی الجامع الصحیح	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مکتبۃ الرشد ریاض ۱۴۱۹ھ
ارشاد الساری	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی، متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۲۱ھ
مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۴ھ
فیض القدیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
التیسیر شرح الجامع الصغیر	علامہ محمد عبد الرءوف مناوی، متوفی ۱۰۳۱ھ	مکتبۃ الامام الشافعی ۱۴۰۸ھ
اشعۃ اللمعات	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ ۱۳۳۲ھ
لمعات التنقیح	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	دار النوادر بیروت ۱۴۳۵ھ
دلیل الفالحین	علامہ محمد علی بن محمد علان بن ابراہیم شافعی، متوفی ۱۰۵۷ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۳۱ھ
مرآۃ المناجیح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
نزہۃ القاری	علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی، متوفی ۱۴۲۰ھ	فرید بک سٹال لاہور ۱۴۲۱ھ

تفہیم البخاری	علامہ غلام رسول رضوی	تفہیم البخاری پبلیکیشنز فیصل آباد
فیوض الباری	علامہ سید محمود احمد رضوی	مکتبہ رضوان داتا دربار روڈ لاہور
	کتب الفقہ	
احکام الاحکام	تقی الدین محمد بن علی قشیری المعروف ابن دقیق العید، متوفی ۷۰۲ھ	قاہرہ مصر ۱۴۰۹ھ
درمختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
ردالمحتار	سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۲۰ھ
فتاوٰی رضویہ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۴۲۷ھ
بہارِ شریعت	مفتی محمد امجد علی اعظمی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
ملفوظات اعلیٰ حضرت	مفتی اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خان، متوفی ۱۴۰۲ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
	کتب التصوف	
موسوعۃ امام ابن ابی الدنیا	امام عبد اللہ بن محمد ابو بکر بن ابی الدنیا، متوفی ۲۸۱ھ	المکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۶ھ
مکارم الاخلاق	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
قوت القلوب	امام شیخ ابو طالب محمد بن علی المکی، متوفی ۳۸۶ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا ۱۴۲۳ھ
الرسالۃ القشیریۃ	امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری، متوفی ۴۶۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۸ھ
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت ۱۴۲۰ھ
احیاء العلوم	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۳ھ
تنبیہ الغافلین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	پشاور پاکستان
منہاج العابدین	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
الرسائل	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	المکتبۃ التوقیفیہ قاہرہ مصر
الزواجر عن اقتراف الکبائر	امام ابن حجر ہیتمی، متوفی ۹۷۳ھ	دار المعرفہ بیروت ۱۴۱۹ھ
الحدیقۃ الندیۃ	علامہ عبد الغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ	پشاور پاکستان
اصلاحِ اعمال	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ
فیضانِ سنت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
آدابِ دین	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
تکبر	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں سے	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
باطنی بیماریوں کی معلومات	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ بیانات دعوت اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
نجات دلانے والے اعمال کی معلوما	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ بیانات دعوت اسلامی)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۵ھ
	کتب السیرۃ	
مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب	امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار العقیدہ للتراث بیروت
تذکرۃ الاولیاء	شیخ فرید الدین محمد عطار، متوفی ۶۳۷ھ	انتشارات گنجینہ تہران
الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت

المنهاج السوی ملحق تهذیب الاسماء	امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۶ھ
جمع الوسائل	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
مدارج النبوۃ	شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۹۹۷ء
آئینہ قیامت	مولانا حسن رضا خان بریلوی، متوفی ۱۳۲۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی
سیرت رسول عربی	علامہ نور بخش توکلی، متوفی ۱۳۶۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۶ھ
سیرتِ مصطفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم	علامہ عبد المصطفٰے اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
فیضان فاروق اعظم	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ فیضان صحابہ و اہل بیت)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۶ھ
تعارف امیر اہلسنت	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ اصلاحی کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
	الکتب لاسماء الرجال	
معرفۃ الصحابۃ	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی، متوفی ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۲ھ
الاستیعاب	ابو عمر یوسف عبد اللہ بن محمد بن عبد البر قرطبی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
اسد الغابۃ	ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن الاثیر جزری، متوفی ۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۷ھ
الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ
تہذیب التہذیب	امام حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
	الکتب المتفرقۃ	
نوادر الاصول	امام ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی، متوفی ۲۸۵ھ	دار النوادر بیروت ۱۴۳۱ھ
تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۷ھ
مفردات الفاظ القرآن	امام راغب ابو قاسم حسین بن محمد اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ	دار القلم دمشق ۱۴۱۶ھ
تاریخ ابن عساکر	امام ابن عساکر علی بن حسن شافعی، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ
عیون الحکایات	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۸ھ
عیون الحکایات	امام ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۴ھ
الروض الفائق	مبلغ اسلام شیخ شعیب حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۶ھ
حکایتیں اور نصیحتیں	مبلغ اسلام شیخ شعیب حریفیش، متوفی ۸۱۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
التعریفات	امام علی بن محمد بن علی زین شریف جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ	دار المنار للطباعۃ بیروت
فضائل دعا	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ
آئینہ عبرت	علامہ عبد المصطفٰے اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۲۹ھ
عجائب القرآن مع غرائب القرآن	علامہ عبد المصطفٰے اعظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۰ھ
نیکی کی دعوت	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
آداب طعام	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۲ھ
مدینے کی مچھلی	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
میٹھے بول	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
باحیا نوجوان	امیر اہلسنت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی	مکتبۃ المدینہ کراچی
راہ علم	مجلس المدینۃ العلمیۃ (شعبہ تراجم کتب)	مکتبۃ المدینہ کراچی ۱۴۳۱ھ

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ 330 کُتُب ورسائل

شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت

اُردو کُتُب

عربی کُتُب

(32) کِفْلُ الْفَقِیْہِ الْفَاھِمِ (کل صفحات:74)
(33) اَلْاَجَازَاتُ الْمَتِیْنَۃ (کل صفحات:62)
(34) اَلزَّمْزَمَۃُ الْقَمَرِیَّۃ (کل صفحات:93)
(35) اَلْفَضْلُ الْمَوْھَبِی (کل صفحات:46)
(36) تَمْھِیْدُ الْاِیْمَان (کل صفحات:77)
(37) اَجْلَی الْاِعْلَام (کل صفحات:70)
(38) اِقَامَۃُ الْقِیَامَۃ (کل صفحات:60)

شعبۂ تراجم کُتُب

(1) اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) پہلی جلد (کل صفحات:896)
(2) اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) دوسری جلد (کل صفحات:625)
(3) اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) تیسری جلد (کل صفحات:580)
(4) اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) چوتھی جلد (کل صفحات:510)
(5) اللہ والوں کی باتیں (حِلْیَۃُ الْاَوْلِیَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِیَاء) پانچویں جلد (کل صفحات:574)
(6) مدنی آقا کے روشن فیصلے (اَلْبَاھِرُ فِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر) (کل صفحات:112)
(7) سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْش فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْش) (کل صفحات:28)
(8) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:142)
(9) نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول (اَلْمَوَاعِظُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّۃ) (کل صفحات:54)
(10) جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِح) (کل صفحات:743)
(11) امام اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی وصیتیں (وَصَایَا اِمَامِ اَعْظَم عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ) (کل صفحات:46)
(12) جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد اول) (اَلزَّوَاجِرُ عَنِ اقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:853)
(13) نیکی کی دعوت کے فضائل (اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّھْیُ عَنِ الْمُنْکَر) (کل صفحات:98)
(14) فیضانِ مزاراتِ اولیاء (کَشْفُ النُّوْر عَنْ اَصْحَابِ الْقُبُوْر) (کل صفحات:144)
(15) دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّھْدُ وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)
(16) راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)
(17) عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم، حصہ اول) (کل صفحات:412)
(18) عُیُوْنُ الْحِکَایَات (مترجم حصہ دوم) (کل صفحات:413)
(19) احیاء العلوم کا خلاصہ (لُبَابُ الْاِحْیَاء) (کل صفحات:641)
(20) حکایتیں اور نصیحتیں (اَلرَّوْضُ الْفَائِق) (کل صفحات:649)
(21) اچھے بُرے عمل (رِسَالَۃُ الْمُذَاکَرَۃ) (کل صفحات:122)
(22) شکر کے فضائل (اَلشُّکْرُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ) (کل صفحات:122)
(23) حسنِ اخلاق (مَکَارِمُ الْاَخْلَاق) (کل صفحات:102)

(24) آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)

(25) آدابِ دین (اَلْاَدَبُ فِی الدِّیْن) (کل صفحات:63)

(26) شاہراہ اولیا (مِنْهَاجُ الْعَارِفِیْن) (کل صفحات:36)

(27) بیٹے کو نصیحت (اَیُّهَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)

(28) اَلدَّعْوَۃُ اِلَی الْفِکْر (کل صفحات:148)

(29) اصلاحِ اعمال جلد اول (اَلْحَدِیْقَةُ النَّدِیَّة شَرْحُ طَرِیْقَةِ الْمُحَمَّدِیَّة) (کل صفحات:866)

(30) جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلد دوم) (اَلزَّوَاجِر عَنْ اِقْتِرَافِ الْکَبَائِر) (کل صفحات:1012)

(31) عاشقانِ حدیث کی حکایات (اَلرِّحْلَة فِی طَلَبِ الْحَدِیْث) (کل صفحات:105)

(32) احیاء العلوم جلد اول (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:1124)

(33) احیاء العلوم جلد دوم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:1400)

(34) احیاء العلوم جلد سوم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:1286)

(35) احیاء العلوم جلد چہارم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:911)

(36) احیاء العلوم جلد پنجم (احیاء علوم الدین) (کل صفحات:814)

(37) قوت القلوب (اردو) (کل صفحات:826)

(38) 76 کبیرہ گناہ (کل صفحات:264)

شعبۂ درسی کُتُب

(1) مراح الارواح مع حاشیۃ ضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

(2) الاربعین النوویۃ فی الاحادیث النبویۃ (کل صفحات:155)

(3) اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ (کل صفحات:325)

(4) اصول الشاشی مع احسن الحواشی (کل صفحات:299)

(5) نور الایضاح مع حاشیۃ النور والضیاء (کل صفحات:392)

(6) شرح العقائد مع حاشیۃ جمع الفرائد (کل صفحات:384)

(7) الفرح الکامل علی شرح مئۃ عامل (کل صفحات:158)

(8) عنایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو (کل صفحات:280)

(9) صرف بہائی مع حاشیۃ صرف بنائی (کل صفحات:55)

(10) دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ (کل صفحات:241)

(11) مقدمۃ الشیخ مع التحفۃ المرضیۃ (کل صفحات:119)

(12) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175)

(13) نحو میر مع حاشیۃ نحو منیر (کل صفحات:203)

(14) تلخیص اصول الشاشی (کل صفحات:144)

(15) نصاب النحو (کل صفحات:288)

(16) نصاب اصولِ حدیث (کل صفحات:95)

(17) فیضان تجوید (کل صفحات:112)

(18) المحادثۃ العربیۃ (کل صفحات:101)

(19) تعریفاتِ نحویۃ (کل صفحات:45)

(20) خاصیات ابواب (کل صفحات:141)

(21) شرح مئۃ عامل (کل صفحات:44)

(22) نصاب الصرف (کل صفحات:343)

(23) نصاب المنطق (کل صفحات:168)

(24) انوار الحدیث (کل صفحات:466)

(25) نصاب الادب (کل صفحات:184)

(26) تفسیر الجلالین مع حاشیۃ انوار الحرمین (کل صفحات:364)

(27)خلفائے راشدین(کل صفحات:341) (28)قصیدہ بردہ مع شرح خرپوتی(کل صفحات:317)
(29)فیض الادب(مکمل، حصہ اوّل،دوم)(کل صفحات:228)
(30)منتخب الابواب من احیاء علوم الدین(عربی)(کل صفحات:173)
(31)کافیہ مع شرح ناجیہ(کل صفحات:252) (32)الحق المبین(کل صفحات:128)
(33)تیسیر مصطلح الحدیث(کل صفحات:188) (34)شرح الجامی مع حاشیۃ الفرح النامی(کل صفحات:419)
(35)شرح الفقہ الاکبر(کل صفحات:213) (36)خلاصۃ النحو(حصہ اوّل)(کل صفحات:107)
(37)خلاصۃ النحو(حصہ دوم)(کل صفحات:108) (38)ریاض الصالحین(عربی)(کل صفحات: 108)
(39)المرقاۃ(کل صفحات:91)

شعبۂ تخریج

(1)صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کا عشق رسول(کل صفحات:274)
(2)بہار شریعت، جلد اوّل(حصہ 1 تا 6)(کل صفحات:1360)
(3)بہار شریعت جلد دوم(حصہ 7 تا 13)(کل صفحات:1304)
(4)اُمہات المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ (کل صفحات:59)
(5)عجائب القرآن مع غرائب القرآن(کل صفحات:422)
(6)گلدستہ عقائد واعمال(کل صفحات:244) (7)بہار شریعت(سولہواں حصہ، کل صفحات 312)
(8)تحقیقات(کل صفحات:142) (9)اچھے ماحول کی برکتیں(کل صفحات:56)
(10)جنتی زیور(کل صفحات:679) (11)علم القرآن(کل صفحات 244:)
(12)سوانح کربلا(کل صفحات:192) (13)اربعین حنفیہ(کل صفحات:112)
(14)کتاب العقائد(کل صفحات:64) (15)منتخب حدیثیں(کل صفحات:246)
(16)اسلامی زندگی(کل صفحات:170) (17)آئینہ قیامت(کل صفحات:108)
(18 تا 24)فتاویٰ اہل سنت(سات حصے) (25)حق وباطل کا فرق(کل صفحات:50)
(26)بہشت کی کنجیاں(کل صفحات:249) (27)جہنم کے خطرات(کل صفحات:207)
(28)کرامات صحابہ(کل صفحات:346) (29)اخلاق الصالحین(کل صفحات:78)
(30)سیرت مصطفٰی(کل صفحات:875) (31)آئینہ عبرت(کل صفحات:133)
(32)بہار شریعت جلد سوم(حصہ 14 تا 20) (کل صفحات:1332)
(33)جنت کے طلبگاروں کے لئے مدنی گلدستہ(کل صفحات:470)
(34)فیضانِ نماز(کل صفحات:49) (35)19 دُرُود وسلام(کل صفحات:16)
(36)فیضان یٰس شریف مع دعائے نصف شعبان المعظم (کل صفحات:20)
(37)مکاشفۃ القلوب(کل صفحات:692) (38)سرمایہ آخرت(کل صفحات:200)

(39) سیرتِ رسولِ عربی (کل صفحات:758)

شعبۂ فیضانِ صحابہ واہل بیت

(1) حضرت طلحہ بن عُبَیدُ اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:56)

(2) حضرت زبیر بن عوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:72)

(3) حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:89)

(4) حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:60)

(5) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:132)

(6) فیضانِ سعید بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:32)

(7) فیضانِ صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (کل صفحات:720)

(8) فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جلد اوّل) (کل صفحات:864)

(9) فیضانِ فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جلد دوم) (کل صفحات:856)

شعبۂ فیضانِ صحابیات

(1) شانِ خاتونِ جنّت (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:501)

(2) فیضانِ عائشہ صدیقہ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:608)

(3) فیضانِ خدیجۃ الکبریٰ (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا) (کل صفحات:84)

(4) فیضانِ امہات المؤمنین (رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ) (کل صفحات:367)

شعبۂ اصلاحی کُتُب

(1) غوثِ پاک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حالات (کل صفحات:106)

(2) تکبر (کل صفحات:97)

(3) 40 فرامین مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم (کل صفحات:87)

(4) بدگمانی (کل صفحات:57)

(5) قبر میں آنے والا دوست (کل صفحات:115)

(6) نور کا کھلونا (کل صفحات:32)

(7) اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49)

(8) فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(9) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

(10) ریاکاری (کل صفحات:170)

(11) قوم جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262)

(12) عشر کے احکام (کل صفحات:48)

(13) توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)

(14) فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150)

(15) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

(16) تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

(17) کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63)

(18) ٹی وی اور مُووی (کل صفحات:32)

(19) طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

(20) مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

(21) فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)

شعبۂ امیرِ اہلسنت

(14) گمشدہ دولہا (کل صفحات:33) (15) میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)
(16) جنوں کی دنیا (کل صفحات:32) (17) تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (2) (کل صفحات:48)
(18) غافل درزی (کل صفحات:36) (19) مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)
(20) مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32) (21) تذکرۂ امیر اہلسنّت قسط (1) (کل صفحات:49)
(22) کفن کی سلامتی (کل صفحات:32) (23) تذکرۂ امیر اہلسنّت (قسط 4) (کل صفحات:49)
(24) میں حیادار کیسے بنی؟ (کل صفحات:32) (25) چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)
(26) بدنصیب دولہا (کل صفحات:32) (27) معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات:32)
(28) بے قصور کی مدد (کل صفحات:32) (29) عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)
(30) ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32) (31) نو مسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)
(32) مدینے کا مسافر (کل صفحات:32) (33) خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
(34) فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32) (35) ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
(36) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24) (37) فیضان امیر اہلسنّت (کل صفحات:101)
(38) حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32) (39) ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)
(40) کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32) (41) صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
(42) کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32) (43) میوزکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)
(44) نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32) (45) آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)
(46) ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32) (47) بابرکت روٹی (کل صفحات:32)
(48) اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32) (49) میں نیک کیسے بنا (کل صفحات:32)
(50) شرابی، مؤذن کیسے بنا (کل صفحات:32) (51) بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)
(52) خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32) (53) ناکام عاشق (کل صفحات:32)
(54) میں نے ویڈیو سینٹر کیوں بند کیا؟ (کل صفحات:32)
(55) چمکتی آنکھوں والے بزرگ (کل صفحات:32)
(56) علم وحکمت کے 125 مدنی پھول (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 5) (کل صفحات:102)
(57) حقوق العباد کی احتیاطیں (تذکرہ امیر اہلسنت قسط 6) (کل صفحات:47)
(58) نادان عاشق (کل صفحات:32) (59) سینما گھر کا شیدائی (کل صفحات:32)
(60) گونگے بہروں کے بارے میں سوال جواب قسط پنجم (5) (کل صفحات:23)
(61) ڈانسر نعت خوان بن گیا (کل صفحات:32) (62) گلوکار کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
(63) نشے باز کی اصلاح کا راز (کل صفحات:32) (64) کالے بچھو کا خوف (کل صفحات:32)
(65) بریک ڈانسر کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32) (66) عجیب الخلقت بچی (کل صفحات:32)
(67) شرابی کی توبہ (کل صفحات:33) (68) قاتل امامت کے مصلے پر (کل صفحات:32)

(69) چند گھڑیوں کا سودا (کل صفحات:32)
(70) سینگوں والی دلہن (کل صفحات:32)
(71) بھیانک حادثہ (کل صفحات:30)
(72) خوفناک بلا (کل صفحات:33)
(73) پر اسرار کتا (کل صفحات:27)
(74) شادی خانہ بربادی کے اسباب اور انکا حل (کل صفحات:16)
(75) چمکدار کفن (کل صفحات:32)
(76) اسلحے کا سوداگر (کل صفحات:32)
(77) جھگڑے باز سدھر گیا (کل صفحات:32)
(78) جرائم کی دنیا سے واپسی (کل صفحات:32)
(79) کینسر کا علاج (کل صفحات:32)
(80) اجنبی کا تحفہ (کل صفحات:32)
(81) رسائل مدنی بہار (کل صفحات:368)
(82) انوکھی کمائی (کل صفحات:32)
(83) بری سنگت کا وبال (کل صفحات:32)
(84) بد چلن کیسے تائب ہوا؟ (کل صفحات:32)
(85) عمامہ کے فضائل (کل صفحات:517)
(86) بد اطوار شخص عالم کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
(87) جھگڑالو کیسے سدھرا؟ (کل صفحات:32)
(88) پانچ روپے کی برکت سے سات شادیاں؟ (کل صفحات:32)
(89) باکردار عطاری (کل صفحات:32)
(90) سنگر کی توبہ (کل صفحات:32)
(91) مفلوج کی شفایابی کا راز (کل صفحات:32)
(92) ڈانسر بن گیا سنتوں کا پیکر (کل صفحات:32)
(93) خوشبودار قبر (کل صفحات:32)
(94) والدین کے نافرمان کی توبہ (کل صفحات:32)
(95) میٹھے بول کی برکتیں (کل صفحات:32)
(96) جنتیوں کی زبان (کل صفحات:31)
(97) اصلاح امت میں دعوت اسلامی کا کردار (کل صفحات:28)
(98) غریب فائدے میں ہے (بیان 1) (کل صفحات:30)
(99) جوانی کیسے گزاریں؟ (بیان 2) (کل صفحات:44)
(100) اداکاری کا شوق کیسے ختم ہوا؟ (کل صفحات:32)
(101) ڈاکوؤں کی واپسی (کل صفحات:32)

شعبۂ اولیا و علما

(1) فیضانِ داتا گنج بخش (کل صفحات:20)
(2) فیضانِ پیر مہر علی شاہ (کل صفحات:33)
(3) فیضان سید احمد کبیر رفاعی (کل صفحات:33)
(4) فیضانِ حافظ ملت (کل صفحات:32)
(5) فیضانِ سلطان باہو (کل صفحات:32)
(6) فیضانِ خواجہ غریب نواز (کل صفحات:32)
(7) فیضانِ محدث اعظم پاکستان (کل صفحات:62)
(8) فیضان عثمان مروندی (کل صفحات:43)
(9) فیضانِ علامہ کاظمی (کل صفحات:70)

شعبۂ بیاناتِ دعوتِ اسلامی

(1) باطنی بیماریوں کی معلومات (کل صفحات:352)
(2) نجات دلانے والے اعمال کی معلومات (کل صفحات:352)
(3) گلدستۂ درود و سلام (کل صفحات:660)

نیکی کی دعوت
(حصہ اول)
فیضانِ سنت جلد 2 کا ایک باب
نیکی کی دعوت کی ضرورت
نیکی کی دعوت کی فضیلت
نیکی کی دعوت ترک کرنے کے نقصانات
محمد الیاس عطار قادری رضوی

جلد 1
اللہ
والوں کی باتیں
مؤلف: امام ابو نُعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی شافعی المتوفی ۴۳۰ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نیک نمازی بننے کے لیے

ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سنّتوں بھرے اجتماع میں رضائے الٰہی کے لیے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ۞ سنّتوں کی تربیت کے لیے مدنی قافلے میں عاشقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ تین دن سفر اور ۞ روزانہ "غور و فکر" کے ذریعے مدنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے ہر اسلامی ماہ کی پہلی تاریخ اپنے یہاں کے ذمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مدنی مقصد: "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" ان شاء اللہ۔ اپنی اصلاح کے لیے "مدنی انعامات" پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے "مدنی قافلوں" میں سفر کرنا ہے۔ ان شاء اللہ۔

978-969-722-096-0

01012437

فیضانِ مدینہ، محلہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، کراچی

+92 21 111 25 26 92 0313-1139278

www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net